حیات بشیر

کتاب: ’’حیات بشیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عرض حال

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ آج میں اپنے پیارے اور محسن آقا حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی حیات مبارکہ کے حالات مدوّن کرنے کے کام سے فارغ ہوگیا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوں کہ اس نے مجھے اس مبارک کام کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کے تقدس اور بزرگی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی زندگی پر بیسیوں کتابیں لکھی جائیں گی اور جو شخص بھی پوری تحقیق اور چھان بین کے ساتھ پہلی تصانیف پر کوئی مفید اضافہ کرے گا وہ بارگاہ الٰہی سے اجر کا مستحق ہوگا۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد لکھنے والے علمی طور پر تو بے شک تحقیق کرلیں گے۔ لیکن وہ عینی شاہد نہیں ہوں گے۔ یعنی وہ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہم نے حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کو ایسا کرتے دیکھا یا فرماتے سنا۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سینکڑوں صحابہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کے مونہوں سے حضرت اقدس کی پیاری پیاری باتیں سنیں ہم نے ''ذریت طیبہ'' کو بھی دیکھا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد کا مبارک زمانہ بھی ہم نے پایا اور سینکڑوں مرتبہ ان کے کلمات طیبات سے فیضیاب ہوئے پھر ایسے زمانہ میں حضرت میاں صاحبؓ کے حالات لکھنے کی توفیق پائی۔ جبکہ ان کو دیکھنے والے ہزاروں لاکھوں انسان موجود ہیں۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک

خاکسار

عبدالقادر (سابق سوداگرمل)

۲۶/اگست ۱۹۶۴ء بروز بدھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

حیات بشیر

پیش لفظ

تحریر فرمودہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالت ہیگ

محض اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان اور اس کی ذرہ نوازی نے اس عاجز کے لئے صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحبؓ کی مشفقانہ رفاقت نصف صدی سے زیادہ عرصہ کیلئے میسر فرما دی اور اس تمام عرصے میں یہ عاجز متواتر اس پاک اور صافی چشمۂ فیض سے متمتع ہوتا رہا اور اس بے نفس اور ہمہ تن متواضع ہستی کی طرف سے پیہم موردِ الطاف وعنایات رہا۔ کبھی ایسا موقع پیدا نہ ہوا کہ خاکسار بھی اس محبوب ومشفق رفیق کی حقیر سے حقیر خدمت کی سعادت حاصل کرتا۔ یہ محرومی اس عاجز کے لئے تلخ تأسف کا موجب ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس عالی جناب کے لطف بے پایاں پرشاہد ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں الید العلیا سے نوازا تھا اور خاکسار کا مشاہدہ اور تجربہ سترہ سال کے سن سے لے کر ستر سال کی انتہاء تک یہی رہا کہ وہ ہاتھ ہر حالت میں بلند وبالا ہی رہا۔ کبھی فضل الٰہی نے اسے نیچا نہ ہونے دیا۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔**

یہ تمام کیفیت کچھ خاکسار کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی، اَن گنت احباب اس کے مورد وشاہد ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ خویش ودرویش، اپنا اور پرایا جو بھی اس چشمے تک آیا بے سیراب ہوئے نہ لوٹا۔ اگر کبھی کمی رہی تو ظرف سائل میں نہ فیض ساقی میں۔

الٰہ العالمین جیسے تو نے اپنے اس بندے کو دل عطا فرمایا تھا جو تواضع اور شفقت اور تیرے مسکین اور عاجز بندوں کی دلجوئی، غمگساری اور حاجت روائی میں کسی حد کا روادار نہ تھا۔ ویسے ہی اب تو اُسے جیسے اس کی التجا تھی بغیر حساب اپنے الطاف ونعماء کا مورد بنا۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی پاکیزہ زندگی سن شعور سے لے کر دم واپسیں تک ہمارے لئے ایک نیک نمونہ اور مشعل راہ رہی۔ جب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹریکولیشن کی سند حاصل کرنے کے بعد آپ گورنمنٹ کالج میں تعلیم جاری رکھنے کیلئے تشریف لائے تو خاکسار بھی

گورنمنٹ کالج میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اُن ایام میں بعض پہلوؤں سے سلسلے کی مخالفت اور جماعت کے ساتھ عناد شدت کا رنگ لئے ہوئے تھے۔ لیکن حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا نیک کردار آپ کا حُسن سلوک، اعلیٰ خُلق اور وقار وہ درجہ رکھتے تھے کہ نہ صرف طلباً بلکہ اساتذہ بھی آپ کے ساتھ تلطف کے ساتھ پیش آتے تھے اور آپ کا احترام کرتے تھے۔ پروفیسروں میں سے مسٹر جی - اے دادن تو خاص طور پر آپ کے مداح تھے۔ کالج کے زمانہ میں صاحبزادہ صاحبؓ نہ صرف جماعت میں حاضری کی پابندی کرتے تھے اور مطالعہ میں توجہ سے مصروفیت رکھتے تھے بلکہ کالج کے دیگر جائز مشاغل میں بھی مناسب حصہ لیتے تھے۔ خاکسار کو یاد پڑتا ہے کہ کھیل تفریح میں سے فٹ بال میں آپ شریک ہؤا کرتے تھے۔

موجودہ صورت سے تو خاکسار واقف نہیں لیکن اس زمانے میں کالج کے ابتدائی سالوں میں ہوسٹل میں رہنے والے طلباً کو سات دیگر طلباً کے ساتھ ایک کمرے میں رہنا ہوتا تھا۔ صاحبزادہ صاحبؓ بھی چونکہ ہوسٹل میں قیام پذیر تھے اس لئے انہیں بھی یہی صورت درپیش تھی۔ جس میں انہیں خلافِ معمول دقتوں اور پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا تھا کھانے کا انتظام بھی ان دنوں ہوسٹل میں کوئی ایسا تسلی بخش نہیں تھا۔ دو وقت سالن اور چپاتی پر گذران تھی، لیکن صاحبزادہ صاحبؓ نے اپنا وقت کالج اور ہوسٹل میں نہایت بشاشت اور خندہ پیشانی سے گزارا۔ نہ ماتھے پر شکن آئی نہ زبان پر حرف شکایت۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اوسطاً ہر مہینے آپ کے لئے خشک میوہ ایک کنستر بھر کر ارسال فرما دیا کرتی تھیں۔ لیکن حضرت صاحبزادہ صاحبؓ اپنے سب دوستوں کو اس میں شریک فرما لیا کرتے تھے۔ خاکسار کا اندازہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا حصہ اس تبرک میں صاحبزادہ صاحبؓ کے حصے سے کہیں بڑھ کر ہؤا کرتا تھا۔

غرض کالج کے تمام زمانے میں اگرچہ صاحبزادہ صاحبؓ کو بہت سی مشکلات کا سامنا ہؤا۔ لیکن آپ نے اپنے لئے کسی خصوصیت یا امتیاز کی نہ خواہش کی نہ اسے پسند فرمایا۔ قناعت، فروتنی حلم اور مسکنت کو شعار رکھا، اور یہ صفات عمر بھر آپ کا امتیاز رہیں۔

خاکسار ۱۹۱۴ء کے آخر میں تعلیم سے فارغ ہو کر انگلستان سے واپس آیا اور انگلستان کے قیام کے عرصے میں صاحبزادہ صاحبؓ کی رفاقت سے جو محرومی ہوگئی تھی وہ دور ہوگئی البتہ کسی قدر بعد مکانی ضرور پیش آ گیا۔ کیونکہ خاکسار کی رہائش اوّل دو سال سیالکوٹ میں رہی اور آخر اگست ۱۹۱۶ء میں لاہور میں منتقل ہوگئی۔ لیکن جب قادیان حاضر ہونے کا موقعہ میسر آتا تو خاکسار

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا مہمان ہوتا۔ یہ صورت سالوں رہی۔ لیکن ایک لحظہ بھر بھی کبھی خاکسار نے اپنے تئیں آپ کے ہاں مہمان شمار نہیں کیا، بلکہ ہر لحاظ سے آپ کے گھر کو بے تکلفی میں اپنا ہی گھر محسوس کیا اور آرام میں اسے اپنے گھر سے بہت بڑھ کر پایا اور یہی کیفیت ان تمام احباب کی بھی ہوا کرتی تھی جو قادیان کے سفر اور قیام کے دوران میں خاکسار کے رفیق ہوا کرتے تھے۔

مرور زمانہ کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے علم و حلم، آپ کے اوصاف حمیدہ اور صفات ستودہ میں جلد جلد اضافہ ہوتا گیا اور آپ کے علم اور سرگرمیوں کے میدان وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے بہت جلد خاندان مسیح موعودؑ اور سلسلے اور جماعت میں آپ کو ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت حاصل ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں آپ کے تعلقات بھی بہت وسیع ہوتے گئے اور تمام جماعت ہی نہیں بلکہ بہت سا طبقہ غیر از جماعت احباب کا بھی آپ کے اخلاق حسنہ کا مورد و معترف اور گرویدہ ہوتا گیا۔ ان تفاصیل کا بیان آپ کے سوانح نگار کے ذمے ہے، خاکسار کو یقین ہے کہ محترم جناب شیخ عبد القادر صاحب جنہوں نے اس مقدس فرض کو اپنے ذمے لینے کا اظہار کیا ہے۔ بہت جلد اس سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہو کر جماعت اور سلسلہ کو اپنا احسانمند بنائیں گے۔

خاکسار اسی پر کفایت کرتا ہے کہ حضرت صاحبزدہ صاحبؓ کی ایک نہایت اہم خدمت کی طرف مختصر سا اشارہ کر دے۔ یوں تو صاحبزادہ صاحبؓ کی تمام زندگی ہی بنی نوع انسان، اسلام اور سلسلے کی خدمت کیلئے وقف رہی اور گونا گوں رنگ میں آپ کو اس خدمت کا مواقع بفضل اللہ میسر آتے رہے۔ جس سے آپ نے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت تندہی اور جانفشانی سے اسلام اور سلسلہ احمدیہ کے استحکام کے لئے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے جن کا تعلیمی، تربیتی اور اخلاقی فیض ہمیشہ جاری رہے گا اور یہی آپ کی حقیقی یادگار ہوگا۔ لیکن ان سب سے ممتاز اور اہم وہ خدمت اور وہ قربانی ہے جو آپ سے حضرت امیر المومنین المصلح موعود **ایدہ اللہ نبصرہ العزیز و متعنا اللہ بطول حیاتہ** کی بیماری کے عرصہ کے ہر لحظے نے طلب کی اور جسے آپ نے حددرجہ بے دریغی اور کمال بےنفسی سے پورا کیا اور سر انجام دیا۔ یہ عرصہ تمام جماعت کیلئے اور درجہ بدرجہ خدام مخلصین کے لئے لیکن سب سے کہیں بڑھ کر اور کئی گنا زیادہ حضرت صاحبزدہ صاحبؓ کے لئے صبر آزما اور درد ناک طور پر طالب بےنفسی اور کیف راضی برضا رہا ہے۔ اس تمام عرصے میں جس طور پر آپ نے اپنا جسم اور اپنی روح اپنے قویٰ اور اپنی استعدادیں اپنے وسائل اور اپنا وقت اپنی امنگیں اور اپنے ارادے، اپنی صحت اور اپنی زندگی مرضی مولیٰ کے سپرد اور حوالے رکھیں۔ وہ آپ ہی کا حصہ تھا اور کسی

اور سے ممکن نہ ہوتا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی بیماری اور تکلیف کا احساس اور اس کا درد اور کرب ایک طرف جماعت کے غم اور پریشانی میں ہر کس وناکس کے درد کا احساس اور ہر کسی کی دل جوئی اور غم خواری اور حوصلہ افزائی دوسری طرف سلسلے کی بہبودی اور ترقی اور اس کے مختلف شعبوں کی کار گذاری کے متعلق مشوروں اور نصائح کی ذمہ داری تیسری طرف نازک خیالات اور نازک احساسات کی پاسداری چوتھی طرف غرض۔ دل دماغ فکر روح سب پر کارِ یار حاوی تھا کارِ خویش کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی سچ تو یہ ہے کہ کار یار ہی کار خویش بن چکا تھا۔ سروجان اسی کے لئے وقف ہو چکے تھے۔ اسی میں محو تھے' دل بھر آتا تھا۔ آنسو بہہ پڑتے تھے۔ جگر خون ہو کر رہ جاتا تھا۔ **ولانقول الامایرضی بہٖ ربنا** والی کیفیت تھی اپنے مقدس باپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہر لحظہ پیش نظر تھا۔

اندریں راہ دردِ سر بسیار نیست　　　　جاں بخواہد دادنش بسیار نیست

بشیر احمدؓ نے اسے اپنے عمل اور کردار سے ایک حقیقت ثابت کر کے دکھا دیا۔ ہر لحظہ جان دی اور مسکراویئے اور جان دیتے چلے گئے دیتے چلے گئے دیتے چلے گئے' یہاں تک کہ **یاایتھا النفس المُطْمَئِنّۃُ الرجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی** کا مژدہ سنتے ہی **لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک** کے ساتھ آخری بار اسی کا عطیہ اس کے سپرد کر کے تمام ذمہ داریوں سے سرخروئی کے ساتھ سبکدوش ہوگئے۔ **جعل اللہ الجنۃ العلیا مثواہ.**

خاکسار

فہرست مضامین

ساتواں باب

از صفحہ 449 تا 487

آٹھواں باب

از صفحہ 488 تا 510

’’حیات بشیر‘‘ کے متعلق

محترم جناب:

چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

کی رائے

(اپنی طرز کی انوکھی تصنیف ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی ومحترمی شیخ عبد القادر صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ بفضلہٖ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: آپ کی پہلی دو تصانیف ’’حیات طیبہ‘‘ اور ’’حیات نور‘‘ سے خاکسار نے اور جماعت میں شامل اور غیر از جماعت افراد نے بھی نہایت درجہ استفادہ کیا اور برکت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غایت درجہ جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے ایسے ذکر خیر کو عام کیا جس کی بہت ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ اب آپ کی حالیہ تصنیف ’’حیا ۃ بشیر‘‘ کا مسودہ کسی کسی جگہ سے دیکھا ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ جب تک پورا پڑھ نہ لوں واپس نہ دوں۔ لیکن یہ دوسرے احباب کو کافی دنوں تک ایک نہایت ہی قیمتی اور ایمان افروز تصنیف سے محروم کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس لئے واپس کر رہا ہوں۔ آپ نے دس ابواب میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی زندگیٔ اوصاف حمیدہ اور اخلاق فاضلہ کا اصل اور نچوڑ جمع فرما دیا ہے اور آں موصوف نے خدمت دین میں جو کار ہائے نمایاں انجام دیے ان کی بھی ایک تصویر پیش کر دی ہے۔ عنوانات سے ہی ظاہر ہے کہ کتاب جامع ہے اور جو کوئی بھی اسکامطالعہ اس نظر سے کریگا کہ وہ معلوم کر سکے کہ ایک سچے اور پکے مسلمان کی زندگی کیسی ہونی چاہیے وہ ضرور بالضرور دامنِ مراد گوہر مقصود سے بھر لے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نئی تصنیف پر بھی اجرِعظیم عطا فرمائے آمین اور تمام محبانِ اسلام کو عموماً اور ہماری جماعت کے احباب و مستورات کو خصوصاً اس نہایت ہی مبارک سوانح حیات سے صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اپنی طرز کی انوکھی تصنیف ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ایک جلد کی قیمت ارسال کر رہا ہوں۔ والسلام

خاکسار اسد اللہ خان ۶۴-۱۰-۲

''حیات بشیر'' پرمحترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب
پروفیسر و ہیڈ شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کا
تبصرہ اور حضرت ممدوح کی سیرت پر مختصر نوٹ

(آپکی کتاب ماشاء اللہ حضرت میاں صاحبؓ کی پاکیزہ سیرت کے بیشمار پہلوؤں سے بھر پور معلوم ہوتی ہے)

مکرمی جناب شیخ صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی کتاب حضرت میاں صاحبؓ کے متعلق ماشاء اللہ زمانے کے حالات وممدوح کی پاکیزہ سیرت کے بے شمار پہلوؤں سے بھرپور معلوم ہوتی ہے۔ لیکن میرے قلب پر دو تین باتوں نے خاص طور پر نقش کیا ہے۔ اللہ کرے ان اوصاف کو زندہ کرنے والے ہم میں ہمیشہ ہی پیدا ہوتے رہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ بات بہت نمایاں تھی کہ حضرت میاں صاحبؓ نہ صرف اپنے کام کے معیار کو بلکہ اور کام بھی جو جماعت میں ہو رہے ہوتے یا مثلاً دوسروں کے سپرد ہوتے ان کے معیار کو بھی ہر وقت بلند سے بلند تر کرنے کی فکر میں رہتے۔ دخل اندازی نہیں بلکہ ایک تڑپ اور خیال اور خواہش جو کام کرنے والوں کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔

ایک اور بات آپ میں یہ تھی کہ آپ بچوں اور زیر تعلیم نوجوانوں کے دلوں کو اُبھارنا خوب جانتے تھے۔ میرا خیال ہے (اپنی اور اپنے بچوں کی ملاقاتوں سے اندازہ کرتا ہوں) کہ ہر ملاقاتی جو آپ سے اٹھ کر آتا ایک نئی امنگ اور نئی روشنی لے کر آتا مشکل کاموں میں بھی کسی نئی کوشش کی خواہش لے کر۔

اس بات سے آپ کے ایک اور نمایاں وصف کی طرف میری توجہ جارہی ہے اور وہ یہ کہ آپ ہر کام میں راستے مقرر فرما لیتے تھے یہ بات خاص طور پر سیکھنے والی ہے۔ کام کرنے والوں کے سامنے نئے نئے کام آتے رہتے ہیں۔ آپ کا طریق یہ تھا اور دنیا اس کی گواہ ہے۔ کچھ وقت اس کے متعلق سوچ کر اس کام کے امکانی راستے مقرر فرما لیتے۔ مشورہ لینے والا جو سامنے ہوتا اسے ساتھ شامل کر کے راستے ڈھونڈ لیتے اور ان کی نشاندہی بھی کروا دیتے۔ مشکل کام آسان معلوم ہونے لگتے آپ کی نظر ماشاء اللہ چاروں طرف رہتی اور توجہ ہر بات کو اس کی اہمیت اور ضرورت

کے مطابق دیتے۔ جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر کو ام الالسنہ کی تحقیق کے سلسلہ میں جو مشورہ دیا وہ اخبار میں آچکا ہے کہیں نہ کہیں آپ کی کتاب میں بھی آیا ہوگا میں سمجھتا ہوں تحقیق اور ریسرچ کرنے والوں کیلئے اس سے بہتر مشورہ نہیں دیا جا سکتا دوسروں کے کاموں میں آپ کی دلچسپی سرسری اور ادھوری نہیں، گہری اور کامل ہوتی۔ گویا ان کے لئے وقف ہیں اللہ اللہ! کیا عجیب انسان تھا۔ اگر ہم ان اخلاق کی یاد تازہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان اخلاق کو ہم میں زندہ رکھے گا اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے۔ آمین اللہ تعالیٰ آپ کی کتاب کو مقبول اور مفید بنائے آمین

والسلام خاکسار

اسلم

مورخہ ۶۴-۱۰-۶

❁ ❁ ❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت مرزا بشیراحمد صاحب رضی اللہ عنہ

آپ کے ایک خادم کی نظر میں

ذیل کا مضمون محترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ و امیر جماعت احمدیہ لائل پور نے خاص طور پر ''حیات بشیر'' کیلئے رقم فرمایا ہے۔ میں نے جب یہ مضمون پڑھا تو مجھے یوں محسوس ہؤا جیسے محترم شیخ صاحب نے اس مختصر سے مضمون میں ساری کتاب کا خلاصہ اور نچوڑ نکال کر پیش کر دیا ہے۔ مضمون نہایت ہی لطیف پر اثر اور دلکش ہے اور حضرت میاں صاحب مدّظلّہ العالی کی سیرت کی صحیح اور جامع تصویر پیش کرتا ہے۔ محترم شیخ صاحب کو چونکہ حضرت میاں صاحب کے ساتھ دیرینہ تعلقات اور میل ملاپ کی سعادت حاصل رہی ہے۔ اس لئے آپ کی رائے وزنی مستند اور بڑی ہی جامع ہے۔

اللہ تعالیٰ شیخ صاحب محترم کو جزائے خیر دے اور آپ کا دین ودنیا میں حافظ وناصر ہو۔ (مؤلف)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب کشتیٔ نوح میں اپنی جماعت کو جن ہدایات پر کاربند ہونے کیلئے فرمایا ہے وہ ہدایات زیرعنوان ''ہماری تعلیم'' کشتیٔ نوح میں درج ہیں اور دراصل یہ تعلیم قرآن حکیم اور حدیث شریف کا خلاصہ اور لب ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی زندگی اس تعلیم کا عملی نمونہ تھا۔ آپ کے اندر علم اور عمل کے کمالات تھے، عفوو درگزر، رفق و مدارات، تحمل اور برداشت، زہدو تعبد، اپنوں اور بیگانوں کی خیر خواہی اور ہمدردی، شجاعت اور انتظامی قابلیت مہمات امور میں اور مشکل حالات میں ہمیشہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے جاں بکف اور سینہ سپر ہو جانا۔ یہ وہ اخلاق عالیہ تھے جن کو ایک دنیا نے مشاہدہ کیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان اخلاق کریمہ کی وجہ سے آپ ایک ایسے انسان تھے جو احسن التقویم کا زندہ نمونہ تھے۔

انہی اوصاف اور کمالات کی وجہ سے آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے معتمد علیہ رفیق اور دست راست تھے اور جیسا کہ الٰہی جماعتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے سنت ہے ہماری جماعت کو کئی مشکل مرحلوں اور ابتلاؤں میں سے گذرنا پڑا ہے۔ ایسے موقعوں پر خاکسار نے آپ کے اندر ایک عجیب شجاعت اور توکل علی اللہ کی روح دیکھی۔ مشکلات اور مصائب کے اندر آپ کے علمی اور عملی جوہر اور زیادہ روشن ہو جاتے تھے اور جس مجلس میں آپ موجود ہوں۔ آپ کے رفقائے کار کو یہ یقین اور اطمینان ہوتا تھا کہ پیش آمدہ مشکل پر انشاء اللہ قابو پا لیا جائے گا۔ آپ کی سیرت کا یہ ایک مستقل باب ہے اور کثیر واقعات اس کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔

آپ قرآن وحدیث کے متبحر عالم تھے اور زبان عربی، انگریزی اور اردو پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ تحریر ہو یا تقریر کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کرتے تھے جو رکیک یا دلآزار ہو اور میانہ روی کے خلاف ہو۔ آپ کی تحریر گویا ایک قانونی مسودہ ہوتی تھی جس کا ہر لفظ جچا تُلا اور برمحل ہوتا تھا۔ یہ احتیاط نہ صرف تصانیف کے اندر پائی جاتی تھی۔ بلکہ روز مرّہ کتابت میں بھی مد نظر رہتی تھی۔ خطوں میں بھی کوئی لفظ ایسا نہ ہوتا تھا جس میں مخاطب کے جذبات اور نفسیات کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو۔ کیونکہ آپ کو یہ عرفان حاصل تھا کہ انسان کی فطرت معزز واقعہ ہوئی ہے اور کسی تحقیر کو برداشت نہیں کرسکتی۔ آپ کے مخاطب دوست بھی ہوتے تھے اور مخالف اور دشمن بھی۔ لیکن آپ ہمیشہ اپنی تحریر میں نرمی اور میانہ روی اختیار کرتے تھے۔ ایسی نرمی جو دلوں کو موہ لیتی ہے اور بیگانوں کو اپنا بنا دیتی ہے۔

آپ کی تصانیف سے عیاں ہے کہ آپ بہت بڑے تاریخ دان، قلم کے بادشاہ، زبان کے استاذ، تحقیقِ مسائل میں دوررس نظر رکھنے والے، محنت اور کاوش کے عادی تھے اور آپ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ کوئی مضمون تشنہ اور نامکمل نہ رہے یہ وہ خوبی ہے جو ہمارے اہل قلم اصحاب کیلئے ایک اُسوہ ہے۔

آپ کا خط بہت پاکیزہ تھا۔ مـایُـقری لکھتے اور سطروں میں زیادہ فاصلہ ڈالتے تاکہ پڑھنے والے کی نگاہ پر بار نہ ہو، اسلوب تحریر ماقلّ و دلّ اور اطناب سے بری۔

قانون ملکی سے آپ واقف تھے اور بہت سے موقعوں پر خاکسار نے آپ کو قانونی نکات بیان کرتے دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ کسی جماعت کے رہنما مصنف' مبلغ یا مدیر ہوں انہیں ایک حد تک ملکی قانون سے واقفیت رکھنا بھی ضروری ہے۔

تقسیم ملک سے پہلے آپ کی دور اندیش نظر نے آنے والے واقعات کا اندازہ لگایا اور اس کے متعلق سبق آموز مضامین لکھے۔ بعد میں آنے والے واقعات نے آپ کی فراست کی تصدیق کی۔ قادیان سے ہجرت ایک بڑا دشوار گذار مرحلہ تھا، آپ کی حوصلہ مندی اور حسن انتظام سے آپ کے ساتھی بھی اثر پذیر ہوئے اور سب نے مل کر تنظیم اور تعاون کے ساتھ یہ کٹھن منزل اس عمدگی سے طے کی کہ تمام اہل قادیان صحیح سلامت اور عزّت کے ساتھ پاکستان پہنچ گئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حکم کے ماتحت آپ کو بھی قادیان سے لاہور آنا پڑا۔ لیکن اہل قادیان کے لئے آپ نے مشکلات کو آسان کر دیا تھا، حسن تدبیر سے، حسن انتظام سے اور دعاؤں سے۔

قادیان کے درویشوں کی خدمت ایک بہت ہی مشکل اور پیچیدہ معاملہ تھا اور ہے۔ اس کی تفاصیل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ قادیان کے ہر درویش کے حالات کو نگاہ میں رکھنا اس کے رشتہ داروں اور متعلقین کی مشکلات کا دُور کرنا' ہر درویش کے لئے آرام و آسائش کا بہم پہنچانا۔ بیماروں کی تیمارداری' ناداروں کی حاجت روائی' کوئی تنازعات یا مقدمات پیدا ہوں تو ان کو نپٹانا۔ حکومتوں سے ربط و ضبط رکھنا۔ جلسہ سالانہ پر وفود کا بھیجنا یہ اور اس قسم کے سینکڑوں کام تھے۔ جنہیں آپ تن تنہا سر انجام دیتے تھے اور ظاہر ہے کہ ہر کام اس قسم کا تھا جس میں انتہائی احتیاط اور تدبر کی ضرورت تھی۔ ہر درویش اور اس کے رشتہ دار سے آپ کو محبت تھی۔ ایسی محبت جو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے ہوتی ہے اور ہر ایک کی تکلیف کو آپ اپنی تکلیف جانتے تھے۔ خاکسار کو خدمت درویشاں کے سلسلہ میں آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ کیونکہ بہت سے قانونی امور میں آپ ازراہِ کرم خاکسار سے مشورہ لیتے تھے۔ اور اس کی قدر فرماتے تھے۔ اور یہ آپ کا قاعدہ تھا کہ جو شخص اچھا کام کرے اس کے قدردان اور شاکر ہوتے تھے اس قدردانی اور محبت کا

خاکسار پر یہ اثر تھا کہ جب بھی آپ نے کوئی کام کرنے کو فرمایا تو خاکسار نے خوشی خوشی سب کاموں کو چھوڑ کر آپکے ارشاد کی تعمیل کو اپنی سعادت اور خوش بختی سمجھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے درویش تھے۔ درویشوں کے سرتاج تھے تمام عمر درویشانہ زندگی گذاری اور نام ونمود سے فطرتاً نفور رہے۔

بڑے وفا دار اور دلنواز دوست تھے۔ پرانے احمدی خاندانوں کی خاص تکریم فرماتے تھے آپ کی زبان پر سعدی کا یہ مصرعہ

قدِ یمانِ خود رابیفزائے قدر

بہت بھلا معلوم ہوتا تھا کیونکہ آپ کا عمل اس کے مطابق تھا۔ خاکسار نے اپنے والد صاحب مرحوم کی آخری بیماری کی آپ کو اطلاع دی اور یہ لکھا کہ والد صاحب کی حالت نازک ہے تو آپ نے فوراً مجھے لکھا کہ آپ کا السلام علیکم والد صاحب کو پہنچا دیا جائے اور والدصاحب کی وفات پر آپ نے جو درد انگیز مضمون لکھا اس میں اس خوشی کا اظہار کیا کہ وفات سے پہلے والد صاحب کو آپ کا السلام علیکم پہنچ گیا ہے۔ والد صاحب کی وفات کے متعلق میں نے آپ کو تار دیا اور آپ نے والد صاحب کی تدفین کا اہتمام فرمایا اور مقبرہ بہشتی قادیان کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزارسے جوجگہ قریب ترین میسر ہوسکتی تھی وہاں قبر کھدوانے کا بندوبست فرمایا۔

خاکسار والدصاحب کا تابوت لیکر قادیان پہنچا تو آپکو اس وفات کی وجہ سے بڑا مغموم اور درد مندپایا اور نہایت رقت کی حالت میں آپ نے مجھے سینے سے لگالیا اورحالات پوچھتے رہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے حضرت مرزا شریف احمدؓصاحب کی تدفین مقبرہ بہشتی ربوہ کے اندر ہو رہی تھی، چار دیواری کے اندر خاکسار دم بخود اور مغموم حالت میں ایک طرف الگ کھڑا تھا آپ نے میرے چہرے پر نظر ڈالی۔ بڑی محبت سے آگے بڑھے اور مجھے چھاتی سے لگا لیا۔ آپ کی طبیعت کے اندر بہت ضبط تھا، لیکن ان دونوں موقعوں پر آپ نے جو بے اختیاری اختیار کی اس کا سبب میں کیا عرض کروں۔ آہ! آہ! ؎

اے محبت عجب آثار نمایاں کر دی
زخم ومرہم برہِ یار تو یکساں کر دی

دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا اور مسامحت کو کام میں لانا آپ کا ایک خاص وصف تھا

ایک دفعہ خاکسار نے آپ کو ایک خط لکھا اور اس میں ایک شخص کے متعلق میرے قلم سے بعض تیز الفاظ لکھے گئے جو میری غلطی سمجھو یا سہو قلم بہر حال آپکو وہ لفظ پسند نہ آئے۔ یہ بھی ضروری تھا کہ مجھے ٹوکا جائے اور یہ بھی کہ میرے جذبات کا لحاظ رکھا جائے۔دیکھئے ان دونوں انمل اور متضاد باتوں کو آپ نے کس خوبی سے ادا کیا' آپ نے مجھے لکھا''میں تو سمجھتا تھا کہ آپکی طبیعت میں جمال ہے لیکن خط سے معلوم ہوتا ہے کہ جلال بھی ہے۔'' خاکسار ان الفاظ سے شرمسار بھی ہؤا اور شکر گذار بھی۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ خدا کے پاک بندے ایسے طریق پر خطاپوشی کرتے ہیں جو خطا نوازی معلوم ہوتی ہے۔ اصلاح کا یہ طریق کتنا دلنشین' کتنا کمیاب اور کتنا درد انگیز ہے۔ آپ کے مندرجہ بالا فقرہ سے مجھے فارسی زبان کی وہ ضرب المثل عملاً سمجھ میں آ گئی جو کہتے ہیں:-کجدارو مریز

قادیان اور درویشان قادیان سے آپ کو بڑی محبت تھی ایک دفعہ ایک آم قادیان سے ربوہ میں آپ کے پاس پہنچا اور آپ نے مجھے لکھا۔''آج آپ کو تندرستی کی حالت میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی' ورنہ میں آپ کا خط پڑھ کر ڈر گیا تھا اور دعا کرتا رہا۔ قادیان سے ایک فجری آم آیا تھا جس کا ایک حصہ ایک اور مہمان کو دیدیا اور باقی حصہ آپ کو بھجوا رہا ہوں۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۵۹-۰۶-۱۶

اس طریق پر آپ اپنی محبت اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔کبھی خط میں لکھتے :''مجھے آپ کے ساتھ خاص محبت ہے۔ اس عاجز کیلئے ضرور دُعا فرمائیں۔ دعا مومنوں کا ایک بڑا سہارا ہے۔'' ایک حقیر خادم کے ساتھ اس قدر مروت و مؤدت آپ کے طبعی انکسار اور بلندیٔ اخلاق کی روشن دلیل ہے۔

مجلس مشاورت نے یہ تجویز کیا کہ سلسلہ کے مختلف صیغوں میں زیادہ ربط پیدا کرنے کیلئے حضرت صاحب کی منظوری کے بعد ایک نگران بورڈ قائم ہو جس کے صدر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ہوں اور آپ کی رائے فیصلہ کن ہو۔ آپ کی طبیعت میں ایک بڑا پیارا رکاؤ اور حجاب تھا۔ اس اصول کے لحاظ سے کہ

برائے مامنہ کرسی کہ ماموریم خدمت را

لیکن جب ذمہ داری آپ کو سونپ دی جاتی تو آپ مردانہ وار کاموں کی انجام دہی میں مشغول ہوجاتے اور جو کام آپ کے سپرد ہوتا اس کے ہر پہلو پر غور کرتے آنے والی مشکلات کا اندازہ لگاتے اور ایک ضابطہ عمل مرتب فرماتے۔ گویا منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ایک پٹڑی بچھا دیتے

اور پھر کام کو رواں کر دیتے اور اس ضابطہ کی پابندی ضروری سمجھتے۔ خدمت درویشاں کے سلسلہ میں بھی آپ نے ایسے مفید قواعد بنائے اور نگران بورڈ کے لئے بھی .... ایک راہ عمل تجویز فرمایا جس کے مطابق کام چلتا رہا۔ وقس علیٰ ھذا۔

نگران بورڈ کے اندر آپ کے ساتھ کام کرنے کا جن لوگوں کو اتفاق ہؤا ہے وہ مندرجہ ذیل باتوں کے گواہ ہیں:

الف: بیماری اور کمزوری کی حالت میں بھی آپ کام کو جاری رکھتے اور ہمارے یہ عرض کرنے پر کہ آپ کمزور ہیں یا آپ کو بخار ہے' لمبے عرصہ تک آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ آپ اس بات کو قبول نہ فرماتے اور کام کو اٹھانہ رکھتے بلکہ اُسے ختم کر کے ہی اٹھتے۔ بیماری کی حالت میں یہ استقلال اور یہ ہمت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

ب: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اطاعت اور فرمانبرداری آپ کو بدرجہ کمال منظور تھی اور کسی کام کے متعلق اگر حضور کی کوئی ہدایت یا اشارہ پیش کیا جاتا تو آپ من وعن اس کی تعمیل کو لازم جانتے کیونکہ آپ کو اس بات کا لمبا تجربہ تھا کہ امام کی اطاعت میں ہی برکت اور سعادت ہے۔خصوصاً وہ امام جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سخت ذہین اورفہیم ہوگا اور مظہر الحق و العلاء کے مقام پر ہوگا۔

ج: اختلاف رائے کو خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے اور اس کی قدر کرتے اور پھر ہر ایک رائے سے عمدہ حصہ لے کر تمام آراء کو ہموار کرتے اور ایک نتیجہ برآمد فرماتے جو ایک ایسے عسل مصفّٰی کا مصداق ہوتا جو مختلف پھولوں سے جمع کیا گیا ہو۔ مال تجارت سے بڑھتا ہے اور علم بحث سے اسی طرح صحیح نتیجہ اختلاف رائے کو ہموار کرنے اور ہر رائے میں سے اچھا حصہ لے لینے سے پیدا ہوتا ہے۔لیکن خذ ما صفا. دع ماکدر ایک آسان کام نہیں ہے اور مختلف آراء کو ہموار کرنے کے لئے بڑے حوصلے اور حکمت'وسیع علم اور لمبے تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے اور آپ میں یہ باتیں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

د:آپ کی محبت حکمت اور دانائی سے نفسیاتی اثرات پیدا ہوتے تھے اور آپ کے رفقائے کار کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ آپ کے ساتھ کام کرنا اور مشقت اٹھانا ایک راحت ہے اور ایک نعمت غیر مترقبہ۔ جوشخص اپنے طریق کار سے مشقت کو نشاط روح میں تبدیل کر دے اس کے

اخلاق اور ہمت کی بلندی کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کہاں سے آئیں۔ خدا تعالیٰ کے مقرب بندوں کی معیت وہ کیمیا ہے جو ہر قسم کی قربانی کو مسرت اور راحت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا آسان کام نہیں اور ایک قوت قدسی کو چاہتا ہے۔

خندہ پیشانی سے ملتے خوش ہوتے اور خوش کرتے، چہرہ ہمیشہ متبسم رہتا اور آپ سے ملاقات کرنے والا خوش اور مطمئن ہوتا۔ دو موقعوں کے سوا خاکسار نے آپ کو خفگی کی حالت میں نہیں دیکھا اور یہ دونوں موقعے دینی غیرت اور جماعتی نظام سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کی خفگی بالکل برمحل اور اصلاح آفریں تھی اور وضع الشئی فی محلّہ کی عین مصداق تھی۔

خطوں کا جواب بڑی پابندی اور باقاعدگی سے دیتے تھے۔ آپ کی ڈاک بڑی کثیر ہوتی تھی۔ لیکن کسی شخص کو یہ شکایت پیدا نہ ہوتی تھی کہ اس کے خط کا جواب نہیں دیا گیا۔ یا بروقت نہیں دیا گیا۔ خط کا جواب دینا دراصل ایک بڑی نیکی ہے لیکن بعض لوگ اس نیکی کی اہمیت سے غافل ہوتے ہیں۔ اگر کسی کے خط کا جواب نہ دیا جائے تو وہ ضرور شاکی ہوتا ہے کہ اس کی تحقیر کی گئی ہے۔ جو محکمہ، ادارہ، انجمن، اخبار یا ایڈیٹر خطوں کا جواب نہیں دیتا وہ رفتہ رفتہ اپنی ساکھ کھو دیتا ہے۔ خط کا جواب نہ دینے سے بہت دفعہ اپنے بیگانے ہوجاتے ہیں اور خط کا جواب بروقت ملنے سے بیگانے اپنے بن جاتے ہیں۔ غرض کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے خطوں کا جواب دینے کے لحاظ سے بھی ہمارے لئے ایک اعلیٰ نمونہ قائم فرمایا ہے۔ فتدبر

آپ بڑے صابر و شکور تھے۔ ایک شخص نے آپ کو بہت تنگ کرنا شروع کیا۔ خطوں میں دھمکیاں دیں۔ خاکسار سے آپ نے مشورہ کیا میں نے اینٹ کا جواب کم از کم اینٹ سے دینا چاہا اور جوابی مضمون لکھا۔ لیکن میں کیا عرض کروں کہ آپ نے سختی کا جواب سختی سے دینا گوارا نہ فرمایا اور یہ کوہ وقار اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آپ کے مدنظر یہ بات تھی کہ بعید کو بعید تر نہ کیا جائے بلکہ قریب لانے کی کوشش کی جائے اور صبر وتحمل کو نہ چھوڑا جائے۔ میرے لئے یہ نرمی بڑی حیران کن اور سبق آموز تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تعلیم کہ

گالیاں سن کر دعا دو پاکے دکھ آرام دو!
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

خاکسار نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے اخلاق میں عملاً اس کا مشاہدہ کیا۔

استاذی و مخدومی چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب اور آپ میں ایسی محبت اور یک رنگی میں نے دیکھی جو کم کہیں پائی جاتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ مخدومی چوہدری صاحب کے متعلق جو کام ہوتا حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ محترم چوہدری صاحب کی طرف سے خود اس کا ذمہ لے لیتے گویا آپ اور چوہدری صاحب کوئی دو وجود نہیں ہیں۔

۶۲ء اور ۶۳ء میں آپ کی طرف سے جو خطوط آتے ان میں اکثر یہ بات درج ہوتی کہ آپ کے انجام بخیر کیلئے دعا کی جائے ایسا خط پڑھ کر میرا ماتھا ٹھنکتا اور میرا دل دھڑکتا۔ کیونکہ حکیم کی بات حکمت سے خالی اور بلاوجہ نہیں ہوتی۔ اس کے بعد ع

جس وقت کا دھڑکا تھا وہ وقت آ گیا آخر

اور آپ سلسلہ کی روزافزوں ترقیات دیکھتے ہوئے جن میں خود آپ کا بھی وافر حصہ تھا کامیاب و بامراد ہو کر اپنی منزل مقصود پر جا پہنچے

فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر

جو باتیں اوپر بیان کی گئی ہیں ان سے آپ کی سیرت کے مختلف پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ جو ہمارے لئے ایک مشعل راہ ہیں اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ ایسے محبوب کی جدائی سے دل میں ہر وقت ایک درد ہے' رہے گا اور رہنا چاہیے۔ تاکہ ہم آپ کے اسوہ سے فائدہ اٹھاتے رہیں اور آپ کا طرز عمل ہمارا نصب العین رہے اور اسی غرض کے لئے یہ چند سطور خاکسار نے ایک زخمی دل اور نمناک آنکھوں کے ساتھ سپرد قلم کی ہیں۔

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے آپ کا ایک خط نقل کر دینا بھی مناسب ہے جس میں آپ نے اپنا ایک رویاء درج فرمایا تھا اور یہ خط ۲/جولائی ۶۰ء کا لکھا ہوًا ہے۔ وہو ہٰذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

عزیزمکرم شیخ محمد احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تین دن ہوئے ایک عجیب خواب دیکھا۔ دیکھا کہ میں قادیان میں ہوں اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے جو رستہ گذرتا ہے اس میں جارہا ہوں حضرت خلیفہ اوّلؓ کی ڈیوڑھی اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب مرحوم کی ڈیوڑھی مشترک تھی اس کے سامنے پہنچا تو اس میں دو تین معمولی سے گھوڑے بندھے ہوئے ہیں۔ جو مستی میں آ کر ایک دوسرے کو کاٹتے اور دولتّی چلاتے ہیں آگے چوک کی طرف گیا تو بہت سی بھینسوں کا نظارہ دیکھا۔ مگر انہوں نے میرے راستہ میں مزاحمت نہیں کی اور میں آگے گذر گیا اور اس گلی کی طرف گھوما جو قصر خلافت اور میرے مکان کی طرف جاتی ہے تو اس گلی میں آپ کے والد صاحب مرحوم حضرت منشی ظفر احمد صاحب نظر آئے نہایت روشن چہرہ اور بے حد بارونق رنگ سفیدی اور سرخی کی آمیزش لئے ہوئے دیکھا۔ پاس ایک گھوڑا کمیت رنگ کا نہایت اعلیٰ چمکتا ہؤا جسم کھڑا ہؤا تھا۔ اس پر حضرت منشی صاحب مرحوم سوار ہو کر مشرق کی جانب سلام کر کے روانہ ہوگئے۔ گویا کسی اجتماع پر آئے تھے اور اب واپس جاتے ہیں میں نے کسی انسان کا اتنا بارونق اور چمکتا ہؤا شفاف چہرہ اور کسی گھوڑے کا ایسا چمکتا ہؤا رنگ نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ مبارک کرے یہ عشق و محبت کا کرشمہ ہے۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۶۰-۷-۲

کئی وجوہ سے خاکسار نے اس رویاً کو شائع کرنا مناسب سمجھا ہے

نوشتہ بماند سیاہ بر سفید

نویسندہ رانیست فردا امید

کل من علیہا فانٍ ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

❁ ❁ ❁

بسمم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

پہلا باب

حضرت صاجزادہ مرزا بشیراحمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

کی

حیات مقدسہ پر ایک نظر

''**حیات بشیر**'' کا پہلا باب محترم مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ کے اس بیش قیمت مضمون پر مشتمل ہے۔ جو اخبار ''الفضل'' میں کئی قسطوں میں شائع ہوا۔ دراصل یہ مضمون سیّدی حضرت صاجزادہ مرزا بشیراحمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات کا ایک مختصر سا خلاصہ ہے۔ جسے بعد کے مؤرخین جب پوری تفصیل کے ساتھ لکھیں گے۔ تو انشاء اللہ ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ یہ مضمون چونکہ بہت ہی عمدہ رنگ اور بہترین صورت میں لکھا گیا ہے اس لئے میں نے چاہا کہ میں اسے من وعن اپنی زیر تالیف کتاب کی زینت بناؤں۔ چنانچہ جب میں نے اس غرض کیلئے محترم مولانا صاحب موصوف کی خدمت میں درخواست کی تو انہوں نے اسے بخوشی منظور فرما لیا۔ فجز اہ اللہ احسن الجزاء فی الدنیاو الآ خرۃ۔

خاکسار مؤلّف

قصر احمدیت کی بناء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اللہ تعالیٰ کی آپ پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل ہوں جماعت احمدیہ کی ان پانچ ممتاز شخصیتوں میں سے ایک تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قصر احمدیت کی بناء قرار دیا ہے اور خدائے علیم و خبیر نے بھی اس کی تصدیق میں آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا ہے:

لَایُھَد بناؤک [1]

یعنی زمانہ خواہ کس قدر کروٹیں بدلے، دنیا خواہ کتنے بڑے انقلابات کی آماجگاہ بن جائے، معاندین کا گروہ خواہ کس قدر مقابلہ کرے پھر بھی اے مسیح موعود تیری اس بناء کو منہدم کرنے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یہ وہ قلعہ ہے جسے کوئی سر نہیں کر سکتا یہ وہ عمارت ہے جسے کوئی گرا نہیں سکتا اور یہ وہ مینار ہے جس کی بلندی پر کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

پیدائش کی بشارت

آپ کی مبارک پیدائش ابھی معرض وجود میں نہیں آئی تھی کہ پانچ ماہ قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بشارات سے نوازا اور اس نے آپ سے ہم کلام ہوتے ہوئے فرمایا:

یَـأتِـیْ قَـمَـرُ الْاَ نْبِیَـاءِ وَ اَمْـرُکَ یَتَـاَتّٰـی ☆ یَسُرُّ اللّٰـہُ وَجْھَکَ وَ یُنِیْرُ بُـرْھَانَکَ☆ سَیُوْ لَدُلَکَ الْوَلَدُ وَ یُدْ نٰی مِنْکَ الْفَضْلُ اِنَّ نُوْرِیْ قَرِیْبٌ ☆

ترجمہ: ''نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا اور خدا تیرے منہ کو بشاش کرے گا اور تیرے بُرہان کو روشن کر دیگا اور تجھے ایک بیٹا عطا کرے گا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا اور میرا نور نزدیک ہے۔'' [2]

ان الہامات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قمر الانبیاء قرار دیا اور آپ کے وجود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کا موجب بتایا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سے پہلے بھی دنیا میں یہ پیشگوئی شائع فرما چکے تھے کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے ہاں

''وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلائے۔'' [3]

''امـرک یتـاتـی'' میں اسی امر کی طرف اشارہ تھا کہ وہ آسمانی انوار جن کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے تخم ریزی ہو چکی ہے اُن کی زیادہ سے زیادہ اشاعت میں ایک اہم

کردار یہ مبارک وجود بھی سرانجام دے گا۔

ان الہامات میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ”فضل تجھ سے نزدیک کیا جائے گا۔“ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ اس کے یہ معنٰی بھی ہیں کہ اس کا آنا خدا تعالیٰ کے فضل کا موجب ہوگا۔ مگر یہ بات بھی اس کے مفہوم میں شامل ہے کہ یہ لڑکا

”شکل وشباہت میں فضل احمد سے جو دوسری بیوی سے میرا لڑکا ہے مشابہت رکھے گا۔“ [۴]

الٰہی وعدوں کے مطابق آپکی ولادت

ان پیشگوئیوں کے مطابق ۲۰/اپریل ۱۸۹۳ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی ولادت ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی دن ایک اشتہار بعنوان ”منکرین کے ملزم کرنے کے لئے ایک اور پیشگوئی“ شائع فرمایا اور اس میں تحریر فرمایا کہ

”یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا............ اب چاہیے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے یا نجوم ہے یا اٹکل ہے۔ یہ کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ بقول آپ کے ایک دجّال کی ایسی پیشگوئیاں پوری کرتا جاتا ہے جن سے اسکی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔“ [۵]

احسانات الٰہیہ کا شکر

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی پیدائش گو بشارات الٰہیہ کے ماتحت ہوئی۔ مگر آپ کے انکسار کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ایک دفعہ فرمایا:

”میں جب اپنے نفس میں نگاہ کرتا ہوں تو شرم کی وجہ سے پانی پانی ہو جاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے جیسے کمزور انسان کی پیدائش کو بھی بشارت کے قابل خیال کرتا ہے۔ پھر اس وقت اس کے سوا سارا فلسفہ بھول جاتا ہوں کہ خدا کے فضل کے ہاتھ کو کون روک سکتا ہے۔ **اللھم لامانع لما اعطیت ولا معطی لمامنعت**“ [۶]

اسی طرح ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا:

”یہ خاکسار حضرت مسیح موعود کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ خدا کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کے شکریہ کے لئے میری زبان میں طاقت نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ میرے دل

میں اس شکریہ کے تصور تک کی گنجائش نہیں۔'' [7]

شکل و شباہت اور بچپن

آپ کی پیدائش جمعرات کی صبح کو طلوع آفتاب کے بعد ہوئی تھی[8] اور جیسا کہ الہام میں بتایا گیا تھا۔ آپ شکل و شباہت میں اپنے بھائی مرزا فضل احمد صاحب کے مشابہہ تھے۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ شکل و شباہت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے دو ٹائپ ہیں۔ ایک سلطانی اور دوسرا فضلی۔ سلطانی ٹائپ سے لمبا کتابی چہرہ مراد ہے۔ اور فضلی ٹائپ سے گول چہرہ۔ آپ سلطانی ٹائپ میں حضرت خلیفہ ثانی، حضرت مرزا شریف احمد صاحب، صاحبزادہ مرزامبارک احمد صاحب، صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ اور سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کو شامل فرماتے تھے۔ اور فضلی جماعت میں صاحبزادی عصمت صاحبہ صاحبزادی شوکت صاحبہ، صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو شامل فرمایا کرتے تھے۔ [9]

اس موقعہ پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی حرم اول جو ایک نہایت مخلص اور فدائی خاتون تھیں۔ چونکہ اُن کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اور کئی بچے وفات پاچکے تھے۔ اس لئے جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی ولادت ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرحومہ کو فرمایا کہ

یہ تمہارا بیٹا ہے [10]

اس وجہ سے آپ کے ساتھ مرحومہ کو خاص محبت تھی اور یہی وجہ تھی کہ جب ۱۹۰۵ء میں اُن کا انتقال ہوا تو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب جن کی عمر اس وقت ۱۳ سال تھی جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اس طرح موجود رہے کہ ان کا چہرہ اس اندرونی محبت کو ظاہر کرتا تھا۔ [11]

حضرت ام المؤمنینؓ کی آپ سے محبت

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو خاص محبت اور پیار کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اور بشیر کی بجائے بشریٰ کہہ کہہ کر پکارا کرتی تھیں۔[12] غالباً یہی وجہ ہے کہ آپ نے ربوہ میں اپنے نو تعمیر مکان کا نام بھی ''البشریٰ'' تجویز فرمایا۔ اسی طرح آپ پیار کے طور پر حضرت میاں بشیر احمد صاحب کو کبھی کبھی ''منجھلے میاں'' بھی کہا کرتی تھیں۔ [13]

حضرت مسیح موعودؑ کا پیار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی کہ آپ کبھی کبھی اپنے بچوں کو پیار سے

چھیڑا بھی کرتے تھے اور وہ اس طرح کہ کبھی کسی بچے کا پہنچہ پکڑ لیا اور کوئی بات نہ کی اور خاموش ہو رہے یا بچہ لیٹا ہؤا ہے تو اس کا پاؤں پکڑ کر سہلانے لگ گئے۔

حضرت میاں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ

''پہنچہ پکڑ کر خاموش ہو جانے کا واقعہ میرے ساتھ بھی (ہاں اس خاکسار عاصی کے ساتھ جو خدا کے مقدس مسیح کی جوتیوں کی خاک جھاڑنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتا)۔ کئی دفعہ گزرا ہے **وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء** ورنہ

ہم کہاں بزم شہر یار کہاں [۱۴]

آنکھوں کی تکلیف

بچپن میں ایک دفعہ آپ کی آنکھیں دُکھنے آ گئیں اور یہ تکلیف اتنی لمبی ہوئی کہ کئی سال گذر گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود تحریر فرمایا ہے

''کئی سال انگریزی اور یونانی علاج کیا گیا تھا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ حالت ابتر ہوتی جاتی تھی۔'' [۱۵]

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب فرماتے تھے کہ

''آپ کی پلکوں کے کنارے سُرخ اور موٹے رہتے تھے اور آنکھوں سے پانی بہتا رہتا تھا۔'' [۱۶]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس تکلیف کی وجہ سے آپ کی پلکیں گر گئی تھیں۔[۱۷]

ایک ہفتہ میں شفا

آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی تو آپ کو الہام ہوا

برّق طفلی بشیر

یعنی میرے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں اچھی ہوگئیں۔[۱۸]

یہ الہام قریباً ۱۸۹۸ء کا ہے جب کہ آپ کی عمر ۵ سال کی تھی۔

حضور فرماتے ہیں:

''اس الہام کے ایک ہفتہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی اور آنکھیں تندرست ہوگئیں۔''[۱۹]

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی مزید روایت یہ ہے کہ اس الہام کے بعد

''ایک دوائی بھی کسی نے بتائی وہ استعمال کرائی گئی اور خدا کے فضل سے آنکھیں بالکل صاف اور تندرست ہوگئیں۔''[۲۰]

حضرت میر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس الہام کے بعد جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب حضرت صاحب کے سامنے جاتے تو آپ محبت کے انداز سے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے۔''بَرَّق طفلی بشیر''

روحانی بصیرت کیلئے دعا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اس الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری ظاہری آنکھیں تو بے شک صاف اور تندرست ہوگئیں اور میں نے خدا کے فضل سے حصہ پا لیا اور میں اس کا شکرگزار ہوں۔ لیکن اگر خدا کی یہ بشارت صرف ظاہر تک محدود تھی تو خدا کی شان کے لحاظ سے یہ کوئی خاص لطف کی بات نہیں اور اس کے فضل کی تکمیل کا یہ تقاضا ہے کہ جس طرح ظاہر کی آنکھیں روشن ہوئیں اسی طرح دل کی آنکھیں بھی روشن ہوں اور خدائی الہام میں تو آنکھوں کا لفظ بھی نہیں ہے۔ پس اے میرے آقا۔ میں تیرے فضل پر امید رکھتا ہوں کہ جب میرے لئے تیرے دربار کی حاضری کا وقت آئے تو میری ظاہری آنکھوں کے ساتھ دل کی آنکھیں بھی روشن ہوں۔ نہیں بلکہ جیسا کہ تیرے کلام میں اشارہ ہے میرا ہر ذرہ روشن ہو کر تیرے قدموں پر ہمیشہ کے لئے گر جائے

این است کام دل اگر آید میسرم''[۲۱]

قرآن کریم کی تعلیم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بچوں کو مروجہ تعلیم دلانے سے قبل قرآن مجید جو تمام علوم کا خزانہ ہے پڑھایا کرتے تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو تو حضرت حافظ احمد اللہ صاحب نے قرآن پڑھایا۔ لیکن حضرت مرزا بشیراحمد صاحب اور آپ کے دوسرے بہن بھائیوں کو قرآن شریف پڑھانے کی سعادت حضرت پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرناالقرآن کو حاصل ہوئی۔

جون ۱۹۵۰ء میں حضرت پیر منظور محمد صاحب کی وفات پر آپ نے ایک نوٹ میں خود بھی

اس کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''جب پیر صاحب مرحوم جوڑوں کے درد کی وجہ سے معذور ہوگئے تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منظوری سے حضور کے بچوں کو پڑھانا شروع کیا چنانچہ ہم سب بہن بھائیوں کو پیر صاحب نے ہی قرآن کریم ناظرہ پڑھایا تھا۔''

آپ نے یہ بھی لکھا:

''قاعدہ یسّرنا القرآن جس نے بعد میں اتنی شہرت حاصل کی وہ ہم بہن بھائیوں کی تعلیم کی غرض سے ہی ایجاد کیا گیا تھا اور خدا کے فضل سے اس قاعدہ کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ لاکھوں احمدیوں اور غیر احمدیوں نے اس سے فائدہ اُٹھایا ہے اور اس وقت تک اس کے بے شمار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔'' [۲۲]

آمین کی تقریب

اس کے چند سال بعد جب کہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے بھی قرآن پڑھ لیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خوشی میں ۳۰رنومبر ۱۹۰۱ء کو جبکہ آپ کی عمر نو سال تھی آمین کی تقریب منعقد فرمائی جس میں حضور نے دوستوں کو ایک پُرتکلّف دعوت دی اور یتامیٰ و مساکین کو کھانا کھلایا۔[۲۳] اس موقعہ پر آپ نے ایک دُعائیہ نظم بھی لکھی جس کے ابتدائی تین اشعار یہ ہیں:

خدایا اے میرے پیارے خدایا
یہ کیسے ہیں ترے مجھ پر عطایا
کہ تو نے پھر مجھے یہ دن دکھایا
کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا
بشیر احمد جسے تو نے پڑھایا
شفا دی آنکھ کو بینا بنایا

اور پھر دعا کرتے ہوئے فرمایا:

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال
نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال

بچانا ان کو ہر غم سے بہر حال
نہ ہوں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پا مال
یہی امید ہے دل نے بتا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان دعاؤں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک دفعہ فرمایا:

''اپنے بچوں کی آمینوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خصوصیت سے اپنی اولاد کیلئے اس درد و سوز اور اس آہ و زاری کیساتھ دعائیں کی ہیں کہ میں جب بھی انہیں پڑھتا ہوں تو اپنے نفس میں شرمندہ ہو کر خیال کرتا ہوں کہ شاید ہماری کمزوریاں توان دعاؤں اور ان بشارتوں کی حقدار نہ ہوں مگر پھر کہتا ہوں کہ خدا کی دین کو کون روک سکتا ہے اور پھرحضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عجیب وغریب شعرکو یاد کرتا ہوں کہ

تیرے اے میرے مربّی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار''[۲۴]

دجّالی طلسم نے آپکو کبھی مرعوب نہیں کیا

آپ نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دُعا کی قبولیت کا بھی ذکر فرمایا جو آمین میں کی گئی ہے کہ

''نہ آوے ان کے گھر تک رُعب دجّال''

آپ نے فرمایا:

''حق یہ ہے کہ مجھے تو بچپن سے آج تک کسی دجالی طلسم یا کسی مادی طاقت نے مرعوب نہیں کیا اور میں ہمیشہ نہ صرف کامل ایمان کے ساتھ بلکہ کامل بصیرت کے ساتھ بھی صداقت کی آخری فتح کا یقین رکھتا رہا ہوں۔ مگر یہ بات میری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں ہے (ورنہ من آنم کہ من دانم) بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دردمندانہ دعا کی وجہ سے ہے جو حضور نے آج سے پچپن سال پہلے اپنے خورد سالہ بچوں کیلئے فرمائی کہ

نہ آوے ان کے گھر تک رُعب دجّال''[۲۵]

آمین کی غرض و غایت

آمین کے موقعہ پر حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ آمین کوئی رسم ہے یا کچھ اور چیز ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لا انتہا فضل اور انعام ہیں۔ اُن کی تحدیث مجھ پر فرض ہے۔ پس جب میں کوئی کام کرتاہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس آمین کی تقریب پر بھی ہوا ہے۔ یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں اورہر ایک ان میں سے خدا کی پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہے اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنا فرض سمجھتا ہوں کیونکہ یہ رسول کریمﷺ کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں۔ اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا کہ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو لکھ دوں۔ میں اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کروں۔ پس یہ میری نیت اور غرض تھی۔''۲۶

آپ کی آمین کی تقریب چونکہ ۱۹۰۱ء میں ہوئی تھی۔ اس لئے آپ کے ختم قرآن کے ذکر کے ساتھ ہی اس تقریب کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے ورنہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے یہ تقریب ختم قرآن کے کئی سال بعد وقوع میں آئی تھی۔

بچپن کے بعض اور واقعات

اب ہم پھر آپ کے بچپن کے واقعات کی طرف عود کرتے ہیں۔

خودداری

بچپن میں ہی آپ کی طبیعت ایسی خوددار واقع ہوئی تھی کہ کئی دفعہ آپ نے اس امر کا ذکر فرمایا کہ میں نے بچپن میں بھی کبھی حضرت اماں جان سے اپنی کسی ضرورت کا اظہار نہیں کیا۔ حضرت اماں جان اس معاملہ میں میرے نازک جذبات کا احساس فرما کر خود ہی خیال رکھتی تھیں۔۲۷

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آپ کی نازبرداری کرنا

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کی روایت ہے کہ

''حضرت مرزا بشیر احمد صاحب جب چھوٹے تھے تو اُن کو ایک زمانہ میں شکر کھانے کی

بہت عادت ہوگئی تھی ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہنچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے ''ابّا چِٹّی'' حضرت صاحب تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اُٹھتے کوٹھڑی میں جاتے شکر نکال کر اُن کو دیتے اور پھر تصنیف میں مصروف ہوجاتے۔ تھوڑی دیر میں میاں صاحب موصوف پھر دست سوال دراز کرتے ہوئے پہنچ جاتے اور کہتے ''ابّا چِٹّی'' (چِٹّی شکر کو کہتے تھے۔ کیونکہ بولنا پورا نہ آتا تھا اور مراد یہ تھی کہ سفید رنگ کی شکر لینی ہے) حضرت صاحب پھر اُٹھ کر ان کا سوال پورا کر دیتے۔ غرض اس طرح ان دنوں میں روزانہ کئی کئی دفعہ یہ ہیرا پھیری ہوتی رہتی تھی۔ مگر حضرت صاحب باوجود تصنیف میں سخت مصروف ہونے کے کچھ نہ فرماتے بلکہ ہر دفعہ اُن کے کام کے لئے اُٹھتے تھے۔ یہ ۱۸۹۵ء یا اس کے قریب کا ذکر ہے۔ (جبکہ آپ کی عمر قریباً تین سال تھی۔)'' ۲۸

بعض اُردو نما پنجابی الفاظ کا استعمال

اسی عمر کے قریب کا ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ

''ایک دفعہ جب میں ابھی بچہ تھا ہماری والدہ صاحبہ یعنی حضرت ام المؤمنین نے مجھ سے مزاح کے رنگ میں بعض پنجابی الفاظ بتا بتا کر اُن کے اردو مترادف پوچھنے شروع کئے۔ اس وقت میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید حرکت کے لمبا کرنے سے ایک پنجابی لفظ اردو بن جاتا ہے۔ اس خود ساختہ اصول کے ماتحت میں جب اُوٹ پٹانگ جواب دیتا تھا تو والدہ صاحبہ بہت ہنستی تھیں اور حضرت صاحب بھی پاس کھڑے ہوئے ہنستے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت صاحب نے بھی مجھ سے ایک دو پنجابی الفاظ بتا کر اُن کی اردو پوچھی اور پھر میرے جواب پر بہت ہنسے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ اس وقت میں نے کتا کی اردو کُوتا بتائی تھا اور اس پر حضرت صاحب بہت ہنسے تھے۔'' ۲۹

خانہ تلاشی

قتل لیکھرام کے بعد اپریل ۱۸۹۷ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خانہ تلاشی ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر قریباً پانچ سال تھی۔ حضرت ام المؤمنین اُوپر کے مکان میں چارپائی پر بیٹھی تھیں اور آپ پاس کھڑے تھے کہ آپ نے نیچے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ''اماں اوپائی''

(یعنی اماں وہ سپاہی کھڑا ہے) حضرت ام المؤمنین آپ کی بات نہ سمجھیں تو آپ نے دو تین دفعہ یہ فقرہ دوہرایا اور پھر نیچے کی طرف اشارہ کیا۔ آخر ایک خادمہ نے دیکھا تو ڈیوڑھی کے دروازے میں ایک سپاہی کھڑا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر دالان میں بیٹھے ہوئے کچھ کام کر رہے تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ مسجد میں تشریف لے گئے جہاں انگریز کپتان پولیس کھڑا تھا اور اس کے ساتھ پولیس کے دوسرے آدمی بھی تھے۔ ۳۰

یہ تو بہت چھوٹی عمر کے واقعات ہیں جوں جوں آپ بڑے ہوتے چلے گئے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک ایک حرکت کو بڑے غور سے دیکھا۔ آپ کے کلام کو پوری توجہ سے سنا اور آپ کی ہدایات کو آپ نے ہمیشہ ملحوظ رکھا۔

غیر ضرر رساں آتش بازی

آپ فرمایا کرتے تھے کہ

''ہم بچپن میں بعض اوقات آتشبازی کی اس قسم کی غیر ضرر رساں چیزیں جیسے انار ہوتا ہے منگا کر گھر میں چلا لیتے تھے اور حضرت صاحب دیکھتے تھے اور منع نہیں فرماتے تھے بلکہ بعض دفعہ ان چیزوں کے منگانے کے لئے ہم حضرت صاحب سے پیسے مانگتے تھے تو آپ دے دیتے تھے۔'' ۳۱

ایک کشتی کی خرید

فرماتے تھے:

''ایک دفعہ گھر کے بچوں نے چندہ جمع کر کے قادیان کی ڈھاب کے لئے ایک کشتی جہلم سے منگوائی تھی اور حضرت صاحب نے بھی اس چندہ میں ایک رقم عنایت کی تھی۔'' ۳۲

ہوائی بندوق

فرماتے تھے:

''ایک دفعہ ہم تینوں بھائیوں نے مل کر ایک ہوائی بندوق کے منگانے کا ارادہ کیا مگر ہم فیصلہ نہ کر سکتے تھے کہ کونسی منگوائیں۔ آخر ہم نے قرعہ لکھ کر حضرت صاحب سے قرعہ اٹھوایا اور جو بندوق نکلی وہ ہم نے منگالی اور پھر اس سے بہت شکار کیا (یہ ۲۲ بور کی بی-ایس-اے ائیر رائفل تھی)'' ۳۳

چھیڑ خانی

فرماتے تھے:

''ایک دفعہ ہم گھر کے بچے مل کر حضرت صاحب کے سامنے میاں شریف احمد کو چھیڑنے لگ گئے کہ ابّا کو تم سے محبت نہیں ہے اور ہم سے ہے۔ میاں شریف بہت چڑتے تھے۔ حضرت صاحب نے ہمیں روکا بھی کہ زیادہ تنگ نہ کرو۔ مگر ہم بچے تھے لگے رہے۔ آخر میاں شریف رونے لگ گئے اور ان کی عادت تھی کہ جب روتے تھے تو ناک سے بہت رطوبت بہتی تھی۔ حضرت صاحب اُٹھے اور چاہا کہ اُن کو گلے لگالیں تا کہ اُن کا شک دور ہو مگر وہ اس وجہ سے کہ ناک بہہ رہا تھا پرے پرے کھنچتے رہے۔ حضرت صاحب سمجھتے تھے کہ شاید اُسے تکلیف ہے اس لئے دُور ہٹتا ہے۔ چنانچہ کافی دیر تک یہی ہوتا رہا کہ حضرت صاحب اُن کو اپنی طرف کھینچتے تھے اور وہ پرے پرے کھنچتے تھے اور چونکہ ہمیں معلوم تھا کہ اصل بات کیا ہے اس لئے ہم پاس کھڑے ہنستے جاتے تھے۔'' ۳۴

پیسوں کا تقاضا

فرماتے تھے:

''جب ہم بچے تھے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام خواہ کام کر رہے ہوں یا کسی اور حالت میں ہوں ہم آپ کے پاس چلے جاتے تھے کہ ابّا پیسہ دو اور آپ اپنے رومال سے پیسہ کھول کر دے دیتے تھے۔ اگر ہم کسی وقت کسی بات پر زیادہ اصرار کرتے تھے تو آپ فرماتے تھے کہ میاں میں اس وقت کام کر رہا ہوں زیادہ تنگ نہ کرو۔'' ۳۵

کہانیوں کا شوق

فرماتے تھے:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض اوقات گھر میں بچوں کو بعض کہانیاں بھی سنایا کرتے تھے چنانچہ ایک بُرے بھلے کی کہانی بھی آپ عموماً سناتے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک بُرا آدمی تھا اور ایک اچھا آدمی تھا اور دونوں نے اپنے رنگ میں کام کئے اور آخر کار بُرے آدمی کا انجام بُرا ہوا اور اچھے کا اچھا۔'' ۳۶

بڑوں کا ادب

فرماتے تھے:

’’ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس حجرہ میں کھڑے تھے جو عزیزم میاں شریف احمد کے مکان کے ساتھ ملحق ہے والدہ صاحبہ بھی غالبًا پاس تھیں۔ میں نے کوئی بات کرتے ہوئے مرزا نظام الدین کا نام لیا تو صرف نظام الدین کہا۔ (یہ حضرت مسیح موعودؑ کے سخت مخالف تھے) حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا میاں آخر وہ تمہارا چچا ہے۔ اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔‘‘ ۳۷

نزول الہام کی کیفیت

فرماتے تھے:

’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مکان کے چھوٹے صحن میں ایک لکڑی کے تخت پر تشریف رکھتے تھے۔ غالبًا صبح یا شام کا وقت تھا۔ آپ کو کچھ غنودگی ہوئی تو آپ لیٹ گئے۔پھر آپ کے ہونٹوں سے کچھ آواز سنی گئی۔جس کو ہم سمجھ نہیں سکے۔ پھر آپ بیدار ہوئے تو فرمایا مجھے اس وقت یہ الہام ہوا ہے مگر خاکسار کو وہ الہام یاد نہیں رہا۔‘‘ ۳۸

خطبہ الہامیہ کا نظارہ

اپریل ۱۹۰۰ء میں جب عید الاضحیٰ کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ پڑھا تو اس وقت آپ کی عمر صرف سات سال تھی مگر آپ فرمایا کرتے تھے:

’’مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے۔ حضرت صاحب بڑی مسجد کے پُرانے حصہ کے درمیانی در کے پاس صحن کی طرف مونہہ کئے ہوئے تھے اور اس وقت آپ کے چہرہ پر ایک خاص رونق اور چمک تھی اور آپ کی آواز میں ایک خاص درد اور رُعب تھا اور آپ کی آنکھیں قریباً بند تھیں۔‘‘ ۳۹

آپ کا ایک اہم رؤیا

مرزا امام الدین وغیرہ نے جب ایک دفعہ مسجد مبارک کے نیچے کا راستہ دیوار کھینچ کر بند کر دیا اور احمدیوں کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجبوراً قانونی چارہ جوئی کرنی پڑی تو گو اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی عمر صرف سات سال تھی۔ آپ نے رؤیا میں دیکھا کہ وہ دیوار گرائی جارہی ہے اور آپ اس کے گرے ہوئے حصہ کے اُوپر

سے گذر رہے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے یہ خواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بیان کیا تو آپ نے اُسے بڑی توجہ سے سنا اور اُسے نوٹ کر لیا۔[۴۰]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ اگست ۱۹۰۱ء میں یہ دیوار عدالت کے فیصلہ کے ماتحت گرا دی گئی۔

دعاؤں کی برکت

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کو آپ نے بچپن سے ہی نہایت غور سے سننا شروع کیا اور حضور کی دعاؤں سے آپ نے پورا پورا حصہ پایا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

''آج تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں نے ہمارا اس طرح ساتھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل اس طرح ہمارے شامل حال رہا ہے کہ اس کے متعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ

اگر ہر بال ہو جائے سخنور　　　　تو پھر بھی شکر امکاں سے ہے باہر'' [۴۱]

سکول میں داخلہ اور تعلیم

اُوپر یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی آنکھیں بچپن میں ہی خراب ہو گئی تھیں اور یہ تکلیف جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تحریر فرمایا ہے کئی سال تک جاری رہی بلکہ تذکرہ کے موجودہ ایڈیشن کے حاشیہ صفحہ۳۳۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تکلیف آپ کو سات سال تک رہی گویا ۱۹۰۰ء تک اس تکلیف کا سلسلہ ممتد چلا گیا۔ ان حالات میں گو مدرسہ تعلیم الاسلام کا قیام ۳رجنوری ۱۸۹۸ء سے عمل میں آچکا تھا مگر آپ کے داخلہ کا ابتدائی سال قیاساً ۱۹۰۱ء بنتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ رنگ میں شفا عطا فرما دی۔ آپ چونکہ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کر چکے تھے اس لئے آپ مدرسہ تعلیم الاسلام کی لوئر پرائمری میں داخل کرائے گئے۔ اس کی مزید تصدیق محترم قاضی اکمل صاحب کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ میں ۰۶ء کے شروع میں قادیان آیا تو آپ کی ملاقات کو بھی گیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب سے میں نے پوچھا کہ آپ کونسی جماعت میں پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا ساتویں جماعت میں۔

ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحب سکول کے بورڈنگ میں تشریف لائے اور حافظ غلام محمد صاحب سابق مبلغ ماریشس سے فرمانے لگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میاں بشیر احمد کو بورڈنگ میں داخل کرنے کا حکم دیا ہے آپ ان کا خیال رکھا کریں۔ خواجہ عبد الرحمٰن صاحب

متوطن کشمیر بھی پاس ہی کھڑے تھے۔ میر صاحب نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ میاں صاحب کا بستہ گھر سے لایا اور لے جایا کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ دن کو بورڈنگ میں ہی رہا کرتے تھے اور رات کو گھر چلے جاتے تھے۔ ۴۲

ایم اے کی تاکید

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب شائد دوسری جماعت میں پڑھتے ہوں گے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر آئے آپ اس وقت چارپائی پر اُلٹی سیدھی چھلانگیں مار رہے اور قلابازیاں کھا رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا اور تبسم کرتے ہوئے حضرت ام المؤمنین سے فرمایا دیکھو یہ کیا کر رہا ہے اور پھر فرمایا **اسے ایم اے کرانا**۔ ۴۳

ناولوں سے نفرت

اسی تعلیمی دور کا واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو بُلا کر فرمایا کہ

"جو تم میرے بیٹے ہو گے تو ناول نہیں پڑھو گے"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ

"الحمدللہ میں حضرت صاحب کی توجہ سے خدا کے فضل کے ساتھ اس لغو فعل سے محفوظ رہا۔"

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

"میں بچپن سے محسوس کرتا آیا ہوں کہ مجھے ناول خوانی کی طرف کبھی توجہ نہیں ہوئی۔ نہ بچپن میں نہ جوانی میں اور نہ اب۔ بلکہ ہمیشہ اس کی طرف سے بے رغبتی رہی ہے۔ حالانکہ اکثر نوجوانوں کو اس میں کافی شغف ہوتا ہے اور خاندان میں بھی بعض افراد کبھی کبھی ناول پڑھتے رہے ہیں۔" ۴۴

نکاح کی مبارک تقریب

۱۲رستمبر ۱۹۰۲ء کو آپ کے نکاح کی مبارک تقریب عمل میں آئی۔ آپ کا نکاح حضرت مولوی غلام حسن خاں صاحب پشاوری کی صاحبزادی سرور سلطان صاحبہ سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح حضرت خلیفہ اوّلؓ نے پڑھا اور ایجاب وقبول کے بعد کھجوریں تقسیم کی گئیں اور

حاضرین مجلس کو چائے بھی پیش کی گئی۔ ؎۴۵

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب فرمایا کرتے تھے کہ

''حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا نکاح حضرت صاحب کے گھر کے اندر صحن میں ہوا تھا۔ جہاں اب حضرت ام المؤمنین رہتی ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت صاحب نے امرتسر سے اعلیٰ قسم کے چھوہارے کافی مقدار میں تقسیم کرنے کیلئے منگوائے تھے جو مجلس میں کثرت سے تقسیم کئے گئے بلکہ بعض مہمانوں نے تو اس کثرت سے چھوہارے کھا لئے کہ دوسرے دن حضرت صاحب کے پاس یہ رپورٹ پہنچی کہ کئی آدمیوں کو اس کثرت کی وجہ سے پیچش لگ گئی ہے۔'' ؎۴۶

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے اس خوشی میں **الحکم** کا ایک غیر معمولی پرچہ شائع کیا۔

رشتہ کو ترجیح دینے کی وجہ

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ جس جگہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی شادی کی تحریک ہوئی اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اس خاندان کی کس قدر اولاد ہے اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ سات لڑکے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تمام باتوں پر غور کرنے سے پہلے فرمانے لگے۔ بہت اچھا ہے یہیں شادی کی جائے۔ میری اور میاں بشیر احمد صاحب کی شادی کی تجویز اکٹھی ہوئی تھی۔ ہم دونوں کی شادی کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی دریافت فرمایا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ جہاں رشتے تجویز ہوئے ہیں اُن کے ہاں کتنی اولاد ہے۔کتنے لڑکے ہیں۔ کتنے بھائی ہیں تو جہاں آپ نے اور باتوں کو دیکھا وہاں ولوداً کو مقدم رکھا۔ اب بھی بعض لوگ جو مجھ سے مشورہ لیتے ہیں میں ان کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ یہ دیکھو جہاں رشتے تجویز ہوئے ہیں ان کے ہاں کتنی اولاد ہے۔'' ؎۴۷

حضرت مسیح موعود کا گرامی نامہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رشتہ کی تحریک کے لئے حضرت مولوی غلام حسن خاں صاحب کو جو گرامی نامہ لکھا تھا وہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے الفضل

۲۶؍جولائی ۱۹۴۶ء میں شائع کروا دیا تھا۔ حضور نے اس میں تحریر فرمایا:

''اس سے پہلے اخویم مولوی عبد الکریم صاحب نے برخوردار محمود احمد کے رشتہ ناطہ کے لئے عام دوستوں میں تحریک کی تھی اور آپ کے خط کے پہنچنے سے پہلے ایک دوست نے اپنی لڑکی کے لئے لکھا اور محمود نے اس تعلق کو قبول کر لیا۔ بعد اس کے آج تک میرے دل میں تھا کہ بشیر احمد اپنے درمیانے لڑکے کے لئے تحریک کروں جس کی عمر دس برس کی ہے اور صحت اور متانت مزاج اور ہر ایک بات میں اس کے آثار اچھے معلوم ہوتے ہیں اور آپ کی تحریر کے موافق عمریں بھی باہم ملتی ہیں۔ اس لئے یہ خط آپ کو لکھتا ہوں اور میں قریب ایام میں اس بارہ میں استخارہ بھی کروں گا۔''

آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ

''چونکہ دونوں کی عمر چھوٹی ہے۔ اس لئے تین برس تک شادی میں توقف ہوگا۔''

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کا واقعہ شہادت

جولائی ۱۹۰۳ء میں جب حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب کی شہادت کی خبر قادیان میں پہنچی تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ

''اس خبر سے ایک طرف تو حضرت صاحب کو سخت صدمہ پہنچا کہ ایک مخلص دوست جدا ہوگیا اور دوسری طرف آپ کو پرلے درجہ کی خوشی ہوئی کہ آپ کے متبعین میں سے ایک شخص نے ایمان و اخلاص کا یہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ سخت سے سخت دُکھ اور مصائب جھیلے اور بالآخر جان دے دی مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔'' [48]

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کے بالوں کو یادگار اور تبرک کے طور پر سالہا سال تک اپنے بیت الدعاء میں لٹکائے رکھا اور اب یہ بال میرے پاس محفوظ ہیں۔'' [49]

باغ میں رہائش

۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کو کانگڑہ میں ایک قیامت خیز زلزلہ آیا جس کے اثرات دُور دُور تک محسوس کئے گئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

''نواب محمد علی خاں صاحب کے شہر والے مکان کے ساتھ ملحق حضرت صاحب کے

مکان کا جو حصہ ہے اس میں ہم دوسرے بچوں کے ساتھ چارپائیوں پر لیٹے ہوئے سو رہے تھے۔ جب زلزلہ آیا تو ہم سب ڈر کر بے تحاشا اُٹھے اور ہم کو کچھ خبر نہیں تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ صحن میں آئے تو اُوپر سے کنکر روڑے برس رہے تھے ہم بھاگتے ہوئے بڑے مکان کی طرف آئے وہاں حضرت مسیح موعود اور والدہ صاحبہ کمرے سے نکل رہے تھے۔ ہم نے جاتے ہی حضرت مسیح موعود کو پکڑ لیا اور آپ سے لپٹ گئے۔ آپ اس وقت گھبرائے ہوئے تھے اور بڑے صحن کی طرف جانا چاہتے تھے مگر چاروں طرف بچے چمٹے ہوئے تھے اور والدہ صاحبہ بھی۔ کوئی اِدھر کھینچتا تھا تو کوئی اُدھر اور آپ سب کے درمیان میں تھے۔ آخر بڑی مشکل سے آپ اور آپ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہم سب بڑے صحن میں پہنچے اس وقت تک زلزلہ کے دھکے بھی کمزور ہو چکے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ہم کو لے کر اپنے باغ میں تشریف لے گئے۔ دوسرے احباب بھی اپنا ڈیرہ ڈنڈا اُٹھا کر باغ میں پہنچ گئے۔ وہاں حسب ضرورت کچھ کچے مکان بھی تیار کروا لئے گئے اور کچھ خیمے منگوا لئے گئے اور پھر ہم سب ایک لمبا عرصہ باغ میں مقیم رہے۔ ان دنوں میں مدرسہ بھی وہیں لگتا تھا۔ گویا باغ میں ایک شہر آباد ہوگیا تھا۔ اللہ اللہ کیا زمانہ تھا۔'' ۵۰

قوافی کی تلاش

حضرت مسیح موعود علیہ السلام زلزلہ کے بعد جب باغ میں تشریف رکھتے تھے تو وہیں آپ نے براہین احمدیہ حصہ پنجم کی وہ نظم لکھنی شروع کی جس میں پروردگار نثار وغیرہ قوافی آتے ہیں۔ آپ نے ایک روز گھر والوں سے فرمایا کہ اس طرح کے قوافی جمع کر کے اور لکھ کر ہم کو دو کہ ہم ایک نظم لکھ رہے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت میں نے بھی بعض قافئے سوچ کر عرض کئے تھے۔ ۵۱

شادی کی مبارک تقریب

مئی ۱۹۰۶ء میں آپ کی شادی کی تقریب عمل میں آئی۔ آپ اپنے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب اپنے بڑے بھائی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور دیگر احباب کے ساتھ قادیان سے ۱۰رمئی ۱۹۰۶ء کی صبح کو پشاور روانہ ہوئے اور ۱۶رمئی کو بعد دوپہر واپس قادیان پہنچ گئے۔ ۵۲

اخلاق کی پاکیزگی

۱۹۰۶ء میں آپ کی عمر تیرہ سال تھی اور یہ کھیل کود کا زمانہ ہوتا ہے۔ مگر اس عمر میں بھی آپ کے اخلاق ایسے پاکیزہ تھے کہ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی کی روایت ہے:

''ایک زمانہ میں حضرت میاں محمود احمد صاحب، میاں محمد اسحاق صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب تالاب کے کنارے بیڈمنٹن کھیلا کرتے تھے اور گو میں بچہ تھا مگر میری فطرت میں تحقیق کا مادہ تھا۔ کھڑے ہو کر گھنٹوں دیکھتا کہ یہ لوگ کھیل میں گالی گلوچ یا جھوٹ یا فحش کلامی بھی کرتے ہیں یا نہیں مگر میں نے ان حضرات کو دیکھا کہ کبھی کوئی جھگڑا نہ کرتے تھے۔ حالانکہ کھیل میں اکثر جھگڑا ہو جایا کرتا ہے۔ اسی طرح اکثر دفعہ میں میاں بشیر احمد صاحب و میاں شریف احمد صاحب کے ساتھ شکار کیلئے جایا کرتا تھا۔ دونوں حضرات کے پاس ایک ایک ہوائی بندوق ہوا کرتی تھی اور پرندوں کا شکار کرتے تھے۔ ہر جگہ میرا یہ مقصد ہوتا تھا کہ میں دیکھوں کہ ان لوگوں کے اخلاق کیسے ہیں۔''

اس لمبی تحقیق کے بعد آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مصاحب اور رشتہ دار اور اولاد ہر ایک اس قدر گہرے طور پر حضرت صاحب کے رنگ میں رنگین ہو گئے تھے کہ بے انتہا جستجو کے بعد بھی کوئی آدمی اُن میں کوئی عیب نہ نکال سکتا تھا۔'' ۵۳

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی شادی

۱۹۰۷ء کے وسط میں سیدہ اُمّ طاہر رضی اللہ عنہا کی شادی صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم کے ساتھ ہوئی۔ مرزا مبارک احمد صاحب کی عمر اس وقت صرف آٹھ سال تھی اور سیدہ اُمّ طاہرؓ کی عمر غالبًا دو اڑھائی سال کی ہوگی۔ آپ فرماتے تھے:

''مجھے یاد ہے کہ مبارک کی شادی کے ایام میں ہم انہیں اکثر اپنی گود میں اُٹھائے پھرتے تھے۔'' ۵۴

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال

۲۵رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر ایک بڑی پر جوش تقریر فرمائی تھی۔ اس تقریر میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی موجود تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

''اس تقریر کے بعض فقرے اب تک میرے کانوں میں گونجتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔ نیز فرمایا اب ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔'' ۵۵؎

۲۶رمئی ۱۹۰۸ء کو جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کا المناک سانحہ پیش آیا تو آپ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے تھے۔ اس وقت آپ نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ آپ کے ہی الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود ۲۵رمئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا یا شائد لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور اِدھر اُدھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعودؑ کے اُوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔ اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے کہ وفات پا گئے اور یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی۔ اتنے میں صبح ہوگئی اور حضرت مسیح موعودؑ کی چارپائی کو باہر صحن سے اُٹھا کر اندر کمرہ میں لے آئے۔ جب ذرا اچھی روشنی ہوگئی تو حضرت مسیح موعودؑ نے پوچھا کہ کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ غالبًا شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہوگیا ہے۔ آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہوگئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ عرض کیا گیا حضور ہوگیا ہے۔ آپ نے پھر نیت باندھی مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔ غالبًا

آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ مگر آپ جواب نہ دے سکے۔ اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اُٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دوچار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور آپ پھر لیٹ گئے یہ آخری تحریر جس میں غالبًا زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی نو بجے کے قریب حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہوگیا۔ غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھچ کھچ کر آتا تھا۔ خاکسار اس وقت آپ کے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اُس وقت ساتھ والے کمرہ میں تھیں اطلاع دی گئی۔ وہ معہ چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آکر زمین پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ اُبھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا بلکہ بعض لوگوں نے بُرا منایا کہ اس حالت میں آپ کو کیوں تکلیف دی گئی۔ تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتیٰ کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ **اللھم صلّ علیہ وعلی مطاعہ محمد وبارک وسلم**'' ۵۶؎

جماعت احمدیہ کے ۱۹۶۰ء کے سالانہ جلسہ پر بھی آپ نے **دُرِّ منثور** کے عنوان سے جو تقریر فرمائی تھی اس میں بھی آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا کہ

> ''حضور کے وصال کا واقعہ اس وقت پچاس سال گذرنے پر بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے گویا کہ میں حضور کے سفر آخرت کی ابتداء اب بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔'' ۵۷؎

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں درخواست بیعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صدر انجمن احمدیہ اور جماعت کے دوسرے دوستوں کی طرف سے جو درخواست بیعت پیش

کی گئی تھی اس کے نیچے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی دستخط ثبت فرمائے۔ ۵۸؎

شاعری کا آغاز

یہی سال ہے جس میں آپ کی شاعری کا آغاز ہوا۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں آپ نے پہلی نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدح میں کہی جس کا ایک شعر یہ ہے

گئے اسلام کے خطرے کے دن جب سے کہ تو آیا
خدا سے کشتئ اسلام کا اب ناخدا تو ہے

اُس زمانہ میں آپ احمد تخلص فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کا ایک مقطع ہے

خواہش اگر کوئی ہے تو احمدؔ کی ہے یہی
اسلام پر ہی دے مجھے پروردگار موت

اسی طرح ایک اور نظم کا مقطع ہے

احمدؔ یہی دعا ہے کہ روز جزا نصیب
تجھ کو نبی کریم کا قرب و جوار ہو

گلدستۂ عرفان

آپ کا مجموعۂ کلام ۱۹۳۴ء میں گلدستۂ عرفان کے نام سے کتاب گھر قادیان نے شائع کیا تھا۔ آپ کا آخری کلام اکتوبر ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا جس کا عنوان تھا

؎ اے مالک کون ومکاں آ وَ مکیں کو لوٹ لو ۵۹؎

انگوٹھیوں کی تقسیم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین انگوٹھیاں تھیں۔ ایک اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی۔ دوسری پر آپ کا الہام غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ رَحْمَتِیْ وَقُدْرَتِیْ لکھا ہوا تھا اور تیسری پر صرف ''مولا بس'' لکھا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت ام المؤمنین نے یہ تینوں انگوٹھیاں قرعہ اندازی کے ذریعہ اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیں۔ اس قرعہ اندازی کے مطابق دوسری انگوٹھی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے حصہ میں آئی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام درج ہے

اُذْکُرْ نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْکَ غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ وَرَحْمَتِیْ وَقُدْرَتِیْ

یعنی میری اس نعمت کو یاد کر جو میں نے تجھ پر کی ہے میں نے تیرے لئے اپنے ہاتھ سے اپنی

رحمت اور اپنی قدرت کا درخت لگایا ہے۔

انگوٹھی کے نگینہ پر ۱۳۱۲ھ کی تاریخ لکھی ہے۔ ۶۰

انگوٹھیوں کی تقسیم کا واقعہ گو ۱۹۰۸ء میں نہیں ہوا بلکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے ایک عرصہ بعد ایسا ہوا۔ مگر چونکہ اس کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے ساتھ تھا اس لئے اسی سن کے واقعات میں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

کشمیر کی سیاحت

جولائی ۱۹۰۹ء میں آپ سیرو سیاحت کے لئے سری نگر تشریف لے گئے۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت میر محمد اسحاق صاحب اور حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ۶۱

اگست کے آخر میں آپ خیریت کے ساتھ قادیان واپس پہنچ گئے۔ ۶۲

میٹرک کا امتحان اور کالج میں داخلہ

۱۹۱۰ء میں آپ نے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں پر پاس کیا۔ بارہ لڑکے شریک امتحان ہوئے تھے جن میں سے آٹھ کامیاب ہوئے اور آپ اپنے مدرسہ میں اوّل آئے۔ ۶۳

میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ اخبار بدر میں یہ خبران الفاظ میں درج ہے:

> ''صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب امتحان انٹرنس پاس کرکے اب گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا کے علوم سے بہرۂ وافی عطا فرمائے۔'' ۶۴

کھیلوں میں دلچسپی

تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ کھیلوں میں بھی خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے کالج کی فٹ بال ٹیم کے آپ کیپٹن مقرر ہوئے اور بہترین کھلاڑی تسلیم کئے گئے۔ قادیان میں بھی جب کوئی ٹورنامنٹ ہوتا تو آپ ریفری شپ کے فرائض سرانجام دیتے تھے اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ سلسلہ ۲۸-۱۹۲۷ء تک جاری رہا۔

پشاور کا سفر

وسط ۱۹۱۰ء میں آپ نے پشاور کا سفر اختیار فرمایا۔ اس سفر کی یادگار آپ کی ایک تصویر ہے جو جولائی ۱۹۱۰ء میں آپ نے پشاور میں کھچوائی تصویر سے ظاہر ہے کہ اس وقت آپ افغانی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ (دیکھئے تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۳۴۰)

صدر انجمن احمدیہ کی رُکنیت

مارچ ۱۹۱۱ء میں آپ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبر مقرر کئے گئے۔ اخبار بدر نے اس پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ

''صاحبزادہ صاحب کی طبیعت معاملہ فہم اور متین واقعہ ہوئی ہے اس لئے یہ ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔'' ۶۵

آپ نے اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ مجھے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے صدر انجمن احمدیہ کا ممبر مقرر فرمایا تھا۔ ۶۶

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقش قدم پر آپ کو صدر انجمن احمدیہ کی مجلس معتمدین میں شامل فرمایا کیونکہ جس طرح ۱۹۰۶ء میں اٹھارہ سال کی عمر ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ ثانی کو صدر انجمن احمدیہ کا ممبر بنایا تھا۔ اسی طرح حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے بھی ۱۹۱۱ء میں جب کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی عمر اٹھارہ سال کی تھی صدر انجمن احمدیہ کا ممبر بنا دیا۔

ایک پرائیویٹ کلاس

انہی ایام میں جب آپ کالج سے موسم گرما کی تعطیلات پر قادیان تشریف لائے تو آپ کے بڑے بھائی سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے آپ کی علمی ترقی کے لئے گھر میں ایک پرائیویٹ کلاس جاری فرمائی جس میں خطبہ الہامیہ، دروس النحویہ حصہ دوم اور قصیدہ بانت سعاد پڑھایا جاتا تھا۔ اس کلاس میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور بعض اور دوست بھی شریک ہوتے رہے۔ ۶۷

ایف-اے میں کامیابی

۱۹۱۲ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف-اے کا امتحان پاس کیا ۶۸ اور پھر اسی سال بی-اے میں داخلہ لے لیا۔

انگلش وئیر ہاؤس کی بنیاد

۱۵؍جون ۱۲ءکو حضرت خلیفہ اولؓ نے لاہور میں شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان انگلش وئیر ہاؤس کی بنیاد رکھی۔ آپ نے اس مکان کی پہلی بنیادی اینٹ اپنے دست مبارک سے رکھی۔ اس کے بعد دوسری اینٹ حضرت خلیفہ ثانی سے اور تیسری اینٹ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سے رکھوائی آخر میں آپ نے حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کو ایک اینٹ رکھنے کا ارشاد فرمایا۔۶۹

تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارت کی بنیاد

۲۵؍جولائی ۱۲ءکو تعلیم الاسلام ہائی سکول کی وسیع عمارت کا حضرت خلیفہ اولؓ نے سنگ بنیاد رکھا۔ یہ بنیاد تین جگہ تجویز کی گئی تھی۔ مشرقی کونے پر، مغربی کونے پر اور درمیانی ہال کے مشرقی کونے پر۔ پہلے دعا کر کے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اپنے دست مبارک سے اینٹ رکھتے اور پھر تین اینٹیں حضرت خلیفہ ثانی، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب سے رکھواتے۔ اوّل و آخر بہت دعا کی جاتی۔ اس طرح چھ بار دعا کی گئی۔ ۷۰

کالج چھوڑنے کا واقعہ

ابھی آپ بی-اے میں تعلیم ہی پارہے تھے کہ اچانک آپ نے کالج چھوڑ دیا اور قادیان آ کر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے قرآن وحدیث پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ مگر میر محمود احمد صاحب ناصر کی روایت ہے کہ کالج چھوڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی طالب علم نے اسلام یا احمدیت کے متعلق کوئی ایسا سوال کیا جس کا آپ فوری طور پر جواب نہ دے سکے۔ اس کا آپ کی طبیعت پر ایسا اثر ہؤا کہ آپ نے کالج چھوڑ دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ جب تک میں قرآن پورے طور پر نہ پڑھ لوں گا میں کالج میں نہیں آ ؤں گا۔

محترم قاضی اکمل صاحب رسالہ تشحیذالاذہان میں لکھتے ہیں کہ مجھے اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے فرمایا:

> ''کالج تو پھر بھی مل جائے گا مگر زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ ممکن ہے کہ قرآن مجید و حدیث پڑھنے کا اور پھر وہ بھی نور الدین ایسے پاک انسان سے پھر موقعہ نہ مل سکے اس لئے میں نے یہی بہتر جانا۔'' ۷۱

آپ کے کالج چھوڑنے کا پرنسپل کو خاص طور پر افسوس ہؤا اور اس نے یہ الفاظ لکھے:

"An Excellent student. His Leaving is a loss to the College." G.A.W

یعنی آپ ایک لائق طالب علم تھے اور آپ کا کالج کو چھوڑ جانا کالج کے لئے ایک نقصان دہ امر ہے۔ [۲۷]

قرآن مجید کی تعلیم اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کی آنریری مدرسی

قادیان آنے کے بعد آپ نے اپنی دینی اور دنیوی تعلیم کو مکمل کرنے کے علاوہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے لڑکوں کو بھی پڑھانا شروع کردیا چنانچہ اخبار بدر ۵/جون ۱۹۱۳ء میں لکھا ہے:

''حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب علاوہ قرآن شریف پڑھنے کے مدرسہ میں لڑکوں کو تعلیم دیتے اور اپنے امتحان کی بھی تیاری کرتے ہیں۔''

رسالہ تشحیذ الاذہان میں لکھا ہے:

'' صاحبزادہ صاحب آج کل اپنی دینی تعلیم کے علاوہ ہیڈ ماسٹر ہائی سکول کے مشیر معاون۔ پڑھنے والے بچوں کے حقیقی مہربان و مصلح اور بہت سے دینی کام اپنے متعلق رکھتے ہیں اور انگریزی سٹڈی بھی جاری ہے۔'' [۲۸]

اس سے ظاہر ہے کے آپ نے بی-اے کا امتحان پرائیویٹ طور پر پاس کیا تھا۔ دوبارہ کالج میں آپ نے داخلہ نہیں لیا۔ آپ نے چونکہ کالج صرف قرآن کریم پڑھنے کے لئے چھوڑا تھا اس لئے حضرت خلیفہ اولؓ نے آپ کے اس جذبہ خلوص کی خاص طور پر قدر کی۔ اور آپ کے لئے ایک الگ درس کا انتظام فرما دیا۔

حضرت خلیفہ اوّل کا درس القرآن

چنانچہ بدر میں لکھا ہے:

''حضرت صاحبزادہ بشیر احمد صاحب کو ایک جماعت کے ساتھ صبح بعد نماز فجر حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک درس قرآن شریف کا دینا شروع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بیرونی اصحاب جو اس موقعہ پر آسکتے ہیں۔ آکر شامل ہو جائیں۔ دو رکوع روزانہ ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ ایک درس بعد عصر اور ایک درس بعد مغرب ہوتا ہے۔ ہرسہ میں شامل ہونے سے بہت جلد قرآن شریف سارا پڑھا جاسکتا ہے۔'' [۲۹]

نومبر ۱۹۱۳ء میں حضرت خلیفہ اولؓ کی طبیعت ایک دن زیادہ خراب ہوگئی تو آپ نے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو فرمایا:

''میاں کل جمعہ ہے مگر تم آجانا۔اگر زندگی باقی ہے تو تمہیں ہفتہ کے روز قرآن ختم کرادینے کا اردہ ہے ورنہ میرے بعد اپنے بھائی صاحب سے ختم کر لینا۔'' ۷۵

لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور ۸؍نومبر ۱۹۱۳ء کو آپ نے سارا قرآن کریم حضرت خلیفہ اول سے پڑھ لیا۔فالحمدللہ علیٰ ذالک۔حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے آپ کے لیے بہت دعائیں کیں۔اور حضرت ام المؤمنین نے اس خوشی میں مٹھائی بانٹی۔ ۷۶

حضرت مرزا بشیراحمدصاحب نے بھی حضرت خلیفہ اولؓ سے قرآن مجید پڑھنے کا اپنے ایک مضمون میں ذکر فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''خاکسار راقم الحروف نے بھی جبکہ میں بی-اے میں پڑھتا تھا۔تعلیم کا سلسلہ درمیان میں چھوڑ کر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے قرآن شریف پڑھا اور پورا قرآن شریف ختم کر کے اپنی تعلیم کی طرف لوٹ آیا۔'' ۷۷

مجلس معتمدین کی صدارت

آپ چونکہ ۱۱ء سے صدر انجمن احمدیہ کے ممبر تھے اور نہایت زیرک اور معاملہ فہم تھے۔ اس لئے ۱۴ء کے ابتدائی مہینوں میں بعض دفعہ آپ مجلس معتمدین کے صدر بھی مقرر ہوتے رہے ہیں۔چنانچہ رجسٹرکاروائی صدر انجمن احمدیہ نمبر ۷ سے ظاہر ہے کہ ۲۶؍جنوری ۱۴ء اور ۱۵؍فروری ۱۴ء کے اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی صدارت میں ہی منعقد ہوئے۔

بی- اے کی تکمیل

حضرت خلیفہ اولؓ سے قرآن کریم پڑھ لینے کے بعد آپ نے پھر بی-اے کی تعلیم کو مکمل کرنا چاہا اور اپنی انگریزی تعلیم کی تکمیل کے لئے لاہور جانے کا فیصلہ کیا چونکہ آپ ان دنوں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں آنریری مدرس تھے۔ اس لئے سکول کی طرف سے آپ کو الوداعی پارٹی دی گئی اور ۱۳؍نومبر ۱۳ء کو آپ لاہور تشریف لے گئے۔ آپ کی مشایعت کے لئے آپ کے بھائی اور بعض دیگر مخلصین باہر تک گئے۔ ۷۸

۱۶؍جنوری ۱۴ء کو آپ پھر قادیان تشریف لائے کیونکہ آپ بی-اے کے عربی کورس کا مطالعہ کرنا چاہتے تھے۷۹ اس کے بعد آپ پھر لاہور تشریف لے گئے اور گورنمنٹ کالج کے متعلقہ پروفیسر کی اجازت سے پرائیویٹ طور پر کلاس میں بیٹھنے لگ گئے۔ ۸۰

مئی ۱۹۱۴ء میں آپ نے بی- اے کا امتحان دیا اور اس کے بعد قادیان تشریف لے آئے[۸۱] یہاں آنے کے بعد آپ نے پھر آنریری طور پر تعلیم الاسلام ہائی سکول میں مدرسی کے فرائض سرانجام دینے شروع کر دیے[۸۲] اس کے ساتھ ہی افسر مدرسہ احمدیہ کا عہدہ بھی آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ [۸۳]

الفضل کی ادارت

مارچ ۱۴ء تک الفضل کی عنان ادارت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تھی۔ مگر چونکہ ۱۴/مارچ کو اللہ تعالیٰ نے آپکو مسند خلافت پر متمکن فرما دیا اسلئے ۲۱/مارچ ۱۴ء سے الفضل کی پیشانی پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا نام بطور ایڈیٹر شائع ہونے لگا اور ۲۷/اگست ۱۴ء تک آپ کا نام چھپتا رہا۔ چونکہ اس زمانہ میں اخبار پر ایڈیٹر کا نام لکھنا ضروری نہ تھا۔ اس لئے اس کے بعد آپ کا نام لکھنا ترک کر دیا گیا۔

بی- اے میں کامیابی

جولائی ۱۴ء میں بی - اے کا نتیجہ نکلا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کامیاب ہوگئے۔ ''الفضل'' نے آپ کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی کہ

> ''اللہ تعالیٰ مسیح محمدی کے بیٹے کی انگریزی دانی مسیح ناصری کی بگڑی ہوئی امت کی اصلاح میں مفید اور نافع الناس بنائے اور احمد رسول کی درماندہ قوم کیلئے آپ کا وجود باجود قمر الانبیاء ثابت ہو۔'' [۸۴]

کلمۃ الفصل کی تیاری

اکتوبر ۱۴ء سے آپ نے اپنی مشہور تصنیف ''کلمۃ الفصل'' لکھنے کی تیاری شروع کی۔ [۸۵]

طلباء کی تربیت

جنوری ۱۵ء میں مدرسہ احمدیہ کے طلباء میں تقسیم انعامات کا ایک جلسہ ہوا۔ الفضل نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب افسر مدرسہ احمدیہ کی کوششوں کو خاص طور پر سراہا اور لکھا کہ آپ کی توجہ سے طلباء میں شائستگی بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ وہ انعام لینے اور اس کیلئے آنے جانے اور اُٹھنے بیٹھنے میں ایک خاص نظام اور ادب کے ماتحت رہے۔[۸۶]

القول الفصل اور حقیقۃ النبوۃ کا مضمون سنانا

۷/فروری ۱۵ء کو آپ نے اپنی مشہور تصنیف ''کلمۃ الفصل'' کا مضمون ایک بہت بڑے

اجتماع میں سنایا۔ الفضل نے اسبارہ میں رپورٹ شائع کرتے ہوئے لکھا کہ اس مضمون کا ایک ایک لفظ اس قدر رُوحانیت میں ڈوبا ہوا تھا اور فقرہ فقرہ اتنی برقی طاقت اپنے اندر لئے ہوئے تھا کہ کانوں سے اُترتے ہوئے جذر قلب تک پہنچ جاتا اور رگ رگ میں ایمانی قوت کی رَو چلا دیتا تھا۔ لوگ بُت بنے بیٹھے تھے اور لیکچرار کی پوری حکومت ان کی تمامتر توجہ پر تھی۔ عصر سے پہلے سوا گھنٹہ اور عصر کے بعد پچاس منٹ، دو گھنٹے میں ختم ہوا اور خاتمہ پر تمام لوگ پکار اُٹھے کہ خدا اپنے پیارے نبی کے پیارے فرزندوں کو آپ پڑھاتا ہے۔۸۷

انہی ایام میں سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ''حقیقۃ النبوۃ'' تصنیف فرمائی تھی۔ حضور نے چاہا کہ اس کی اشاعت سے قبل تمام مضمون دوستوں کو سنا دیا جائے۔ اس غرض کے لئے حضور نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا انتخاب فرمایا اور آپ نے یہ مضمون بھی دوستوں کو پڑھ کر سنایا۔ ۸۸

تعلیم الاسلام ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ کے سٹاف میں آپکا نام

مارچ ۱۵ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کا پراسپکٹس سیکرٹری صاحب صدرانجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے شائع ہوًا۔ اس میں سٹاف کی فہرست میں آپ کا نام ان الفاظ میں درج تھا۔

''میاں بشیر احمد صاحب بی-اے آنریری ٹیچر''

انہی دنوں مدرسہ احمدیہ میں لڑکے بھجوانے کے متعلق ایک تحریک شائع ہوئی تو عملہ مدرسہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بی-اے کا نام بطور پرنسپل درج کیا گیا۔۸۹

مبلغین کلاس کی نگرانی

مبلغین کلاس کی نگرانی اور تقریر و تحریر کے میدان میں اُن کی راہنمائی کے فرائض بھی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ہی ادا فرماتے تھے۔ چنانچہ اپریل ۱۵ء میں جب مبلغین کی اعلیٰ کلاس کی دو پارٹیوں نے تجارت و زراعت پر باہم مناظرہ کیا تو الفضل نے اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ

> ''یہ طلباء حضرت مرزا بشیراحمد صاحب کے زیر تربیت بہت عمدہ ترقی کر رہے ہیں اور انہیں تقریر کرنے میں خاص ملکہ حاصل ہوتا جاتا ہے۔'' ۹۰

کلمۃ الفصل کی اشاعت

مارچ و اپریل ۱۵ء میں مسئلہ کفرو اسلام کے متعلق آپ کا قیمتی مضمون ''کلمۃ الفصل'' کے

زیر عنوان ریویو آف ریلیجز اردو میں شائع ہوا۔

غیر مبائعین کی غلط فہمیوں کا ازالہ

انہی ایام میں ''اظہار حقیقت'' کے عنوان سے آپ نے ایک نہایت اہم مضمون پیسہ اخبار لاہور میں چھپوایا۔ جس میں غیر مبائعین کی بعض غلط بیانیوں کی تردید کی گئی تھی۔ یہ مضمون بصورت پمفلٹ بھی شائع کیا گیا۔[۹۱]

مدرسہ احمدیہ کی تعلیمی ترقی کے متعلق مشورہ

۲۰/جنوری ۱۶ء کو ''افسر مدرسہ احمدیہ'' کی حیثیت سے آپ نے قادیان کے تمام علماء کو جمع کیا اور مدرسہ احمدیہ کی تعلیمی سکیم کے متعلق ان سے مشورہ لیا۔[۹۲]

ایم-اے کی تیاری

ان مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ پرائیویٹ طور پر ایم-اے (عربی) کے امتحان کی تیاری بھی کرتے رہے۔ مارچ ۱۶ء میں آپ حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل کی معیت میں لاہور تشریف لے گئے تاکہ کچھ عرصہ وہاں امتحان کی تیاری کر سکیں۔[۹۳]

لاہور چھاؤنی میں آپکی تشریف آوری

مارچ ۱۶ء کے ابتدائی ہفتہ میں ہی ایک وفد جس میں حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب اور حضرت میر ناصر نواب صاحب تھے۔ صدر انجمن احمدیہ اور ترقی اسلام کے چندہ کیلئے لاہور گیا۔ ان دنوں میا نمیر (لاہور چھاؤنی) میں والد ماجد حضرت مولوی فخرالدین صاحبؓ کیمل کور نمبر ۵۴ میں ملازم تھے۔ آپ نے وفد سے میانمیر آنے کی بھی درخواست کی۔ چنانچہ یہ وفد ۶/مارچ ۱۶ء کی شام کو میانمیر پہنچا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب جو ایم اے کی تیاری کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہمارے گھر کو زینت بخشی اور پھر واپس تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب نے میانمیر (لاہور چھاؤنی) میں ایک تقریر بھی فرمائی تھی۔[۹۴]

ایم-اے (عربی) میں کامیابی

مئی ۱۶ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم-اے (عربی) کا امتحان پاس کر لیا۔ درد صاحب مرحوم نے بھی آپ کے ساتھ ہی ایم-اے کیا۔ ''الفضل'' نے تمام جماعت کے ہمنوا ہو کر دعا دی کہ

''اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ والاتبار کو جیسے علوم ظاہری سے پُر کیا ہے۔ ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر باطنی علوم سے بھی پُر فرمائے اورآپ ہر پہلو سے قمر الانبیاء ہوں۔'' ۹۵

آپ کی آنریری خدمات

ایم-اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے پھر اپنے مفوضہ فرائض آنریری طور پر سرانجام دینے شروع کر دیے۔ آپ ان دنوں مدرسہ احمدیہ کے بھی افسر تھے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ففتھ ہائی کو جغرافیہ بھی پڑھاتے تھے اور یہ تمام کام بلاتنخواہ کرتے تھے۔ اگست ۱۶ء میں افسر صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول نے صدر انجمن میں رپورٹ کی کہ

حضرت میاں بشیر احمد صاحب مدرسہ میں عرصہ سے آنریری طور پر کام کر رہے ہیں اور ففتھ ہائی کو جغرافیہ پڑھاتے ہیں مگر چونکہ اب انسپکٹر کا سرکلر آیا ہے کہ ٹیچر خواہ آنریری ہو یا پیڈ پورے وقت کا ہونا چاہیے اور حضرت میاں صاحب کا مضمون بھی ایسا ہے کہ موجودہ صورت میں آپ کے سوا کوئی پڑھانے والا نہیں اس لئے اُن کا پورے وقت کے لئے اُستاد ہونا ضروری ہے اور عنقریب ٹائم ٹیبل تبدیل ہوجانے سے اور کام بھی آپ کیلئے نکل آئے گا۔ اس وقت سکول میں دو عہدے خالی ہیں جن کیلئے آپ ہرطرح موزوں ہیں۔ ان میں سے ایک آسامی مینیجر سکول کی ہے اور دوسری مدرس ریاضی کی۔ مینیجر کے لئے تو کسی تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں اور نہ ہی موجودہ وقت سے زیادہ انہیں دینا پڑے گا۔ البتہ مدرس ریاضی کے طور پر اس وقت ماسٹر رحیم بخش صاحب کام کر رہے ہیں میرے نزدیک فی الحال اس عہدہ پر حضرت میاں صاحب کو بمشاہرہ یک صد روپیہ لگایا جائے اور ماسٹر رحیم بخش صاحب کو فورتھ ماسٹر مقرر کیا جائے۔

اس رپورٹ پر صدر انجمن احمدیہ نے فیصلہ کیا کہ

''حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم-اے کا تقرر بعہدہ مدرس ریاضی بمشاہرہ یک صد روپیہ ماہوار منظور ہے۔'' ۹۶

یہ تقرر صدر انجمن احمدیہ کے ریزیلوشن نمبر ۳۲۵ مؤرخہ ۲/ستمبر ۱۵ء کے مطابق صرف چھ ماہ کیلئے ہؤا۔ جس کی میعاد ۵/فروری ۱۷ء کو ختم ہو جاتی تھی۔

مسئلہ کفرو اسلام پر مضمون

ستمبر ۱۶ء میں آپ نے مسئلہ کفرواسلام پر ایک نہایت بیش قیمت مضمون لکھا جو بہت پسند کیا گیا۔ یہ مضمون الفضل کے دو نمبروں میں شائع ہوا۔ ۹۷

لائبریری کی نگرانی

دسمبر ۱۶ء میں چونکہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنا کتب خانہ جس میں قریباً ۵ ہزار کتابیں تھیں۔ صدر انجمن کو دیدیا تھا۔ اس لئے انجمن نے اس کتب خانہ کا انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے سپرد کر دیا اور مدرسہ احمدیہ کا ایک بڑا کمرہ اس کے لئے مخصوص کیا گیا۔ ۹۸

ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا تقرر بعہدہ مدرس ریاضی چھ ماہ کے لئے ہوا تھا۔ اس عرصہ میں ضروری تھا کہ دفتر تعلیم الاسلام ہائی سکول کی طرف سے اس عارضی تقرر کی توسیع یا آپ کے استقلال کے متعلق صدر انجمن احمدیہ میں رپورٹ کی جاتی۔ مگر کسی غلطی کی وجہ سے کوئی رپورٹ نہ آئی۔ اس دوران میں چونکہ حضرت مولوی شیر علی صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کی خدمات ترجمۃ القرآن کیلئے حاصل کر لی گئیں۔ اسلئے ان کے قائمقام کے طور پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمات ایک سال کے لئے صیغہ اشاعت اسلام میں ریویو آف ریلیجنز اردو اور انگریزی کی ایڈیٹری کے لئے منتقل کر دی گئیں۔ ۹۹

مدرس ریاضی کے عہدہ پر آپ کا تقرر

کچھ عرصہ بعد پھر سیکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ نے رپورٹ کی کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا مستقل تقرر بطور ریاضی مدرس ۶ رفروری ۱۷ء سے منظور کیا جائے تاکہ ان کے حقوق ترقی و رخصت محفوظ رہ سکیں۔ اس پر صدر انجمن احمدیہ نے فیصلہ کیا کہ

> ''مرزا بشیر احمد صاحب کا تقرر بعہدہ مدرس ریاضی ۶ رفروری ۱۷ء سے مستقل کیا جاتا ہے اور یکم فروری ۱۸ء سے اُن کی خدمات کلی طور پر صیغہ اشاعت اسلام میں بعہدہ اسسٹنٹ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز منتقل کی جاتی ہیں۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر کا گریڈ ۱۰۰-۲۰-۲۰۰ ہوگا۔ سال حال کے لئے افسر مدرسہ احمدیہ اور مینیجر تعلیم الاسلام ہائی سکول دونوں پر مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر کیا جاتا ہے۔'' ۱۰۰

مقدس عہد

ان کوائف سے ظاہر ہے کہ باوجود اس کے کہ سال بھر تک آپ کی مستقل تقرری کا کوئی فیصلہ نہ ہوا آپ نے خود اس بارہ میں کوئی درخواست نہ دی اور نہ ہی صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلائی۔ یہ سب کچھ اس مقدس عہد کی وجہ سے تھا جو آپ نے سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتے وقت کیا تھا کہ

''ہم ہمیشہ سلسلہ کی خدمت میں زندگی گذاریں گے اور کبھی کسی معاوضہ یا ترقی یا حق کا مطالبہ نہیں کریں گے۔'' ۱۰۱

قیمتی مضامین

ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری کے دَور میں آپ نے کئی قیمتی مضامین تحریر فرمائے۔ جولائی ۱۷ء میں آپ نے وفات مسیح کے عنوان سے ایک پُر مغز مقالہ تحریر فرمایا جو بعد میں **الحجة البالغه** کے نام سے شائع ہوا۔ اسی طرح الفضل میں بھی وقتاً فوقتاً آپ مضامین لکھتے رہے۔ چنانچہ مئی ۱۷ء میں آپ نے اسمہ احمد پر ایک لطیف مضمون تحریر فرمایا۔ ۱۰۲

بہر حال صدر انجمن احمدیہ میں آپ کی باقاعدہ رکنیت کا آغاز ۶ر فروری ۱۷ء سے ہوا۔ اس سے قبل آپ تمام خدمات آنریری طور پر سر انجام دیتے تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کی رکنیت میں آنے کے وقت آپ کا قد ۵ فٹ ۸ انچ تھا اور آپ کی تعارفی علامت بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ایک زخم کا نشان تھی۔

بمبئی میں ایک تبلیغی وفد

۳ر اگست ۱۷ء کو مبلغین کا ایک وفد جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت میر محمد اسحاق صاحب، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل پر مشتمل تھا۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بمبئی بھجوایا گیا حضور برستی بارش میں قصبہ سے باہر تک ساتھ تشریف لے گئے اور دُعا کے ساتھ وفد کو رخصت فرمایا۔ اس وفد کی جو رپورٹیں الفضل میں شائع ہوئیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجمن ضیاء الاسلام میں آنحضرتﷺ کی عالمگیر بعثت پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی ایک تقریر ہوئی۔ ۱۰۳

اسی طرح آپ نے بمبئی میں دو ٹریکٹ تحریر فرمائے۔ ایک مسیح موعود کے متعلق اور دوسرا اس بارہ میں کہ آئمہ وخلفا کے لئے ضروری نہیں کہ وہ آنحضرتﷺ کی جسمانی اولاد ہوں۔ ۱۰۴

شملہ کا سفر

چونکہ ان دنوں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ شملہ میں تشریف رکھتے تھے اس لئے بمبئی سے واپسی پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت میر محمد اسحاق صاحب شملہ تشریف لے گئے۔ ۱۰۵

سرہند، سنور اور پٹیالہ کا سفر

۹؍اکتوبر ۱۷ء کو حضور نے سرہند، سنور اور پٹیالہ جانے کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر دعا کرنے کے بعد آپ راجپورہ واپس پہنچے اور دو بجے کے قریب سنور تشریف لے گئے اس سفر میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ۱۰۶

کتب خانہ کا انتظام

نومبر ۱۷ء میں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان کتب خانہ صادق لائبریری اور تشحیذ لائبریری تینوں کو یکجا کر دیا گیا تا کہ وسیع پیمانہ پر ایک احمدیہ لائبریری قائم ہو جائے۔ یہ انتظام مدرسہ احمدیہ کے دو وسیع کمروں میں کیا گیا اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو لائبریری کا نگران اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ ۱۰۷

وزیر ہند سے ملاقات

نومبر ۱۷ء میں ہی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت مسٹر مانٹیگو وزیر ہند اور وائسرائے ہند کی خدمت میں جماعت احمدیہ کا ایک وفد بھجوایا گیا۔ جس نے ۱۵؍نومبر کو دہلی میں ایڈریس پیش کیا۔ اس وفد میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی شامل تھے۔ ۱۰۸

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ خود بھی مسٹر مانٹیگو وزیر ہند کی ملاقات کیلئے دہلی تشریف لے گئے۔ ملاقات کے بعد ۲۲؍نومبر ۱۷ء کو آپ واپس قادیان تشریف لے آئے۔ ۱۰۹

۱۹۱۸ء کے واقعات

۱۹۱۸ء میں آپ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی تائید سے آپ نے اسلام اور احمدیت کے متعلق ایسے مہتم بالشان مضامین لکھے جن کی افادیت کو برملا تسلیم کیا گیا اور آپ کے پُر مغز مضامین سے ایک عالم نے فائدہ اُٹھایا۔ چنانچہ جنوری ۱۸ء میں ہی آپ نے تصدیق المسیح کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے دعاوی کی تصدیق میں ۳۹

صفحات پر مشتمل ایک مضمون لکھا جو کتابی صورت میں بھی شائع کرایا گیا۔ ''الفضل'' نے اس پر ریویو کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے

''اس مختصر سے رسالہ میں گویا کوزے میں دریا بند کر دیا ہے'' [۱۱۰]

مئی ۱۸ء میں آپ نے بعنوان ''نبوت مسیح موعود کے متعلق چند اصولی باتیں'' اور اکتوبر ۱۸ء میں ''القول الحق'' کے زیر عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کے جواب میں زبردست مضامین لکھے۔ اسی طرح ایک مضمون میں ''انسانی ترقی کے مراتب اور ان کے حصول کے ذرائع'' پر آپ نے روشنی ڈالی۔ یہ مضمون بھی اکتوبر ۱۸ء کے ریویو آف ریلیجنز میں ہی شائع ہوا۔

انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ

۱۹۱۸ء میں پہلی جنگ عظیم کے موقعہ پر بھرتی کی تحریک کرنے، مالی طور پر حکومت وقت کی امداد کرنے اور وہ احمدی جو فوج میں ملازم تھے ان کی تکالیف دور کرنے اور جماعت احمدیہ کی ملکی خدمات کی فہرست تیار کرنے کیلئے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک کمیٹی قائم فرمائی جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی کا نام ''انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ'' تجویز ہوا۔ [۱۱۱]

آپ کا تقرر بطور افسر تعلیم

ریویو آف ریلیجنز کی ادارت کیساتھ ساتھ ''افسر تعلیم'' کے فرائض بھی آپ ہی سرانجام دیتے رہے۔ چنانچہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ جو اکتوبر ۱۷ء سے ۳۰ ستمبر ۱۸ء تک شائع ہوئی اُس میں صدر انجمن احمدیہ کے عہدہ داران وافسران کی فہرست میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا نام بطور افسر تعلیم درج ہے اور اس میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ آپ مدرسہ ہائی اور مدرسہ احمدیہ دونوں کے افسر ہیں۔ [۱۱۲]

خوشی کی تقریبات

۲۷ نومبر ۱۸ء کو ''انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ'' کے زیر اہتمام حکومت وقت کی فتح کی خوشی میں بعض تقریبات منعقد کی گئیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے انتظامیہ کا رکنِ اعلیٰ کی حیثیت میں اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیے۔ [۱۱۳]

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اولڈ بوائز

جلسہ سالانہ ۱۸ء پر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ نے اسسٹنٹ سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ کی حیثیت سے جو رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ اس میں آپ نے مدرسہ ہائی کے بعض اولڈ بوائز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''مدرسہ احمدیہ کے منتظم اور ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیراحمد صاحب ایم-اے بھی اس مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہیں۔''

درزی خانہ اور مدرسۃ الحفاظ کا اجراء

آپ نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ ناظم مدرسہ احمدیہ (یعنی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب) کی زیر نگرانی ایک حرفتی شاخ درزی خانہ کی کھلی ہوئی ہے جس میں طلبہ کو دینیات کی ضروری تعلیم کے ساتھ ساتھ درزی کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ نیز نابینا بچوں کو کار آمد بنانے کیلئے سال زیر رپورٹ میں ایک مدرسۃ الحفاظ کھولا گیا ہے۔[۱۱۴]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں درزی خانہ اور مدرسۃ الحفاظ کا اجراء بھی آپ کی ہی مساعی کا رہین منت تھا۔

نظارتوں کا قیام

۲۸/دسمبر ۱۹۱۸ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے نظارتوں کے قیام کا اعلان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یکم جنوری ۱۹۱۹ء سے اس نئے نظام کے ماتحت کام کیا جائے گا۔ اس کے بعد حضور نے اس بارہ میں ایک خاص اعلان بھی شائع فرمایا۔ اس نئے نظام کے ماتحت حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو ناظر امور عامہ مقرر فرمایا۔[۱۱۵]

۱۹۱۹ء کے واقعات

قیام امن کیلئے آپ کی مساعی

نظارت امور عامہ کا کام سنبھالتے ہی ملک بھر میں حکومت وقت کے خلاف شورش شروع ہوگئی جس کو فرو کرنے کے لئے آپ نے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے قرآنی ارشاد کے مطابق اس بات کا بڑے زور سے اعلان کیا کہ مختلف مقامات پر فسادات کی جو افواہیں اڑتی رہتی ہیں اُن کو ہرگز نہ سنا جائے اور نہ ایک دوسرے کے سامنے انہیں بیان کیا جائے کیونکہ اس قسم کی اکثر باتیں غلط اور نادرست ہوتی ہیں۔ اسی طرح دوسرے لوگوں کو بھی اسی قسم کی احتیاط کرنے کی

تلقین کی جائے۔ [۱۱۶]

آپ نے اسی سلسلہ میں مختلف ہینڈبل چھپوائے جن میں سے ایک خاص طور پر سکھ صاحبان کے متعلق تھا اور انہیں مختلف مقامات میں تقسیم کیا گیا۔ [۱۱۷]

اسی ذیل میں آپ نے ایک وفد ضلع گورداسپور میں دورہ کرنے اور مفید لٹریچر پھیلانے کے لئے بھیجا۔ [۱۱۸]

اس موقعہ پر آپ نے خود بھی ناظر امور عامہ کی حیثیت میں ''ایک خیرخواہ کا پیغام ابنائے وطن کے نام'' سے ایک نہایت قیمتی ٹریکٹ شائع کروا کے مختلف اطراف ملک میں کثرت کے ساتھ تقسیم کیا۔ اس مضمون میں اہل ملک کو شورش کے نقصان رساں طرز عمل سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں پُر امن رویہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی تھی۔ [۱۱۹]

نظارت امور عامہ کے کام کی دس شاخوں کی تفصیل

صدر انجمن احمدیہ کی سالانہ رپورٹ جو یکم جنوری ۱۹۱۹ء سے آخر مارچ تک شائع ہوئی۔ اس میں آپ نے سات صفحات پر مشتمل اپنی نظارت کی رپورٹ پیش کی اور امور عامہ کے کام کی دس شاخوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا۔ یہ رپورٹ نظارت امور عامہ کے کارکنان کے لئے ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ [۱۲۰]

مارچ ۱۹۱۹ء میں آپ نے مینیجر تعلیم الاسلام ہائی سکول کی حیثیت میں اعلان فرمایا کہ

> مجلس معتمدین نے طلباً کے تعلیمی اخراجات کی زیادتی محسوس کر کے ان تمام طلباً کی فیس معاف کر دی ہے جو بورڈنگ ہائی سکول میں رہتے ہیں نیز ان کے اخراجات خوردونوش بھی اپنے ذمہ لے لئے ہیں۔ اس لئے احباب کو چاہیے کہ وہ ان مراعات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے بچوں کو تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بھیجیں۔ [۱۲۱]

رسول کریم ﷺ کی سوانح حیات کا مقدس کام

ان کاموں کے ساتھ ساتھ آپ ریویو آف ریلیجنز کی ادارت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے بلکہ جنوری ۱۹۱۹ء سے آپ نے ''ہمارے آقا'' کے زیر عنوان رسول کریم ﷺ کے سوانح حیات لکھنے کا عظیم الشان کام بھی شروع فرما دیا۔ یہی وہ معرکۃ الآراء مضمون ہے جو نومبر ۲۰ء میں سیرۃ خاتم النبیین حصہ اوّل کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ آپ نے یہ عظیم بار اپنے کندھوں پر اس لئے اٹھایا کہ آپ کا دل یہ دیکھ کر کڑھتا تھا کہ

''مسلمانوں کی اولاد سیزر اور سکندر اور نپولین کی سوانح عمریاں پڑھتی ہے اور ان کے حالات سے واقف ہے مگر وہ جس نے تاریکی کے وقت اُٹھ کر دنیا میں اُجالا کر دیا اور گرمی کے وقت بادل بن کر رحمت کی بارشیں برسائیں۔ اُس کے حالات سے بالکل ناواقف اور ناآشنا ہیں حالانکہ اس کی بات بات میں ہزاروں علوم وفنون کے گنجینے مخفی ہیں اور اس کی ہر حرکت وسکون میں ہمارے لئے بے شمار سبق ہیں۔'' [۱۲۲]

''الفضل'' نے ان مضامین کو سراہا اور پہلی قسط کے شائع ہونے پر ہی لکھا:

''یوں تو جس دن سے ریویو آف ریلیجنز کی عنان ادارت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے دست مبارک میں آئی ہے اس میں آپ کے قلم سے نکلے ہوئے سب مضمون ایک دوسرے سے بڑھ کر مفید اور لائق تحسین شائع ہو رہے ہیں۔ لیکن حال میں ''ہمارا آقا ﷺ'' کے عنوان سے آپ نے جس مضمون کی ابتداء جنوری اور فروری ۱۹۱۹ء کے رسالہ سے کی ہے وہ نہایت ہی قابل قدر اور عظیم الشان ہے۔ یہ مضمون سوانح رسول کریم ﷺ کا پہلا نمبر ہے اور ان تمہیدی الفاظ سے شروع ہوتا ہے کہ

'کس صاف نیت اور کس شوق کے ساتھ لیکن کیسے ڈرتے ڈرتے میرا قلم اُٹھا ہے اسے صرف میں جانتا ہوں یا وہ جس سے کوئی چیز مخفی نہیں اور سچ پوچھئے تو صرف وہی جانتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ میں اپنی نیت کو صالح سمجھتا ہوں اور اس کی نظر میں اس کے اندر کوئی فساد ہو۔ پس اسی سے نیت کی صفائی چاہتا ہوا اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوا میں اس مضمون کو شروع کرتا ہوں۔'

یہ الفاظ حضرت ممدوح کی طہارت قلب اور صفائی باطن کے پورے پورے مظہر ہیں۔ احباب اس سے اندزاہ لگا لیں کہ رسول کریم ﷺ کی پاک اور مطہر زندگی کے حالات جب اس نیت اور ارادہ کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحب مرتب فرمائیں گے تو وہ کیسے روح پرور اور دلکش ہوں گے۔'' [۱۲۳]

مسائل متنازعہ فیہ اور ہمارا مسلک

آپ نے اسی سال ''مسائل متنازعہ فیہ اور ہمارا مسلک'' کے زیر عنوان مبائعین اور غیر مبائعین کے اختلافی مسائل پر بھی ایک سیر کن تبصرہ فرمایا۔ [۱۲۴]

آپ اس سال بھی تعلیم الاسلام ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ دونوں کے افسر رہے[۱۲۵] اسی سال حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مدرسہ احمدیہ کی ترقی اور اس کو جماعت کے لئے ایک کارآمد ادارہ بنانے کے لئے ایک کمیٹی مقرر فرمائی جس میں سرفہرست حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا نام تھا۔ اس کمیٹی نے دو ماہ کے غور وفکر کے بعد ایک مبسوط سکیم تیار کر کے حضور کی خدمت میں پیش کی اور پھر حضور نے اس میں مناسب اصلاح کر کے اس سکیم کو جاری کرنے کا فیصلہ فرمایا۔[۱۲۶]

۱۹۲۰ء کے واقعات

۱۹۲۰ء کے ابتداء میں حضرت خان ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر چند ماہ کی رخصت پر قادیان تشریف لائے۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فیصلہ فرمایا کہ فروری ۲۰ء سے خان ذوالفقار علی خاں صاحب ناظر امور عامہ ہوں گے اور ان کے کام میں مدد دینے کے لئے ناظر صغیر کے طور پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کام کریں گے۔ حضور نے فرمایا گو وہ پہلے سال ناظر رہے ہیں اور کام کی ابتدائی حالت کے لحاظ سے اور اس امر کا خیال کرتے ہوئے کہ اُن کے سپرد اور بھی بہت سے کام ہیں انہوں نے بہت اچھا کام کیا ہے مگر سابقون الاولون کا مقدم حق سمجھ کر اور اس خیال سے کہ نوجوانوں کو پرانے تجربہ کار آدمیوں سے مل کر کام کرنے میں خود ان کی ترقی کے لئے بہت سے کار آمد سبق مل جاتے ہیں۔ وہ خانصاحب کے ساتھ جائنٹ ناظر کے طور پر کام کریں گے۔ [۱۲۷]

مئی ۲۰ء میں رخصت ختم ہونے پر حضرت خانصاحب اپنی ملازمت پر واپس چلے گئے تو حضرت مرزا بشیرا حمد صاحب دوبارہ ناظر امور عامہ مقرر ہو گئے۔ [۱۲۸]

اگست ۲۰ء میں جبکہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی تشریف فرما تھے اچانک ایک دن حضور کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی اس پر حضور نے بذریعہ تار حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو ڈلہوزی آنے کا ارشادر فرمایا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب موصوف اسی دن ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ [۱۲۹]

جشن مسرت

۹ر ستمبر ۲۰ء کو اس خوشی میں کہ مسجد احمدیہ لنڈن کے لئے زمین خرید لی گئی ہے ڈائن کنڈ میں جو ڈلہوزی سے قریباً سات میل کے فاصلہ پر ایک پر فضا مقام ہے جلسہ کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ

المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی اس میں شریک ہوئے اور قریباً تمام اصحاب نے کچھ نہ کچھ اشعار بھی تیار کئے جو حضور کی ہدایت کے ماتحت باری باری پڑھے گئے۔ خود حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ نے بھی ایک رباعی اور ایک نظم پڑھ کر سنائی اور پھر دعا پر یہ جلسہ برخاست ہوا۔ اس جلسہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی اپنا تازہ کلام پیش کیا جس کا مطلع تھا ؎

آج دل مسرور ہے اپنا طبیعت شاد ہے
مسجدِ لنڈن کی رکھی جا رہی بنیاد ہے[۱۳۰]

۲۳؍ستمبر کو حضور معہ خدام واپس تشریف لے آئے۔

نومبر ۲۰ء میں آپ نے اپنے مکان کی توسیع کی۔[۱۳۱]

دسمبر ۲۰ء میں جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ کو اندرون قصبہ کے انتظامات کا حضور نے افسر اعلیٰ مقرر فرمایا۔[۱۳۲]

اس سال کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں آپ نے پانچ تازہ نظمیں لکھیں جو الفضل کے مختلف پرچوں میں شائع ہوئیں۔

۱۹۲۱ء کے واقعات

۱۹۲۱ء کے شروع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ناظرانِ سلسلہ میں پھر تبدیلی فرمائی اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو ناظر امورعامہ کی بجائے ناظر تعلیم وتربیت مقرر فرما دیا۔[۱۳۳]

نظارت کا کام سنبھالنے کے بعد آپ نے جماعتی تربیت کے لئے جو ذرائع اختیار فرمائے ان میں سے ایک ذریعہ یہ بھی تھا کہ آپ قریباً روزانہ ایک مختصر سی نصیحت بورڈ پر لکھ کر احمدیہ چوک میں آویزاں کروا دیتے تھے جس کا مقصد لوگوں کو شریعت کے ضروری احکام کی طرف توجہ دلانا ہوتا تھا۔[۱۳۴]

سیرۃ المہدی کی تدوین کا کام

۴؍مئی ۲۱ء کو آپ نے اپنی مشہور تصنیف سیرۃ المہدی حصہ اوّل کی تدوین کا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیت الدعا میں بیٹھ کر شروع فرمایا۔[۱۳۵]

نظارت تعلیم وتربیت کا کام چونکہ بڑا اہم اور ذمہ داری کا کام تھا۔ اس لئے دسمبر ۲۱ء سے دو تین ماہ کیلئے عارضی طور پر حضرت مولوی محمد دین صاحب نے ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری

کے فراض سرانجام دیے اور مارچ ۲۲ء سے مکرم قاضی اکمل صاحب اسکے ایڈیٹر مقرر ہو گئے۔

۱۹۲۲ء کے واقعات

۲۲ء میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے پھر افسران نظارت میں کچھ تبدیلی کی اور حضرت چوہدری فتح محمد صاحب کو ناظر تعلیم و تربیت اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو قائمقام ناظر اعلیٰ تجویز فرمایا۔ ۱۳۶

تحفہ شہزادہ ویلز

۲۷/ فروری ۲۲ء کو پرنس آف ویلز کی خدمت میں جبکہ وہ لاہور آئے تھے جماعت احمدیہ کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا اور پھر ایک مرصع رو پہلی کشتی میں ممبران وفد نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''تحفہ شہزادہ ویلز'' انہیں پیش کی جس میں انہیں اسلام کی تبلیغ کی گئی تھی۔ اس موقعہ پر جماعت کے جن معززین کو اس وفد میں شمولیت کے لئے منتخب کیا گیا ان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی شامل تھے۔ ۱۳۷

ناظر اوّل کا عہدہ

مارچ ۲۲ء میں اعلان کیا گیا کہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے نظارت کے صیغوں کی مزید نگرانی بالخصوص محکمہ تجارت کی نگرانی کے لئے ناظر اعلیٰ کے علاوہ ایک نیا عہدہ ناظر اوّل کا تجویز فرمایا ہے اور اس پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر فرمایا ہے۔ ۱۳۸

مئی ۲۲ء میں آپ نے مدرسہ احمدیہ کے طلباً کے لئے ایک وظیفہ خود اپنی گرہ سے جاری فرمایا۔ ۱۳۹

''تبلیغ ہدایت'' کی اشاعت

۱۹۲۲ء کے سالانہ جلسہ پر جو نئی کتب شائع ہوئیں ان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی کتاب ''تبلیغ ہدایت'' بھی تھی جو دو سو آٹھ صفحات پر مشتمل تھی۔ الفضل نے اس پر ریویو کرتے ہوئے لکھا کہ

''جناب کی ذات گرامی سے ہمیں بڑی بڑی توقعات ہیں اور ہماری توقعات کو اس تازہ تصنیف نے نہ صرف بہت زیادہ بڑھا دیا ہے بلکہ درجہ یقین تک پہنچا دیا ہے۔ اس لئے اپنے قلم مبارک کو اب تھمنے نہ دیجئے اور نئے نئے رشحات سے بہرہ اندوز فرماتے رہیے۔'' ۱۴۰

۱۹۲۳ء کے واقعات

فتنۂ ارتداد

مارچ ۲۳ء میں یوپی میں ارتداد کا فتنہ شروع ہوگیا اور آریوں نے ہزاروں ملکانہ راجپوتوں کو ورغلا کر شدھ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے انسداد کے لئے فوری طور پر ایک نیا صیغہ ''انسداد فتنۂ ارتداد ملکانہ'' کے نام سے قائم فرما دیا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو اس کا افسر مقرر فرمایا۔ چونکہ ارتداد کی رَو بڑے زور سے بڑھ رہی تھی اس لئے حالات کا جائزہ لینے کے لئے ۸/اپریل ۲۳ء کو آپ خود آگرہ تشریف لے گئے آپ کے ساتھ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب بھی تھے۔ چنانچہ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال جو ان دنوں آگرہ میں متعین تھے اور جنہیں حضور نے ''امیر وفد المجاہدین'' بنایا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

> ''حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم-اے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دوسرے فرزند ہیں اور حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیرکوٹلہ ریاست ۹/اپریل کو آگرہ تشریف لائے ہیں تاکہ بنفس نفیس فتنۂ ارتداد کے حالات اور واقعات کا مطالعہ فرمائیں۔ ان بزرگوں کی تشریف آوری انشاء اللہ تعالیٰ مبلغین جماعت احمدیہ قادیان کے جوش ایمانی اور خدمت دینی میں خاص ولولہ پیدا کرے گی۔'' [۱۴۱]

۲۳/اپریل کو آپ علاقہ ارتداد سے واپس تشریف لے آئے۔ [۱۴۲]

کفر و اسلام کی جنگ

آپ نے اپنی مشہور تصنیف ''سلسلہ احمدیہ'' میں اپنے اس دورہ کے تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

> ''خاکسار مؤلف رسالہ ہذا کو ان ایام میں خود اس علاقہ میں جا کر حالات دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا اور میرے دل پر جو اثر تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک عظیم الشان جنگ تھی جس کا محاذ قریباً ایک سو میل کی وسعت پر پھیلا ہوا تھا اور اس وسیع محاذ پر اسلام اور کفر کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل پر تخت یا تختہ کے عزم کے ساتھ ڈیرہ جمائے پڑی تھیں۔ دوران جنگ میں احمدیت کے جنگجو دستہ کے لئے بعض

خطرے کے موقعے بھی پیش آئے۔ جن میں بعض اوقات غنیم نے نازک حالات پیدا کر دیے اور ایسا تو کئی دفعہ ہوا کہ احمدی والنٹیئر اپنی کوشش سے ایک شدھ گاؤں کو اسلام میں واپس لائے مگر ہندو دستہ نے پھر یورش کر کے اُسے پھسلا دیا مگر احمدیوں نے دوبارہ حملہ کر کے پھر دوسری دفعہ قلعہ سر کر لیا۔ بعض دیہات نے کئی کئی دفعہ پہلو بدلا کیونکہ اس کشمکش کے دوران میں بعض ملکانہ دیہات میں کچھ لالچ بھی پیدا ہوگیا تھا مگر بالآخر ایک ایک کر کے ہر ہندو مورچہ فتح کر لیا گیا اور خدا کے فضل سے شدھی کے موّاج دریا نے مکمل پلٹا کھا کر اپنا راستہ بدل لیا۔'' [۱۴۳]

احمدیہ ٹورنامنٹ

دسمبر ۲۳ء میں قادیان میں احمدیہ ٹورنامنٹ ہوا۔ ٹورنامنٹ کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کے صدر حضرت صاحبزادہ بشیر احمد صاحب مقرر ہوئے۔ آپ نے انتظامات میں حصہ لینے کے علاوہ اس ٹورنامنٹ میں ریفری شپ کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ چنانچہ درد صاحب مرحوم کی طرف سے جو رپورٹ شائع کی گئی اس میں انہوں نے لکھا:

''ریفری اپنے اپنے وقت پر پہنچتے رہے لیکن سب سے زیادہ محنت اور احتیاط سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ریفری شپ کا کام انجام دیا۔ باوجود جملہ دیگر انتظامات میں بھی حصہ لینے کے آپ لگاتار اہم کھیلوں میں ریفری ہوتے رہے۔'' [۱۴۴]

دسمبر ۲۳ء میں جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اندرون قصبہ اور بیرون قصبہ دونوں کے ناظم یعنی نگران اعلیٰ مقرر کئے گئے۔ [۱۴۵]

دسمبر ۲۳ء کے جلسہ سالانہ پر آپ کی عظیم الشان تصنیف ''سیرۃ المہدی'' کا حصہ اوّل شائع ہوا جو ۲۷۶ صفحات پر مشتمل تھا۔ [۱۴۶]

۱۹۲۴ء کے واقعات

اپریل ۲۴ء میں پھر احمدیہ ٹورنامنٹ ہوا۔ سیکرٹری صاحب احمدیہ ٹورنامنٹ نے اپنی رپورٹ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو اس ٹورنامنٹ کی روح رواں قرار دیا اور بتایا کہ آپ نے کھلاڑیوں کو اپنی طرف سے بعض خاص انعامات بھی عطا فرمائے۔ [۱۴۷]

بہائی فتنہ کیلئے کمیشن کا تقرر

اپریل ۲۴ء میں جب حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اس بات کا علم ہوا کہ

بعض لوگ اپنے عقائد چھپا کر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہوئے در پردہ بہائیت کی تبلیغ کرتے ہیں تو حضور نے اس کی تحقیق کے لئے ایک کمیشن مقرر فرمایا جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی تھے کمیشن نے الزامات کو درست پایا۔ جس کے نتیجہ میں مولوی محفوظ الحق صاحب علمی اور بعض دوسرے افراد کو جماعت سے خارج کر دیا گیا۔[۱۴۸]

۲رمئی ۲۴ء کو آپ نے سیرۃ المہدی حصہ دوم کی تدوین کے کام کا آغاز فرمایا۔[۱۴۹]

اطاعت امام کا نمونہ

۱۵رمئی ۲۴ء کو آپ کی بڑی صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ کا نکاح محترم مرزا رشید احمد صاحب کے ساتھ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔[۱۵۰]

اس نکاح کا خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ نکاح میں فرمایا:

''عزیزم میاں بشیر احمد نے میرے ہی سپرد یہ معاملہ کیا ہے۔ انہوں نے پہلے سے میری رائے پر یہ کام چھوڑا ہوا تھا اور میں نے ہی یہ رشتہ پسند کیا ہے۔ اس عہد کے مطابق ان کی طرف سے اب بھی میں ہی بولوں گا اور قبول کروں گا۔''[۱۵۱]

انکسار اور اطاعت امام کا یہ کیسا شاندار نمونہ ہے کہ اپنی لڑکی کی شادی کا معاملہ آپ نے کلیۃً حضور کی مرضی پر چھوڑ دیا اور اس میں ذرہ بھی دخل نہیں دیا۔ جہاں حضور نے فرمایا وہاں بلاچون وچرا سرتسلیم خم کر دیا۔

امیر الہند کی نیابت

جولائی ۲۴ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سفر یورپ پر تشریف لے گئے تو حضور نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کو جماعت ہائے ہندوستان کیلئے امیر مقرر فرماتے ہوئے انکے ساتھ دو نائب مقرر فرمائے جن میں سے ایک حضرت مفتی محمد صادق صاحب تھے اور دوسرے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب[۱۵۲] اور پھر حضور نے اس امید کا اظہار فرمایا کہ

''خدا تعالیٰ اُن دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی اولاد کے متعلق کی ہیں میاں بشیر احمد صاحب کو توفیق دے گا کہ وہ اس فخر کو جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی ذرّیت میں ہونے کا انہیں بخشا ہے جائز ثابت کریں۔''[۱۵۳]

حضرت امیر المؤمنین کے مضامین کا انگریزی ترجمہ

لنڈن کانفرنس کے لئے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے دو مضامین لکھے تھے۔ ایک وہ جو آجکل ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کے نام سے کتابی صورت میں چھپا ہوا ہے مگر چونکہ اتنا لمبا مضمون کانفرنس میں سنایا نہیں جاسکتا تھا اس لئے دوبارہ حضور نے اس کے لئے ایک مختصر مضمون لکھا۔ ان ہر دو مضامین کا انگریزی ترجمہ حضرت مولوی شیر علی صاحب اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دونوں نے مل کر کیا۔ [۱۵۴]

سادگی کی انتہا

ستمبر ۲۴ء میں آپ کے پاؤں پر پھنسیاں نکل آئیں جن کی وجہ سے جوتا پہننا آپ کیلئے مشکل ہوگیا مگر آپ کی سادگی اور اپنے کام میں انہاک کا یہ عالم تھا کہ آپ ننگے پاؤں ہی دفاتر میں اِدھر اُدھر جاتے رہے۔ چنانچہ ''الفضل'' لکھتا ہے:

> ''حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب کے پاؤں پر چھوٹی چھوٹی پھنسیاں تھیں جن کی وجہ سے جوتا پہننا مشکل تھا۔ آپ کی سادگی پسند اور بے تکلفانہ مزاج کا یہ انتہائی ثبوت ہے کہ آپ ننگے پاؤں اِدھر اُدھر دفاتر میں خدمات سلسلہ کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔'' [۱۵۵]

طلباً مدرسہ کو تحفہ

اکتوبر ۲۴ء میں طلباً مدرسہ احمدیہ کی نئی گراؤنڈز کا افتتاح ہوا۔ یہ گراؤنڈز حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے طلباً مدرسہ کو جسمانی ورزش کے لئے مرحمت فرمائی تھیں۔ [۱۵۶]

سفر یورپ سے واپسی

۲۴/نومبر ۲۴ء کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سفر یورپ سے واپس تشریف لائے حضور کے استقبال کے لئے ہزاروں مخلصین صف بستہ کھڑے تھے۔ جب سب لوگ مصافحہ کر چکے تو حضور نے آگے بڑھ کر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو گلے لگا لیا اور دیر تک معانقہ فرمایا۔ اس وقت آپ کی آنکھوں میں فرط مسرت سے آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ [۱۵۷]

۱۹۲۵ء کے واقعات

اپریل ۲۵ء میں حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب ناظر اعلیٰ چند دن کیلئے ڈسکہ تشریف لے گئے تو ان کی جگہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ناظر اعلیٰ کے فرائض سرانجام دیے۔ [۱۵۸]

اسی ماہ میں مجلس مشاورت کا اجلاس منعقد ہوا تو بعض دوستوں کے ناواجب سوالات پر جو کارکنان سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے حضور نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ سلسلہ کے بہت سے کام ایک کمیٹی کے مشورہ سے طے پاتے ہیں جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے علاوہ ۱۲ ممبر ہیں۔ کیا یہ سب مل کر کوئی بد دیانتی کر سکتے ہیں۔ میری عقل تو اس بات کو نہیں مان سکتی۔ ۱۵۹

مئی ۲۵ء میں پھر احمدیہ ٹورنامنٹ ہوا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی مساعی جمیلہ اور سرگرم دلچسپی سے انتظام بہت اعلیٰ رہا۔ اختتام پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے انعام تقسیم فرمائے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حضور کے سامنے پیش کرتے جاتے تھے۔ ۱۶۰

جون ۲۵ء میں آپ تبدیلیٔ آب وہوا کیلئے منصوری تشریف لے گئے۔[۱۶۱] اور قریباً اڑھائی ماہ وہاں قیام فرمانے کے بعد ۱۵ر ستمبر کو قادیان تشریف لائے۔ ۱۶۲

نومبر ۲۵ء میں سال رواں کی دوسری ششماہی کا ٹورنامنٹ ہوا تو اس میں بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے انتظامی رنگ میں حصہ لے کر کھیلنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ۱۶۳

۱۹۲۶ء کے واقعات

۱۹۲۶ء کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ''سیرۃ المہدی اور غیر مبائعین'' کے زیر عنوان چودہ قسطوں میں ایک مبسوط مضمون لکھ کر ان تمام اعتراضات کا نہایت مسکت اور مدلل جواب دیا جو ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے سیرۃ المہدی کی روایات پر کئے تھے یہ مضمون مئی ۲۶ء سے ستمبر ۲۶ء تک الفضل کے مختلف پرچوں میں شائع ہوتا رہا۔

جولائی ۲۶ء میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بحالیٔ صحت کیلئے ڈلہوزی تشریف لے گئے تو حضور نے مقامی امیر حضرت مولوی شیر علی صاحب کو مقرر فرمایا اور ضروری امور سے متعلق مشورہ کرنے کیلئے تین اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر فرمائی جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شامل تھے۔ ۱۶۴

اگست ۲۶ء میں خان ذوالفقار علی خانصاحب گوہر نائب ناظر اعلیٰ رخصت پر شملہ گئے تو ان کی جگہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو نائب ناظر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ ۱۶۵

۴ر ستمبر کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ڈلہوزی تشریف لے گئے اور ۱۳ر اکتوبر کو واپس تشریف لائے۔[۱۶۶] ۱۵ر اکتوبر ۲۶ء کو آپ نے پھر نظارت تعلیم وتربیت کا چارج لے لیا۔ ۱۶۷

دسمبر ۱۹۲۶ء میں سلسلہ کی طرف سے اخبار ''سن رائز'' کا اجراء ہوا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس کے لئے دس خریدار مہیا کرنے کا وعدہ فرمایا۔[۱۶۸]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی قابلیت

۲۷/دسمبر ۱۹۲۶ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنی تقریر میں بیان فرمایا کہ ایک دوست نے مجھے لکھا ہے کہ قادیان میں بڑے بڑے کارکنوں پر اتنا روپیہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آدھی تنخواہ پر اُن سے زیادہ لائق آدمی مل سکتے ہیں۔ حضور نے اس وسوسہ کا ازالہ فرماتے ہوئے ناظران سلسلہ کی قربانیوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ کس اخلاص اور فدائیت سے کام کر رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا بھی ذکر کیا اور ارشاد فرمایا کہ

> ''میاں بشیر احمد صاحب ایم-اے ہیں۔ وہ ایک سو چالیس روپے لیتے ہیں۔ ہمارا خاندان خاندانی حیثیت سے بھی کوئی معمولی خاندان نہیں۔ ہمارے خاندان نے جو خدمات کی ہیں اُن کے لحاظ سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ پر لگ سکتے ہیں۔ ان کی لیاقت کا یہ حال ہے کہ انہوں نے میرے مضمون کا جو بذریعہ تار افتتاح مسجد پر لنڈن بھیجا گیا۔ انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس مضمون کی انگریزی کے لحاظ سے ولایت کے ایک بڑے آدمی نے لکھا کہ وہ انگریزی کے لحاظ سے کم از کم خان بہادر عبدالقادر صاحب کی لیاقت کا مضمون تھا۔''[۱۶۹]

۱۹۲۷ء کے واقعات

تربیتی امور کے متعلق سوالنامہ

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے ماتحت نظارت تعلیم و تربیت کا کام دوبارہ آپ کے سپرد کیا گیا۔ اس اہم کام کو سرانجام دینے کیلئے جہاں آپ نے اس امر پر بڑا زور دیا کہ جن جماعتوں میں ابھی تک سیکرٹری تعلیم و تربیت مقرر نہ ہوں وہ فوری طور پر اپنا سیکرٹری مقرر کر کے مرکز میں اطلاع دیں وہاں آپ نے تربیت سے تعلق رکھنے والے مختلف شعبوں کی نگرانی کے لئے ایک تفصیلی سوالنامہ مرتب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام امور انسپکٹر تعلیم و تربیت کو اپنے دورہ میں ملحوظ رکھنے چاہئیں۔ یہ سوالات جن سے ہر جماعت کی تربیتی مساعی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے الفضل ۱۵/اپریل ۱۹۲۷ء میں آپ نے شائع فرما دیے۔

مئی ۲۸ء میں آپ نے نظارت تعلیم و تربیت کے کام کے ساتھ ساتھ ناظر اعلیٰ کے فرائض بھی سرانجام دینے شروع فرما دیے۔ ۱۷۰

مئی ۲۷ء میں نظارت بہشتی مقبرہ نے توسیع بہشتی مقبرہ کی تحریک شائع فرمائی اور اس غرض کے لئے افراد جماعت سے دو ہزار روپیہ کی اپیل کی۔ حضرت میاں صاحب نے بھی اس میں چندہ مرحمت فرمایا۔ ۱۷۱

جولائی ۲۷ء میں آپ نے تعلیم الاسلام اولڈ بوائز ایسوسی ایشن قادیان کی تحریک پر اپنی اور اپنے سب خاندان کیطرف سے ''اولڈ بوائز ایسوسی ایشن لاج'' کیلئے دو کنال زمین مرحمت فرمائی۔ ۱۷۲

اشاعت ''سیرت المہدی حصہ دوم'' اور ''ہمارا خدا''

دسمبر ۲۷ء میں آپ نے ''سیرت المہدی'' کا حصہ دوم شائع فرمایا جو ۱۹۱ صفحات پر مشتمل تھا۔ اسی طرح دسمبر ۲۷ء میں ہی آپ کی نئی تصنیف ''ہمارا خدا'' بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے شائع کی۔ یہ کتاب ۱۷۲ صفحات پر مشتمل تھی۔

۱۹۲۸ء کے واقعات

مارچ ۲۸ء میں بحیثیت ناظر تعلیم وتربیت آپ نے اس امر کی پُر زور تحریک فرمائی۔ کہ دوستوں کو اپنے گھروں میں بھی قرآن شریف اور حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس جاری کرنا چاہیے اور یہ درس خاندان کے بزرگ کی طرف سے دیا جانا چاہیے۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ اس درس کے لئے:

> ''بہترین وقت صبح کی نماز کے بعد کا ہے لیکن اگر وہ مناسب نہ ہو تو جس وقت بھی مناسب سمجھا جائے اس کا انتظام کیا جائے۔ اس درس کے موقعہ پر گھر کے سب لوگ مرد، عورتیں، لڑکے، لڑکیاں بلکہ گھر کی خدمت گاریں بھی شریک ہوں اور بالکل عام فہم سادہ طریق پر دیا جائے اور درس کا وقت بھی پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہ ہو تاکہ طبائع میں ملال نہ پیدا ہو۔ اگر ممکن ہو تو کتاب کے پڑھنے کے لئے گھر کے بچوں اور ان کی ماں یا دوسری بڑی مستورات کو باری باری مقرر کیا جائے اور اسکی تشریح یا ترجمہ وغیرہ گھر کے بزرگ کی طرف سے ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس قسم کے خانگی درس ہماری جماعت کے گھروں میں جاری ہو جائیں تو علاوہ علمی ترقی کے یہ سلسلہ اخلاق اور روحانیت کی اصلاح کیلئے بھی بہت مفیدوبابرکت ہوسکتا

ہے۔'' [۱۷۳]

مارچ ۲۸ء میں ہی جب سائمن کمیشن لاہور پہنچا تو جماعت احمدیہ کے معززین کا ایک وفد اس کی ملاقات کے لئے گیا۔ اس وفد میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شریک ہوئے۔ [۱۷۴]

۲۱/جون ۲۸ء کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ ڈلہوزی تشریف لے گئے تو حضور نے اپنے بعد پہلی مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقامی امیر مقرر فرمایا۔ [۱۷۵]

مقامی امیر کی پوزیشن

آپ کو اپنی امارت کے ایام میں بڑی سختی کے ساتھ اس امر کا احساس ہوا کہ قادیان کے منصب امارت کے متعلق .... جماعت میں بعض احباب کو غلط فہمی ہو رہی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ قادیان کے امیر کو وہی یا قریباً قریباً وہی اختیارات حاصل ہیں جو خلیفۂ وقت کو خدا کی طرف سے حاصل ہیں۔ چنانچہ آپ نے ''مقامی امیر کی پوزیشن'' کے زیر عنوان ایک مضمون لکھا اور اس امر کی وضاحت فرمائی کہ گویہ درست ہے کہ مقامی امیر اپنے حلقہ میں خلیفۂ وقت کا قائمقام ہوتا ہے مگر اس کی پوزیشن ایسی ہی ہے جیسا کہ دوسرے مقامات کے مقامی امیروں کی۔ گو اس میں شک نہیں کہ مرکز کی اہمیت کی وجہ سے اسکی ذمہ داری دوسرے امراء سے زیادہ ہے۔ لیکن بہر حال وہ ایک مقامی امیر ہے۔ اسے کوئی زائد اختیار یا زائد رتبہ دوسرے مقامی امیروں پر حاصل نہیں ہے۔ [۱۷۶]

ستمبر ۲۸ء کے آخر میں سیرۃ خاتم النبیین حصہ دوم لکھنے کیلئے آپ کو نظارت تعلیم وتربیت کے کام سے فارغ کر دیا گیا اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو ناظر تعلیم وتربیت مقرر کر دیا گیا۔ [۱۷۷]

مارچ ۲۹ء میں جب مجلس شوریٰ میں نظارتوں کی طرف سے سالانہ کارگذاری کی رپورٹیں پیش ہوئیں تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی اپنے کام کی رپورٹ پیش کی اور اس میں تحریر فرمایا کہ:

> ''ابتداءً جس طرح میں نے اس کام (یعنی سیرۃ خاتم النبیین کے کام) کو شروع کیا تھا وہ رنگ اور تھا اور اب اور ہے۔ اس وقت میں نے اپنی رائے اور خیال سے اپنی ذاتی ذمہ داری کی بناء پر ریویو آف ریلیجنز کے نمبروں میں ''سیرۃ خاتم النبیین'' کے متعلق ''ہمارا آقا'' کے عنوان کے ماتحت ایک سلسلہ مضامین شروع کیا

تھا۔ اس سلسلہ مضامین کا مقصد زیادہ تر یہ تھا کہ مسلمان نوجوانوں کے واسطے ایک سادہ اور عام فہم رنگ میں آنحضرت ﷺ کے سوانح جمع کر دیے جائیں اور سیرت کا پہلا حصہ اسی مقصد کے ساتھ شائع کیا گیا۔ لیکن اب حالات مختلف ہیں۔ اوّل تو اب یہ کام میرے سپرد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت کی طرف سے کیا گیا ہے اور دوسرے اب یہ تصنیف محض طلباً اور نوجوان طبقہ کے لئے مقصود نہیں بلکہ سب کے لئے اور خصوصاً غیر مذاہب والوں کے واسطے مقصود ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر ظاہر ہے کہ اب اس کام کی اہمیت اور ذمہ داری بہت زیادہ ہوگئی ہے اور اسی لئے طبعًا اب کام کی رفتار پہلے جیسی نہیں رہی کیونکہ اب مجھے اپنا ہر قدم زیادہ غور وفکر کے بعد اُٹھانا پڑتا ہے۔'' ۱۷۸

قادیان جانیوالی پہلی ریل گاڑی پر آپکا سفر

۱۹ر دسمبر ۲۸ء کو چونکہ پہلی دفعہ امرتسر سے قادیان کے لئے ریل روانہ ہونی تھی اس لئے قادیان سے بہت سے مرد اور عورتیں اور بچے امرتسر پہنچ گئے تا کہ وہ اس پہلی گاڑی میں سفر کر سکیں۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضور کے اہل بیت بھی تشریف لے گئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی اپنے اہل بیت کے ہمراہ امرتسر گئے اور تمام دوست حضور کی معیت میں پہلی گاڑی پر قادیان پہنچے۔ ۱۷۹

۲۹ء میں آپکا سفر کشمیر

اگست ۲۹ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سرینگر (کشمیر) تشریف لے گئے۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بھی ان دنوں تبدیلیٔ آب وہوا کے لئے کشمیر تشریف رکھتے تھے۔ ۱۸۰

دشمنوں کی ایک بے بنیاد افواہ

جون ۳۰ء میں اخبار ''ٹریبیون '' میں کسی بد باطن نے حضرت امیر المومنین کے انتقال کی جھوٹی خبر شائع کرا دی جس سے تمام ملک کے احمدیوں میں غم واضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی اور انہوں نے دریافت حالات کے لئے مرکز میں تار بھجوانے شروع کر دیے۔ اس موقعہ پر مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین نے بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو ہمدردی کا تار ارسال فرمایا اور جب آپ نے انہیں جواب دیا کہ وفات کی خبر بالکل جھوٹ ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح بخیر وعافیت ہیں تو جناب مولوی محمد علی صاحب نے آپ کو خط لکھا کہ

''خدا کا شکر ہے کہ یہ خبر غلط نکلی۔ اس سے پہلے اخبار ٹریبیون سے بھی معلوم ہوگیا تھا کہ غلط خبر محض کسی شخص کی شرارت کا نتیجہ تھی۔ افسوس ہے کہ لوگ اس قسم کی کمینہ کاروائیوں سے دوسروں کو تکلیف میں ڈالتے ہیں۔'' ۱۸۱

تحفہ لارڈ ارون کے انگریزی ترجمہ کی نظر ثانی

۸؍اپریل ۱۹۳۱ء وائسرائے ہند لارڈ اون کی خدمت میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا تحریر فرمودہ مضمون جو ''تحفہ لارڈ ارون'' کے نام سے چھپا ہوا ہے۔ وائسریگل لاج میں پیش کیا گیا۔ اس مضمون کا انگریزی میں مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ نے ترجمہ کیا تھا اور ترجمہ کی نظر ثانی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے فرمائی۔ ۱۸۲

صدر انجمن احمدیہ کے قواعد و ضوابط کی تشکیل

صدر انجمن احمدیہ کے قواعد وضوابط ابھی تک یکجائی صورت میں جمع نہیں تھے۔ صدر انجمن احمدیہ نے ان قواعد کو جمع کرنے کا کام ایک کمیٹی کے سپرد کیا جس کے ممبر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت میر محمد اسحاق صاحب اور حضرت مرزا محمد شفیع صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ تھے۔ اس کمیٹی نے مئی ۱۹۳۱ء میں قواعد کا مجموعہ تیار کر کے انجمن میں اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ یہ مجموعہ مختلف مراحل میں سے گذرنے کے بعد ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ آخری نظر ثانی بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ہی فرمائی۔ ۱۸۳

آزادیٔ کشمیر کیلئے جدوجہد

جولائی ۱۹۳۱ء میں جب مسلمانان کشمیر کی آزادی کے لئے آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم ہوئی اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزادی کے لئے جدوجہد شروع فرمائی تو اس وقت حضور نے قادیان میں ایک پبلسٹی کمیٹی قائم کی جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شریک تھے۔ ۱۸۴ اور پھر عملی طور پر حضور نے اپنے اکثر سفروں میں جو تحریک کشمیر کے سلسلہ میں کئے گئے آپ کو اپنے ساتھ رکھا۔ چنانچہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا ایک ہنگامی اجلاس ۲۴؍اکتوبر ۱۹۳۱ء کو لاہور میں ہؤا جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شریک ہوئے۔ ۱۸۵

نومبر ۱۹۳۱ء میں حضور معاملات کشمیر کے سلسلہ میں لاہور تشریف لے گئے تو اس سفر میں بھی حضور آپ کو ساتھ لے گئے۔ ۱۸۶

ذاتی مشاہدہ

خود حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حضور کے ان سفروں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''سلسلہ احمدیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''ان ایام میں حالات نے اس قدر جلدی جلدی پلٹا کھایا کہ جیسے ایک تیز رو فلم کی تصویریں سنیما کے پردے پر دوڑتی ہیں اور خود حضرت خلیفۃ المسیح کا یہ حال تھا اور یہ میں اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کرتا ہوں کیونکہ میں اکثر موقعوں پر آپ کے ساتھ رہا کہ آپ اس عرصہ میں گویا ہر وقت پا در رکاب تھے۔ آج یہاں ہیں تو کل لاہور اور پرسوں دلی اور اترسوں وزیر آباد اور اگلے دن سیالکوٹ اور پھر راولپنڈی اور پھر ایبٹ آباد اور پھر اس سے پرے کشمیر کی سرحد پر اور پھر کہیں اور۔ غرض ایک مسلسل حرکت تھی جس میں مختلف لوگوں سے ملنا۔ کشمیر سے آنے والے لیڈروں کی رپورٹ سننا اور ہدایات دینا۔ کشمیر کمیٹی کے جلسے کروانا۔ پریس میں رپورٹیں بھجوانا ریاست اور گورنمنٹ کے افسروں سے ملاقات کرنا کرانا وغیرہ ہر قسم کا کام شامل تھا۔'' [۱۸۷]

حالات کشمیر پر ایک پمفلٹ

انہی ایام میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ''کشمیر کے حالات'' کے نام سے ایک ٹریکٹ شائع کیا۔ یہ ٹریکٹ آجکل نایاب ہے مگر مکرم ملک فضل حسین صاحب نے اپنی کتاب ''مسلمانان کشمیر اور ڈوگرہ راج'' کے صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷ پر اس کا ایک طویل اقتباس درج کیا ہے۔

''سیرۃ خاتم النبیین حصہ دوم'' کے متعلق حضرت امیر المؤمنین کی رائے

اسی سال اگست ۱۹۳۱ء میں آپ کی مشہور تصنیف سیرۃ خاتم النبیین کا حصہ دوم ۵۶۲ صفحات پر مشتمل شائع ہوا۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۷/ دسمبر ۱۹۳۱ء کو جلسہ سالانہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے اس کا بہت سا حصہ دیکھا ہے۔ اس کے متعلق مشورے بھی دیے ہیں اور جہاں مجھے شدید اختلاف ہوا ہے وہاں میں نے اصلاح بھی کرائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں رسول کریم ﷺ کی جتنی سیرتیں شائع ہو چکی ہیں ان میں سے یہ بہترین کتاب ہے۔ اردو سیرتوں سے ہی نہیں بلکہ بعض لحاظ سے عربی سیرتوں کے متعلق

بھی کہہ سکتے ہیں کہ کوئی ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی کیونکہ اس تصنیف میں ان علوم کا بھی پر تو ہے جو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ذریعے حاصل ہوئے۔'' ۱۸۸

ناظر تالیف وتصنیف

۱۹۳۲ء کے شروع میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نظارت تالیف وتصنیف میں ''قائمقام ناظر تالیف وتصنیف'' کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۸۹

دارالحمد کی بنیاد

۲۵/اپریل ۳۲ء کو حضرت امیر المؤمنین نے اپنی کوٹھی واقعہ دارالا نوار کی بنیاد رکھی۔ پہلے حضور نے جنوب کی طرف پانچ اینٹیں بطور بنیاد رکھیں اور پھر شمال مغربی طرف پہلے ایک اینٹ خود رکھی اور چار اینٹیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت سید ناصر شاہ صاحب اور حضرت پیر افتخار احمد صاحب سے رکھوائیں۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے دفاتر کا افتتاح

اسی دن نو بجے کے قریب حضور نے صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کا افتتاح فرمایا جو مسجد اقصیٰ کی قریبی عمارت میں منتقل کئے گئے تھے۔ اس موقعہ پر الفضل نے لکھا:

> ''پرانی عمارت کی درستی اصلاح اور دفاتر کی ترتیب میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنا بہت سا وقت صرف فرمایا اور تمام کام آپ کی ہدایات کے ماتحت نہایت عمدگی کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ اگرچہ اس عمارت میں سب سے پہلے حضرت میاں صاحب موصوف کا ہی دفتر آیا تھا اور اس وقت آیا تھا جبکہ عمارت نہایت خستہ حالت میں تھی اور پھر عمارت کی مرمت اور آراستگی کا سارا کام آپ نے ہی کرایا لیکن جب دفاتر کو اسمیں منتقل کیا گیا تو آپ نے اپنے لئے ناظر صاحب اعلیٰ کا پہلا دفتر پسند فرمایا۔'' ۱۹۰

دوستوں سے مشورہ

۲۰/جون ۳۲ء کو آپ نے اعلان فرمایا کہ میں اب سیرۃ المہدی حصہ سوم کی تالیف کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اگر سیرۃ المہدی کی تصنیف کو زیادہ مفید بنانے کے لئے کوئی تجویز ہو تو اس سے مطلع فرمائیں نیز اگر اُن کی رائے میں سیرت کے حصہ اوّل و دوئم میں کوئی بات قابل تشریح ہو یا کوئی نقص یا کمزوری ہو جس کے دور کرنے کی ضرورت ہو تو اس سے بھی اطلاع دیں۔ ۱۹۱

احمدیہ یونیفارم

۱۵رستمبر ۳۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے مرکزی دفاتر اور صیغہ جات کے تمام کارکن احمدیہ کور کی یونیفارم پہن کر دفاتر میں آئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب اور جناب چوہدری فتح محمد صاحب بھی مجوزہ یونیفارم پہنے ہوئے تھے۔ ۱۹۲

ایک کمیشن کی صدارت

۱۸رستمبر کو جامعہ احمدیہ کی مبلغین کلاس میں داخل ہونے والے امیدواروں کو منتخب کرنے کے لئے ایک کمیشن نے ان کا امتحان لیا جس کے صدر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تھے۔ ۱۹۳

ہوائی جہاز پر پرواز

۳۰ردسمبر ۳۲ء کو ایک مشہور ہندوستانی ہوا باز مسٹر چاولہ اپنے ہوائی جہاز پر لاہور سے قادیان آئے اور اسٹیشن کے پاس کھلے میدان میں اترے۔ چاولہ صاحب نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ حضور جہاز میں کچھ دیر پرواز فرمائیں۔ چنانچہ حضور یکم جنوری ۳۳ء کو اسٹیشن کے پاس کھلے میدان میں تشریف لے گئے۔ جہاں مردوں اور عورتوں کا ایک بہت بڑا ہجوم جمع تھا۔ جہاز نے تین دفعہ پرواز کی۔ پہلی دفعہ اس میں حضرت مرزا بشیر احمد اور سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ سوار ہوئے۔ دوسری دفعہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور سیدہ امۃ القیوم صاحبہ نے پرواز کی اور تیسری دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ پرواز کی۔ ۱۹۴

تعلیم وتربیت کی نگرانی

فروری ۳۳ء میں چونکہ درد صاحب مرحوم جو تعلیم وتربیت کے ناظر تھے بطور مبلغ ولایت تشریف لے گئے۔ اس لئے ۵رفروری سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو پھر ناظر تعلیم وتربیت مقرر کر دیا گیا۔ ۱۹۵

ایک ناگوار واقعہ

درد صاحب مرحوم کے انگلستان جانے پر ۲رفروری کو بعض طلبأ اور اساتذہ کی طرف سے بعض ناگوار حرکات کا ارتکاب ہوا جس پر حضور نے ۴رفروری سے اس معاملہ کی بذات خود تحقیق شروع فرمائی اور اپنے ساتھ بطور مشیر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال کو رکھا۔ یہ تحقیقات ۱۶رفروری تک جاری رہی۔ ۱۹۶

احمدیہ یونیورسٹی کے قیام کی تجویز

مجلس مشاورت منعقدہ ۱۹۳۳ء میں نظارت تعلیم وتربیت کی طرف سے ایک تجویز ''احمدیہ یونیورسٹی'' کے قیام کیلئے پیش کی گئی۔تبادلۂ خیالات کے بعدحضور نے ارشاد فرمایا کہ نظارت تعلیم وتربیت اس بارہ میں مزید معلومات جمع کرے اورپھر اسکے بعدایک کمیٹی مقرر کی جائے جو ''احمدیہ یونیورسٹی'' کے متعلق ایک مناسب سکیم پیش کرے تاکہ اس پر غور کیا جاسکے۔ اس کمیٹی میں حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو بھی ممبر نامزد فرمایا تھا۔ مگر جب درد صاحب کے ولائت جانے پر آپ ناظر تعلیم وتربیت مقرر ہوئے تو حضور نے آپکی جگہ چوہدری محمد شریف صاحب منٹگمری کوممبر بنا دیا۔ ۱۹۷
اس کمیٹی نے آخر جون ۱۹۳۴ء میں اپنی رپورٹ پیش کی ۔ ۱۹۸

زمینوں کے حسابات

۱۹۳۰ء میں مرزا اکرم بیگ صاحب نے قادیان میں اپنی کچھ مملوکہ زمین فروخت کی تھی۔ اس کے متعلق ان کے لڑکے نے دعویٰ استقراریہ سینئر سب جج صاحب گورداسپور کی عدالت میں دائر کر دیا۔ اس مقدمہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شہادت کے لئے تشریف لے گئے اور ۲۵رمئی ۱۹۳۳ء کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بھی مدعی کے اصرار پر عدالت میں گواہی کے لئے تشریف لے گئے۔ مدعی کے وکیل نے سوال کیا کہ آپ کی جدی جائیداد یا اس جائیداد کا کوئی حساب کتاب ہے جو آپ خریدتے ہیں۔حضور نے جواب دیا کہ یہ تمام حساب کتاب میرے چھوٹے بھائی مرزا بشیر احمد صاحب رکھتے ہیں۔ اس نے دوسرا سوال یہ کیا کہ جس جائیداد کے متعلق یہ مقدمہ چل رہا ہے اس کا کوئی حساب کتاب آپ کے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی حساب نہیں۔ مرزا بشیراحمد صاحب کے پاس ہے۔ ۱۹۹

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو ہدایات

اگست ۱۹۳۳ء میں آپ کے صاحبزادے محترم مرزا مظفر احمد صاحب مقابلہ کے امتحان کی شرکت اور قانون کی تعلیم کی غرض سے ولایت تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے انہیں نہایت قیمتی ہدایات سے نوازا جو آج بھی ولایت کا سفر کرنے والوں کو اپنے مدنظر رکھنی چاہئیں۔ یہ ہدایات الفضل ۳۱را کتوبر ۱۹۳۳ء میں شائع ہو چکی ہیں۔

ایک مبارک تحریک

اس سال آپ نے پہلی مرتبہ اصلاح نفس کے لئے جماعت میں یہ تحریک جاری فرمائی کہ

جن احباب کو توفیق ملے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء مبارک کے مطابق یہ عہد کریں کہ ہم اپنی فلاں کمزوری اس رمضان میں چھوڑ دیں گے اور پھر اس کے کبھی قریب نہیں جائیں گے۔ اس طرح اس رمضان میں ان کی کم از کم ایک کمزوری دور ہو جائے گی۔ آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ جو دوست ایسا عہد کریں وہ نظارت تعلیم وتربیت کو بھی اطلاع دیں تا کہ ان کے نام دعا کے لئے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں حضور کی خدمت میں پیش کئے جا سکیں۔ اس تحریک کا خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑا اچھا اثر ہوا اور ۳۳ء میں ۲۳۶ دوستوں نے اپنی ایک ایک کمزوری چھوڑنے کا عہد کیا۔ یہ تحریک حضرت میاں صاحب موصوف نے آخر تک جاری رکھی اور ہزارہا احباب نے اس سے فائدہ اُٹھایا۔ [۲۰۰]

سندات کا رجسٹر

آپ سے پہلے مدرسہ احمدیہ کے فارغ التحصیل طلبأ کو نظارت تعلیم وتربیت کی طرف سے کوئی سند نہیں دی جاتی تھی مگر ۳۳ء سے آپ نے فیصلہ فرمایا کہ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل طلبأ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کی جماعت دہم کے دینیات پاس کرنے والے طلباء کو سندات دی جایا کریں۔ چنانچہ اس کے بعد سندات کا اجراء ہوا۔ اسی طرح امتحان کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پاس کرنے والوں کو بھی سندات دی جانے لگیں۔ [۲۰۱]

قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ پر نظر ثانی

قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور تفسیری نوٹوں کی تیاری کا کام حضرت مولوی شیر علی صاحب کے سپرد تھا۔ ۳۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ انگریزی ترجمۃ القرآن پر نظر ثانی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ مل کر کی جائے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے فرائض کے علاوہ اس اہم دینی خدمت کو بھی سرانجام دینا شروع کر دیا۔ [۲۰۲]

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور رؤیا وکشوف کے مجموعہ کی تیاری

اسی سال حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور رؤیا وکشوف کے مجموعہ کی تیاری کے لئے سات ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی قائم فرمائی۔ جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شریک تھے۔ اس کمیٹی کے سپرد یہ کام تھا کہ تمام الہامات اور رؤیا وکشوف کو مرتب کرتے وقت صحیح طور پر اندراجات کے تمام اصول کو زیر نظر رکھا جائے تا کہ اس مجموعہ کی نہایت صحت کے ساتھ تکمیل ہو سکے۔ عملی طور پر یہ کام فروری ۳۴ء سے شروع ہوا جس میں

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب فاضل ، محترم شیخ عبدالقادر صاحب فاضل مربی سلسلہ احمدیہ لاہور اور مولوی عبدالرشید صاحب زیروی نے نمایاں حصہ لیا۔ [۲۰۳]

۱۹۳۴ء کے واقعات

ہندوستان کے شمال مشرق کا تباہ کن زلزلہ

۱۵رجنوری ۳۴ء کو ہندوستان کے شمال مشرق میں ایک تباہ کن زلزلہ آیا جس نے صوبہ بہار اور ریاست نیپال اور بنگال کے بعض حصوں میں ایک قیامت برپا کر دی۔ زلزلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰راپریل ۰۷ء کو یہ رؤیا دیکھا تھا کہ:

''بشیر احمد کھڑا ہے وہ ہاتھ سے شمال مشرق کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ زلزلہ اس طرف چلا گیا۔'' [۲۰۴]

اس رؤیا میں جہاں اس تباہ کن زلزلہ کی خبردی گئی تھی وہاں یہ بھی بتایا گیا کہ یہ زلزلہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی زندگی میں آئے گا اور ایسا ہوگا کہ ابتداءً آپ ہی اس پیشگوئی کی طرف توجہ دلائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کی زندگی میں ہی یہ زلزلہ آیا اور پھر جماعت میں سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی طرف آپ کا ذہن ہی منتقل ہوا۔ آپ خود اس کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب ۱۵رجنوری ۳۴ء کے زلزلہ کی خبریں اخبارات میں شائع ہوئیں تو اس کے چند روز بعد ایک رات میں نے یوں محسوس کیا کہ مجھے بے خوابی کا عارضہ لاحق ہے اور نیند نہیں آتی۔ حالانکہ عموماً مجھے بے خوابی کی شکایت نہیں ہوا کرتی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کا مجموعہ ''البشریٰ'' اٹھا کر اُسے پڑھنا شروع کیا اور میں صبح کے ساڑھے چار بجے تک اُسے پڑھتا رہا۔ آخر میں میری نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس رویاء پر پڑی کہ بشیر احمد شمال مشرق کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ زلزلہ اس طرف چلا گیا۔ مگر اسوقت بھی مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ اس میں ۱۵رجنوری کے زلزلہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی اور جب میں صبح اُٹھا تو دن کے دوران میں اچانک ایک بجلی کی چمک کی طرح میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ خواب اسی زلزلہ پر چسپاں ہوتی ہے اور پھر جب میں نے اس کے حالات پر غور کیا تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہی وہ

زلزلہ ہے جو ہندوستان کے شمال مشرق میں آنا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس کا ذکر حضرت مولوی شیر علی صاحب اور بعض دوسرے دوستوں کے ساتھ کیا اور سب نے حیرت کے ساتھ اس سے اتفاق کیا کہ ہاں یہ وہی زلزلہ ہے اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اب مناسب ہے کہ بشیر احمد ہی اس زلزلہ کے متعلق ایک مضمون لکھ کر شائع کرے۔'' ۲۰۵

چنانچہ ''ایک اور تازہ نشان'' کے زیرِ عنوان آپ نے اس پیشگوئی کے متعلق ایک ٹریکٹ لکھا جو بکثرت تقسیم کیا گیا۔

امتحان پاس کرنے کے گُر

اسی طرح آپ نے ان ایام ایک رسالہ ''امتحان پاس کرنے کے گُر'' بھی شائع کیا کیونکہ آپ نے یہ محسوس کیا کہ

> ''طالبعلم محنت کر کے امتحانات کے لئے مقررہ کتابیں تو تیار کر لیتے ہیں لیکن امتحان دینے کے طریق اور فن کو نہیں جانتے جس کی وجہ سے بہت سے طالبعلم باوجود تیاری کے امتحانوں میں فیل ہو جاتے ہیں یا کم از کم اتنے نمبر حاصل نہیں کر سکتے جو انہیں تیاری کے لحاظ سے حاصل کرنے چاہئیں۔''

یہ رسالہ طلباً کیلئے نہایت اعلیٰ ہدایات پر مشتمل ہے۔ ۲۰۶

عید کے موقعہ پر دعوت طعام

۱۷ر جنوری ۳۴ء کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت عیدالفطر کی تقریب پر تمام جماعت قادیان کو دعوت طعام دی گئی۔ عورتوں اور بچوں کے لئے گھروں میں کھانا پہنچایا گیا اور تمام صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان لوگوں نے جن کے نام قرعہ اندازی سے نکلے حضور کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں کھانا کھایا۔ اس دعوت کا جنرل انتظام حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے سپرد تھا۔ ۲۰۷

جائنٹ ناظر بیت المال

جون ۳۴ء میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختلف جائنٹ ناظران بیت المال کا تقرر فرمایا جن کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے اپنے حلقہ کی انجمنوں اور افراد کی مالی پوزیشن کی صحیح تشخیص کرائیں اور اسکی رو سے ہر ایک انجمن کے چندے کا بجٹ تیار کیا جائے اور اس فیصلہ کے ماتحت

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو بھی جائنٹ ناظر بیت المال مقرر کیا گیا اور ضلع جالندھر اور ہوشیار پور کا علاقہ تشخیص بجٹ کے لئے آپ کے سپرد کیا گیا۔ ۲۰۸

سفر مالیر کوٹلہ

۴؍اگست ۳۴ء کو آپ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی شادی کی تقریب پر مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے۔ ۲۰۹

قائمقام ناظر تالیف و تصنیف

۱۵؍مئی سے ۱۵؍نومبر ۳۴ء تک حضرت مولوی شیر علی صاحب بسلسلہ ترجمۃ القرآن مری پہاڑ پر آن ڈیوٹی رہے۔ اس اثنا میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب قائم مقام ناظر تالیف وتصنیف کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۲۱۰

امانت فنڈ کمیٹی میں آپ کی شرکت

نومبر ۳۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے امانت فنڈ کے خرچ اور روپیہ کی حفاظت کیلئے نو افراد پر مشتمل ایک کمیٹی قائم فرمائی جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شریک تھے۔ ۲۱۱

۱۹۳۵ء کے واقعات

شہادت صفائی

۲۸؍مارچ ۳۵ء کو سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے مقدمہ میں شہادت صفائی دینے کے لئے آپ گورداسپور تشریف لے گئے۔ ۲۱۲

تشخیص بجٹ کا کام

مئی ۳۵ء میں پھر تشخیص بجٹ کے لئے جو جائنٹ ناظر صاحبان بیت المال حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے اُن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شامل تھے۔ اس دفعہ ضلع ہوشیار پور، جالندھر، لدھیانہ، ریاست ہائے نابھہ اور پٹیالہ کی جماعت ہائے احمدیہ کی تشخیص بجٹ کا کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ ۲۱۳

سفر سندھ

۹؍مئی ۳۵ء کو آپ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ اراضیات سندھ کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ۲۱۴

مجوزہ احمدیہ یونیورسٹی کا ڈھانچہ

مئی ۱۹۳۵ء میں جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم-اے نے جو ''سب کمیٹی برائے تجویز احمدیہ یونیورسٹی'' کے سیکرٹری تھے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو لکھا کہ کمیٹی کا کام شروع کرنے کیلئے نظارت ایک رپورٹ مرتب کر دے اسکے بعد مجوزہ کمیٹی کام شروع کر سکے گی چنانچہ وسط جون ۱۹۳۵ء میں آپ نے احمدیہ یونیورسٹی کیلئے ایک ڈھانچہ مرتب کر کے سیکرٹری صاحب کو بھجوا دیا۔ ۲۱۵

بعض سابقہ تصانیف کا دوسرا ایڈیشن

چونکہ آپ کی سابقہ تصنیفات سیرۃ خاتم النّبیین حصہ اول اور سیرۃ المہدی حصہ اوّل عرصہ سے ختم ہوچکی تھیں اور ان کی مانگ زیادہ تھی اس لئے ۱۹۳۵ء میں ان ہر دو کتب کا دوسرا ایڈیشن چھپوانے کیلئے ان کتابوں کی نظر ثانی کی گئی اور مناسب جگہوں پر مضامین کی اصلاح اور کمی بیشی کی گئی اور بعد تحقیق ضروری حوالہ جات بڑھائے گئے۔ بالخصوص سیرۃ خاتم النّبیین حصہ اوّل میں کافی اضافہ کیا گیا جس سے یہ کتاب ایک طرح سے گویا نئی کتاب بن گئی۔ یہ دونوں کتابیں ۱۹۳۵ء میں شائع کر دی گئیں۔ ۲۱۶

''پیغام صلح'' اور ''ابنائے فارس'' کے ترجمہ پر نظر ثانی

اسی سال آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ''پیغام صلح'' کے انگریزی ترجمہ پر نظر ثانی فرمائی۔ اسی طرح مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز بی-اے کے انگریزی رسالہ ''ابنائے فارس'' پر بھی آپ نے نظر ثانی فرمائی۔ ۲۱۷

مسئلہ غلامی پر بحث

آپ نے اپنی تصنیف سیرۃ خاتم النّبیین حصہ دوم میں مسئلہ غلامی پر جو بحث فرمائی تھی اس کا دوران سال میں حضرت مولوی شیر علی صاحب نے انگریزی ترجمہ کیا اور آپ نے نظر ثانی فرمائی۔ اس کے بعد مئی ۱۹۳۵ء میں اسے ''اسلام اور غلامی'' کے نام سے ایک رسالہ کی صورت میں علیحدہ شائع کر دیا گیا۔ ۲۱۸

''ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ'' اور ''محامد خاتم النّبیینؐ'' کی تیاری

آپ نے ناظر تعلیم وتربیت کی حیثیت سے جو عظیم الشان کام سر انجام دیے ان میں سے ایک اہم کام یہ ہے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات کا مجموعہ تیار کرانے کا کام اپنی نگرانی میں شروع فرمایا۔ جس کی پہلی جلد دسمبر ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ اسی طرح آپ ہی کی تحریک

پر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب فاضل نے ''محامد خاتم النّبیین ﷺ'' کے نام سے ایک نہایت ایمان افروز کتاب مرتب فرمائی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان عشق و محبت سے بھرے ہوئے کلمات طیبات پر مشتمل ہے جو آپ نے رسول کریم ﷺ کی تعریف میں فرمائے۔ یہ کتاب جنوری ۳۶ء میں شائع ہوئی۔ [۲۱۹]

تالیف وتصنیف کے فرائض

اس سال بھی آپ نے نظارت تعلیم وتربیت کے فرائض سر انجام دینے کے ساتھ ساتھ نظارت تالیف وتصنیف کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ چنانچہ آپ نظارت تالیف وتصنیف کی سالانہ رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''سال زیر رپورٹ میں اس نظارت کا ناظر انچارج خاکسار ہی رہا۔ خاکسار کے سپرد اصل کام نظارت تعلیم وتربیت کا ہے اور تالیف وتصنیف کے صیغے کا انتظامی کام زائد ہے۔'' [۲۲۰]

''تذکرہ'' کی اشاعت

نومبر ۳۵ء میں آپ نے جماعت کے نام ایک پیغام میں تحریر فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور رؤیاء وکشوف کا مجموعہ جس کا نام حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ''تذکرہ'' تجویز فرمایا ہے نظارت تالیف وتصنیف کی مساعی سے شائع ہو گیا ہے۔ دوست اس نعمت غیر مترقبہ کو جلد حاصل کر لیں۔ [۲۲۱]

تبلیغی ہدایات

اسی سال آپ کے صاحبزادے مرزا منیر احمد صاحب ایک دفعہ تبلیغ کے لئے جانے لگے تو آپ نے انہیں دس ہدایات سے نوازا جو ہر مربی اور معلم کے لئے آج بھی ایک قیمتی دستورالعمل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ [۲۲۲]

۱۹۳۶ء کے واقعات

جماعتی تربیت کی اہمیت

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو تعلیم و تربیت کے کام سے ابتداء سے ہی دلچسپی رہی ہے اور آپ نے اس سلسلہ میں بڑی ٹھوس اور نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں مگر اس کے ساتھ ہی آپ کو اس امر کا بھی شدت سے احساس تھا کہ جماعت کے بہت سے احباب نے ابھی اس کام کی

اہمیت کونہیں سمجھا۔ آپ خود اپنی ایک رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

''مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت کے بہت سے احباب نے تربیت کے کام کی اہمیت کو جیسا کہ سمجھنا چاہیے نہیں سمجھا۔ صرف کسی کو تبلیغ کے ذریعہ سے سلسلہ میں داخل کر کے سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ اپنے کام کو ختم کر چکے ہیں حالانکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ اس وقت سے کام شروع ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے بچے کو سکول میں تعلیم کی غرض سے داخل کرائے اور سمجھ لے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا ہے۔ حالانکہ سکول میں محض داخل ہوجانا یا کروا دینا مقصد نہیں بلکہ تعلیم کو حاصل کرنا اور کرانا اصل مقصد ہے۔ اسی طرح کسی کو پیغام حق پہنچا کر سلسلہ حقہ میں محض داخل کرا دینا اصل مقصد نہیں بلکہ سلسلہ میں داخل کر کے تربیت کے ذریعہ رُوحانیت کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچانا اصل مقصد ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا گیا۔'' ۲۲۳

اراضیات سندھ کا معائنہ

یکم فروری ۱۹۳۶ء کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ اراضیات سندھ کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی حضور کے ساتھ گئے۔ ۲۲۴

وقارعمل میں آپ کی شرکت

۱۲؍مارچ کو قادیان میں وقارعمل منایا گیا تو جہاں اور بزرگان سلسلہ نے اپنے ہاتھ سے کام کیا وہاں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی اس وقارعمل میں شریک ہوئے اور آپ نے ریلوے روڈ کی درستی کا کام اپنے ہاتھ سے کیا۔ ۲۲۵

۱۶؍مئی کو پھر وقارعمل منایا گیا۔ اس میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی شرکت فرمائی اور اپنے ہاتھ سے کام کیا۔ ۲۲۶

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے پانچ سیٹ

جولائی ۱۹۳۶ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پانچ انگریزی سیٹ مشہور لائبریریوں میں رکھوانے کے لئے اپنی گرہ سے خرید کر تقسیم فرمائے۔ ۲۲۷

درس القرآن اور درس عربی صرف ونحو کا اجراء

اگست ۱۹۳۶ء میں آپ نے نظارت تعلیم وتربیت کی زیرنگرانی ایک ماہ کے لئے قادیان میں

درس قرآن کریم اور درس عربی صرف ونحو کا اجراء فرمایا اور دوستوں کوتحریک فرمائی کہ وہ ان درسوں سے فائدہ اٹھائیں۔ ۲۲۸

حضرت مسیح موعودؑ کی تاریخ پیدائش کی تعیین

آپ کا ایک عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے اگست ۳۶ءمیں گہری تحقیق کے بعد اس امر کا اعلان فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش ۱۳؍فروری ۱۸۳۵ء بروز جمعہ ہے۔ اس طرح ان تمام اعتراضات کا خاتمہ ہوگیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر کے سلسلہ میں کئے جاتے تھے۔ ۲۲۹

الیکشن کے کام میں مصروفیت

اکتوبر ۳۶ء میں چونکہ مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اعلیٰ کو پنجاب اسمبلی کے الیکشن کے کام کے لئے عارضی طور پر نظارت علیا کے کام سے فارغ کیا گیا۔ اس لئے صدر انجمن احمدیہ کے ریزولیوشن نمبر۱۶۷غ م مورخہ ۱۸؍اکتوبر ۳۶ء کے مطابق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو ۲۲؍اکتوبر سے قائمقام ناظر اعلیٰ تجویز کیا گیا۔ ۲۳۰

۱۹۳۷ء کے واقعات

الیکشن کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے متواتر اعلانات اور مضامین کے ذریعہ تحصیل بٹالہ کے ووٹروں کو توجہ دلائی کہ وہ چوہدری صاحب کی مدد کریں اور پولنگ کے موقع پر کوئی دوست غیر حاضر نہ رہیں۔ یہ مضامین ۳۷ء کے ابتدائی مہینوں کے الفضل میں شائع ہوئے۔

نظارت تعلیم و تربیت کا چارج

الیکشن کے کام سے فراغت کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے پھر نظارت تعلیم و تربیت کا چارج لے لیا۔ ۲۳۱

مصری پارٹی کے خلاف حلفیہ بیان

اسی سال کی ابتداء میں مصری فتنہ اٹھا جس میں مختلف قسم کے الزامات حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت احمدیہ کے بزرگوں پر لگائے گئے۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۶؍جون ۱۹۳۷ء کو مسجد اقصیٰ میں ایک زبردست تقریر فرمائی جس میں ان تمام اعتراضات کے جوابات دیے اور مختلف دوستوں سے سر مجلس حلفیہ بیانات لئے گئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی اس سلسلہ میں ایک حلفی بیان دیا۔ ۲۳۲

آپ کا مقامی امیر مقرر ہونا

۲۷؍اگست ۳۷ء کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ تبدیلی آب و ہوا کے لئے پہاڑ پر شریف لے گئے تو حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقامی امیر اور حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کو امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا۔ ۲۳۳

۳؍اکتوبر ۳۷ء کو حضور لاہور تشریف لے گئے تو اس موقعہ پر بھی حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقامی امیر مقرر فرمایا۔ ۲۳۴

کلام کا مجموعہ

اسی مہینہ میں ابو الفضل محمود صاحب نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی نظمیں ایک ٹریکٹ کی صورت میں شائع کیں۔ ۲۳۵

رمضان میں ایک کمزوری دور کرنے کا عہد

نومبر ۳۷ء میں رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے پر آپ نے پھر دوستوں کو توجہ دلائی کہ وہ اس مہینہ میں کم از کم اپنی ایک کمزوری دور کرنے کا عہد کریں اور پھر اُنکی سہولت کیلئے اکٹھ کمزوریوں کی ایک طویل فہرست شائع فرمائی اور تحریک کی کہ ان میں سے جو جو کمزوریاں کسی میں پائی جاتی ہوں ان میں سے کسی ایک کو چن کر اپنے دل میں خدا تعالیٰ کے ساتھ پختہ عہد باندھیں کہ وہ اسکے فضل اور توفیق کیساتھ آئندہ اس کمزوری سے کلی طور پر مجتنب رہیں گے۔ ۲۳۶

سالانہ رپورٹ سے ظاہر ہے کہ اس رمضان میں ۶۰۴ احباب نے یہ عہد کیا۔ ایسے تمام دوستوں کے نام حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کیلئے پیش کئے جاتے رہے۔ ۲۳۷

تحریک مصالحت

آخری عشرہ میں آپ نے دوستوں میں ایک ''تحریک مصالحت'' فرمائی یعنی اس امر پر زور دیا کہ دوست اپنے دلوں کو ہر قسم کے غصہ اور کینہ اور حسد اور بغض سے پاک کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تعلیم پر عمل کریں کہ

> ''تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔'' ۲۳۸

۱۹۳۸ء کے واقعات

مقامی امیر

۲۷/اپریل ۳۸ء کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ اراضیات کے معائنہ کے لئے سندھ تشریف لے گئے۔ مقامی امیر حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر فرمایا۔[۲۳۹]

انسداد ہیضہ کی تدابیر

آپ کی امارت کے دوران قادیان میں ہیضہ کی وبا کا خطرہ محسوس ہوا۔ اس پر آپ نے فوراً انسدادی تدابیر اختیار کرنے اور بلالحاظ مذہب و ملت تمام باشندگان قادیان کے لئے انتظامات کرنے کا خاص ارشاد فرمایا اور خود ضروری ہدایات لکھ کر تمام محلوں میں بھجوائیں تا کہ سب لوگوں کو سنا دی جائیں۔ تمام کنوؤں میں کرم کش دوائی ڈالی گئی اور ٹیکہ لگوانے کا فوری انتظام کر دیا گیا۔ الحمدللہ کہ ان تدابیر کے نتیجہ میں ہیضہ کا کوئی ایک کیس بھی نہ ہوا اور معمولی بیمار اچھے ہوگئے۔[۲۴۰]

قائمقام ناظر اعلیٰ

جون ۳۸ء میں جناب چوہدری فتح محمد صاحب چند روز کے لئے مری تشریف لے گئے تو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو قائمقام ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا۔[۲۴۱]

جولائی ۳۸ء میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت آپ نے نظارت تعلیم و تربیت کا چارج حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو دے دیا اور خود سیرت خاتم النبیین ﷺ کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔[۲۴۲]

مقامی امیر

۱۸/ستمبر ۳۸ء کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ لاہور تشریف لے گئے تو حضور نے پھر مقامی امیر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر فرمایا۔[۲۴۳]

صاحبزادگان کا استقبال

۹/نومبر ۳۸ء کو حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ، درد صاحب مرحوم، صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ولایت سے تشریف لائے تو ان کے استقبال کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بٹالہ تشریف لے گئے۔[۲۴۴]

نظارتوں میں تبدیلی

دسمبر ۳۸ء میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی علالت کی وجہ سے نظارتوں میں پھر کچھ ردوبدل کیا گیا اور ایک ماہ کیلئے آپکو نظارت تعلیم و تربیت اور نظارت تالیف و تصنیف کا چارج دیا گیا۔ [۲۴۵]

۱۹۳۹ء کے واقعات

۸/جنوری ۳۹ء کو حضور نے پھر لاہور تشریف لے جانے پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقامی امیر مقرر فرمایا۔ [۲۴۶]

جنوری ۳۹ء میں مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک کی توسیع کے لئے چندہ میں کمی واقع ہوئی تو آپ نے دوستوں کو تحریک فرمائی کہ وہ خاص توجہ سے کام لے کر ایک دو ماہ کے اندر اندر مطلوبہ رقم جمع کرا دیں۔ [۲۴۷]

خلافت جوبلی کی تحریک

۱۴/مارچ ۳۹ء کو چونکہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خلافت پر ۲۵ سال پورے ہو رہے تھے اس لئے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے محترم جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے جماعت سے اپیل کی کہ اس خوشی میں حضور کی جوبلی منائی جائے اور اس موقعہ پر حضور کی خدمت میں تین لاکھ روپے کی رقم بطور نذرانہ پیش کی جائے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ۱۴/جنوری اور ۹/فروری ۳۹ء کے الفضل میں اس بارہ میں دوستوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی اور اس بارہ میں مشورہ لیا کہ خلافت جوبلی کب اور کس طرح منائی جائے۔

۲۶/ مارچ ۳۹ء کو جلسہ خلافت جوبلی کے پروگرام کی تکمیل کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شامل تھے۔ اور جو تجاویز احباب کی طرف سے موصول ہوئی تھیں وہ سب اس کمیٹی کے سپرد کر دی گئیں۔ اس کمیٹی نے ۲۹/مارچ ۱۹۳۹ء کو ۲۵ تجاویز پاس کیں جو مجلس مشاورت میں پیش ہوئیں۔ سب کمیٹی مشاورت نے کچھ تغیر و تبدل کر کے ۲۱ تجاویز رکھیں جس کے متعلق سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فیصلہ جات فرمائے اور جملہ انتظامات متعلقہ جوبلی سر انجام دینے کے لئے ایک اور سب کمیٹی مقرر کی گئی اس سب کمیٹی میں بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب شریک تھے اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب اس کے صدر تھے۔ [۲۴۸]

مکرم چوہدری صاحب چونکہ ملک سے باہر تشریف لے گئے اس لئے آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے منشاء کے ماتحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صدارت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ ۲۴۹

لوائے احمدیت کے ڈیزائن کے لئے بھی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک کمیٹی مقرر فرمائی تھی جس کے ممبران میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شامل تھے۔ ۲۵۰

سلسلہ کی مختصر تاریخ

جلسہ جوبلی کے پروگرام اور انتظامات کے لئے جو سب کمیٹی قائم کی گئی تھی اس نے ایک تجویز یہ پیش کی تھی کہ

> ''اس تقریب پر ایک مختصر رسالہ تصنیف کرا کے شائع کیا جائے جس میں سلسلہ کی مختصر تاریخ اور اس کے مخصوص مذہبی عقائد اس کی غرض وغایت اور اس کے نظام وغیرہ کے متعلق مؤثر اور دلکش پیرا یہ میں حالات درج ہوں اور حضرت میر محمد اسماعیل صاحب سے خواہش کی گئی کہ وہ ایسا رسالہ تحریر فرماویں۔'' ۲۵۱

لیکن جب سب کمیٹی نظارت علیا کے سامنے یہ معاملہ زیر غور آیا تو حضرت میر صاحب نے فرمایا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ''سلسلہ احمدیہ'' کے نام سے جو کتاب لکھ رہے ہیں وہ اس موقعہ پر لوگوں کو پیش کی جا سکے گی نیز الفضل کا خاص نمبر بھی اس ضرورت کو پورا کر دے گا۔ اس لئے کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں۔ ۲۵۲

سب کمیٹی نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی کتاب ''سلسلہ احمدیہ'' کو ہی جو زیر تصنیف تھی اس غرض کے لئے کافی سمجھ لیا گیا۔

جماعت کی مالی قربانی

جون ۳۹ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ گذشتہ سال مجھے قادیان کے حلقہ میں خلافت جوبلی فنڈ کے چندہ کی فراہمی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں اور اس سے اتر کر دوستوں کا بھی شکر گذار ہوں کہ اس کام میں خدا کے فضل اور دوستوں کے مخلصانہ تعاون سے امید سے بڑھ کر کامیابی ہوئی ہے۔یعنی جہاں قادیان کے ذمہ پچیس ہزار کی رقم لگائی گئی تھی وہاں دوستوں نے چالیس ہزار کے وعدے لکھائے اور عملاً تیس ہزار آٹھ سو چوالیس روپے وصول بھی ہو چکے ہیں۔ ۲۵۳

کتاب ''سلسلہ احمدیہ'' کی اشاعت

دسمبر ۳۹ء میں جلسہ خلافت جوبلی کے موقع پر آپ کی معرکۃ الآراتصنیف ''سلسلہ احمدیہ'' شائع ہوگئی۔ یہ کتاب ۴۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۰ء کے واقعات

۴۰ء میں بھی آپ سیرۃ النبی خاتم النبیین حصہ سوم کی تصنیف کے کام میں مشغول رہے۔ پہلے صدر انجمن احمدیہ نے آخر اپریل ۴۰ء تک آپ کو ریزولیوشن نمبر ۳۴۸ مؤرخہ ۲۱ر نومبر ۳۹ء کے مطابق نظارتوں کے کام سے فارغ رکھا مگر بعد میں اس میعاد کو بڑھا دیا گیا۔

نقشہ ماحول قادیان

اگست ۴۰ء میں آپ نے ایک نقشہ ''ماحول قادیان'' نامی شائع فرمایا جو قادیان کے گردونواح میں زرعی اراضیات خریدنے کے خواہشمند احباب کے لئے نہایت مفید معلومات پر مشتمل تھا۔ اس نقشہ میں قادیان کے اردگرد کا دس دس میل تک کا علاقہ دکھایا گیا اور دیہات کی حدود اور اہم راستہ جات اور نہروں کے علاوہ تھانوں اور ذیلوں کے صدر مقام۔ موٹروں کے اڈے، ڈاک بنگلے اور سکول وغیرہ دکھائے گئے اور نقشہ میں ہر گاؤں کے متعلق یہ درج کیا گیا کہ اس میں کس قوم کی آبادی ہے۔ یہ نقشہ کتابی صورت میں تہہ ہوکر جیب میں بھی رکھا جا سکتا تھا اور نقشہ کے نیچے کپڑا لگا ہوا تھا۔ یہ نقشہ تبلیغ اور تنظیم اور خرید اراضیات کے لئے یکساں مفید اور مؤثر تھا۔[۲۵۴]

حضرت امیر المؤمنین کیلئے دعاؤں کی تحریک اور ایک لطیف نکتہ

اکتوبر ۴۰ء میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے جماعت کو خاص طور پر دعاؤں سے کام لینے اور صدقہ و خیرات کرنے کی تحریک فرمائی اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بلند مقام کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے یہ نہایت ہی لطیف نکتہ بیان فرمایا کہ

> ''جب کسی براڈکاسٹنگ سٹیشن سے کوئی برقی پیغام فضا میں نشر کیا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی طاقت سب ریڈیو سیٹوں کے لئے ایک ہی جیسی ہوتی ہے مگر باوجود اس کے ہر ریڈیو سیٹ اسے مختلف طاقت کے ساتھ قبول کرتا ہے اور اسی کی طاقت کے مطابق اس کے اندر سے آواز نکلتی ہے۔ یعنی بڑے سیٹ سے بلند آواز کے ساتھ نکلتی ہے اور چھوٹے سیٹ سے دھیمی آواز کے ساتھ۔ اسی طرح انبیاء اور خلفاء اور ان کی جماعتوں

کا حال ہے کہ وہ بھی خدا کی نصرت کو اپنی طاقت اور ظرف کے مطابق قبول کرتے ہیں اور اپنی طاقت سے زیادہ کی برداشت نہیں رکھتے۔“

اس مثال کے بعد آپ نے فرمایا:

” گو خدا وہی ہے اور وہی رہے گا مگر اس کی نصرت کا اظہار نصرت حاصل کرنے والے کے ظرف اور قوت جذب پر موقوف ہے اور یقیناً خدا نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو جو ظرف عطا کیا ہے وہ ایک غیر معمولی ظرف ہے جو بہت کم لوگوں کو ملتا ہے۔ پس آپ سے محروم ہونے سے ہم صرف آپ کی ذات سے ہی محروم نہیں ہوں گے بلکہ ان خدائی جلوہ نمائیوں سے بھی محروم ہو جائیں گے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔“ ۲۵۵

رابطہ افسر

۲۳/دسمبر ۱۹۴۰ء کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے انتظامات جلسہ سالانہ کا معائنہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ:

”ایک ایسا افسر بھی ہونا چاہیے کہ اگر کسی طرف سے کسی لحاظ سے کوئی کمی یا نقص محسوس ہو تو وہ کلی اختیار رکھتا ہو تا کہ دوسری جگہ سے فوری طور پر اس کمی کو پورا اور نقص دور کر سکے۔“

عرض کیا گیا کہ اس غرض کیلئے چار آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر ہے۔ آپ نے فرمایا:

”بعض اوقات اتنا وقت نہیں ہوتا کہ کمیٹی بیٹھ کر فیصلہ کر سکے اور نہ ہی دیگر کاموں کیوجہ سے افسر جلسہ سالانہ کو کوئی کمی پورا کرنے کی فرصت ہوتی ہے۔ اس کیلئے ایک خاص آدمی ہونا چاہیے تا کہ جونہی اسکے پاس کسی جگہ سے سامان یا کارکنوں وغیرہ کی کمی یا کسی نقص کی اطلاع پہنچے تو وہ ہنگامی صورت میں اپنے اختیارات خصوصی سے انتظام کر سکے۔“

حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں کمیٹی کی طرف سے اس غرض کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مقرر کئے گئے۔ ۲۵۶

سیرۃ خاتم النبیین کی تیاری

۲۰/ جنوری ۱۹۴۱ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ”ناظر تالیف و تصنیف“ مقرر کئے گئے۔ مگر اس کام سے آپ جلد ہی سیرۃ خاتم النبیین ﷺ کی تکمیل کے لئے فارغ کر دیے گئے۔

اکتوبر ۱۹۴۱ء میں آپ نے اپنے کام کی صدر انجمن احمدیہ میں رپورٹ کرتے ہوئے لکھا کہ:

''تصنیف کا کام کچھ طبیعت کے چل نکلنے پر بھی موقوف ہے اور معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ حصہ سوم میں ابھی تک قلم میں روانی نہیں پیدا ہوئی۔''

مسئلہ جنازہ کی حقیقت

آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

''اس سال خاکسار نے ایک کتاب ''مسئلہ جنازہ کی حقیقت'' تصنیف کی۔ جس کا حجم سوا دو سو صفحات ہے۔ یہ کتاب گذشتہ مشاورت کے موقعہ پر چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ ''مسئلۂ کفرو اسلام'' بھی نظر ثانی کے بعد دوبارہ شائع ہؤا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے متعدد مضامین الفضل کے لئے لکھے گئے۔'' [۲۵۷]

سفر مالیر کوٹلہ

۱۴؍نومبر ۴۱ء کو آپ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی برات میں مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے اور ۱۶؍نومبر کو واپس آ گئے۔ [۲۵۸]

انگریزی ترجمۃ القرآن پر نظر ثانی کیلئے ایک بورڈ کا تقرر

۴۲ء کے ابتداء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور تفسیری نوٹوں کی تیاری کا کام جو حضرت مولوی شیر علی صاحب کر رہے ہیں اسے پریس میں بھیجنے سے پہلے اس پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مولوی عبدالرحیم صاحب درد، ملک غلام فرید صاحب ایم اے اور مکرم چوہدری ابوالہاشم صاحب ایم اے نظر ثانی کریں اور اس سلسلہ میں حضور نے بعض ہدایات بھی دیں۔ چنانچہ مئی ۴۲ء میں ان ہدایات کے مطابق نظر ثانی شروع کی گئی۔ [۲۵۹]

سیرت خاتم النبیین حصہ سوم کی تیاری کا کام بھی حضرت میاں صاحب کے سپرد تھا۔ مگر چونکہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت آپ کا سارا وقت قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور تفسیری نوٹوں کی نظر ثانی میں صرف ہوتا رہا اور اس کے لئے اکثر اوقات رات تک کام کرنا پڑا۔ اس لئے آپ اس تصنیف کے لئے دوران سال میں کوئی وقت نہ نکال سکے۔ [۲۶۰]

صدقات کا انتظام

جنوری ۴۴ء میں سیّدہ ام طاہر احمد کا لاہور میں آپریشن ہوا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے قادیان میں صدقہ کا انتظام فرمایا اور مساجد میں بھی دعا کی تحریک فرمائی۔ [۲۶۱]

جلسہ ہوشیار پور

۲۰؍ فروری ۴۴ءکو ہوشیار پور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے دعویٰ مصلح موعود کے متعلق جب تقریرفرما چکے تو حضور اس مکان میں تشریف لے گئے جس کے ایک حصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۶ء میں چلہ کشی فرمائی تھی اور پھر اس کمرہ میں دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چالیس روز قیام فرما کر خاص عبادت میں اپنا وقت گزارا تھا۔ اس کمرہ میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس وقت ۳۵ اصحاب کو دعا کرنے کا موقعہ ملا جنہیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک ایک کر کے انتظام کے ساتھ اندر بھجوایا۔ ان ۳۵ اصحاب میں حضور کی ہدایت کے مطابق سرفہرست حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا اسم گرامی درج تھا۔ [۲۶۲]

صدر کالج کمیٹی

مجلس مشاورت ۴۳ء میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے قادیان میں ایک احمدیہ کالج کے اجراء کی تحریک فرمائی تھی۔ جس کے نتیجہ میں کئی ہزار روپیہ نقد اور وعدوں کی صورت میں ان گنتی کے احباب سے ہی جمع ہوگیا جو اس وقت اجلاس میں موجود تھے۔ اسکے بعد حضور نے کالج کے کام کو کامیابی کے ساتھ سرانجام دینے کیلئے ایک کمیٹی قائم فرما دی جسکے صدر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور سیکرٹری مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم اے مقرر ہوئے۔[۲۶۳] ان ایام میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے صدر کالج کمیٹی کی حیثیت سے الفضل میں کالج کیلئے بعض تحریکات بھی فرمائیں۔

وقف جائیداد

۴۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور احمدیت کے لئے اپنی تمام جائیداد وقف کرنے کی تحریک فرمائی تو اس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی حصہ لیا اور آپ نے اپنی تمام جائیداد خدمت اسلام کے لئے وقف کر دی۔ [۲۶۴]

دعوت ولیمہ

اسی سال حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے سیّدہ مہر آپا سلمہا اللہ تعالیٰ سے شادی کی تو حضور نے ۱۴؍اگست ۴۴ءکو ڈلہوزی سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو تار ارسال فرمایا کہ میری طرف سے مسجد مبارک میں پچاس اصحاب کو بلا کر دعوت ولیمہ کر دیں۔ دعوت میں ۵۰ اصحاب کی حدبندی گورنمنٹ کے اس قانون کیوجہ سے اختیار کی گئی تھی کہ کسی دعوت میں ۵۰ سے زیادہ اصحاب کو

نہ بلایا جائے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب نے اس ارشاد کی تعمیل میں ۵۰ اصحاب کو دعوت دی۔۲۶۵

دردِ قولنج

۴؍ستمبر ۴۴ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طبیعت دردِ قولنج کی وجہ سے سخت ناساز ہو گئی۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان دنوں ڈلہوزی تشریف فرما تھے۔ آپ اطلاع ملتے ہی قادیان تشریف لے آئے اور آپ کی شدید تکلیف کو دیکھ کر خاص طور پر حضور نے دعا کرنے کا ارشاد فرمایا اور رات کو ایک بجے کے بعد احباب جماعت کو گھروں میں جگا کر یہ اطلاع پہنچائی گئی اور نہایت الحاح سے دعائیں کی گئیں۔ الحمدللہ کہ ۷؍ستمبر سے آپ کو افاقہ ہونا شروع ہو گیا اور ۸؍ستمبر کو آپ کی علالت کے متعلق تشویش دور ہو گئی اور ۱۱؍ستمبر کو حضور واپس ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ ۲۶۶

’’مجلس مذہب و سائنس‘‘ کی صدارت

جماعت احمدیہ میں اعلیٰ علمی، مذہبی اور سائنٹفک تحقیق کا مذاق پیدا کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فروری ۴۵ء میں ایک اہم مجلس کی تاسیس فرمائی۔ جس کا نام حضور نے ’’مجلس مذہب و سائنس‘‘ تجویز کیا۔ اس مجلس کی صدارت کے لئے حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو نامزد فرمایا۔ ۲۶۷

اس مجلس کے زیر اہتمام ۲۹؍مارچ ۴۵ء کو بعد نماز مغرب مسجد اقصیٰ میں پہلا جلسہ ہوا۔ جس کی صدارت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے فرمائی۔ ۲۶۸

اس موقعہ پر آپ نے ایک تقریر بھی فرمائی جس میں مجلس مذہب و سائنس کے کام کی وسعت اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی (یہ تقریر الفضل ۲۵؍اپریل ۴۵ء میں شائع ہو چکی ہے)

اپریل ۴۵ء میں بحیثیت صدر ’’مجلس مذہب و سائنس‘‘ آپ نے اس موضوع پر ایک بلند پایہ مقالہ تحریر فرمایا کہ سب سائنسدان معجزات کے منکر نہیں اور نہ ڈارون تھیوری کے قائل ہیں۔ ۲۶۹

اگست ۴۵ء میں آپ نے بحیثیت صدر ’’مجلس مذہب و سائنس‘‘ مجلس کی مالی اعانت کے لئے مخیّر اصحاب کے لئے اپیل کی اور پھر جن دوستوں نے اس میں حصہ لیا ان کا اخبار کے ذریعہ شکریہ ادا فرمایا۔ ۲۷۰

صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ کی وفات کے متعلق منذر خوابیں

۲۳؍نومبر ۴۵ء کو آپ کی صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ کی وفات ناگہانی طور پر ڈلہوزی میں

ہو گئی۔ ۲۴ ستمبر کو آپ کا جنازہ قادیان پہنچایا گیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے جو چند دن قبل ڈلہوزی تشریف لے گئے تھے۔ تحریر فرمایا:

''جب سے میں ڈلہوزی آیا ہوں منذر خوابیں دیکھتا کہ پریشانی کی حالت میں فوراً سفر کرنا پڑا ہے۔ آخری خواب والی رات زیادہ توجہ سے دعائیں کیں۔ تو صبح کے قریب مجھے آواز آئی ''السلام علیکم'' اس سے میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ مراد تھی کہ یہ منذر خوابیں میری ذات کے متعلق نہیں تھیں۔ دوسرے السلام علیکم کے جمع کے صیغہ میں یہ اشارہ تھا کہ خاندان کے بہت سے افراد کو خطرہ پیش آئیگا مگر اللہ تعالیٰ بحیثیت مجموعی کثیر حصہ کی حفاظت رکھے گا اور مرحومہ کے نیک انجام کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے۔''☆ [۱۷۱]

جلسہ سالانہ میں آپ کی خدمات

جلسہ سالانہ ۴۵ء کے موقعہ پر آپ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے کوآرڈینیٹنگ آفیسر (یعنی رابطہ افسر) مقرر گئے گئے۔ [۱۷۲]

انصار اللہ کا مقام ذمہ داری

۲۵ دسمبر ۴۵ء کو آپ نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجلاس کیلئے ''**انصار اللہ کا مقام ذمہ داری**'' کے موضوع پر ایک مقالہ تحریر فرمایا جو آپ کی علالت کے باعث چوہدری خلیل احمد صاحب ناصرؔ نے پڑھ کر سنایا۔ [۱۷۳]

الیکشن کی نگرانی

جنوری ۴۶ء میں محترم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے حلقہ مسلم تحصیل بٹالہ کی طرف سے امید وار اسمبلی کے طور پر کھڑے ہوئے۔ انتخابات یکم فروری سے ۱۴ فروری تک ہوئے۔ الیکشن کی نگرانی کا کام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے سپرد ہوا جسے آپ نے اس توجہ اور انہماک کے ساتھ سرانجام دیا کہ ایک دفعہ جب حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک ایسا نقشہ تیار کرنے کی ہدایت فرمائی جس سے یہ ظاہر ہو کہ قادیان میں کتنے ووٹر حاضر ہیں۔ کتنے غیر حاضر ہیں۔ کتنے فوت شدہ ہیں۔ کتنے باہر ہیں جن کے آنے کی امید ہے اور کتنے ایسے ہیں جن کے آنے کی کوئی امید نہیں تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سب محلوں کے پریذیڈنٹوں کو بلا کر ساری رات بیٹھ کر نقشہ تیار کروایا۔ [۱۷۴]

☆ صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی صاحبزادی نہیں بلکہ آپؓ کی صاحبزادی امتہ السلام بیگم صاحبہ مکرم مرزا رشید احمد صاحب کی بیٹی یعنی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی نواسی تھیں۔

مکرم چوہدری فتح محمد صاحب کو مشورہ

۳؍مارچ کو الیکشن میں کام کرنے والے تحصیل بٹالہ کے احباب کا جن میں احمدیوں کے علاوہ دوسرے مسلمان سکھ اور ہندو معززین بھی شامل تھے قادیان میں ایک نمائندہ اجتماع ہوا جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے دفتر الیکشن کی طرف سے رپورٹ پڑھ کر سنائی اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بعد اپنے ساتھ کام کرنے والوں اسی طرح غیر احمدی اور غیر مسلم احباب کا شکریہ ادا کیا آپ نے فرمایا یہ شکریہ رسمی نہیں بلکہ جن اصحاب نے اس موقعہ پر ہماری امداد کی ہے وہ انشاء اللہ ہر جائز موقعہ پر ہمیں اپنا ہمدرد اور شکر گزار پائیں گے۔ آپ نے جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال کو بھی جو پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تھے مشورہ دیا کہ وہ علاقہ کے حالات سے باخبر رہیں اور پھر اسمبلی میں ان کے سچے اور حقیقی نمائندہ ثابت ہونے کی کوشش کریں۔ [۲۷۵]

آپ نے ملکی تقسیم کے بعد ۵۵ء میں ایک دفعہ اس الیکشن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

> ''جب ملکی تقسیم سے قبل ۱۹۴۶ء میں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں پنجاب اسمبلی کا الیکشن ہوا اور یہ الیکشن متحدہ پنجاب کا وہ آخری اور معرکۃ الآراء الیکشن تھا جس میں الیکشن کے نتیجہ کے ذریعہ اس بات کا فیصلہ ہونا تھا کہ آیا پنجاب کے مسلمان مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید میں ہیں یا اس کے خلاف ہیں اور یہ کہ پاکستان کے بننے یا نہ بننے کے متعلق اُن کی رائے کیا ہے تو اس موقعہ پر جماعت احمدیہ نے بھی بٹالہ کی تحصیل سے چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم-اے کو بطور امیدوار کھڑا کیا تھا اور چونکہ یہ خاکسار اس وقت جماعت کی طرف سے بٹالہ کے الیکشن کا انچارج تھا اور اتفاق سے میں اس وقت ناظر اعلیٰ بھی تھا۔ اس لئے اس الیکشن اور اس کے بعد کے بہت سے حالات اس وقت تک میرے ذہن میں بڑی حد تک تازہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس الیکشن میں چوہدری فتح محمد صاحب کو نمایاں کامیابی عطا فرمائی اور وہ اپنے یونی نسٹ حریف کو شکست دے کر مسلم لیگ کی مضبوطی کا باعث بن گئے۔'' [۲۷۶]

حضرت مسیح موعودؑ کے تیرہ مکتوبات

جولائی ۴۶ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تیرہ بیش قیمت مکتوبات کی نقل مکرم ملک فضل حسین صاحب سابق کارکن صیغہ تالیف وتصنیف قادیان کو بغرض اشاعت مرحمت

فرمائی۔ ان میں سے ایک خط خواجہ کمال الدین صاحب کے نام تھا اور باقی حضرت مولوی غلام حسن خاں صاحب پشاوری مرحوم کے نام تھے۔ ۲۷۷

سفر دہلی

۲۲ر ستمبر ۱۹۴۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، درد صاحب مرحوم اور جناب مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر مرحوم حضور کے ساتھ تھے۔ دلی پہنچنے پر ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ خود حضور نے بعض سیاسی لیڈروں سے ملنا اور براہ راست تبادلۂ خیالات کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ حضور نے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح، مولانا ابوالکلام آزاد ، گاندھی جی، نواب صاحب بھوپال، خواجہ ناظم الدین صاحب، سردار عبدالرب صاحب نشتر اور کئی دوسرے لیڈروں سے ملاقات فرمائی۔ اس سفر کے دوران حضور کی مساعی کی تمام رپورٹیں خود حضرت مرزا بشیر احمد صاحب الفضل میں بھجواتے رہے۔ دہلی میں تین ہفتہ سے زائد قیام فرمانے کے بعد حضور ۱۵ر اکتوبر کو واپس قادیان تشریف لے آئے۔

تبلیغ ہدایت

دسمبر ۱۹۴۶ء میں آپ کی مشہور تصنیف ''تبلیغ ہدایت'' کا پانچواں اڈیشن شائع ہوا۔۲۷۸

امن کمیٹی کا قیام

۱۹۴۷ء کے شروع میں جب ہندوستان کے مختلف صوبوں میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہوگئے تو قادیان کے ہندو اور سکھ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مختلف مقامی قوموں کی ایک مشترکہ امن کمیٹی قائم فرمائی جائے تاکہ قادیان کی فضا فرقہ وارانہ فسادات سے پاک رہے اور پہرے کا بھی انتظام کیا جائے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر ایک امن کمیٹی بنا دی گئی جس میں سات ممبر احمدیوں کے تھے پانچ ہندوؤں اور سکھوں کے اور چھ غیر احمدیوں کے۔ یہ کمیٹی مارچ ۱۹۴۷ء میں قائم ہوئی اور ۱۰ر مارچ کو اس کمیٹی کی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا گیا جس کا عنوان یہ تھا کہ

''ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں سے درد مندانہ اپیل''

اس کمیٹی کے سیکرٹری مولوی برکات احمد صاحب مرحوم ناظر امور عامہ تجویز ہوئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنے ایک نوٹ میں اس کمیٹی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ فسادات کے ابتداء میں ہی قادیان میں ایک امن

کمیٹی بنادی گئی تھی جس میں احمدیوں کے علاوہ دوسرے مسلمانوں اور سکھوں اور ہندوؤں نے بھی شرکت کی اور اس کمیٹی کی وجہ سے قادیان اور اس کے ماحول میں الحمدللہ اچھا اثر پیدا ہوا۔'' ۲۷۹

ناظر اعلیٰ کی حیثیت میں آپکی شاندار خدمات

ان ایام میں سیاسی حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو صدر انجمن احمدیہ کا ناظر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے ان ایام میں ایک بیدار مغز قائد کی طرح اپنی ذمہ داریوں کو نہایت احسن طریق پر سرانجام دیا اور سیاسیات میں ہندوؤں اور سکھوں کی راہنمائی کیلئے نہایت ٹھوس اور مدلّل مضامین لکھے۔ آپ نے مسلمانوں کے قومی مفاد کی خاطر قائداعظم مسٹر محمد علی جناح جو اس وقت آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر تھے ان کو بھی بعض نہایت قیمتی مشورے دیے۔ ۲۸۰

خالصہ ہوشیار باش

۹رمئی ۱۹۴۷ء کے الفضل میں ''خالصہ ہوشیار باش'' کے زیرعنوان آپ نے سکھ صاحبان سے درد مندانہ اپیل کی کہ ان کا فائدہ ہندوؤں کی بجائے مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کرنے میں ہے۔ اس لئے وہ اس وقت کو غنیمت سمجھیں اور مسلمانوں کے ساتھ باعزت سمجھوتہ کر لیں۔ یہ مضمون علیحدہ پمفلٹ کی صورت میں اردو انگریزی اور گورمکھی تینوں زبانوں میں شائع ہوا۔ پٹیالہ کے ایک اخبار ''خادم'' مؤرخہ ۱۶رجون ۱۹۴۷ء میں بھی اس کی اشاعت ہوئی۔

مطالبۂ پاکستان اور تقسیم پنجاب

۱۹رمئی ۱۹۴۷ء کے اخبار میں آپ نے ''مسلمانوں کا مطالبۂ پاکستان اور اس کے مقابل پر تقسیم پنجاب کا سوال'' زیر بحث لاکر مطالبۂ پاکستان کی اہمیت کو واضح فرمایا اور ساتھ ہی اس امر پر زور دیا کہ پنجاب کی تقسیم کا مطالبہ سراسر غیر منصفانہ بلکہ ظالمانہ مطالبہ ہے۔

۲۲رمئی کو آپ نے اس امر پر ایک مضمون کے ذریعہ روشنی ڈالی کہ اگر خدانخواستہ پنجاب تقسیم ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں ہمیں بعض شرائط کو بہر حال ملحوظ رکھنا چاہیے اور پھر آپ نے پانچ شرائط کا ذکر فرمایا جن کو ملحوظ رکھنا آپ کے نزدیک بڑا ضروری تھا۔

وزیر اعظم برطانیہ کو تار

۲۴رمئی کو بحیثیت چیف سیکرٹری جماعت احمدیہ قادیان آپ نے مسٹر ایٹلے وزیراعظم برطانیہ اور مسٹر چرچل لیڈر حزب مخالف کو تار بھجوایا کہ احمدیہ جماعت پنجاب کی تقسیم کے سخت خلاف ہے

کیونکہ وہ جغرافیائی اور اقتصادی لحاظ سے ایک قدرتی یونٹ ہے اور اسے ہندوستان کی تقسیم پر قیاس کرنا اور اس کا طبعی نتیجہ قرار دینا بالکل خلاف انصاف اور خلاف عقل ہے۔

باؤنڈری کمیشن کیلئے تیاری

۱۴رجون ۴۷ء کے الفضل میں آپ نے ایک مضمون کے ذریعہ دوستوں کو توجہ دلائی کہ پنجاب کی تقسیم ناگزیر ہے مگر ہمارا فرض ہے کہ آخری وقت تک جدوجہد جاری رکھیں اور پھر باؤنڈری کمیشن کے لئے مسلمانوں کو وسیع تیاری کی ضرورت کی طرف متوجہ فرمایا۔ ۲۸۱

''شیر پنجاب'' کو لطیف جواب

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مضمون ''خالصہ ہوشیار باش'' پر سکھوں کے اخبار ''شیر پنجاب'' نے ۱۵رجون ۴۷ء کے پرچہ میں تنقید کی جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے ۲۰رجون ۴۷ء کے الفضل میں ایک مضمون لکھا۔ ''شیر پنجاب'' نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ احمدی ان مظالم کو یاد کریں جو گذشتہ زمانہ میں مسلمان ان پر کرتے رہے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ اتحاد نہ کریں اس پر حضرت میاں صاحب نے یہ نہایت ہی لطیف جواب دیا کہ

> ''میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ مسلمانوں کا ایک حصہ احمدیوں کی مخالفت میں پیش پیش رہا ہے اور ہمیں اپنی تلخ آپ بیتی بھولی نہیں بلکہ وہ ہماری تاریخ کا ایک سنہری ورق ہے جس نے ہمیں قومی بیداری اور تنظیم کے بہت سے سچے سبق سکھائے ہیں۔ مگر باوجود اس کے مجھے افسوس ہے کہ آپ کا یہ داؤ ہم پر نہیں چل سکتا کیونکہ ہماری گھٹی میں یہ تعلیم پڑی ہوئی ہے کہ مخالفت میں فرد کی طرف نہ دیکھو بلکہ اصول کی طرف دیکھو اور دشمنی انسانوں کے ساتھ بھی نہ رکھو بلکہ صرف بُرے خیالات کے ساتھ رکھو کیونکہ کل کو یہی مخالف لوگ اچھے خیالات اختیار کرکے دوست بن سکتے ہیں چنانچہ احمدیوں کا پچانوے فیصدی حصہ دوسرے مسلمانوں میں سے ہی نکل کر آیا ہے۔ پس اگر گذشتہ زمانہ میں کسی نے ہم پر ظلم کیا ہے تو اس وقت ہم اس کے ظلم کو حوالہ بخدا کر کے صرف یہ دیکھیں گے کہ انصاف کا تقاضا کیا ہے اور ان افراد کے متعلق ہم بہر حال عفو اور رحم کے عنصر کو مقدم کریں گے۔'' ۲۸۲

اصولی نوٹ

جولائی ۴۷ء میں آپ نے پنجاب باؤنڈری کمیشن کے غور کے لئے چند اصولی نوٹ شائع

فرمائے تاکہ کمیشن کو ایسے فیصلہ کی توفیق ملے جو ساری قوموں کے لئے حق وانصاف کا فیصلہ ہو اور ملک میں امن و اتحاد کا موجب بنے۔ ۲۸۳

قادیان اور ضلع گورداسپور کیلئے امیر

۳۱؍اگست ۴۷ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعتی مشورہ سے بعد دوپہر ایک بجکر پندرہ منٹ پر کیپٹن عطاء اللہ ظہور احمد صاحب کی اسکیورٹ کے ذریعہ قادیان سے پاکستان کے لئے روانہ ہوگئے۔ ۲۸۴

روانہ ہونے سے قبل حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو جماعت قادیان اور جماعت ضلع گورداسپور کے نام ایک پیغام لکھ کر دیا اور ہدایت فرمائی کہ حضور کے روانہ ہونے کے بعد آپ اُسے جماعت تک پہنچا دیں۔ اس پیغام میں حضور نے ضروری ہدایات دینے کے بعد تحریر فرمایا کہ:

> ''میں اپنی غیر حاضری کے ایام میں عزیز مرزا بشیر احمد صاحب کو اپنا قائمقام ضلع گورداسپور اور قادیان کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو اور ان کے ہر حکم پر اسی طرح قربانی کرو جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں **من اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصیٰ امیری فقد عصانی**۔ یعنی جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ میری اطاعت کرے گا اور جو میری اطاعت کرے گا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت کرے گا اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت کرے گا وہ رسول کریم ﷺ کی اطاعت کرے گا اور وہی مومن کہلا سکتا ہے دوسرا نہیں۔'' ۲۸۵

مزار حضرت مسیح موعودؑ پر دعا

ستمبر ۴۷ء میں جب حالات زیادہ مخدوش ہوگئے تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک دن نماز عصر کے بعد صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر اجتماعی دعا فرمائی جو قریباً نصف گھنٹہ تک جاری رہی۔ ۲۸۶

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور

ان انتہائی نازک ایام میں مخالفین کے ہر قسم کے بدارادوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی خاص طور پر حفاظت فرمائی اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ رؤیا نہایت صفائی سے پورا ہوگیا جس میں آپ کو دکھایا گیا تھا کہ

''اس قدر زنبور ہیں(جن سے مراد کمینہ دشمن ہیں) کہ تمام سطح زمین ان سے پُر ہے ٹڈی دل سے زیادہ ان کی کثرت ہے اس قدر ہیں کہ زمین کو قریباً ڈھانک دیا ہے اور تھوڑے ان میں سے پرواز بھی کر رہے ہیں جو نیش زنی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر نامراد رہے اور میں اپنے لڑکوں شریف اور بشیر کو کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی یہ آیت پڑھو اور بدن پر پھونک لو کچھ نقصان نہیں کریں گے اور وہ آیت یہ ہے

واذا بطشتم بطشتم جبارین'' ۲۸۷

اس رؤیا میں بتایا گیا تھا کہ ایک زمانہ میں حالات ایسے بگڑ جائیں گے کہ دشمن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب دونوں کو نقصان پہنچانا چاہے گا مگر اللہ تعالیٰ اُسے نامراد رکھے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ خدائی حفاظت میں سلامتی کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی پاکستان میں تشریف آوری

۲۲ر ستمبر ۴۷ء کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب میجر داؤد احمد صاحب کی اسکیورٹ میں قادیان سے روانہ ہو کر لاہور (پاکستان) میں تشریف لے آئے۔ آپ کے بعد حضرت امیر المؤمنین کے ارشاد کے ماتحت حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ایم اے مقامی امیر مقرر ہوئے۔ ۲۸۸

حفاظت مرکز

آپ کے پاکستان میں تشریف لانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''حفاظت مرکز'' کے نام سے ایک جدید صیغہ قائم فرمایا جس کا تعلق درویشان قادیان کے ساتھ تھا اور اس کا ناظر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر فرما دیا۔ جس پر آپ اپنے وصال تک فائز رہے۔

جلسہ سالانہ کی انتظامیہ کمیٹی کے نگران اعلیٰ

جلسہ سالانہ ۱۹۴۷ء جو لاہور میں منعقد ہوا۔ اس کے لئے نظارت ضیافت کی طرف سے ایک انتظامیہ کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ اس میں نگران اعلیٰ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر کیا گیا۔ [۲۸۹]

سفر سیالکوٹ

۱۸؍جنوری ۱۹۴۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب کی بارات سیالکوٹ گئی اور ۱۹؍جنوری کو واپس لاہور پہنچ گئی۔ اس بارات میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی شریک ہوئے۔ [۲۹۰]

خونی روزنامچہ

جنوری ۱۹۴۸ء میں آپ نے ہجرت قادیان کے سلسلہ میں تمام اہم واقعات تعیین تاریخ کے ساتھ ایک روزنامچہ کی شکل میں شائع فرمائے۔ یہ مضمون بعد میں ایک رسالہ کی صورت میں بھی شائع کر دیا گیا۔ [۲۹۱]

اسیران جالندھر کا استقبال

اپریل ۱۹۴۸ء میں جب جالندھر سے مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال مرحوم، مکرم چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ اور بعض دوسرے دوست ایک سپیشل ٹرین کے ذریعہ لاہور چھاؤنی پہنچے تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب ، مکرم شیخ بشیر احمد صاحب اور بعض دوسرے معززین اُن کے استقبال کے لئے لاہور چھاؤنی کے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ [۲۹۲]

ناظر اعلیٰ کے فرائض

۶؍جون ۱۹۴۸ء سے دو ماہ کے لئے آپ نے صدر انجمن احمدیہ میں ناظر اعلیٰ کے فرائض سرانجام دیے۔ [۲۹۳]

نبض کی تیزی کی شکایت

جولائی ۱۹۴۸ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو نبض کی تیزی کی شکایت پیدا ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی بخار رہنے لگ گیا جس پر آپ نے ڈیڑھ ماہ کی رخصت لے لی۔ اس عرصہ میں صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب آپ کے قائمقام رہے۔ [۲۹۴]

قادیان کے دو تحفے

اگست ۴۸ء میں عید الفطر کے موقعہ پر قادیان کے ایک دوست سید محمد شریف صاحب نے آپ کو دو تحفے بھیجے۔ ایک تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک کا تازہ ترین فوٹو تھا جس میں کتبے کا ایک ایک لفظ پڑھا جاتا تھا اور ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا مزار بھی صاف طور پر نظر آ رہا تھا اور دوسرا تحفہ پانچ عدد پھولوں کی صورت میں تھا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب ترین موتیا کے پودے سے اُتار کر بھیجے گئے تھے۔ ان تحائف کیوجہ سے قادیان کی یاد آپکے دل میں تازہ ہوگئی اور مزار حضرت مسیح موعودؑ کے پھولوں کی خوشی میں آپ نے یہ دعا فرمائی کہ

''خدایا جس طرح تو قادیان کا یہ چھوٹا سا نادر تحفہ ہمارے پاس لایا ہے اسی طرح یہ فضل بھی فرما کہ تیری بے حد وحساب قدرت خود قادیان کو ایک مجسم تحفہ بنا کر ہمارے سامنے پیش کر دے۔ **وما ذالک علیٰ اللہ بعزیز. ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**'' ۲۹۵

قائداعظم کو خط

اگست ۴۸ء میں جب جناب قائداعظم محمد علی صاحب جناح مرحوم کوئٹہ میں مقیم تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک خط کے ذریعہ انہیں توجہ دلائی کہ وہ پاکستان کے سرکاری دفاتر کے لئے ہدایت جاری فرمائیں کہ وہ اپنی محکمانہ خط وکتابت میں بھی ہر تحریر کے شروع میں بسم اللہ لکھا کریں اور جہاں مخاطب مسلمان ہوں وہاں السلام علیکم کے الفاظ بھی ضرور لکھا کریں مگر افسوس ہے کہ اس کے چند دن بعد ہی قائداعظم کا انتقال ہوگیا اور وہ اس خط کی طرف توجہ نہ فرما سکے۔ ۲۹۶

درویشان قادیان کو ہدایت

دسمبر ۴۸ء میں آپ نے قادیان کے جلسہ سالانہ کے لئے ایک پیغام بھجوایا جس میں تحریر فرمایا کہ قادیان کے دوست تین طریق پر اپنے فریضہ سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ اوّل شریف مزاج اور سنجیدہ غیر مسلموں کو تبلیغ کر کے، دوّم دینی اور اخلاقی لحاظ سے اپنا اعلیٰ نمونہ قائم کر کے، سوّم اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے خدا کے حضور دعائیں کر کے۔ ۲۹۷

سیرۃ خاتم النّبیین حصّہ سوم کے جزء اوّل کی اشاعت

مارچ ۴۹ء میں آپ نے سیرۃ خاتم النّبیین حصہ سوم کے جزء اوّل کی اشاعت کا فیصلہ کیا

اور اعلان فرمایا کہ یہ کتاب جلسہ سالانہ کے موقعہ پر یا اس کے بعد شائع کر دی جائے گی۔ [۲۹۸]

اجتماعی دعا

جولائی ۱۹۴۹ء میں رمضان المبارک کے اختتام پر جبکہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کوئٹہ میں مقیم تھے۔ رتن باغ لاہور میں حضرت صاجزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اجتماعی دعا کرائی جو سوز وگداز کے عالم میں ۲۰ منٹ تک جاری رہی۔ [۲۹۹]

ربوہ کا تاریخی سفر

۱۹ر ستمبر ۴۹ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ربوہ میں مستقل رہائش کی غرض سے لاہور سے ربوہ روانہ ہوئے۔ اس سفر کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ حضور کے ہمسفر رہے اور اسی دن شام کو لاہور واپس پہنچ گئے۔ [۳۰۰]

سپین اور انڈونیشیا میں تبلیغ اسلام کی اہمیت

۱۱ر جنوری ۵۰ء کو تعلیم الاسلام کالج یونین لاہور نے مسٹر بہروم رنگ کوٹی کے اعزاز میں جو انڈونیشیا سے تشریف لائے تھے ایک دعوت طعام دی جس کے بعد ان کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ اس سپاسنامے کا جواب مسٹر بہروم رنگ کوٹی نے نہایت اخلاص بھرے الفاظ کے ساتھ دیا۔ آخر میں حضرت صاجزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں آپ نے احمدی نوجوانوں کو تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ بعض علاقے ہماری تبلیغ کے خاص طور پر مستحق ہیں۔ مثال کے طور پر آپ نے سپین کا ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ ہمیں مشرق میں انڈونیشیا تک اور مغرب میں سپین تک تبلیغی جدوجہد کو پہلے سے زیادہ وسیع کرنا چاہیے تا کہ ان دونوں کناروں پر اسلام کا جھنڈا زیادہ شان سے لہراتا ہوا نظر آئے۔ [۳۰۱]

خیر خواہان پاکستان کے نام دردمندانہ اپیل

مارچ ۵۰ء میں آپ کا ایک مضمون جو ''خیر خواہان پاکستان کے نام دردمندانہ اپیل'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ سیکرٹری صاحب تبلیغ جماعت احمدیہ لاہور نے ایک دیدہ زیب ٹریکٹ کی صورت میں شائع کیا۔ [۳۰۲]

''المنار'' کا اجراء

اپریل ۵۰ء میں تعلیم الاسلام کالج میگزین ''المنار'' کا اجراء ہوا۔ جس میں حضرت صاجزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی ایک مضمون تحریر فرمایا۔ [۳۰۳]

ناسازیٔ طبع

جون ۵۰ء میں آپ نے پھر بخار، انتڑیوں کی سوزش اور جگر کے بڑھ جانے کی وجہ سے رخصت حاصل کی۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس کو دفتر خدمت درویشاں میں آپ کا قائمقام مقرر فرمایا۔ [۳۰۴]

یورپین نومسلم احباب کی تعلیم وتربیت میں دلچسپی

۱۵/اگست ۵۰ء کو مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ لنڈن سے واپس تشریف لائے اور دوستوں کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی از راہ شفقت لاہور اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ آپ دیر تک مکرم چوہدری صاحب سے لنڈن کے نومسلم احباب کے حالات دریافت فرماتے رہے۔آپ نے ان کی تعلیم وتربیت کے انتظام کی تفصیلات میں خاص دلچسپی کا اظہار فرمایا۔ [۳۰۵]

زکوٰۃ کمیٹی کے سوالات

حکومت پاکستان کے فائیننس ڈیپارٹمنٹ نے ۵۰ء میں ایک زکوٰۃ کمیٹی مقرر کی تھی جس نے فریضہ زکوٰۃ کے متعلق معلومات فراہم کرنے کے لئے ۳۹ سوالات مرتب کر کے مختلف انجمنوں اور اداروں کو بھیجے اور ان کی ایک نقل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو بھی ارسال فرمائی۔ ان سوالات کا جواب مرتب کرنے کے لئے حضور نے علماء جماعت احمدیہ کو ہدایت فرمائی اور پھر ان کے پیش کردہ مواد کی روشنی میں حضور نے خود ایک مضمون ڈکٹیٹ کروایا۔ وہ علماء جنہوں نے جوابات کی تیاری میں نمایاں حصہ لیا ان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا نام سر فہرست تھا۔ یہ جوابات اکتوبر ۵۰ء میں تشریح الزکوٰۃ کے نام سے شائع کئے گئے۔ [۳۰۶] یہ تمام جوابات حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے لکھوائے ہوئے ہیں۔

چالیس جواہر پارے

نومبر ۵۰ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ میں آج کل ''چالیس جواہر پارے'' کی تصنیف میں مشغول ہوں۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس تصنیف کو قبولیت کا درجہ عطا فرما کر میری مغفرت اور لوگوں کے فائدہ کا ذریعہ بنا دے۔ [۳۰۷] یہ کتاب دسمبر ۵۰ء میں شائع ہوگئی۔

لاہور سے ربوہ

جنوری ۵۱ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ شروع سال سے میرا دفتر اب لاہور سے ربوہ میں منتقل ہو گیا ہے اور میں خود بھی ربوہ پہنچ چکا ہوں۔ اس لئے آئندہ میری ذاتی اور دفتری ڈاک

ربوہ کے پتہ پر آنی چاہیے۔ ۳۰۸

ربوہ سے پہلی تار

۲۰؍جنوری ۱۹۵۱ء سے ربوہ میں تار گھر کھل گیا۔ اس تار گھر سے ہندوستان میں سب سے پہلی تار حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طرف سے قادیان کے امیر جماعت کے نام بھجوائی گئی اور اس کے بعد دوسری تاروں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ۳۰۹

نوجوانوں کو دو نصائح

مئی ۱۹۵۱ء میں جامعہ احمدیہ احمد نگر میں جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بوجہ علالت شمولیت نہ فرما سکے۔ لیکن آپ نے اس موقعہ کے لئے ایک مختصر مگر نہایت قیمتی نوٹ تحریر فرمایا جو مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب نے جلسہ میں پڑھ کر سنا دیا۔ آپ نے اس پیغام میں نوجوانوں کو دو نصیحتیں فرمائیں۔ اول یہ کہ ان کا علم ایک منجمد پتھر نہ ہو بلکہ ایک ترقی کرنے والی جاندار چیز ہو اور دوسرے ان کے علم کے مجسمہ میں عمل کی روح ہو۔ ۳۱۰

ٹیلیفون پر پہلا پیغام

۲۱؍مئی ۱۹۵۱ء کو خدا تعالیٰ کے فضل سے ربوہ میں ٹیلیفون آفس کھل گیا۔ اسی دن شام کے وقت ربوہ سے قادیان حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طرف سے فون کیا گیا۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس پیغام کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر ارسال فرمائے۔

''جماعت کو سلام بیماروں کی عیادت اور دعاؤں کی تحریک'' ۳۱۱

آپ کا ایک الہام

جون ۱۹۵۱ء میں آپ کو ایک الہام ہوا جسے بعد کے واقعات نے بالکل سچا ثابت کر دیا کہ

''محمدی اُٹھ تیری سربلندی کا وقت قریب آ گیا ہے'' ۳۱۲

احادیث کے ایک اور مجموعہ کی تیاری کی خواہش

اکتوبر ۱۹۵۱ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ ''چالیس جواہر پارے'' کا اب دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کے لئے میں اس کی نظرثانی کر رہا ہوں۔ اگر کسی دوست کے خیال میں کوئی مفید مشورہ ہو تو اس سے مجھے مطلع فرمائیں۔ اس نوٹ میں آپ نے یہ بھی لکھا کہ میرے مدنظر احادیث کے ایک دوسرے مجموعہ کی تیاری بھی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر روشنی ڈالنے والی حدیثوں کو جمع کیا جائے گا۔ یہ مجموعہ بھی انشاء اللہ چالیس احادیث کا ہوگا۔ ۳۱۳

افسوس ہے کہ حضرت میاں صاحب موصوف یہ مجموعہ شائع نہ فرما سکے ورنہ یہ بھی جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ ہوتا۔

اسلامی خلافت کا نظریہ

دسمبر ۱۹۵۱ء میں اسلامی خلافت پر آپ نے ایک گرانقدر مضمون لکھا جس میں آپ نے ثابت کیا کہ کوئی خلیفہ برحق معزول نہیں ہوسکتا۔ یہ مضمون بعد میں ''اسلامی خلافت کا نظریہ'' کے زیر عنوان ایک ٹریکٹ کی صورت میں شائع کیا گیا۔ [۳۱۴]

اشتراکیت اور اسلام

اسی طرح ''اشتراکیت اور اسلام'' پر آپ نے ایک مضمون لکھا۔ جو بصورت ٹریکٹ شائع ہوا اور ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔ [۳۱۵]

حضرت اُمّ المؤمنینؓ کی آواز ریکارڈنگ مشین میں

۱۹۵۱ء کے موسم سرما میں مکرم سید عبدالرحمٰن صاحب امریکہ سے ایک ریکارڈنگ مشین اپنے ہمراہ لائے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی تحریک پر انہوں نے ۷رفروری ۱۹۵۲ء کو حضرت ام المؤمنین کی آواز ریکارڈنگ مشین میں محفوظ کی۔ یہ ایک مختصر سا پیغام تھا جو حضرت اماں جان نے سوال و جواب کے رنگ میں جماعت کے نام دیا۔ سوال حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طرف سے اور جواب حضرت ام المؤمنین کی طرف سے آپ کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا۔ یہ سوال وجواب احباب کی دلچسپی کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مرزا بشیر احمد صاحب: ''اماں جان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

حضرت اماں جان: ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ''

مرزا بشیر احمد صاحب: ''آپ کی آواز جماعت برکت کے خیال سے محفوظ کرنا چاہتی ہے اگر آپ کی طبیعت اچھی ہوتو جماعت کے نام کوئی پیغام دے کر ممنون فرمائیں۔''

حضرت اماں جان: ''میرا پیغام یہی ہے کہ میری طرف سے سب کو سلام پہنچے۔ جماعت کو چاہیے کہ تقویٰ اور دینداری پر قائم رہے اور اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کی طرف سے کبھی غافل نہ ہو۔ اسی میں ساری برکت ہے۔ میں جماعت کے لئے ہمیشہ دُعا کرتی ہوں۔ جماعت مجھے اور میری اولاد کو دعاؤں میں یاد رکھے۔''

مرزا بشیر احمد صاحب: ''یہ حضرت ام المؤمنین اطال اللہ ظلہا حال مقیم ربوہ کا جماعت احمدیہ کے نام پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور حضرت اماں جان کی صحت اور عمر اور فیوض میں برکت عطا کرے۔'' ۳۱۶

دعا کی تحریک

مارچ ۵۲ءمیں آپ نے حضرت امّ المؤمنین کی تشویشناک علالت پردعا کی تحریک کرتے ہوئے جماعت کو توجہ دلائی کہ حضرت امّ المؤمنین کی زندگی کے ساتھ کئی برکت کے سائے وابستہ ہیں۔ ۳۱۷

ٹھیکہ داری کی شرائط

اپریل ۵۲ءمیں آپ نے اعلان فرمایا کہ اکثر دوست جو ربوہ میں مکان تعمیر کرواتے ہیں وہ ناواقفیت کی وجہ سے یا تو ٹھیکہ داروں سے کوئی تحریری شرائط طے ہی نہیں کرتے یا غلطی سے ایسی شرائط طے کر لیتے ہیں جو سراسر نقصان دہ ہوتی ہیں۔ اس مشکل کو دور کرنے کے لئے معاہدہ ٹھیکہ داری کی ایک مستقل فارم تجویز کر کے طبع کرائی گئی ہے جس کے مطابق کام کرنے سے انشاء اللہ ہر طرح فائدہ رہے گا اور فریقین میں کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہیں ہوگا اور اگر ہؤا تو آسانی سے طے ہوسکے گا کیونکہ اس میں فریقین کے حقوق پوری طرح محفوظ کردیئے گئے ہیں۔ ۳۱۸

مشترکہ صدقہ

اپریل ۵۲ءمیں حضرت ام المؤمنین کی تشویشناک علالت پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سارے خاندان کی طرف سے مشترکہ صدقہ کا انتظام کیا۔ لیکن چونکہ بعض اوقات رقوم کے اعلان سے بعض کمزور طبیعتوں میں تکلف یا ریاء وغیرہ کا رنگ پیدا ہوجاتا ہے۔ اس لئے آپ نے یہ تجویز فرمایا کہ کسی قسم کی رقم نوٹ نہ کی جائے بلکہ جو رقم کوئی عزیز اپنے حالات کے ماتحت

شرح صدر سے دے سکے وہ نوٹ کرنے کے بغیر خاموشی کے ساتھ اس تھیلی کے اندر ڈال دے جو اس غرض کے لئے صدقہ کی رقوم وصول کرنے والے عزیز کے سپرد کی گئی تھی تاکہ ایسے نازک موقعہ پر جو کچھ دیا جائے خالص اور پاک نیت کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیا جائے دوسری شرط یہ لگائی گئی کہ اس صدقہ کے لئے خاندان کا ہر فرد کچھ نہ کچھ رقم ضرور دے خواہ ایک پیسہ یا دھیلہ ہی ہو حتیٰ کہ دودھ پیتا بچہ بھی اس صدقہ کی شمولیت سے باہر نہ رہے چنانچہ ان شرائط کے ماتحت صدقہ کی رقم جمع کی گئی اور مستحقین میں تقسیم کی گئی۔ ۳۱۹

ایک عارفانہ نکتہ

۱۳/ نومبر ۵۲ء کو آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی عزیزہ امۃ اللطیف بیگم سلمہا کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ اس موقعہ پر آپ نے دوستوں سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے یہ عارفانہ نکتہ بیان فرمایا کہ:

> ''شادی ایک اندھیرے کا قدم ہوتی ہے اور اس کے انجام کا علم خدائے علیم و خبیر کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔ والدین نیک نیت اور نیک امیدوں کے ساتھ ایک قدم اُٹھاتے ہیں لیکن اس قدم کو ہر قسم کے خطرات سے بچا کر دینی اور دنیوی برکتوں سے نوازنا اور کامیابی کے ساتھ انجام تک پہنچانا صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ علیہ توکلت والیہ انیب۔'' ۳۲۰

بُنیادی اصولوں کی کمیٹی کی سفارشات

پاکستان کے دستور اساسی کے سلسلہ میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے جو سفارشات اپنی رپورٹ میں کی تھیں ان پر غور کرنے کے لئے جنوری ۵۳ء میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک سب کمیٹی تجویز فرمائی جس میں اور دوستوں کے علاوہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی شریک تھے۔ اس کمیٹی کے متعدد اجلاس حضور کی صدارت میں منعقد ہوئے اور رپورٹ پر غور کیا گیا۔ بالآخر شائع کردہ سفارشات کے بارہ میں اس کمیٹی نے جو رائے دی اسے الفضل کے علاوہ پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کر دیا گیا۔ ۳۲۱

خالصۃً ثواب اور خدمتِ دین کیلئے کتابوں کی تصنیف

اسی ماہ میں آپ نے اپنے رسالہ ''چالیس جواہر پارے'' کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کا اعلان کرتے ہوئے جہاں دوستوں کو توجہ دلائی کہ وہ اس کا خود بھی مطالعہ کریں اور اپنے عزیزوں

کو بھی پڑھنے کیلئے دیں۔ وہاں آپ نے یہ بھی لکھا کہ

''اپنی کتابوں کی اشاعت اور فروخت وغیرہ سے میرا کوئی مالی تعلق نہیں ہوتا اور نہ ان کے نفع نقصان میں میرا کوئی حصہ ہوتا ہے۔ میں ہمیشہ خالصتہً ثواب اور خدمت دین کی خاطر کتاب لکھتا ہوں اور کتاب کی اشاعت یا اس کے مالی نفع نقصان کے پہلو سے میرا کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ اپنے لئے یا اپنے دوستوں کو تحفہ دینے کے لئے جو نسخے لیتا ہوں وہ بھی اپنے پاس سے قیمت دے کر خریدتا ہوں تا میرے ثواب میں کمی نہ آئے۔'' ۳۲۲

ختم نبوت کی حقیقت

جنوری ۱۹۵۳ء میں ہی آپ نے اعلان فرمایا کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق موجودہ بحث اور اختلاف کے پیش نظر میرا ارادہ ہے کہ اس بارہ میں ایک مختصر سا رسالہ لکھوں۔ لہٰذا جو دوست اس مسئلہ کے کسی خاص پہلو کی زیادہ وضاحت ضروری سمجھتے ہوں وہ مجھے اپنا سوال لکھ کر بھجوا دیں۔ ۳۲۳

یہ رسالہ بعد میں ''ختم نبوت کی حقیقت'' کے نام سے شائع ہوا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس نے غیر معمولی مقبولیت حاصل کی۔

اچھی مائیں

فروری ۱۹۵۳ء کے آخر میں آپ نے اعلان فرمایا کہ میں نے ایک مختصر سا رسالہ تربیت اولاد کے متعلق لکھا ہے جو دراصل ''مصباح'' کے ایک سابقہ مضمون کی نظرثانی کے ذریعہ مرتب کیا گیا ہے۔ خدا کے فضل سے یہ رسالہ تربیت اولاد کے لئے بہت مفید ہو سکتا ہے اور احمدی ماؤں کے لئے بہت عمدہ ہدایت نامہ ہے۔ اگر کوئی ادارہ یا کوئی دوست اُسے چھاپنا چاہے تو اُن کی خدمت میں اُسے ہدیتہً پیش کر دیا جائے گا۔ ۳۲۴

یہ رسالہ بعد میں ''اچھی مائیں'' کے نام سے شائع ہوا۔ ۳۲۵

طلباء کو پیغام

۲۳؍ فروری ۱۹۵۳ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کی جماعت نہم کے طلبأ نے میٹرک میں شامل ہونے والے طلبأ کے اعزاز میں ایک الوداعی پارٹی دی اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی ایک خاص پیغام بھجوایا جو جواب ایڈریس کے بعد مکرم ہیڈ ماسٹر صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول نے پڑھ کر سنایا۔ ۳۲۶

جماعتی دعاؤں پر زیادہ زور دینے کی نصیحت

جون ۱۹۵۳ء میں آپ نے رمضان المبارک کے آخری عشرہ پر ایک نوٹ لکھ کر دوستوں کو اس امر کی طرف متوجہ کیا کہ ان ایام میں خصوصیت سے جماعتی دعاؤں پر زور دیا جائے کیونکہ اگر جماعت مشکلات اور تکالیف اور ابتلاؤں کے بھنور میں پھنسی رہی تو زید یا بکر کو مال اور نوکری اور اولاد اور صحت اور عزت کے مل جانے سے جماعت کو کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر جماعت کو وہ کامیابی اور ترقی اور سرفرازی مل گئی جس کے لئے وہ پیدا کی گئی ہے تو زید یا بکر کی انفرادی ضرورتوں کے حصول کا رستہ بھی خود بخود کھل جائے گا۔ [۳۲۷]

صحت کی کمزوری

اگست ۱۹۵۳ء میں آپ نے دوستوں سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے لکھا کہ میری صحت ایک عرصہ سے خراب ہے اور اپریشن کی ضرورت بھی نقرس کی وجہ سے پیش آئی۔ جس کی وجہ سے دائیں کہنی کی جگہ پر ایک بڑی غدود سیرم سے بھر کر باہر نکل آئی تھی۔ اپریشن تو خدا کے فضل سے اچھا ہو گیا مگر بخار اب بھی ہو جاتا ہے اور کمزوری بھی کافی ہے اور ہاتھ بھی کچھ کانپتا ہے اس لئے دعاؤں کی خاص ضرورت ہے۔ [۳۲۸]

صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر کا افتتاح

۱۹/نومبر ۱۹۵۳ء کو صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے نئے دفاتر کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے افتتاح فرمایا۔ جب حضور صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں تشریف لائے تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ناظر اعلیٰ اور مکرم مرزا عزیز احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اعلیٰ نے حضور پُرنور کے ساتھ ہو کر حضور کو تمام دفاتر کا معائنہ کروایا۔ اس کے بعد اجتماعی دعا کا پروگرام شروع ہوا۔ کارکنان صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بحیثیت ناظر اعلیٰ حضور کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا جس میں ہجرت کے غیر معمولی دھکے کے باوجود سلسلہ کے کاموں میں غیر معمولی وسعت کا ذکر کر کے آپ نے بتایا کہ یہ عظیم الشان عمارت جس کے بنانے کی ہمیں ربوہ میں توفیق ملی ہے اس بات کی علامت ہے کہ ہمارے علیم و قدیر خدا کا منشاء ہے کہ ہمیں ہر حال میں اپنے کاموں اور اپنے سامانوں کو وسیع کرتے چلے جانا چاہیے یہاں تک کہ یہ الہامی بشارت اپنی تکمیل کو پہنچ جائے کہ

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے محمدیاں بر مینار بلند تر محکم افتاد

اس کے بعد حضور نے تقریر فرمائی۔ ۳۲۹

خدام الاحمدیہ کا مالی ہفتہ

۸؍دسمبر سے ۱۵؍دسمبر ۵۳ء تک مجالس خدام الاحمدیہ نے مالی ہفتہ منایا۔ اس موقعہ پر آپ نے بھی خدام کو ایک پیغام دیا جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

''جہاں تک میں نے سوچا ہے جماعتی چندے ایک طرح سے دین کا نصف حصہ ہیں۔'' اور یہ کہ

''جوشخص احمدی کہلا کر چندوں کے معاملہ میں سست ہے وہ حقیقتاً جماعت کی غرض وغایت اور اہمیت کو سمجھتا ہی نہیں۔'' ۳۳۰

رسول کریمؐ کی تریسٹھ سالہ عمر

اپریل ۵۴ء میں آپ کے ایک ہم جماعت چوہدری نذیر احمد صاحب طالب پوری کا انتقال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا تو آپ نے ان کی وفات پر ایک نوٹ میں تحریر فرمایا کہ

''یہ ایک حقیقت ہے کہ بچپن کے زمانہ سے لے کر آج تک جب بھی مجھے کسی عزیز یا دوست یا بزرگ کی تریسٹھ سالہ عمر کا خیال آتا ہے تو لازماً اور بلا استثناء میرا خیال سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف منتقل ہو جاتا رہا ہے کیونکہ آپ نے بھی تریسٹھ سال کی عمر پائی تھی اور چونکہ آپ کی عمر قمری حساب سے تھی اس لئے شمسی حساب کے مطابق یہ عمر کچھ اوپر اکسٹھ سال کی بنتی ہے۔ یہ سب سے کم عمر ہے جو کسی نبی نے (جو کسی حادثہ کے نتیجہ میں فوت نہیں ہوئے) اس ناپائیدار دنیا میں پائی اور اس کے مقابل پر ہمارے آقا ﷺ نے جو کام کیا وہ اتنا عظیم الشان ہے کہ مقابل پر اگر سب دوسرے نبیوں کے کام کو رکھا جائے تو پھر بھی آپ کے کام کا پلڑا بہت زیادہ بھاری نظر آتا ہے۔'' ۳۳۱

آپ کا مقامی امیر مقرر ہونا

۶؍جون ۵۴ء کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ربوہ سے بذریعہ چناب ایکسپریس کراچی تشریف لے گئے۔ حضور نے اپنے بعد ۱۷؍جون تک مکرم مولانا شمس صاحب کو اور اس کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقامی امیر مقرر فرمایا۔ ۳۳۲

بجلی کی رَو کا افتتاح

۹؍جون کی رات کو ربوہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بجلی کی رَو کا افتتاح ہوا اور سب سے پہلے مسجد مبارک میں روشنی ہوئی۔ اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے کثیر احباب کے ساتھ مسجد میں دعا فرمائی۔ [۳۳۳]

صدر انجمن احمدیہ کی کارکنیت سے آپکا ریٹائر ہونا

۱۸؍جون ۵۴ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی عمر چونکہ ساٹھ سال ہوچکی تھی اس لئے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ماتحت کہ

> ''ساٹھ سال کی عمر پر بہر حال ریٹائر کیا جانا چاہیے۔ اگر کام کے قابل ہوں سالانہ وسعت ملازمت میں دی جائے۔''

آپ کو صدر انجمن احمدیہ کی کارکنیت سے ریٹائر کر دیا گیا۔ مگر ریٹائر منٹ کے بعد بھی بحیثیت ناظر دفتر خدمت درویشاں آپ مجلس معتمدین کے ممبر رہے۔

دل کی تکلیف کا حملہ

۲۹؍جون کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب پر دل کی تکلیف کا حملہ ہوا ڈاکٹری مشورہ کے مطابق یکم جولائی کو ایمبولنس کار پر حضرت میاں صاحب کو لاہور لے جایا گیا۔ راستہ میں شیخوپورہ کے قریب تنفس کا شدید دورہ پڑا۔ مگر ٹیکے وغیرہ کرنے اور آکسیجن سونگھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے آرام آ گیا اور آپ آہستہ آہستہ شام کے چار بجے لاہور پہنچے۔[۳۳۴] آپ کا قیام ان دنوں کوٹھی نمبر۹۶ -ایرمال پر تھا۔ [۳۳۵]

۲۵؍اگست کو آپ کو سانس کی تکلیف کا پھر سخت دورہ ہوا۔ ساتھ ہی گلے میں بھی چوکنگ کی تکلیف رہی۔ اس وجہ سے آپ کو آکسیجن گیس بھی دی گئی۔ [۳۳۶]

ستمبر ۵۴ء کے آخر میں آپ نے اعلان فرمایا کہ مجھے خدا کے فضل سے کافی افاقہ ہے۔ لیکن چونکہ ابھی تک بیماری کا پورا استیصال نہیں ہوا۔ اس لئے ڈاکٹر صاحبان کی ہدایت کے مطابق کافی احتیاط کی جارہی ہے۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جلد کامل شفا دے کر اس نعمت میں سے حصۂ وافر عطا فرمائے جس کا اس نے ہمارے پیارے رسولؐ سے وعدہ فرمایا ہے کہ

للاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ [۳۳۷]

جماعت احمدیہ لاہور کو پیغام

۶/اکتوبر ۵۴ء کو لاہور میں علاج کی غرض سے ساڑھے تین ماہ قیام فرمانے کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ربوہ واپس تشریف لے آئے۔ روانگی سے قبل آپ نے جماعت احمدیہ لاہور کو پیغام دیا کہ

> ''میں لاہور سے ربوہ جاتے ہوئے احباب لاہور کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے ساڑھے تین ماہ کے قیام لاہور میں نہ صرف میری صحت کے لئے دردِ دل سے دعائیں کیں بلکہ عیادت اور اخلاص اور محبت کے حق کا بھی کامل نمونہ دکھایا جزاکم اللہ خیراً۔ احباب دعا جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جلد پوری شفا دیکر خدمت دین کی توفیق دے اور ہم سب کو حسنات دارین سے نوازے اور حافظ و ناصر ہو۔'' ۳۳۸

''الفضل'' کی ربوہ سے اشاعت

۳۱/دسمبر ۵۴ء سے سلسلہ احمدیہ کا مؤقر جریدہ ''الفضل'' لاہور کی بجائے مرکز سلسلہ ربوہ سے نکلنا شروع ہوا۔ آپ نے اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دعا فرمائی کہ مرکز سلسلہ کا یہ پودا جو گویا اب اپنے بلوغ کو پہنچ رہا ہے بیش از پیش سرعت کے ساتھ بڑھے اور پھیلے اور پھولے اور اس کے پھلوں سے لوگ زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوں۔ ۳۳۹

فہرست مضامین سیرۃ خاتم النّبیین حصّہ سوم

فروری ۵۵ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ میں نے کچھ عرصہ سے سیرت خاتم النّبیین کی تیسری جلد کے بقیہ حصہ کے مضامین کی فہرست تیار کر کے مرتب کر رکھی تھی جسے میں الفضل میں اشاعت کے لئے بھجوا رہا ہوں۔ اس سے میری تین اغراض ہیں۔ اوّل یہ کہ مجھے اس کتاب کی تکمیل کی یاد دہانی ہوتی رہے۔ دوّم اگر خدا نخواستہ میں اسے اپنی زندگی میں مکمل نہ کر سکوں تو خدا کا کوئی بندہ اسے انہی لائنوں پر مکمل کر دے اور میں بھی اس کے ثواب میں حصہ دار بن جاؤں۔ سوّم اگر کسی دوست کے خیال میں اس فہرست کی تکمیل کے متعلق کوئی مفید تجویز آئے تو وہ مجھے مطلع فرمائیں۔ یہ فہرست اوائل ۷ھ کے واقعات سے رسول کریم ﷺ کے یوم وفات تک ہے۔ ۳۴۰

سفر یورپ پر آپکا قائمقام امیر مقرر کیا جانا

۲۳/مارچ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنی بیماری کے علاج کے سلسلہ

میں یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ حضور نے اپنی غیر حاضری میں قائمقام امیر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر فرمایا اور اعلان فرمایا کہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کے فیصلہ جات اپنے اپنے دائرہ میں گو آخری ہوں گے مگر ان کی نگرانی کا حق میاں بشیر احمد صاحب کو حاصل ہوگا۔ [۳۴۱]

۲۵/مارچ کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کچھ عرصہ کیلئے لاہور تشریف لے گئے تو آپ نے اپنی واپسی تک کیلئے مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس کو قائمقام امیر مقامی مقرر فرمایا۔ [۳۴۲]

تقویٰ اللہ کی نصیحت

۳۰/مارچ کو مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے زیر اہتمام مسجد مبارک میں ایک تربیتی اجلاس منعقد ہؤا جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا بھی ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ آپ نے اس پیغام میں نوجوانوں کو تقویٰ کی طرف توجہ دلائی جس کا خلاصہ آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ

> ''انسان اپنے ہر قول اور ہر فعل اور ہر حرکت اور ہر سکون میں خدا کی رضا کی تلاش اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کو اپنا مقصود و مدعا بنالے اور ہر بات کہتے ہوئے اور ہر کام کرتے ہوئے بلکہ ہر کام سے رُکتے ہوئے بھی یہ سوچ لیا کرے کہ کیا اس میں کوئی پہلو خدا کی ناراضگی کا تو نہیں ہے۔'' [۳۴۳]

آئمہ مساجد کا احترام

۴/اپریل کو آپ نے جنرل پریذیڈنٹ صاحب ربوہ اور آئمہ مساجد کو اس نقص کی طرف توجہ دلائی کہ جونہی نماز کا مقررہ وقت آتا ہے اور گھڑی کی سوئی مثلاً پونے ایک بجے یا چار بجے پر پہنچتی ہے تو مقررہ امام کا انتظار کرنے کے بغیر بلا توقف کسی اور حاضرالوقت بزرگ کو پیش امام بنا کر نماز شروع کر دی جاتی ہے۔ یہ بات مقررہ امام کے اکرام کو کم کرنے والی اور اس کے احترام کے خلاف ہے کہ چند منٹ کے لئے بھی اس کا انتظار نہ کیا جائے۔ ہاں اگر زیادہ دیر ہو جائے تو پھر بیشک نماز کرا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ [۳۴۴]

خلاصۃ الاسلام

۹/اپریل ۵۵ء کو آپ نے اعلان فرمایا کہ ''خلاصۃ الاسلام'' کے نام سے میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں جس میں اختصار کے ساتھ اسلام کا تاریخی پس منظر اور اس کی تعلیم کا نچوڑ آ جائے گا اور ان پہلوؤں کو خصوصیت سے نمایاں کیا جائے گا جن پر مغربی محققین

کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے یا وہ اسلام کی روح کو سمجھنے کیلئے ضروری ہیں۔ اسکے بعد آپ نے ان مضامین کی ایک فہرست شائع فرمائی جن پر لکھنے کا آپ ارادہ رکھتے تھے اور بیرونی ممالک میں تبلیغ کا تجربہ رکھنے والے دوستوں سے درخواست کی کہ وہ اس بارہ میں مفید مشورہ دیں۔ ۳۴۵

مخالفین کی فتنہ انگیزی

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے سفر یورپ پر تشریف لے جانے کے بعد جب پنجاب اور کراچی کے بعض اخباروں میں اس قسم کے فتنہ انگیز نوٹ شائع ہوئے کہ امام جماعت احمدیہ کے ربوہ سے تشریف لے جانے کے بعد ربوہ میں نعوذ باللہ پارٹی بازی اور سازشوں کا میدان گرم ہے اور مختلف پارٹیاں اقتدار حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہی ہیں تو آپ نے اس کی پُر زور تردید کی اور دوستوں کو ان ایام میں خاص طور پر دعاؤں اور صدقہ وخیرات سے کام لینے اور اپنے اندر تقویٰ اور طہارت نفس پیدا کرنے کی تلقین کی۔ ۳۴۶

صدقہ اور دعاؤں کا انتظام

۲۹ر اپریل کی رات کو جبکہ حضور نے سفر یورپ کے لئے جہاز میں سوار ہونا تھا حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی تحریک پر مقامی جماعت کی طرف سے صدقہ کا انتظام کیا گیا اور سولہ بکرے ذبح کئے گئے۔ نیز رات کو ایک بجے جبکہ حضور نے ہوائی جہاز میں سوار ہونا تھا اہل ربوہ نے آپ کی ہدایت کے مطابق مسجدوں میں جمع ہو کر نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعائیں کیں۔ ۳۴۷

معتکفین کو ضروری ہدایات

مئی ۵۵ء میں آپ نے ربوہ کی مساجد میں اعتکاف بیٹھنے والوں کے لئے بعض ضروری باتیں نوٹ کر کے ان کا مساجد میں اعلان کروایا اور دوستوں کو توجہ دلائی کہ انہیں اپنی نیند اور حوائج ضروریہ کو قلیل ترین وقت میں محدود کر کے عبادت اور نوافل اور دعاؤں اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن مجید اور دیگر دینی مشاغل میں اپنا وقت گذارنا چاہیے۔ ۳۴۸

ایک پُردرد اور تاریخی دُعا

۲۲ر مئی ۵۵ء کو رمضان المبارک کے اختتام پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے مسجد مبارک میں آخری تین سورتوں کا نہایت لطیف درس دیا اور آخر میں اجتماعی دعا کروائی۔ یہ دعا اس سوز اور درد کے ساتھ ہوئی کہ بعض غیر از جماعت لوگوں نے جماعت کے تضرع اور گریہ وزاری کی آواز قریباً نصف میل کے فاصلہ سے سُنی اور حیرت کا اظہار کیا کہ یہ گریہ وزاری کیوں ہے۔ اس

دعا کے ساتھ حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا وہ کشف پورا ہوگیا جو بعد میں ۱۴؍جون ۵۵ء کے الفضل میں شائع ہوا کہ جماعت کے ہزاروں ہزار آدمی اللہ تعالیٰ سے حضور کی صحت کے لئے نہایت کرب و اضطراب کے ساتھ دعائیں کر رہے ہیں۔ ۳۴۹

آپ کا یہ پُر معارف درس الفضل ۳۱؍مئی و یکم جون ۵۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔

علاج کے لئے لاہور کا سفر

جون ۵۵ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ میں ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت کچھ عرصہ کے لئے ربوہ سے باہر جا رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے بلڈ پریشر کی زیادتی نبض کی تیزی، پاؤں کے ورم اور نقرس کی تکلیف ہے۔ میرے پیچھے عزیزم میاں ناصر احمد صاحب مقامی امیر ہوں گے۔ چنانچہ آپ ۱۰؍جون کو لاہور تشریف لے گئے۔ ۳۵۰

مینٹل ہسپتال کا معائنہ

۳۰؍جون کو آپ نے لاہور کے مینٹل ہسپتال کا معائنہ فرمایا۔ اس کا آپ کی حساس طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد کی رات آپ کو بالکل نیند نہیں آئی اور تمام شب بیخوابی میں گذری۔ بعد میں آپ نے ''پاگل خانہ کا عبرتناک منظر'' کے زیرعنوان اس بارہ میں ایک مضمون لکھا۔ ۳۵۱

جائز تفریحات کا سامان ضرور ہونا چاہیے

جولائی ۵۵ء میں آپ نے سنیما کے ضرر رساں پہلوؤں پر ایک مضمون لکھتے ہوئے جہاں افسوس سے لکھا کہ

> ''بعض احمدی نوجوان بھی سنیما کی ملمع سازی سے دھوکا کھا کر اس میدان میں چور بازاری سے کام لے رہے ہیں اور داؤ لگا کر سنیما جاتے رہتے ہیں۔''

وہاں آپ نے یہ بھی لکھا کہ

> ''میں تفریح کی اہمیت کا ہرگز منکر نہیں بلکہ دن بدن اس کی ضرورت کا زیادہ قائل ہوتا جاتا ہوں۔ ہماری زندگیاں اس قدر سنجیدہ اور تفکرات سے اتنی معمور ہیں کہ اگر جائز اور مفید تفریحات کا انتظام نہ کیا گیا تو کام کرنے والے لوگوں کے اعصاب تباہ ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لئے ہمارے سامنے یہ ایک اہم سوال ہے کہ اگر ایک طرف سنیما سے روک کر لوگوں کے اخلاق کو خراب ہونے سے بچائیں تو دوسری طرف ان کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں مختلف مذاق کے لوگوں کے لئے جائز تفریح

کا سامان بھی مہیا کریں۔'' ۳۵۲؎

درخواست دُعا

جولائی ۵۵ء میں آپ نے پھر اپنی کمزوریٔ صحت کا ذکر کرتے ہوئے دوستوں سے اس دُعا کی درخواست کا اعادہ کیا کہ

''اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل وکرم سے صحت اور خدمت اور برکت کی زندگی عطا کرے اور قرآنی محاورہ کے مطابق میری عاقبت میری اُولیٰ سے بہتر ہو۔ **وما ذالک علیٰ اللّٰہ بعزیز۔**'' ۳۵۳؎

حضرت اماں جی کا انتقال

۷؍اگست کو حضرت اماں جی حرم محترم حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ربوہ میں انتقال ہوگیا۔ اس پر آپ نے ایک تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا کہ میری بھی خواہش تھی کہ میں اس موقعہ پر ربوہ جاتا مگر میرے اعصاب کی موجودہ حالت ایسی ہے کہ میں اس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میری طرف سے سب عزیزوں کو ہمدردی کا پیغام پہنچا دیں۔ ۳۵۴؎

۳۱؍اگست کو بعد دوپہر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لاہور سے ربوہ تشریف لے آئے۔ ۳۵۵؎

حضور کی استقبالیہ کمیٹی کو ہدایات

۱۴؍ستمبر کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حضرت امیر المؤمنین کی استقبالیہ کمیٹی کے قائمقام صدر مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمسؓ اور کمیٹی کے سیکرٹری مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب سے سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے استقبال کے انتظامات پر تبادلۂ خیالات فرمایا۔ نیز آپ موٹر میں اس راستے پر دُور تک تشریف لے گئے جو استقبال کے لئے مقرر کیا گیا تھا اور وہاں مختلف موقعوں پر پہنچ کر ان انتظامات کے عملی پہلوؤں کا جائزہ لیا اور کمیٹی کے ارکان کو قیمتی مشوروں اور ہدایات سے نوازا۔ ۳۵۶؎

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی سفر یورپ سے واپسی

۲۵؍ستمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سفر یورپ سے واپسی کے بعد کراچی سے ربوہ تشریف لائے۔ سٹیشن پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب امیر مقامی اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد، صحابہ کرام، ناظر اور وکلاء صاحبان اور استقبالیہ کمیٹی کے جملہ ارکان حضور کے خیر مقدم کیلئے موجود تھے۔ سب سے پہلے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حضور سے

مصافحہ کیا اور اس کے بعد دوسرے احباب نے۔ اس کے بعد حضور اہل قافلہ کے ہمراہ قصرِ خلافت کی طرف روانہ ہوئے۔ سب سے اگلی کار میں عقبی سیٹ پر حضور تشریف فرما تھے اور حضور کے ساتھ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ مسجد مبارک کے قریب حضور نے کار سے اُتر کر مسجد میں قبلہ رُخ کھڑے ہو کر دعا کرائی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور دوسرے معزز دوست اس وقت حضور کے پیچھے کھڑے تھے۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد حضور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ ۳۵۷

حضرت امیر المؤمنین کی شفقت

۲۳؍ اکتوبر کو آپ پھر مع بیگم صاحبہ علاج کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے۔ ۳۵۸
چونکہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بھی ۵؍نومبر کو لاہور تشریف لے آئے۔ اس لئے حضور روزانہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کی طبیعت پوچھنے تشریف لے جاتے رہے۔ ۳۵۹

عامُ الحزن

۷؍دسمبر ۵۵ء کو مکرم درد صاحب وفات پا گئے۔ آپ نے ان کی وفات پر لکھا کہ اس سال ہمارے بہت سے قدیم بزرگوں اور دوستوں نے وفات پائی ہے گویا یہ ہمارا عام الحزن ہے۔ گو اس سے پہلے بھی حضرت ام المؤمنین کی وفات والے انتہائی تلخ سال کے علاوہ ہجرت والے سال یعنی ۴۷ء میں بھی ایک تلخ عام الحزن گذر چکا ہے مگر آ جا کے بات وہیں آ جاتی ہے کہ دنیا فانی ہے اور ہر انسان نے آگے پیچھے خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔ ۳۶۰

۱۴؍دسمبر کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بذریعہ کار لاہور سے ربوہ تشریف لائے اور آپ نے درد صاحب مرحوم کے اہل وعیال سے تعزیت فرمائی۔ ۳۶۱

ربوہ میں تین روز قیام فرمانے کے بعد ۱۸؍دسمبر کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب پھر لاہور تشریف لے گئے۔ ۳۶۲

چندہ امداد درویشاں کی اہمیت

دسمبر ۵۵ء میں آپ نے چندہ امداد درویشاں کی اہمیت کی طرف دوستوں کو خاص طور پر توجہ دلائی اور فرمایا کہ

> ’’قادیان کا درویش حلقہ دراصل ہمارے لئے ایک مقدس روضہ ہے جیسا کہ آئینہ کمالات اسلام والے کشف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے ایک روضہ قرار دیا

ہے۔ پس میں حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں ہی دوستوں سے عرض کرتا ہوں کہ:-

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملّت شود پیدا'' ۳۶۳

اعصابی بے چینی

جلسہ سالانہ ۵۵ء کے ایام میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لاہور سے ربوہ واپس تشریف لے آئے مگر اعصابی بے چینی اور سانس کی تکلیف کا عارضہ جاری رہا۔ ۳۶۴

ریکارڈنگ مشین میں آپکی پُر شوکت آواز

جنوری ۵۶ء میں مکرم چوہدری انور احمد صاحب نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ان کی ریکارڈنگ مشین میں اپنے چند الفاظ ریکارڈ کروا دیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی آواز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیاں ریکارڈ کرا دیں تاکہ یہ کلام اپنے وقت پر پورا ہو کر خدا تعالیٰ کا ایک زبردست نشان ٹھہرے۔ آپ نے اپنے ریکارڈ شدہ الفاظ ''الفضل'' میں بھی شائع کروا دیے۔ ۳۶۵

مصنّفین سلسلہ کو ہدایت

فروری ۵۶ء میں آپ نے ''اصحاب احمد'' اور ''بشارات رحمانیہ'' پر ریویو کرتے ہوئے احمدی مصنّفین کی اصولی رنگ میں راہنمائی کرتے ہوئے ان سے اس امید کا اظہار فرمایا کہ وہ اپنی کتابوں میں صرف صحیح روایات اور سچے اور ثابت شدہ واقعات درج کرنے کی کوشش کریں گے اور کچی اور سُنی سُنائی باتوں سے اجتناب رکھیں گے تاکہ ان کی کتابیں ان برکات سے متمتع ہوں جو خدا کی طرف سے ہمیشہ صداقت کے ساتھ وابستہ رہی ہیں۔ ۳۶۶

حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ حواری

وسط فروری میں آپ نے ایک مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اس روایت کا ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہمارے بھی بارہ حواری ہیں اور پھر ان بارہ حواریوں کے نام آپ نے درج فرمائے۔ ۳۶۷

اسلام کے غلبہ کیلئے دعائیں

اسی ماہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی تحریک پر ہر روز بعد نماز مغرب اسلام کے غلبہ

اور سلسلہ کے استحکام اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کیلئے اجتماعی دعاؤں کا سلسلہ جاری ہوا۔ ۳۶۸

مقامی امیر

۲۸رفروری کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ربوہ سے لاہور تشریف لے گئے۔ مقامی امیر حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر فرمایا۔ ۳۶۹

مسافروں کی خبر گیری

۲۶راپریل کو چناب ایکسپریس جب ربوہ پہنچی تو اس کا انجن خراب ہوگیا اور گاڑی کو دوسرے انجن کے آنے کا انتظار کرنے میں کافی وقت ٹھہرنا پڑا۔ چونکہ شام کا وقت تھا اس لئے امیر مقامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی ہدایت کے ماتحت جملہ مسافران کو برف کا ٹھنڈا پانی اور کھانا مہیا کیا گیا۔ نیز بچوں اور مستورات کے لئے پندرہ بیس سیر کے قریب دودھ کا انتظام کیا گیا اور پوری کوشش کی گئی کہ کوئی مسافر بھوکا نہ رہے۔ ۳۷۰

درس القرآن

۲۶رمئی ۵۶ء کو رمضان المبارک میں درس قرآن مجید کے اختتام پر مسجد مبارک ربوہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے قرآن کریم کی آخری دو سورتوں کا درس دیا جس کے بعد نہایت گریہ وزاری اور الحاح کے ساتھ دعا کی گئی۔ ۳۷۱

تبلیغ کے چار سنہری گر

مئی ۵۶ء میں اخبار ''آزاد نوجوان'' مدراس کی خواہش پر آپ نے ''تبلیغ کے چار سنہری گر'' کے زیر عنوان ایک نہایت قیمتی مضمون لکھا جو بعد میں ''الفضل'' میں بھی شائع ہوا۔ ۳۷۲

صحابہ کی جگہ لینے کی کوشش کرو

ان ایام میں مختلف عوارض سے آپ کی طبیعت ناساز رہی۔ آپ بیماری سے ذرا اچھے ہوئے تو آپ نے ایک مضمون میں تحریر فرمایا کہ

> ''میں اپنی بیماری میں کئی دفعہ سوچتا رہا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابہ اب صرف خال خال رہ گئے ہیں جنہیں کسی معمولی سے معمولی بیماری یا معمولی سے معمولی حادثہ کا دھکہ اس عالم ارضی سے عالم بالا کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ مجھ میں کچھ طاقت آئے تو میں جماعت کے نوجوانوں کو تحریک کروں کہ وہ اپنے اندر تقویٰ اور دعاؤں کی عادت پیدا کر کے گذرنے والے

صحابہ کی جگہ لینے کی کوشش کریں تا جماعت میں کوئی خلا پیدانہ ہو۔‘‘

اور آخر میں تحریر فرمایا کہ

’’میں نے یہ مضمون بیماری کی حالت میں تکلیف کے ساتھ اپنے قلم سے لکھا ہے۔ خدا کرے کہ اسے وہ تاثیر اور مقبولیت حاصل ہو جو خدا کی طرف سے آتی ہے اور جماعت کے نوجوانوں میں ایک نیک تبدیلی پیدا ہو۔‘‘ ۳۷۳

قائمقام امراء

۱۰رجولائی ۵۶ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب امیر مقامی طبی مشورہ کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ آپ نے اس عرصہ کے لئے علی الترتیب حسب ذیل احباب کو قائمقام امیر مقامی تجویز فرمایا ۱- صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، ۲- صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب، ۳-سیدزین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، ۴- مولوی محمد دین صاحب ناظر تعلیم۔ ۳۷۴

۱۸رجولائی کو آپ لاہور سے واپس تشریف لے آئے۔ ۳۷۵

خاکساری اور منکسر المزاجی

اگست ۵۶ء میں فتنہ منافقین کے پیدا ہونے پر آپ نے ایک مضمون میں لکھا کہ:

’’بعض خناس صفت لوگوں نے میرے متعلق یہ افترا باندھا تھا کہ وہ نعوذباللہ مجھے اپنے خطوں میں آئندہ خلافت کی پیش کش کرتے رہے ہیں۔ میرے دل کا حال تو خدا جانتا ہے لیکن جو دوست میری طبیعت سے واقف ہیں وہ بھی کم از کم اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ میری فطرت طفیلی طور پر حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کے مطابق واقع ہوئی ہے کہ

قل اجرد نفسی من ضروب الخطاب

میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی طرح کبھی کسی مجلس میں آگے بڑھ کر بیٹھنے کی بھی خواہش نہیں کی چہ جائیکہ امامت یا خلافت کی تمنا میرے دل میں پیدا ہو۔‘‘ ۳۷۶

چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں کی اشاعت پر خوشنودی کا اظہار

اسی ماہ میں نظارت اصلاح وارشاد نے دو نہایت خوبصورت پمفلٹ شائع کئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''یہ سلسلہ بہت مفید ہے اسے جاری رکھنا چاہیے اور مختلف قسم کے مضمونوں پر چھوٹے چھوٹے خوبصورت دیدہ زیب رسائل نکالتے رہنا چاہیے۔'' ۳۷۷

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

ستمبر ۱۹۵۶ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اولڈ بوائز کو منظم کیا گیا اور ممبر شپ کا چندہ ایک روپیہ ماہوار مقرر کیا گیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ممبر شپ کا چندہ بھجواتے وقت ایسوسی ایشن کے احیاء کے خیال کو ایک مبارک قدم قرار دیا اور اس تحریک کے ساتھ گہری محبت اور ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ ۳۷۸

قادیان کے تین بابرکت مقام

اکتوبر ۱۹۵۶ء میں آپ نے ایک نوٹ کے ذریعے اعلان فرمایا کہ قادیان میں دعا کے لئے تین مقامات خاص طور پر بابرکت ہیں (۱) مسجد مبارک (۲) بیت الدعا (۳) حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا مزار۔ ۳۷۹

گولڈ کوسٹ کو آپکے ایک صاحبزادہ کی روانگی

۱۵/اکتوبر کو آپ کے چھوٹے لڑکے مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب ایم-اے گولڈ کوسٹ روانہ ہوئے جہاں آپ احمدیہ سیکنڈری سکول کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ گاڑی روانہ ہونے سے قبل حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔ ۳۸۰

ایک قیمتی مقالہ

اکتوبر ۱۹۵۶ء میں انصار اللہ کا سالانہ اجتماع ہوا تو اس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی درخواست پر تربیت کے موضوع پر ایک نہایت قیمتی مقالہ پڑھا۔ احباب نے اصرار کیا کہ اسے جلد شائع کر کے اس کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی جائے۔ چنانچہ ''جماعتی تربیت اور اس کے اصول'' کے نام سے یہ مقالہ شائع کیا گیا۔

فضل عمر ہسپتال

جنوری ۱۹۵۷ء میں آپ نے فضل عمر ہسپتال ربوہ کے لئے چندہ کی تحریک کرتے ہوئے لکھا کہ:

''مرکز سلسلہ کی تو یہ حیثیت ہے کہ اگر صرف خلیفۂ وقت کی اکیلی ذات کے لئے ہی ایک عمدہ ہسپتال قائم کرنا پڑے تو جماعت کو اسے اپنا مقدس فریضہ سمجھ کر پورا

کرنا چاہیے۔ مگر یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجود باجود کے علاوہ کثیر التعداد قدیم صحابہ اور سلسلہ کے چوٹی کے کارکن اور ممتاز بزرگ اور ہزاروں قیمتی جانوں کا سوال ہے اور پھر ایک اچھا ہسپتال مرکز کی غیر معمولی نیک نامی اور بھاری کشش کا بھی موجب ہوتا ہے۔'' ۳۸۱

حضرت مفتی محمد صادق کی وفات

۸/ جنوری کو آپ علاج کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے۔[۳۸۲] مگر چونکہ بعد میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی وفات واقع ہوگئی۔ اس لئے ۱۳/جنوری کو آپ ان کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے لاہور سے تشریف لائے اور اسی روز تدفین کے بعد واپس لاہور چلے گئے۔ ۳۸۳

نرخ بالاکن کہ ارزانی ہنوز

آخر فروری ۱۹۵۷ء میں محترم ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب کی وفات پر آپ نے ایک نوٹ لکھا کہ:

''مجھے خوشی ہے کہ کچھ عرصہ سے جماعت کا نوجوان طبقہ عبادت اور ذکر الٰہی کی طرف زیادہ توجہ دے رہا ہے اور ان میں سے بعض کشف و الہام سے بھی مشرف ہیں مگر میں ان سے کہتا ہوں ؎

نرخ بالاکن کہ ارزانی ہنوز'' ۳۸۴

کرنل ڈگلس کی وفات پر تار

۲۷/فروری کو کرنل ڈگلس کی وفات پر جماعت احمدیہ کی طرف سے امیر مقامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے امام مسجد لنڈن کو ایک تار ارسال فرمایا جس میں انہیں ہدایت فرمائی کہ

''اُن کے خاندان کو دلی ہمدردی کا پیغام پہنچا دیں۔ ان کا وہ دلیرانہ اور دیانتدارانہ رویہ جو انہوں نے اس مقدمہ میں اختیار کیا جو آج سے ساٹھ سال قبل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف ایک مسیحی پادری کی طرف سے جھوٹے طور پر کھڑا کیا گیا تھا ہماری یاد میں ہمیشہ تازہ رہے گا۔'' ۳۸۵

رمضان المبارک کا عہد اور دس خاص مسائل

اپریل ۱۹۵۷ء کے رمضان المبارک میں آپ نے ''رمضان المبارک کے دس خاص مسائل'' کے زیرِ عنوان ایک لطیف مضمون لکھ کر دوستوں کو اس مہینہ کی برکات سے خاص طور پر فائدہ اُٹھانے

کی طرف توجہ دلائی۔ ۳۸۶

اسی طرح ایک دوسرے نوٹ میں آپ نے دوستوں کو توجہ دلائی کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں وہ اپنی کسی نہ کسی کمزوری کو دُور کرنے کا عہد کریں۔ اس عہد کے متعلق کسی دوسرے شخص پر اظہار کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اپنے دل میں خدا کے ساتھ عہد کرنا چاہیے کہ میں اپنی فلاں کمزوری سے اجتناب کروں گا۔ مثلاً نمازوں میں سستی، چندوں میں سستی ، جماعتی کاموں میں سستی، مقامی امراء سے عدم تعاون، جھوٹ بولنے کی عادت، کاروبار میں دھوکا دینے کی عادت، بہتان تراشی، وعدہ خلافی، رشوت ستانی، فحش کلامی، گالی گلوچ، غیبت، بدنظری، ہمسایوں کے ساتھ بدسلوکی، بیوی کے ساتھ بدسلوکی، والدین کی خدمت میں غفلت، عورتوں کے لئے اپنے خاوندوں سے نشوز، بے پردگی، بچوں کی تربیت میں غفلت، سگریٹ اور حقہ نوشی، سینما دیکھنے کی عادت، سودی لین دین وغیرہ۔ ۳۸۷

تاجروں کو نصیحت

۲۲/مئی کو بعد نماز مغرب غلہ منڈی میں مجلس تجار کا ایک اجلاس ہوا۔ جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا بھی ایک پیغام پڑھ کر سنایا۔ آپ نے اپنے پیغام میں اس امر پر زور دیا کہ احمدی تاجر اپنے کاروبار کو پوری دیانتداری کے ساتھ چلائیں۔ کسی سے دھوکا نہ کریں اور نفع واجبی رکھیں۔ ۳۸۸

اجتماعی وقارعمل

۲۴/مئی کو مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے زیر اہتمام دفاتر صدر انجمن کے قریب اجتماعی وقارعمل منایا گیا۔ مقامی مجلس کی طرف سے اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں درخواست کی گئی تھی کہ آپ خدام کو کچھ نصائح فرمائیں۔ چنانچہ وقارعمل کے اختتام پر آپ محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کی معیت میں وقارعمل کے مقام پر تشریف لائے اور آپ نے خدام کو زریں ہدایات سے نوازتے ہوئے خدمت خلق اور وقارعمل کی اہمیت پر زور دیا۔ بعد میں حضرت میاں صاحب موصوف نے اجتماعی دعا کرائی۔ ۳۸۹

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کو مشورہ

۱۱/جون کو محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب یورپ کے احمدیہ مشنوں کے معائنہ اور خصوصاً جرمنی کی احمدیہ مسجد کے افتتاح کے لئے تشریف لے گئے۔ روانگی کے وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے انہیں مشورہ دیا کہ اسلام اوراحمدیت کی ترقی کے متعلق حضرت مسیح

موعود علیہ السلام نے خداتعالیٰ سے علم پا کر جو پیشگوئیاں کی ہیں انہیں نمایاں کر کے یورپ اور امریکہ کے سامنے لایا جائے تا کہ اُن پر حجت پوری ہو۔ ۳۹۰

خدام الاحمدیہ کو پیغام

۲۰؍اگست مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے اپنے سالانہ اجتماع کے لئے آپ سے پیغام مانگا۔ آپ نے انہیں لکھا کہ میرے خیال میں اس سے بہتر کوئی پیغام نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر میں بیان ہوا ہے کہ

بکوشید اے جواناں تابدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

اور آپ نے لکھا کہ احمدیت کے نوجوان دین کے چڑھتے ہوئے ستارے ہیں جن کے ہاتھ میں آئندہ چل کر احمدیت کی ذمہ داریاں آنے والی ہیں۔ اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں اور جدوجہد سے کام لیں تو اسلام میں شان وشوکت کا دوسرا دور جلد تر آسکتا ہے بلکہ اس کا آنا مقدر ہے۔ بشرطیکہ ہماری کوششوں میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ ۳۹۱

انصار اللہ کے فرائض

اکتوبر ۵۷ء میں انصار اللہ کے تیسرے سالانہ اجتماع کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک نوٹ لکھا جو مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب نے اجتماع کے آخری اجلاس منعقدہ ۲۶؍اکتوبر میں پڑھ کر سنایا۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

''انصار اللہ کا کام دراصل چار حصوں پر تقسیم شدہ ہے۔ اوّل تبلیغ، دوّم تربیت، تیسرے تنظیم اور چوتھے ان کاموں کو چلانے کے لئے روپیہ کی فراہمی۔'' ۳۹۲

احمدیت کا مستقبل

دسمبر ۵۷ء میں آپ نے ''احمدیت کا مستقبل'' کے نام سے ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا جو اس سوال کے جواب میں تھا کہ موجودہ رفتار کے ساتھ جماعت اپنے منزل مقصود کو کس طرح پہنچے گی آپ نے لکھا کہ

''سارے الٰہی سلسلوں کی ابتداء اسی طرح ہوا کرتی ہے اور سوائے خاص طور پر زیرک اور دُور بین انسانوں کے ابتدائی بیج سے عموماً اس درخت کا پتہ نہیں چلا کرتا جو بالآخر اس بیج سے پیدا ہونا مقدر ہوتا ہے۔'' ۳۹۳

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی شادی

۹/ دسمبر ۱۹۵۷ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی بارات میں لاہور تشریف لے گئے اور اسی روز شام کو واپس ربوہ پہنچ گئے۔ ۳۹۴

حضرت عرفانی صاحب کی وفات

دسمبر ۱۹۵۷ء میں حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کی وفات ہوئی تو حضرت میاں صاحب موصوف نے نوٹ میں لکھا کہ

''۱۹۴۱ء میں جب منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کی وفات ہوئی تو اس وقت میں نے ایک نوٹ لکھا تھا جس کے عنوان میں یہ شعر درج تھا کہ ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا

ہم محو نالۂ جرسِ کارواں رہے

لیکن اب تو میں ڈرتا ہوں کہ شاید ہم میں سے کئی لوگ محو نالہ بھی نظر نہیں آتے اے اللہ تو رحم کر اور ہمارے نوجوانوں میں وہ رُوح پھونک دے جو ہمیشہ تیرے پاک نبیوں اور رسولوں کے زمانہ میں ایک زبردست انجن کا کام دیا کرتی ہے اور ہمیں صرف چلنے کی طاقت ہی نہ دے بلکہ پرواز کی قوت عطا کر۔ **آمین یا ارحم الراحمین۔**'' ۳۹۵

قرآن کا اول و آخر

رمضان المبارک ۵۶-۱۹۵۵ء میں حضرت مرزا بشیر احمدصاحب نے مسجد مبارک ربوہ میں قرآن مجید کا جو درس دیا تھا دسمبر ۱۹۵۷ء میں اُسے ''قرآن کا اول و آخر'' کے نام سے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا گیا۔ ۳۹۶

ایک اور عام الحزن

۱۹۵۷ء میں چونکہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب، حضرت مولوی احمد علی صاحب بھاگلپوری، حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب، مکرم شیخ عبد الحق صاحب اور مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کی وفات ہوئی۔ اس لئے حضرت میاں صاحب موصوف نے لکھا کہ ان اموات کی وجہ سے اگر اس سال کو عام الحزن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ۳۹۷

سیٹھ عبد اللہ بھائی کو ارشاد

حضرت عرفانی صاحب کی وفات کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب امیر جماعت حیدرآباد دکن کو تحریر فرمایا کہ عرفانی صاحب نے سلسلہ کی تاریخ وغیرہ کے متعلق جو ریکارڈ چھوڑا ہو اس کی فہرست مرتب ہو جانی چاہیے اور اگر ممکن ہو تو جماعت اُسے اپنی تحویل میں لے لے کیونکہ یہ ایک قیمتی ریکارڈ ہے۔ ۳۹۸

خدمت دین کی توفیق ملنے اور انجام بخیر ہونے کیلئے دُعا

۵۸ء کے شروع میں آپ نے ''نیا سال اور ہماری ذمہ داریاں'' کے زیر عنوان ایک قیمتی مضمون لکھا اور اس کے آخر میں تحریر فرمایا کہ یہ مضمون میں نے جنوری کے آغاز میں شروع کیا تھا مگر اعصابی تکلیف اور احساس بے چینی کی وجہ سے اسے جلد ختم نہ کر سکا بلکہ آہستہ آہستہ لکھ کر اور اوپر تلے کئی دنوں کا ناغہ کر کے قریباً ایک ماہ میں آج ختم کیا ہے اور پھر بھی میری خواہش کے مطابق مکمل نہیں ہوا۔ حالانکہ صحت کے زمانہ میں میں ایسا مضمون قریباً ایک گھنٹہ میں لکھ لیا کرتا تھا۔ لہٰذا اپنے لئے بھی دوستوں سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آخر عمر تک یعنی ''زاں پیشتر کہ بانگ برآئید فلاں نماند'' خدمت دین کی توفیق دیتا رہے اور میری کمزوریوں کو معاف فرمائے اور انجام بخیر ہو۔ ۳۹۹

ایک منذر کشف

اوپر جس مضمون کا ذکر کیا گیا ہے اس میں حضرت میاں صاحب نے اپنے ایک کشف کا بھی ذکر فرمایا آپ نے لکھا کہ ۳۱ر دسمبر اور یکم جنوری کی درمیانی رات جو نئے سال کی پہلی رات تھی مجھے ایک زلزلہ کا نظارہ دکھایا گیا۔

یہ زلزلہ بعد میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیماری کی صورت میں جماعت احمدیہ پر آیا۔ اللہ تعالیٰ جماعت کی دعاؤں کو قبول فرما کر حضور کو جلد صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ ۴۰۰

جماعت احمدیہ برہمن بڑیہ کو پیغام

جماعت احمدیہ برہمن بڑیہ نے جو کہ مشرقی پاکستان کی سب سے پُرانی جماعت ہے ۱۶-۱۷ر فروری ۵۸ء کو اپنا بیالیسواں سالانہ جلسہ منعقد کیا۔ اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی جماعت کو ایک پیغام بھجوایا۔ ۴۰۱

اجتماعی دعا

محترم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب ربوہ میں اڑھائی ماہ قیام فرمانے کے بعد ۲۶؍فروری کو واپس جانے لگے تو روانگی سے قبل مسجد مبارک میں نماز ظہر کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب امیر مقامی نے آپکے بخیریت پہنچنے اور آپکی بیش از پیش دینی و دنیوی ترقیات کیلئے اجتماعی دعا کرائی۔ ۴۰۲

حضرت ام المؤمنینؓ کی آپ سے محبت

مارچ ۵۸ء میں ''پیغام صلح'' نے آپ کے مضمون ''نیاسال اور ہماری ذمہ داریاں'' پر اعتراض کرتے ہوئے اپنے مضمون کا عنوان یہ رکھا کہ ''قادیانی منجھلے میاں کا مجوزہ لائحہ عمل'' اور بعض جگہ استہزاء کے رنگ میں بھی ''منجھلے میاں'' کے الفاظ استعمال کئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ

> ''یہ وہ الفاظ ہیں جن میں حضرت ام المؤمنین نورّ اللہ مرقدہا مجھے اکثر پیار کے رنگ میں پکارا کرتی تھیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ اسلم پرویز کون ہیں۔ لیکن اگر وہ احمدی کہلاتے ہیں تو انہیں حضرت ام المؤمنین مغفورہ و مرحومہ کے محبت والے کلام کو استہزاء کے رنگ میں استعمال کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے تھی۔'' ۴۰۳

ربوہ کی تاریخی مسجد کا سنگ بنیاد

۲۱؍مارچ کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے فضل عمر ہسپتال کی نوتعمیر عمارت کا افتتاح فرمایا۔ اس موقعہ پر ہسپتال کے احاطہ میں تعمیر ہونے والی تاریخی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے مسجد مبارک قادیان کی ایک اینٹ حضور کی خدمت میں پیش کی گئی جس پر حضور نے دعا فرمائی۔ حضور کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد میں مسجد مبارک قادیان کی وہ اینٹ نصب فرمائی جس پر حضور نے دُعا فرمائی تھی۔ ۴۰۴

کمزوریوں کی فہرست

اپریل ۵۸ء کے رمضان المبارک میں آپ نے پھر انسانی خطاؤں اور کمزوریوں کی ایک فہرست شائع فرماتے ہوئے دوستوں کو تاکید کی کہ وہ اس مہینہ میں کم از کم ایک کمزوری کو ترک کرنے کا خداتعالیٰ سے سچا عہد کریں۔ ۴۰۵

بے حساب بخشش کی دُعا

آخر رمضان المبارک میں آپ نے اپنے متعلق دوستوں سے اس دعا کی التجا کی کہ

''اللہ تعالیٰ مجھے صحت اور خدمت کی زندگی نصیب کرے۔ میری لغزشیں معاف فرمائے۔ میری کمزوریاں دور کرے۔ میری سیئات کو حسنات سے بدل دے۔ مجھے بے حساب بخشش پانے والے گروہ میں شامل فرمائے اور میرا انجام بخیر ہو۔'' [۴۰۶]

سیرۃ المہدی حصہ چہارم و پنجم کا مسودہ

جون ۵۸ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ میرے پاس سیرۃ المہدی حصہ چہارم اور پنجم کا مواد موجود تھا مگر چونکہ اب میری صحت خراب رہتی ہے اور زندگی کا اعتبار نہیں اس لئے میں نے ان دونوں حصوں کے مسودے میر مسعود احمد صاحب فاضل پسر حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے سپرد کر دیے ہیں اور انہیں سمجھا دیا ہے کہ اگر اور جب انہیں ان حصوں کو مدوّن کر کے شائع کرنے کا موقع ملے تو نہ صرف روایات کو عقل ونقل کے طریق پر اچھی طرح چیک کر کے درج کریں بلکہ جہاں جہاں تشریح کی ضرورت ہو وہاں تشریحی نوٹ بھی ساتھ دے دیں۔

آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ اس مسودہ میں حضرت خلیفہ اولؓ کی اس وصیت کا اصل کاغذ بھی شامل ہے جو حضور نے اپنی مرض الموت میں آئندہ خلیفہ کے انتخاب کے بارہ میں تحریر فرمائی تھی۔ اسی طرح اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بعض دستی تحریریں بھی شامل ہیں اور اس قرعہ کے کاغذات بھی اس مسل میں ہیں جو حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اور حضرت خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور ان کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین انگوٹھیاں ہم تینوں بھائیوں میں تقسیم ہوئی تھیں۔ [۴۰۷]

حقیقی احمدیت کیا ہے

ستمبر ۵۸ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے اپنے سالانہ اجتماع کے موقع پر آپ سے کسی پیغام کی خواہش کی۔ چنانچہ آپ نے انہیں پیغام بھجوا دیا جس میں دو باتوں کی تلقین کی۔ اول یہ کہ آپ حقیقی خدا پرست احمدی بن جائیں تا آپ اسلام اور احمدیت کے زندہ نمونہ ہوں اور زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کے قول وفعل میں یگانگت پائی جائے۔ دوم آپ دیانتداری سے اس عقیدہ کی تبلیغ کریں جس پر آپ خود ایمان رکھتے ہیں اور عمل پیرا ہیں۔یہی حقیقی احمدیت اور حقیقی اسلام ہے۔ [۴۰۸]

اپنے دلوں کو رُوح القدس کے نزول کا نشیمن بناؤ

۲۶ تا ۲۸ ستمبر ۵۸ء مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی نے اپنے علاقہ میں ایک بڑے اجتماع کا انتظام کیا۔ اس وقت بھی آپ نے خدام کو اپنے پیغام سے نوازا اور انہیں نصیحت فرمائی کہ

''اپنے ایمانوں کو مضبوط کرو اور اپنے دلوں کو روح القدس کے نزول کا نشیمن بناؤ تا تم آسمان پر ایسی قوم شمار کئے جاؤ جو تھوڑے ہونے کے باوجود سب پر بھاری ہو۔''[۴۰۹]

علمی اور تحقیقی مضامین لکھنے کی دعوت

دسمبر ۵۸ء میں آپ نے جماعت کے نوجوان علماء کو علمی اور تحقیقی مضامین لکھنے کی طرف توجہ دلائی اور اس غرض کے لئے ۲۷ اہم مضامین کی ایک فہرست بھی شائع کرائی اور آخر میں لکھا:

''اے احمدی نوجوانو! آؤ اور اس چمنستان کی وادیوں میں گھوم کر دنیا کو نئے علوم سے رُوشناس کراؤ۔ آؤ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تعمیر میں حصہ لے کر اقوام عالم کو علم وعرفان کے وہ خزانے عطا کرو کہ حجاز اور بغداد اور قرطبہ اور قدس اور مصر کی یادگاریں زندہ ہو جائیں۔''[۴۱۰]

جماعت کی بھاری ذمہ داری

جنوری ۵۹ء میں آپ نے چندہ امداد درویشاں کی طرف خاص طور پر توجہ دلاتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

''درویشوں اور ان کے رشتہ داروں کو حتی الوسع اچھی حالت میں رکھنا اور ان کے دلوں میں مالی تنگی کی وجہ سے بے اطمینانی نہ پیدا ہونے دینا۔ جماعت کی بھاری ذمہ داری ہے جس کی طرف سے فرض شناس احباب کو کسی حالت میں غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ **ومن کان فی عون اخیه کان الله فی عونه**۔''[۴۱۱]

سفر لاہور

۱۳رجنوری کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طبیعت یکدم بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ بلڈ پریشر زیادہ ہو گیا اور ساتھ ہی نکسیر کی وجہ سے خون بہنے لگا۔ کئی دن کے مقامی علاج کے بعد ۲۶رجنوری کو آپ بغرض علاج لاہور تشریف لے گئے۔[۴۱۲]

تربیتی جلسہ

۸رفروری کو بعد نماز مغرب مسجد گولبازار ربوہ میں ایک تربیتی جلسہ ہوا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض بزرگ اور معروف صحابہ کی زندگیوں پر روشنی ڈالی گئی۔ اس سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی لاہور سے ایک خاص پیغام ارسال فرمایا جو جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔[۴۱۳]

ربوہ میں تشریف آوری

۱۲؍ فروری کو آپ لاہور میں دو ہفتہ سے زائد قیام فرمانے کے بعد ربوہ واپس تشریف لے آئے۔ ۴۱۴

اپنے اندر محبت کی چنگاری پیدا کرو

مارچ ۵۹ء میں آپ نے اس موضوع پر کہ ”مسیح موعود عشق رسول کی پیداوار ہے“ ایک مضمون لکھتے ہوئے جماعت کو توجہ دلائی کہ

”اے میرے دوستو اور عزیزو اور پیارو! بیشک عمل بہت بڑا درجہ رکھتا ہے مگر محض خشک عمل جو محبت سے خالی ہے اور جس میں عشق خدا اور عشق رسول اور عشق مسیح کی چاشنی مفقود ہے وہ ایک بوسیدہ ٹہنی سے زیادہ نہیں جو کسی وقت ٹوٹ کر گر سکتی ہے۔ پس اپنے دلوں میں محبت کی چنگاری پیدا کرو۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی صحابی نے پوچھا تھا کہ رسول اللہ قیامت کب آئے گی۔ آپ نے جواب دیا۔ تم قیامت کے متعلق پوچھتے ہو کیا تم نے اس کے متعلق کوئی تیاری بھی کی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز روزہ وغیرہ کی تو چنداں تیاری نہیں مگر میرے دل میں خدا اور اس کے رسول کی سچی محبت ہے۔ آپ نے فرمایا **المرء مع من احب** یعنی پھر تسلی رکھو کہ انسان کو اپنی محبوب ہستیوں سے جدا نہیں کیا جائے گا۔ یہ حدیث بچپن سے لے کر میرے سامنے قطب ستارے کی طرح رہی ہے جس سے میں اپنے لئے رات کی تاریکیوں اور دن کی پریشانیوں میں رستہ پاتا رہا ہوں۔“ ۴۱۵

سیرۃ حضرت ام المؤمنینؓ

۲۰؍اپریل کو نماز مغرب کے بعد سیرۃ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے ایک خصوصی جلسہ میں جو مجلس خدام الاحمدیہ حلقہ گولبازار ربوہ کے زیر اہتمام منعقد ہوا تھا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا ریکارڈ کرایا ہوا ایک تازہ پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ ۴۱۶

اڑیسہ احمدیہ کانفرنس کیلئے پیغام

۲۴-۲۵؍مئی کو سونگھڑہ میں ساتویں آل اڑیسہ احمدیہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی ایک خاص پیغام ارسال فرمایا۔ ۴۱۷

حضرت امیر المؤمنین کی صحت کیلئے دُعائیں

۱۳/جون کو آپ نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے لئے دوستوں کو یہ دو دُعائیں کرنے کی خاص طور پر تلقین فرمائی:

ا : **اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لاشفاء الا شفاءک شفاءً لایغادر سقماً.**

۲ : **بسم اللہ الکافی. بسم اللہ الشافی. بسم اللہ الغفور الرحیم. بسم اللہ البر الکریم. یاحفیظ. یاعزیز یارفیق اشف (عبدک امیر المؤمنین)** ۔ [۴۱۸]

خدام الاحمدیہ کو ہدایات

جولائی ۵۹ء میں چونکہ غیر معمولی برسات کی وجہ سے پنجاب کے سارے دریاؤں میں طغیانی کے آثار نظر آ رہے تھے اس لئے آپ نے مجالس خدام الاحمدیہ کو تحریک فرمائی کہ وہ اس موقعہ پر آگے آئیں اور مخلوق خدا کی خدمت کا ثواب کمائیں۔ ڈوبتے ہوؤں کو بچائیں۔ ملبہ کے نیچے دبے ہوؤں کو نکالیں۔ زخمیوں کو دوائیں مہیا کریں۔ بھوکوں کو کھانا کھلائیں۔ شکستہ مکانوں کی مرمت کریں۔ مصیبت زدہ لوگوں کو حفاظت کے مقامات تک پہنچائیں اور مویشیوں اور سامانوں کو ضائع ہونے سے بچائیں اور جہاں جہاں حکومت کو یا بے یارومدد گار لوگوں کو کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہو ان کی مدد کو فوراً پہنچیں اور اس امداد میں مذہب و ملت کا کوئی لحاظ نہ رکھیں۔ [۴۱۹]

سوال سے بچنے کی نصیحت

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنی امارت کے دوران بعض لوگوں میں یہ نقص محسوس کیا کہ ان میں امداد کے لئے سوال کرنے کی عادت بڑھ رہی ہے۔ اس پر آپ نے صدر صاحبان محلّہ جات ربوہ کو ایک ہدایت بھجوائی جسے بعد میں الفضل میں بھی شائع کر دیا گیا۔ آپ نے اس میں توجہ دلائی کہ دوست حقیقی اور اشد ضرورت کے بغیر کبھی سوال نہ کیا کریں بلکہ ایک طرف محنت کر کے حسب ضرورت زیادہ آمد پیدا کرنے کی کوشش کریں اور سُستی اور بیکاری سے بچیں اور دوسری طرف جب تک خدا کی طرف سے فراخی حاصل نہ ہو اپنی ضروریات کو کم سے کم حد کے اندر محدود رکھیں۔ اس طرح انشاء اللہ ان کے اخلاق میں بلندی پیدا ہو گی اور اس قناعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے تھوڑے مال میں ہی برکت ڈال دے گا۔ [۴۲۰]

عید کی قربانیوں کا مسئلہ

عید کی قربانیوں کے مسئلہ پر ۵۰ء میں آپ نے چار مضامین لکھ کر تفصیلی روشنی ڈالی تھی اور ان خیالات کی تردید فرمائی تھی کہ جانوروں کی قربانی کی بجائے بہتر ہے کہ نقد روپیہ کسی قومی فنڈ میں جمع کروا دیا جائے۔ جولائی ۵۹ء میں آپ نے ارادہ فرمایا کہ ان چاروں مضمونوں کو ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ اس لئے آپ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اگر اس بارہ میں دوست کوئی مزید سوال دریافت کرنا چاہیں تو مجھے اطلاع دیں تاکہ اس کا جواب بھی رسالہ میں شامل کر دیا جائے۔ [۴۲۱]

ایک قیمتی پیغام

۳۰/جولائی کو مسجد مبارک ربوہ میں ایک تربیتی جلسہ مجلس خدام لاحمدیہ کی طرف سے منعقد ہؤا۔ اس جلسہ میں آپ کا بھی ایک قیمتی پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ [۴۲۲]

تحریک جدید کی برکات

تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان نے انیس سال تک متواتر چندہ دینے والے پانچ ہزار مجاہدین کی کتابی صورت میں ایک فہرست جون ۵۹ء میں شائع کی۔ اس کی ابتداء میں بطور دیباچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی تحریک جدید کی برکات کے متعلق ایک نہایت قیمتی نوٹ لکھا۔ یہ نوٹ بعد میں الفضل میں بھی شائع ہوا۔ [۴۲۳]

ربوہ میں شجر کاری کی اہمیت

حکومت مغربی پاکستان کے محکمہ جنگلات نے تیرہ اگست سے درخت نصب کرنے کا ایک ہفتہ منانے کی تحریک کی تھی۔ آپ نے بھی اس بارہ میں اہالیان ربوہ کو خاص طور پر توجہ دلائی اور فرمایا کہ ربوہ میں گرمی اور گردے کی شدت شجرکاری کی خاص متقاضی ہے اس سے انشاء اللہ تعالیٰ ربوہ کی آب و ہوا جو اب بہت سے لوگوں کے لئے گویا ایک گونہ امتحان بن رہی ہے ترقی کرے گی اور صحتوں پر انشاء اللہ بہت اچھا اثر پڑے گا مگر ساتھ ہی آپ نے اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی کہ درختوں کا لگانا آسان ہے مگر ان کا سنبھالنا بہت توجہ اور محنت اور نگرانی چاہتا ہے۔ [۴۲۴]

کوئٹہ اور خیر پور ڈویژن کو پیغام

۱۱/ تا ۱۳/ستمبر مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ کا سالانہ اجتماع ہوا۔ جس کے لئے آپ نے بھی پیغام بھجوایا۔ اسی طرح خیر پور ڈویژن کے خدام کے نام آپ نے پیغام بھجوایا جن کا اجتماع ۱۸/ تا

۲۰؍ستمبر منعقد ہوا۔ [۴۲۵]

کیا رُوح سے رابطہ ممکن ہے

ستمبر ۵۹ء میں آپ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ ''کیا رُوح سے رابطہ ممکن ہے'' بہت سے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''آجا کے بات یہی ثابت ہوتی ہے کہ یہ سب کشفی نظارے ہیں جن میں خدا کے اذن سے نہ کہ از خود مرنیوالوں کی روحوں سے زندہ لوگوں کی ملاقات ہوجاتی ہے اور یہ خاکسار بھی اس معاملہ میں کسی حد تک صاحب تجربہ ہے۔ ولافخر'' [۴۲۶]

لا تھنوا ولا تحزنوا

۱۹-۲۰؍ستمبر ۵۹ء کو چک منگلا کے سالانہ جلسہ پر آپ نے ایک پیغام لکھ کر بھجوایا جس میں آپ نے قرآنی الفاظ میں یہ نصیحت فرمائی کہ ولاتھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ [۴۲۷]

روح کی غذا

اکتوبر ۵۹ء میں آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ پر ''محمدؐ ہست بُرہانِ محمدؐ'' کے زیرعنوان ایک مضمون لکھا جس میں یہ الفاظ تحریر فرمائے کہ

''آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی سیرت کے متعلق کچھ لکھنا تو میری رُوح کی غذا ہے جس کی برکت سے میں اپنی بہت سی کمزوریوں کے باوجود جی رہا ہوں۔'' [۴۲۸]

اطفال کو پانچ ہدایات

۲۵؍اکتوبر ۵۹ء کو اطفال الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں آپ کا ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا جس میں آپ نے اطفال الاحمدیہ کو پانچ باتوں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی۔ اوّل صداقت، دوم دیانتداری، سوم محنت اور جانفشانی اورعرقریزی، چہارم جماعت کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی کا جذبہ، پنجم نماز کی پابندی اور دعاؤں کی عادت۔ [۴۲۹]

خاندانی منصوبہ بندی

نومبر ۵۹ء میں آپ نے ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے زیرعنوان اپنے متفرق اور غیر مرتب نوٹ ایک مضمون کی صورت میں شائع کر دیے۔ یہ نوٹ بعد میں ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع

کئے گئے۔ ؎۴۳۰

ایک رسالہ کی اشاعت

آپ نے یہ بھی اعلان کروایا کہ خدا کے فضل سے میرا تصنیف کردہ رسالہ ''عید کی قربانیاں'' شائع ہو گیا ہے جس میں اس مسئلہ کے تمام ضروری پہلوؤں پر بحث آ گئی ہے۔ (یہ رسالہ نظارت اصلاح و ارشاد نے شائع کیا تھا) ؎۴۳۱

یوم پیشوایان مذاہب کلکتہ

۹رنومبر ۵۹ء کو آپ نے جلسہ یوم پیشوایان مذاہب کی تقریب پر کلکتہ کی جماعت احمدیہ کو ایک خاص پیغام بھجوایا جو وہاں جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔ ؎۴۳۲

مجلس عاملہ انصار اللہ کے رکن خصوصی

۱۹۶۰ء کے شروع میں مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ کے جو اراکین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے منظور فرمائے ان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو بھی حضور نے مجلس عاملہ کا رکن خصوصی مقرر فرمایا۔ ؎۴۳۳

''حیات طیبہ'' کے متعلق آپکی قیمتی رائے

جنوری ۱۹۶۰ء میں مکرم شیخ عبد القادر صاحب فاضل مربی سلسلہ احمدیہ لاہور کی تصنیف ''حیات طیبہ'' پر ریویو کرتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا کہ

> ''یہ کتاب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے لٹریچر میں ایک بہت عمدہ اضافہ ہے اور اس قابل ہے کہ نہ صرف جماعت کے دوست اسے خود مطالعہ کریں بلکہ غیراز جماعت اصحاب میں بھی اس کی کثرت کے ساتھ اشاعت کی جائے۔'' ؎۴۳۴

اُم مظفر احمد کیطرف سے حج بدل کی خواہش

۱۳رجنوری کو آپ نے اعلان فرمایا کہ ام مظفر احمد اپنی طرف سے حج بدل کروانے کی خواہش رکھتی ہیں سو ایسے مخلص اور دعاؤں میں شغف رکھنے والے دوست مجھے مطلع فرمائیں جو حج بدل کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ؎۴۳۵

ذکر حبیب کے موضوع پر آپکی پہلی تقریر

۵۹ء کا جلسہ سالانہ جو جنوری ۶۰ء میں منعقد ہوا تھا اس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے پہلی مرتبہ ''ذکر حبیب'' کے موضوع پر تقریر فرمائی اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

خلق عظیم کے تین پہلوؤں محبت الٰہی، عشق رسول اور شفقت علیٰ خلق اللہ پر روشنی ڈالی۔ یہ پُر معارف اور لطیف تقریر ''سیرت طیبہ'' کے نام سے شائع ہوگئی۔ ۴۳۶

خاندانی منصوبہ بندی

فروری ۵۹ء میں آپ نے لکھا کہ اس وقت پاکستان کے ایک طبقہ میں برتھ کنٹرول کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ دوستوں کو میرا رسالہ ''خاندانی منصوبہ بندی'' خود بھی پڑھنا چاہیے اور اپنے دوستوں اور ملنے والوں کو بھی پڑھانا چاہیے۔ تاکہ وقتی رَو میں بہہ کر کوئی غلط قدم نہ اُٹھایا جائے۔ ۴۳۷

مولانا عبد الرحمٰن صاحب کی تقریب مراجعت

۱۸ر فروری کو حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان ربوہ میں تین روز قیام فرمانے کے بعد قادیان واپس جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ اہل ربوہ نے ہزارہا کی تعداد میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان کے سامنے جمع ہو کر آپ کو اخلاص و محبت کے گہرے جذبات اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ اس موقعہ پر حضرت میاں صاحب موصوف نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ احباب مل کر دعا کرلیں کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کا یہاں آنا مبارک کرے اور اب آپ کے قادیان واپس جانے کو بھی اپنی برکات سے نوازے۔ ہمارے درویش بھائی پوری جماعت کے ایک نمائندہ وجود کی حیثیت سے وہاں رہیں اور ساری جماعت کی برکتیں ان کے ساتھ ہوں اور ان کی برکتیں ہمارے ساتھ شامل ہوں۔ ۴۳۸

ہفتہ شجر کاری

۲۰ر فروری ۶۰ء نماز عصر کے بعد مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے احاطہ میں شجر کاری کی تقریب کا آغاز حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنے دست مبارک سے ایک درخت لگا کرکیا۔ بعد میں تین اور درخت لگائے گئے اور پھر آپ نے اجتماعی دعا کرائی جس میں تمام حاضر احباب شریک ہوئے۔ ۴۳۹

مجلس انصار اللہ کراچی کو آپکا پیغام

فروری ۶۰ء میں مجلس انصار اللہ کراچی کا سالانہ اجتماع ہوا تو اس کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی ایک پیغام مرحمت فرمایا۔ اس پیغام میں آپ نے اس امر پر زور دیا کہ انصار اللہ کا ہر فرد قرآن کا عالم اور قرآن کا خادم ہونا چاہیے۔ ۴۴۰

مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی وفات پر آپکے تاثرات

۲۸؍فروری کو حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی وفات ہوئی تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک نوٹ میں تحریر فرمایا کہ

''کل جب مجھے چوہدری صاحب مرحوم کے جنازہ کی نماز پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی تو مجھے بعض خیالات کے غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے نماز پڑھانی مشکل ہوگئی۔ بار بار یہ خیال آتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحبت یافتہ لوگ گذرتے جاتے ہیں مگر ان کی جگہ لینے کے لئے نئے آدمی اس رفتار سے تیار نہیں ہو رہے۔ جیسا کہ ہونے چاہئیں اور پھر جو نئے لوگ تیار ہو رہے ہیں وہ عموماً اس للّٰہیت اور اس جذبہ خدمت کے مالک نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ بیشک بعض بہت قابل رشک نوجوان بھی پیدا ہو رہے ہیں مگر کثرت وقلت کا فرق اتنا ظاہر وعیاں ہے کہ کوئی سمجھدار شخص اس فرق کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

آپ فرماتے ہیں کہ

''ان خیالات نے میرے دماغ پر ایسا غلبہ پایا کہ بعض اوقات مسنون دعاؤں کو بھول کر میں اس دعا میں لگ جاتا تھا کہ خدایا تیری ممیت والی صفت جب زندوں کو مار رہی ہے تو تو اپنے فضل وکرم سے اپنی محی والی صفت کے ماتحت مرنیوالوں کی جگہ لینے کے لئے ہم میں ساتھ ساتھ زندہ وجود بھی پیدا کرتا چلا جا۔ تا جماعت میں کسی قسم کا خلایا کمزوری نہ آنے پائے۔'' [۴۴۱]

گھبراہٹ اور پریشانی دور کرنے کے تین مجرب نسخے

اپریل ۶۰ء میں ایک احمدی خاتون کا خط آپ کو ملا جس نے اپنی بعض پریشانیوں کا ذکر کر کے آپ سے مشورہ مانگا تھا۔ آپ نے اسے لکھا کہ

''جب آپ کے دل میں گھبراہٹ پیدا ہو تو اس کے لئے تین نسخے اختیار کیا کریں۔ یعنی یا تو قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں جو ہمارے آسمانی آقا کا بابرکت کلام اور سراسر رحمت ہے یا نماز میں دل کی تسلی پانے کی کوشش کیا کریں جو گویا خالق ومخلوق کے درمیان ملاقات کا رنگ رکھتی ہے اور یا اپنے ماحول کو بدل کر ایسے

پریشانی کے وقت میں کسی نیک اور صالح بندے یا بندی کے پاس کچھ وقت کے لئے بیٹھ جایا کریں لیکن بہر حال مایوس ہرگز نہ ہوں۔''

آخر میں آپ نے لکھا کہ

''دل کے اطمینان کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ **اَلابذکر الله تطمئن القلوب** یعنی اے مومنو ہوشیار ہو کر سن لو کہ دل کے اطمینان پانے کا نسخہ صرف خدائے عرش کی یاد ہے۔'' ۴۴۲

دفترِ حفاظتِ مرکز کے نام کی تبدیلی

اپریل ۱۹۶۰ء میں ہی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی منظوری سے ''دفتر حفاظت مرکز'' کا نام تبدیل کر کے ''دفتر خدمت درویشاں'' رکھا گیا۔ ۴۴۳

حج بدل کیلئے چوہدری شبیر احمد صاحب کا انتخاب

مئی ۱۹۶۰ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ چوہدری شبیر احمد صاحب بی اے واقف زندگی کو اُم مظفر احمد اپنے خرچ پر حج بدل کے لئے بھجوا رہی ہیں۔ دوست دعا کریں کہ انہیں حج کا موقعہ میسر آجائے اور اُم مظفر احمد کی یہ دیرینہ خواہش پوری ہو۔ ۴۴۴

خلاف سنت رسوم سے بچنے کی نصیحت

اسی ماہ میں آپ نے جماعت کے مقامی امراء اور ضلعوار امراء کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں اس بات کی کڑی نگرانی رکھیں کہ کوئی احمدی مرد یا احمدی عورت خلاف سنت رسوم میں پڑ کر احمدیت کے منور چہرہ کو داغدار کرنے کا راستہ نہ اختیار کرے۔ خصوصیت سے آپ نے فاتحہ خوانی اور قل اور چہلم اور ختم قرآن کی رسوم پر روشنی ڈالی۔ ۴۴۵

ایک قابل تحقیق مسئلہ

جون ۱۹۶۰ء میں آپ نے علالت کے باوجود اس مسئلہ کے متعلق علماء سلسلہ کو غور کرنے کی ہدایت فرمائی کہ عید مکہ مکرمہ کی رؤیت کی بناء پر منائی جائے یا اپنے علاقہ کی رؤیت کے مطابق اور اپنے مضمون کے آخر میں لکھا کہ

''میں نے یہ چند سطور علالت کی حالت میں بڑی مشکل سے لکھی ہیں کیونکہ چند دن سے ہیٹ سٹروک اور بعض دوسرے عوارض کی وجہ سے کمزوری بڑھ گئی ہے اور تحریر کے وقت ہاتھ کانپتا ہے۔ دوست دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اسلام اور احمدیت کی

قلمی خدمت سے زندگی بھر محروم نہ ہونے دے کیونکہ بظاہر میری یہی حقیر سی خدمت میرا سرمایۂ حیات ہے اور وہ بھی محض خدا کے فضل و توفیق سے ورنہ دوسرے اعمال کے لحاظ سے تو خدائے عفو وغفور کی ستّاری ہی ستّاری ہے اور بس۔'' ۴۴۶

امیر مقامی

۲۰؍جون کو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نخلہ تشریف لے گئے تو حضور نے اپنے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔ ۴۴۷

سیلاب زدگان کی امداد

جولائی ۶۰ء میں دریائے چناب میں سیلاب آ جانے کی وجہ سے امیر مقامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کو ضروری ہدایات جاری فرمائیں جن کی روشنی میں سیلاب کی صورت حال کا مقابلہ کرنے اور اس ضمن میں لوگوں کو ہر ممکن امداد بہم پہنچانے کے لئے مقامی خدام نے نہایت اچھا کام کیا۔ ۴۴۸

غلبۂ اسلام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں

اسی ماہ میں روس کے وزیر اعظم مسٹر خروشیف نے اعلان کیا کہ بہت جلد اشتراکی جھنڈا ساری دنیا پر لہرانے لگے گا اور اشتراکیت عالمگیر غلبہ حاصل کر لے گی۔ اس اعلان پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی غیرت اسلامی جوش میں آئی اور آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلبۂ اسلام کے بارہ میں پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ

> ''خواہش کرنے کا ہر شخص کو حق ہے مگر ہم مسٹر خروشیف کو کھلے الفاظ میں بتا دینا چاہتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی............ اب اسلام کے دائمی غلبہ اور توحید کی سر بلندی کا وقت قریب آ رہا ہے اور دنیا خود دیکھ لے گی کہ مسٹر خروشیف کا بول پورا ہوتا ہے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کی فتح کا ڈنکا بجتا ہے۔'' ۴۴۹

لڑکیوں اور بیویوں کوانکے جائز شرعی حق سے محروم کرنے پر آپ کا شدید اظہار ناراضگی

اگست ۶۰ء میں ایک احمدی خاتون نے آپ کے پاس شکایت کی کہ میرے والد صاحب بہت معقول جائیداد رکھتے ہیں مگر انہوں نے مجھے اور میری بہنوں کو حصہ نہیں دیا بلکہ ہمارے حصہ کی

قیمت کے مطابق ہم سے روپے کی رسید لکھا کر ہمارے بھائیوں کے نام پر روپیہ جمع کرا دیا ہے آپ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ایک مضمون لکھا جس میں بتایا کہ لڑکیوں اور بیویوں کو اُن کے جائز شرعی حق سے محروم کرنا ایک بہت بڑا گناہ بلکہ چھ گناہوں کا مجموعہ ہے اور بھاری ظلم میں داخل ہے۔ آپ نے اس مضمون میں نمبر وار اُن چھ گناہوں کا بھی ذکر فرمایا اور آخر میں آپ نے لکھا کہ:

''میں تمام مخلص احمدی باپوں کو اور مخلص احمدی بھائیوں سے قرآنی الفاظ میں ہی پوچھتا ہوں کہ ھل انتم منتھون یعنی کیا اب بھی تم اس ظلم سے باز نہیں آؤ گے۔''[۴۵۰]

اپنی اولاد کے متعلق دعا

۱۱راگست کو آپ سیّدہ اُم مظفر احمد صاحبہ کا علاج کروانے کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنی جگہ محترم حافظ عبد السلام صاحب وکیل المال تحریک جدید کو ربوہ میں امیر مقامی مقرر فرمایا۔[۴۵۱]

لاہور سے آپ نے سیّدہ اُم مظفر احمد صاحبہ کے لئے دوستوں سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے اپنی اولاد کے لئے بھی دعا کی درخواست کی اور لکھا کہ

''میری اولاد خدا کے فضل سے والدین کی خدمت گذار اور فرمانبردار ہے اور سلسلہ سے اخلاص رکھتی ہے اللہ تعالیٰ ان کا بھی حافظ وناصر ہو۔ ہماری زندگی میں بھی اور ہمارے بعد بھی اور انہیں ہمیشہ رسول پاک ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے در کا غلام رکھے۔ کیونکہ اے ہمارے آسمانی آقا وہ تیرے ہیں ہماری عمر تا چند۔''[۴۵۲]

ام مظفر احمد کی صحت کیلئے آپکی گھبراہٹ کی وجہ

انہی ایام میں ایک دوست نے آپ کو لکھا کہ آپ ام مظفر احمد کی صحت کے لئے گھبرائیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ اس پر آپ نے ایک نوٹ لکھا جس میں بتایا کہ میری گھبراہٹ کن وجوہ کی بناء پر تھی۔ ان میں سے ایک وجہ آپ نے یہ لکھی کہ

''اس وقت ام مظفر احمد وہ آخری بہو ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اپنے گھر سے رخصت ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئیں۔''[۴۵۳]

نیک کاموں کیلئے بھی بار بار یاد دہانی کی ضرورت ہوتی ہے

۳۱/اکتوبر کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لاہور سے ربوہ واپس تشریف لے آئے۔ ۴۵۴

ربوہ آنے پر آپ کو معلوم ہوا کہ چندہ امداد درویشاں میں کافی کمی آ گئی ہے۔ اس پر آپ نے دوستوں کو اس اہم جماعتی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی اور لکھا کہ چندہ میں کمی آنے پر مجھے اس قرآنی نکتہ کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے کہ خواہ کوئی کام کیسا ہی مبارک اور اہم ہو اس کے لئے بار بار تذکرہ یعنی یاد دہانی کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ احباب جماعت میں غفلت پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ۴۵۵

اصلاح نفس اور تربیت اولاد کے متعلق نصائح

۲۸/اکتوبر کو انصار اللہ کا چھٹا سالانہ اجتماع ہوا۔ اس اجتماع کا افتتاح حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے فرمایا۔ آپ نے اپنے پیغام میں انصار اللہ کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اصلاح نفس اور تربیت اولاد کے متعلق بیش قیمت نصائح کیں ۔ اس کے بعد آپ نے اجتماعی دعا کروائی۔ ۴۵۶

ایام سلف کی یاد

اکتوبر ۶۰ء میں ماہنامہ ''الفرقان'' کے ''حافظ روشن علی نمبر'' میں آپ نے حضرت حافظ صاحب کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا :

''اس عاجز کو جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری زمانہ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ابتدائی زمانہ جب کہ حضور اپنی صحت اور اپنی تبلیغی اور تربیتی گرمجوشی کے جو بن میں تھے اور ہم لوگوں کی طاقتیں بھی جوان اور خون گرم تھا یاد آتا ہے تو کیا بتاؤں کہ دل پر کیا گذرتی ہے۔ بس یوں سمجھئے کہ ؎

دل میں اک درد اُٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانیے کیا یاد آیا'' ۴۵۷

نئی کتابوں کے متعلق ایک ضروری ہدایت

دسمبر ۶۰ء میں آپ نے حیات بقاپوری حصہ پنجم کے بارہ میں ایک ضروری توضیح کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

''آئندہ کے لئے ایسا انتظام ہونا چاہیے کہ جیسا کہ قادیان میں ہوتا تھا ہر کتاب کی اشاعت سے قبل اس کا مسودہ صدر انجمن احمدیہ یا انجمن تحریک جدید کے کسی مناسب عالم یا کمیٹی کے سامنے پیش کر کے منظوری حاصل کی جائے تا کہ کوئی قابل اعتراض بات یا کوئی ناقابل اشاعت بات ہمارے لٹریچر میں اور خصوصاً مرکز سے شائع ہونے والے لٹریچر میں راہ نہ پائے۔'' [۴۵۸]

قافلہ قادیان سے نام واپس لینے والوں کو انتباہ

اسی ماہ میں آپ نے اعلان فرمایا کہ اگر آئندہ کوئی صاحب قافلہ قادیان میں شمولیت کی درخواست دینے اور انتخاب میں آجانے کے بعد اپنا نام واپس لیں گے تو مناسب ہر جانہ وصول کرنے کے علاوہ ایسے دوست کو آئندہ کسی قافلہ میں قادیان جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی سوائے اس کے کہ ایسے ناگزیر حالات پیدا ہو جائیں جن کی وجہ سے ایسے دوست کا قافلہ میں جانا ناممکن ہو جائے اور امیر صاحب مقامی یا امیر صاحب ضلع اس کی تصدیق فرمائیں کہ واقعی مجبوری کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ [۴۵۹]

قرآن کریم میں زیادہ سے زیادہ تدبّر سے کام لینے کی نصیحت

۲۲ر دسمبر کو مجلس مذاکرہ علمیہ جامعہ احمدیہ کے سالانہ اجلاس کی آپ نے صدارت فرمائی۔ اس اجلاس میں مولانا ابو العطاء صاحب نے ''قرآن مجید بمقابلہ دیگر الہامی کتب'' کے موضوع پر ایک مقالہ پڑھا۔ آخر میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں نوجوانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ قرآن مجید میں زیادہ سے زیادہ تدبّر سے کام لیں اور اس کے مخفی خزانوں کو نکال کر دنیا کے ان علوم جدیدہ کا جو مذہب کے مخالف ہوں مقابلہ کریں۔ آپ نے یہ بھی نصیحت فرمائی کہ سوالات استفسار کے رنگ میں ہونے چاہئیں نہ کہ اعتراض کے رنگ میں اور ادب کو ہر حال میں ملحوظ رکھنا چاہیے۔ [۴۶۰]

ہر مخلص احمدی کے دل کی آواز

اسی ماہ میں آپ نے ایک مضمون ''خدا کی قدرت و رحمت کا ہاتھ'' کے زیر عنوان لکھا اور اس میں تحریر فرمایا:

''مجھے اس وقت اپنا ایک بہت پُرانا شعر یاد آ رہا ہے جو میں نے سکول کے زمانہ میں کہا تھا آج پچاس سال کے بعد بھی یہی شعر میرے دل کی آواز ہے بلکہ وہ ہر

مخلص احمدی کے دل کی آواز ہونی چاہیے اور وہ شعر یہ ہے کہ

ہوں گنہگار مگر ہوں تو ترا ہی بندہ

مجھ سے ناراض ترے صدقے مری جان نہ ہو

یقیناً اگر ہم خدا کے بندے بن کر رہیں گے تو خدا ہمارا ہوگا اور جس کے ساتھ خدا ہو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔" [۴۶۱]

ذکر حبیب کے موضوع پر آپکی دوسری تقریر

۲۷/دسمبر ۱۹۶۰ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے جلسہ سالانہ پر ذکر حبیب کے موضوع پر ایک نہایت مؤثر تقریر فرمائی۔ یہ تقریر جو "دُرِّ منثور" کے عنوان سے لکھی ہوئی تھی ایک گھنٹہ پانچ منٹ تک جاری رہی۔ [۴۶۲]

دعا کرنیوالے دوستوں کا شکریہ

لاہور میں ساڑھے چھ ماہ کے طویل قیام کے بعد سیّدہ اُم مظفر احمد صاحبہ ۲۵/فروری کو ربوہ واپس پہنچ گئیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ان تمام احباب کا شکریہ ادا کیا جو اس عرصہ میں ان کے لئے دعائیں کرتے رہے ہیں۔ اور فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے کہ میں ان کے لئے دعا کر کے ان کے احسان کا بدلہ اتار سکوں گو حق یہ ہے کہ احسان ایسا قرضہ ہے جو حقیقتاً کبھی اُتر ہی نہیں سکتا۔ الاان یشاء اللہ۔" [۴۶۳]

رُکن مجلس افتاء

۱۹۶۱ء میں مجلس افتاء کے جو اراکین حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائے ان میں پہلا نام حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا رکھا۔ [۴۶۴]

نوجوانوں کیلئے بنیادی نیکیاں

مارچ ۱۹۶۱ء کے رمضان المبارک میں آپ نے جماعت کے مقامی اور ضلعوار امیروں کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے اپنے حلقہ کے احمدی نوجوانوں اور بچوں کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور اس بات کی کوشش کریں اور نگرانی رکھیں کہ ان کے اندر سچ بولنے کی عادت، محنت و جفاکشی، دیانت و امانت، جماعتی کاموں میں ذوق و شوق، نمازوں اور دعاؤں میں پابندی اور تلاوت قرآن مجید کا کردار پیدا ہو۔ [۴۶۵]

مرکز سلسلہ سے والہانہ محبت

سیّدہ ام مظفر احمد صاحبہ کی بیماری کے سلسلہ میں آپ کو رمضان المبارک کے چند ایام لاہور میں بسر کرنے کا اتفاق ہوا۔ واپسی پر آپ نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا :

''میں سفر کا بہت کچا ہوں یا یوں سمجھ لیجئے کہ مرکز کا سخت دلدادہ ہوں۔ قادیان کے زمانہ میں میری ساری عمر قادیان میں اور ربوہ کے زمانہ میں ربوہ میں گذری ہے اور بہت کم باہر رہا ہوں اور رمضان کا مہینہ تو میں نے خاص طور پر ہمیشہ مرکز میں گذارا ہے۔ والشاذ کا لمعدوم۔ لیکن اس سال ایسا اتفاق ہوا کہ ام مظفر احمد کی بیماری کے تعلق میں مجھے اس رمضان کے ابتدائی چند دن لاہور میں گذارنے پڑے اور میں نے یوں محسوس کیا کہ گویا ایک مچھلی کو تالاب سے باہر نکال کر میدان میں پھینک دیا گیا ہے۔'' ۴۶۶

رمضان المبارک یا اس کا آخری عشرہ ربوہ میں بسر کرنیکی تحریک

آپ نے اس امر پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہ مسجد مبارک ربوہ میں اعتکاف بیٹھنے والوں میں خاصی تعداد ان مخلصین کی ہے جو بیرونی مقامات سے آکر رمضان کا آخری عشرہ گذارنا چاہتے ہیں۔ اس امر کی تحریک فرمائی کہ

''کیا اچھا ہو کہ ربوہ کے قریبی اضلاع یعنی لاہور ، سرگودھا، لائلپور ، شیخوپورہ، گوجرانوالہ اور گجرات وغیرہ سے ہر سال کوئی نہ کوئی دوست ربوہ آکر رمضان کا مہینہ یا کم از کم رمضان کا آخری عشرہ گذارا کریں اور رمضان کی برکات کا وہ روح پرور نظارہ دیکھیں جو اس وقت پاکستان میں ربوہ کے سوا کسی اور مقام کو حاصل نہیں۔'' ۴۶۷

پہلی مجلس مشاورت جس کی مکمل کاروائی آپکی صدارت میں ہوئی

۲۴؍مارچ کو سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس مشاورت کے افتتاح کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ہاتھ نمائندگان شوریٰ کے نام ایک پیغام ارسال فرمایا اور حضرت میاں صاحب کو ہی شوریٰ کی کاروائی جاری کرنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت میاں صاحب نے حضور کا افتتاحی پیغام پڑھ کر سنایا اور پھرایک پُر سوز اجتماعی دعا کرائی جس کے بعد آپ کی صدارت میں ہی شوریٰ کی مکمل کاروائی ہوئی۔ ۴۶۸

نگران بورڈ کا تقرر

مجلس مشاورت ۱۹۶۱ء میں سب کمیٹی نظارت علیا نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ

''سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے ایک ایسا بورڈ مقرر ہو جو صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید اور وقف جدید کے کاموں کی نگرانی کرے اور جماعتوں سے تجاویز حاصل کرے تا کہ ہر سہ ادارہ جات مذکورہ کا کام بیش از پیش ترقی پذیر ہو۔ اس بورڈ کے سات ممبر ہوں یعنی صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید اور وقف جدید کے صدر صاحبان اور تین ممبر جماعت ہائے احمدیہ کی طرف سے نمائندہ ہوں اور حضور سے عرض کیا جائے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو اس کا صدر مقرر فرمایا جائے اور صدر صاحب موصوف ہی جماعتوں سے تین نمائندے خود منتخب فرمالیں۔ اس بورڈ کا یہ بھی فرض ہو کہ وہ صدر انجمن احمدیہ اور مجلس تحریک جدید اور مجلس وقف جدید میں رابطہ قائم رکھے۔''

مجلس مشاورت کی اکثریت نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے منظور فرما لیا جس کے ماتحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نگران بورڈ کے صدر مقرر ہو گئے۔ [۴۶۹]

نگران بورڈ کا پہلا اجلاس

نگران بورڈ کا پہلا اجلاس آپ کی صدارت میں ۲۳/اپریل ۱۹۶۱ء کو تحریک جدید کے کمیٹی رُوم میں منعقد ہوا۔ [۴۷۰]

ذاتی مکان ''البشریٰ'' کی تعمیر

مئی ۱۹۶۱ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ اس وقت تک میں ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ کے ایک مکان میں کرایہ دار کے طور پر رہتا تھا۔ لیکن اب میں نے اپنا ذاتی مکان محلّہ دارالصدر غربی ربوہ میں بنا لیا ہے جس کا نام میں نے نیک فال کے طور پر قرآن مجید کے الفاظ میں ''البشریٰ'' رکھا ہے اور میں اس مکان میں ۲۰/اپریل ۱۹۶۱ء کے دن سے جو حسن اتفاق سے میری پیدائش کا بھی دن ہے منتقل ہو گیا ہوں۔ لیکن مکان کی رہائش کی ابتداء میں نے بعض مہمانوں کو ٹھہرانے سے کی ہے۔ دوست اس مکان کے بابرکت ہونے کے لئے دُعا فرمائیں۔ [۴۷۱]

امیر مقامی

۱۲؍جون کو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نخلہ تشریف لے گئے۔ حضور نے امیر مقامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر فرمایا۔ ۲؎

قرآن مجید احادیث اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کا درس جاری کرنے کی ہدایت

جولائی ۱۹۶۱ء میں آپ نے نگران بورڈ کے اس فیصلہ کا اعلان فرمایا کہ مرکز میں اور بیرونی مساجد میں بھی علمی ترقی اور رُوحانی اور اخلاقی تربیت کی غرض سے جہاں تک ممکن ہو اور مقامی حالات اجازت دیں درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ خصوصاً درس قرآن مجید اور درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سلسلہ حتیٰ الوسع ہر احمدیہ مسجد میں جاری کیا جانا چاہیے۔ اسی طرح آپ نے اس فیصلہ کا اعلان فرمایا کہ ربوہ کے مقیم لوگوں کے لئے عموماً اور مہمانوں کے لئے خصوصاً مسجد مبارک ربوہ میں عصر کی نماز کے بعد روزانہ (باستثناء جمعہ کے) قرآن مجید کے ایک رکوع کا باقاعدہ درس ہونا چاہیے۔

بے پردگی کے خلاف مہم

آپ نے یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی احمدی خاتون پردہ نہیں کرتی تو انہیں سمجھانے اور ہوشیار کرنے کے بعد اُن کے خلاف مناسب کاروائی کی جائے اسی طرح اگر کوئی احمدی والد یا خاوند اپنی بچیوں اور بیوی کو پردہ نہیں کراتا تو ایک دو دفعہ ہوشیار کرنے کے بعد اس کے خلاف بھی مناسب کاروائی نظارت امور عامہ کرے۔ ۳؎

افسران تعلیم کو مشورہ

جولائی ۱۹۶۱ء میں ربوہ کے لڑکوں اورلڑکیوں کے سکولوں کا جو میٹرک کا نتیجہ نکلا چونکہ وہ اچھا نہیں تھا۔ اس لئے آپ نے بڑے زور سے افسران متعلقہ کو توجہ دلائی کہ

"ہمارے سکول کے افسروں کو غور اور مشورہ کر کے اپنے نتیجوں کو بہتر بنانے کی بہت سنجیدہ کوشش کرنی چاہیے۔" ۴؎

اگر کوئی نقص دکھائی دے تو متعلقہ صیغہ کو اطلاع دینی چاہیے

اسی مہینہ میں آپ نے صدر نگران بورڈ کی حیثیت سے دوستوں کو توجہ دلائی کہ

"اگر جماعت کے کسی صیغہ میں کوئی نقص نظر آئے یا کوئی امر قابل اصلاح دکھائی

دے تو غیر متعلق لوگوں میں بات کرنے کی بجائے صحیح اسلامی طریقہ یہ ہے اور عقل و دانش کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اس صورت میں براہ راست صیغہ متعلقہ کے افسر کو توجہ دلانی چاہیے ورنہ فتنہ پیدا ہوگا اور جماعت میں بے چینی کا دروازہ کھلے گا۔'' ۴۷۵

انجام بخیر کیلئے درخواست دُعا

جولائی ۱۹۶۱ء کے آخر میں آپ علاج کی غرض سے لاہور تشریف لے جانے لگے تو آپ نے دوستوں سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا کہ

''جب سے میں نے تریسٹھ سال کی عمر سے تجاوز کیا ہے میرے دل پر بوجھ رہنے لگ گیا ہے کہ رسول پاک ﷺ والی عمر پالی مگر ابھی تک حقیقی طور پر نیک اعمال کا خانہ بڑی حد تک خالی ہے۔ اگر تھوڑی بہت نیکیاں ہیں تو وہ یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ اور آپ کا پاک ورثہ ہیں مگر کمزوریاں سب کی سب میری اپنی کمائی ہیں اور یہ کوئی ایسی پونجی نہیں جو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہو پس مخلص احباب اپنی دعاؤں سے میری نصرت فرمائیں کہ میری بقیہ زندگی نیک اور خدمت دین میں کٹے اور انجام خدا تعالیٰ کی رضا کے ماتحت اچھا ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔''

لاہور تشریف لیجانے پر آپ نے قائمقام امیر مقامی مولانا جلال الدین صاحب شمس کو مقرر فرمایا۔ ۴۷۶

جماعت ہائے انڈونیشیا کو پیغام

جماعت ہائے انڈونیشیا کی بارہویں سالانہ کانفرنس جو ۲۰؍جولائی سے شروع ہوئی تھی اس میں علاوہ اور پیغامات کے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا پیغام بھی پڑھ کر سنایا گیا۔ ۴۷۷

''کشتیٔ نوح'' اور ''ملفوظات'' جواہرات کی عدیم المثال کانیں ہیں

اگست ۱۹۶۱ء میں آپ نے سخت علالت کے باوجود بستر میں لیٹے لیٹے یا سہارے سے بیٹھے بیٹھے اس موضوع پر ایک نہایت پُر درد مضمون لکھا کہ

''بھائیو اپنے مستقبل پر نظر رکھو اور اپنی اولاد کی فکر کرو۔''

اور نصیحت کی کہ کشتیٔ نوح اور ملفوظات کو بار بار پڑھو۔ یہ دونوں کتابیں تربیت کے میدان میں جواہرات کی عدیم المثال کانیں ہیں۔ جن کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں۔ ۴۷۸

پیغام طلبی رسم نہ بنجائے

۱۷/اگست کو آپ نے قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی ڈویژن کی درخواست پر خدام کے نام ایک پیغام ارسال فرمایا جس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ

''میں ڈرتا ہوں کہ یہ پیغام طلبی اور پیغام رسانی کا سلسلہ کہیں ایک رسم بن کر نہ رہ جائے اور رسموں سے میں بہت گھبراتا ہوں اور اپنے عزیزوں کو بھی اس سے بچانا چاہتا ہوں لیکن چونکہ راولپنڈی کی جماعت ان جماعتوں میں سے ہے جن کے ساتھ مجھے خاص محبت ہے اس لئے بادل نخواستہ ان کی خواہش کو پورا کر رہا ہوں۔'' ۴۷۹

حج بدل کی خواہش

اکتوبر ۱۹۶۱ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ میں اپنی طرف سے حج بدل کرانا چاہتا ہوں۔ مخلص اور دعا گو اصحاب امیر مقامی کی وساطت سے مجھے اپنی درخواستیں بھجوا دیں اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ میری طرف سے مجوزہ حج بدل قبول فرمائے۔ ۴۸۰

پیغاموں کے مطالبہ میں غیر معمولی کثرت سے خوف

ہفتہ تحریک جدید کے سلسلہ میں جو یکم اکتوبر سے شروع ہوا جنرل سیکرٹری صاحب تحریک جدید لوکل انجمن احمدیہ نے آپ سے کوئی پیغام مانگا۔ آپ نے پیغام تو دے دیا مگر اس میں پھر تحریر فرمایا کہ

''پیغاموں کے مطالبہ میں غیر معمولی کثرت پیدا ہو جانے کی وجہ سے میں ڈرتا ہوں کہ یہ بھی ایک رسم بن کر نہ رہ جائے اور جہاں رسم بنتی ہے وہاں حقیقت غائب ہو جایا کرتی ہے۔'' ۴۸۱

عہدیداران جماعت کے اجتماعات

آپ نے اکتوبر کے مہینہ میں نگران بورڈ کے صدر کی حیثیت سے اس فیصلہ کا اعلان فرمایا کہ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور عہدیداران جماعت کے اجتماعات مناسب موقعہ پر مناسب مقامات میں وقتاً فوقتاً ضرور منعقد ہونے چاہئیں تاکہ وہ جماعت کی تربیت اور بیداری کا موجب ہوں اور نیکی اور خدمت اور قربانی اور اتحاد جماعت کے جذبہ کو ترقی دیں۔ ۴۸۲

خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کا افتتاح

۲۰/اکتوبر کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا بیسواں سالانہ اجتماع شروع ہوا۔ اجلاس کا افتتاح

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک نہایت مؤثر اور جامع خطاب کے ساتھ فرمایا۔ ۴۸۳

۲۸؍ اکتوبر کو انصار اللہ کا ساتواں سالانہ اجتماع شروع ہوا۔ اس اجتماع کا افتتاح بھی قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک بصیرت افروز خطاب اور اجتماعی دعا کیساتھ فرمایا۔ ۴۸۴

قرآن کا اول و آخر

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے رسالہ ''قرآن کا اول و آخر'' کا نومبر ۱۹۶۱ء میں انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ یہ ترجمہ محترم قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے نے کیا تھا جسے کراچی احمدیہ مشن ایسوسی ایشن نے شائع کیا۔ ۴۸۵

جامعہ احمدیہ کی نئی عمارت کا افتتاح

۳؍دسمبر کو جامعہ احمدیہ کی نئی عمارت کا افتتاح عمل میں آیا۔ یہ افتتاح حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک لمبی دعا اور خطاب سے فرمایا۔ افتتاحی خطاب میں آپ نے جامعہ احمدیہ کی نئی عمارت کی بہر نوع تکمیل اور اس میں ایک اعلیٰ درجہ کی لائبریری کے قیام کی اہمیت پر زور دیا۔ ۴۸۶

سیرالیون کی سالانہ کانفرنس کیلئے پیغام

۲۸؍دسمبر کو سیرالیون (مغربی افریقہ) میں جماعت احمدیہ کی تیرھویں سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی۔اس موقعہ پر حضرت مرزابشیراحمد صاحب نے بھی ایک پیغام ارسال فرمایاجو پڑھ کر سنایا گیا۔ ۴۸۷

حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا وصال

۲۶؍دسمبر کو صبح آٹھ بجے جبکہ جلسہ سالانہ کے شروع ہونے میں صرف سوا گھنٹہ باقی تھا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا انتقال ہو گیا۔اناللہ واناالیہ راجعون

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے پونے دس بجے صبح جلسہ گاہ میں تشریف لا کر احباب جماعت کو اس المناک وفات کی اطلاع دی اور جماعت کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ

''ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے پاؤں میں ذرا بھی لغزش نہ آئے اور ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے آگے ہی آگے قدم بڑھاتے چلے جائیں۔''

اس کے بعد آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی افتتاحی تقریر پڑھ کر سنائی اور پھرایک پُر سوز اجتمائی دعا کرائی۔ ۴۸۸

ذکر حبیب کے موضوع پر آپکی تیسری تقریر

۲۷؍دسمبر کو آپ نے ذکر حبیب کے موضوع پر جلسہ سالانہ میں تقریر فرمائی۔ یہ تقریر بعد میں ''درمکنون'' کے نام سے شائع ہوئی اس کا ایک ایک لفظ رُوحانی تاثیر میں ڈوبا ہوا تھا۔[۴۸۹]

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی املاء فرمودہ تقریر

۲۸؍دسمبر کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی املاء فرمودہ اختتامی تقریر بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ہی پڑھ کر سنائی۔[۴۹۰]

انصار اللہ کی مجلس عاملہ کی رُکنیت

۶۲-۱۹۶۱ء میں بھی آپ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے رُکن خصوصی مقرر رہے۔[۴۹۱]

۱۹۶۲ء کے حالات

احمدیہ کالج گھٹیالیاں کیلئے تحریک امداد

جنوری ۱۹۶۲ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے احمدیہ کالج گھٹیالیاں کے لئے مخیّر احباب کو امداد کی تحریک کی اور تحریر فرمایا کہ

''اچھی درسگاہوں کا قیام ہمیشہ جماعتی مضبوطی کا باعث ہوا کرتا ہے اور اچھے ماحول میں تعلیم پانے والے نوجوان آئندہ چل کر جماعتی ذمہ داریوں کو اُٹھانے کی اہلیت پیدا کرلیتے ہیں۔ پس مخیّر دوست آگے آئیں اور اپنی بلند ہمت سے اس کالج کو نہ صرف اچھی بنیاد پر قائم کردیں بلکہ ایک مثالی درسگاہ بنا دیں۔'' [۴۹۲]

حج بدل کے لئے انتخاب

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ایک سابقہ اعلان پر آپ کی طرف سے حج بدل کرنے کی جن دوستوں نے درخواستیں بھجوائی تھیں ان میں سے حضرت میاں صاحب موصوف نے فروری ۱۹۶۲ء میں مکرم حکیم عبداللطیف صاحب شاہد گوالمنڈی لاہور کو منتخب فرمایا۔[۴۹۳]

جماعت کے مخلص احباب سے دو خاص دعاؤں کی درخواست

فروری ۱۹۶۲ء میں آپ نے دوستوں کو اپنے لئے خاص طور پر دعا کی تحریک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

''عاجز کی عمر اس وقت انہتر سال کے قریب ہے بلکہ قمری حساب سے ستر سال سے اوپر ہوچکی ہے اور یہ عمر طبعاً ضعف اور کمزوری کی عمر ہوتی ہے اور اس پر مجھے

کئی سال سے تین چار فکر پیدا کرنے والی بیماریاں بھی لاحق ہیں..........اورگومیں خدا کے فضل سے اپنی طاقت کے مطابق صبر پر قائم رہنے کی کوشش کر تا ہوں مگر دل ڈرتا ہے اور خوف کھاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی وسیع بخشش اور بیحد رحم و کرم کے باوجود بعض اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح دل اس دعا کی طرف مائل ہونے لگتا ہے کہ **اللّٰھُمَّ لالی ولا علیّ** یعنی اے میرے آقا میں تجھ سے اپنے کسی نیک عمل کا اجر نہیں مانگتا مگر مجھے میری لغزشوں کی پاداش سے محفوظ رکھ اور میرا حساب کتاب برابر رہنے دے۔''

ساتھ ہی آپ نے جماعت کے مخلص دوستوں سے دو دعاؤں کی خاص طور پر درخواست کی

'' اول یہ کہ جتنی بھی میری مقدر زندگی ہے اللہ تعالیٰ اس میں مجھے دل کا سکون اور کام کرنے والی جسمانی صحت اور اپنی رضا کے ماتحت مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور میرا انجام بخیر ہو۔

''دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری کمزوریوں کے باوجود اپنی ذرہ نوازی سے قیامت کے دن اس گروہ میں شامل فرمائے جن کے متعلق رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت میں سے بعض لوگ حساب کتاب کے بغیر بخشے جائیں گے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس عاجز کو حشر کے میدان میں خدا کے سامنے اپنے حساب کتاب کے لئے کھڑے ہونے کی بالکل طاقت نہیں۔ **ویاحیّی یا قیوم برحمتک استغیث وارجوامنک خیراً یا ارحم الراحمین۔**'' [۴۹۴]

مجلس شوریٰ کی صدارت

۲۳؍مارچ کو جماعت احمدیہ کی ۴۳ویں مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت اس کی صدارت کے فرائض حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سرانجام دیے اور شوریٰ کی تمام کاروائی آپ کی نگرانی میں ہی ہوئی۔ [۴۹۵]

حضرت امیر المؤمنین کا ایک فیصلہ

مجلس مشاورت ۶۲ء میں نگران بورڈ کے متعلق حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری کے ساتھ یہ فیصلہ ہوا کہ

''نگران بورڈ کے تمام فیصلہ جات مثبت اور منفی جن میں صدر صاحب نگران بورڈ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی شمولیت اور اتفاق رائے شامل ہو۔ صدر انجمن احمدیہ اور مجلس تحریک جدید اور مجلس وقف جدید کے لئے واجب العمل ہوں گے اور صدر صاحب نگران بورڈ کی وساطت سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اپیل کرنے کا حق سب کو حاصل ہوگا۔'' ۴۹۶

حج بدل کیلئے حکیم عبد اللطیف صاحب کی روانگی

۲۸/مارچ ۶۲ء کو مکرم حکیم عبداللطیف صاحب فاضل حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے خرچ پر آپ کی طرف سے حج بدل کا فریضہ ادا کرنے کے لئے ربوہ سے روانہ ہوئے۔حکیم صاحب موصوف کو الوداع کہنے کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب خودبسوں کے اڈہ پر تشریف لے گئے۔ بس کے روانہ ہونے سے قبل حضرت میاں صاحب موصوف نے آپ کو مصافحہ اور معانقہ کا شرف عطا فرمایا اور پھر آپ نے اجتماعی دعا کرائی جس میں تمام حاضر احباب شریک ہوئے۔ ۴۹۷

خدام الاحمدیہ کو نصیحت

۴/مئی کو ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام خدام الاحمدیہ کی پندرہ روزہ تربیتی کلاس کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی تقریب میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا بھی ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ آپ نے اس پیغام میں توجہ دلائی کہ

''پیغام تو بہت ہوچکے ہیں۔ اب عمل کا سوال ہے اس لئے میرا پیغام یہ ہے کہ خدام الاحمدیہ کو چاہیے کہ نیکی اور تقویٰ اور عملی قوت کو ترقی دیں۔'' ۴۹۸

وکیل المال صاحب تحریک جدید کو ہدایت

مئی ۶۲ء میں وعدہ جات تحریک جدید میں اضافہ کرنیوالے دوستوں کی فہرست آپ کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپ نے وکیل المال صاحب تحریک جدید کو ہدایت فرمائی کہ آپ اضافہ جات بلکہ وعدہ جات پر غور کرتے ہوئے یہ پہلو بھی دیکھا کریں کہ آیا کسی کا وعدہ یا اضافہ اس کی آمدن کے مناسب حال ہے؟ یہ پہلو کبھی نظر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ ۴۹۹

دارالیتامیٰ کے متعلق اپیل

ربوہ میں دارالیتامیٰ کے قیام پر جس میں آپ کی تحریک کا خاص دخل تھا آپ نے مئی ۶۲ء کے آخر میں مخیّر احباب سے اپیل کی کہ وہ اس ادارہ کی وقتی اور مستقل دونوں قسم کی امداد کا سلسلہ جاری رکھیں اور دارالیتامےٰ کے نگران اعلیٰ مکرم میر داؤد احمد صاحب سے رابطہ قائم کریں۔ تاکہ

جماعت کے یتیموں کی تعلیم وتربیت میں حسب توفیق حصہ لیکر آپ ثواب دارین حاصل کریں۔ ۵۰۰

مجلس افتاء کی اعزازی رکنیت

جون ۶۲ء میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت آپ مجلس افتاء کے اعزازی رکن مقرر کئے گئے۔ ۵۰۱

جماعت ہائے انڈونیشیا کو پیغام

۲؍جولائی کو آپ نے انڈونیشیا کی تیرھویں سالانہ کانفرنس کے لئے ایک پیغام بھجوایا جو وہاں ۱۹؍جولائی کو کانفرنس کے آغاز میں پڑھ کر سنایا گیا۔ ۵۰۲

ناظر صاحب تعلیم کو ایک مکتوب

جولائی ۶۲ء میں میٹرک کا نتیجہ نکلنے پر آپ نے ناظر صاحب تعلیم کو ایک خط کے ذریعہ اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ ہمارے سکول کے نتائج کم از کم میرے لئے چنداں خوشی کا موجب نہیں۔ ہمارا سکول ہر جہت سے ایک مثالی سکول ہونا چاہیے۔ جو تیزی کے ساتھ قدم بڑھاتا ہوا ترقی کے منازل طے کرے نہ کہ رینگتا ہوا کچھوے کی چال چلے۔ ۵۰۳

دُرِّمکنون کا انگریزی ترجمہ

جولائی ۶۲ء میں آپ نے اپنی تقریر ''درمکنون'' کے بارہ میں اعلان فرمایا کہ اس کا انگریزی ترجمہ بھی عنقریب شائع ہو جائے گا جو دفتر وکیل التبشیر تحریک جدید ربوہ سے مل سکیگا۔ آپ نے دوستوں کو تحریک فرمائی کہ اس رسالہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کر کے احمدی نوجوانوں اور نو احمدیوں کی تربیت کا کام لیں تا کہ انہیں احمدیت کی روح کے سمجھنے میں مدد ملے۔ ۵۰۴

ہفتہ شجرکاری کے سلسلہ میں اہالیان ربوہ کو ہدایت

اگست ۶۲ء میں آپ نے ہفتہ شجر کاری کے سلسلہ میں توجہ دلائی کہ درخت اُگانا ملک کی ترقی کے لئے کئی لحاظ سے مفید اور ضروری ہے مگر ربوہ کے لئے تو یہ خاص طور پر از بس ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر ربوہ کی گرمی اور گردا کنٹرول میں نہیں آسکتے جو اہل ربوہ کی صحت کے لئے لازمی ہے مگر اس کے ساتھ ہی آپ نے تحریر فرمایا کہ

> ''ربوہ میں خاص طور پر وہ درخت لگائے جائیں جو یہاں کی زمین اور آب و ہوا کے مناسب حال ہوں تا کہ محنت ضائع نہ جائے اور اچھا نتیجہ پید اہو۔ اسی طرح درخت لگانے کے بعد کافی عرصہ تک جب تک کہ پودا پوری طرح قائم نہ ہو جائے

اس کی آب پاشی وغیرہ کے ذریعہ حفاظت کی جائے۔'' ۵۰۵

بے پردگی سے باز نہ آنیوالوں کا معاملہ

آخر اگست میں آپ نے بحیثیت صدر نگران بورڈ توجہ دلائی کہ

''جو لوگ سمجھانے کے باوجود بے پردگی سے باز نہ آئیں ان کے خلاف اولاً مقامی طور پر مناسب ایکشن لیں اور پھر مرکز میں مناسب کاروائی کے لئے رپورٹ کریں۔''

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

''ایکشن کے لئے صرف نظارت امور عامہ پر نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کے لئے ایک کمیٹی بنا دی جائے جس کے ممبر ناظر صاحب اعلیٰ ناظر صاحب اصلاح وارشاد اور ناظر صاحب امور عامہ ہوں ۔ یہ کمیٹی ہر رپورٹ پر حالات کا جائزہ لینے کے بعد مناسب ایکشن کا فیصلہ کیا کرے اور فی الحال اس قسم کا ایکشن صرف پاکستانی اور ہندوستانی احمدیوں تک محدود رکھا جائے۔'' ۵۰۶

فیشن پرستی کے خلاف آواز

ستمبر ۶۲ء میں آپ نے فیشن پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے خلاف ایک پرزور مضمون لکھا اور ان پابندیوں کا ذکر فرمایا جن کے ذریعہ اسلام نے اظہار زینت پر کنٹرول کیا ہے۔ ۵۰۷

مسجد احمدیہ سوئٹزرلینڈ کی اہمیت

۱۶ستمبر کو آپ نے سوئٹزر لینڈ کی مسجد کے لئے تین صد روپیہ کا وعدہ فرمایا اور لکھا کہ

''چونکہ یہ مسجد یورپ کے وسطی ملک میں واقعہ ہے جس کا چاروں طرف اثر پڑتا ہے اس لئے یہ مسجد اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی امداد کے لئے دل کھول کر چندہ دیا جائے۔'' ۵۰۸

مصلح موعود کے متعلق خداتعالیٰ کی تمام پیشگوئیاں پوری ہوچکی ہیں

۲۱ ستمبر کو آپ نے ایک نوٹ کے ذریعہ یہ حقیقت بیان فرمائی کہ

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ تمام الہامات پورے ہو چکے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوئے اور کوئی ایک نشانی بھی ایسی نہیں جس کے متعلق کہا جا سکے کہ وہ حضور میں پوری نہیں ہوئی اور خدا کا کلام ہر لحاظ سے اور اپنی ہر شان میں پورا ہو چکا ہے۔'' ۵۰۹

بھوک ہڑتال ایک غیر اسلامی فعل ہے

پاکستان میں بھوک ہڑتال کی بڑھتی ہوئی وبا کے پیش نظر آپ نے اکتوبر ۶۲ء میں ایک مضمون کے ذریعہ مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ انہیں اس غیر اسلامی فعل سے کلی طور پر اجتناب کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ

''بیشک وہ اپنے جائز مطالبات کو منوانے کے لئے جائز رستے اختیار کریں جن کی کمی نہیں مگر گاندھی جی کے چیلے بن کر اپنے آقا اور ہادی رسول پاکؐ کی تعلیم کے باغی نہ بنیں کیونکہ ہمارے لئے ساری برکتیں حضرت سرور کائناتؐ کی پیروی میں ہیں۔'' ۵۱۰

ربوہ میں مفت اور لازمی پرائمری تعلیم

صدر نگران بورڈ کی حیثیت سے اکتوبر ۶۲ء میں آپ نے فیصلہ فرمایا کہ ربوہ میں مفت اور لازمی پرائمری تعلیم کی سکیم جلد شروع کی جائے تا کہ جماعت احمدیہ کا مرکز اس معاملہ میں خدا کے فضل سے ایک مثالی شہر بن جائے۔ ۵۱۱

خدام الاحمدیہ کے اجتماع کا افتتاح

۱۹/اکتوبر کو خدام الاحمدیہ کا اکیسواں سالانہ اجتماع شروع ہوا۔ اس اجتماع کا افتتاح حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے فرمایا اور خدام کو اپنے ایمان افروز خطاب سے نوازا۔ ۵۱۲

مجلس خدام الاحمدیہ کے ہال کا سنگ بنیاد

۲۰/اکتوبر کو مجلس خدام الاحمدیہ کے ہال کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب عمل میں آئی۔ سنگ بنیاد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنے دست مبارک سے رکھا۔ ۵۱۳

انصار اللہ کے سالانہ اجتماع کا افتتاح

۲۶/اکتوبر کو انصار اللہ کا آٹھواں سالانہ اجتماع شروع ہوا۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو اس اجتماع کا افتتاح کرنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب موصوف نے حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اس اجتماع کا افتتاح فرمایا اور ایک پُر اثر تقریر میں (جو مضمون کی صورت میں لکھی ہوئی تھی) آپ نے انصار اللہ کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی۔ ۵۱۴

نصرت ہائر سیکنڈری سکول کے افتتاح پر آپکا پیغام

۲۹/اکتوبر کو نصرت ہائر سیکنڈری سکول کے افتتاح کے موقعہ پر آپ سے پیغام کی

درخواست کی گئی۔ چنانچہ آپ نے اس کے لئے ایک پیغام تحریر کیا جو پڑھ کر سنایا گیا۔ آپ نے اس میں لکھا کہ

''پڑھانے والیوں اور پڑھنے والیوں میں بہت گہرا رابطہ قائم ہونا چاہیے تاکہ وہ ایک خاندان کے طور پر زندگی گذاریں۔ پڑھانے والیاں ہر لحاظ سے پڑھنے والیوں کے لئے نمونہ بنیں اور پڑھنے والیاں اس ذوق اور شوق کے ساتھ کام کریں جو اعلیٰ ترقی تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے۔'' ۵۱۵؎

اپنی صحت کے متعلق اعلان

نومبر ۶۲ء میں آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ

''یہ عاجز قریباً ڈیڑھ ماہ سے مسلسل جسمانی اور دماغی کمزوری میں مبتلا چلا آتا ہے اور یہ کمزوری بڑھتی جاتی ہے اور سوچنے اور کام کرنے اور مضمون لکھنے کی طاقت بہت کم ہوگئی ہے اور ایک عجیب قسم کی بے چینی اور گھبراہٹ بھی لاحق رہتی ہے۔''

آپ نے یہ بھی لکھا کہ ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب ماہر امراض قلب مجھے دیکھنے کے لئے لاہور سے تشریف لائے تھے انہوں نے پورے معائنہ کے بعد بتایا کہ میرے دل میں کافی کمزوری پیدا ہوچکی ہے۔ یعنی دل ڈاکٹری اصطلاح میں DAMAGE ہو چکا ہے اور یہ حالت خطرہ کا موجب ہوسکتی ہے اس لئے انہوں نے مجھے کم از کم تین ہفتہ گھر میں ٹھہر کر مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ دوست میری صحت کے لئے دعا کرتے رہیں۔ میں اب قمری لحاظ سے بہتر سال کا ہوگیا ہوں اور یہ عمر بہر حال کمزوری کی عمر ہے اس لئے دوستوں سے کچھ عرصہ کے لئے معذرت خواہ ہوں والا مربید اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ۵۱۶؎

۶؍دسمبر کو آپ علاج کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے اور ۲۲؍ دسمبر کو ربوہ واپس تشریف لے آئے۔ اس علاج سے آپ کے دل کی حالت خدا کے فضل سے قدرے بہتر ہو گئی۔ ۵۱۷؎

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی پیغام

۲۶؍ دسمبر ۶۲ء کو جلسہ سالانہ کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ناسازیٔ طبع کے باوجود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا افتتاحی پیغام پڑھ کر سنایا اور پھر احباب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمارے اس اجتماع کو ہر جہت سے مبارک کرے اور اس میں شریک ہونیوالوں اور اسکی برکات سے فائدہ اُٹھانے

والوں کی زندگیوں میں پاک تبدیلی پیدا فرمائے۔ [۵۱۸]

ذکر حبیب کے موضوع پر آپکی چوتھی تقریر

۲۸؍ دسمبر کو ذکر حبیب کے موضوع پر آپ کی تقریر تھی مگر بیماری کی وجہ سے جلسہ گاہ میں تشریف نہ لا سکے اس لئے آپ کا مضمون مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھ کر سنایا۔ اس مضمون کا عنوان آپ نے ''آئینۂ جمال'' تجویز فرمایا تھا۔ ساڑھے تین بجے بعد دوپہر جبکہ مکرم مولانا شمس صاحب تقریر کا آخری حصہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی تشریف لے آئے اور انہوں نے آپ کی موجودگی میں تقریر ختم کی۔ تقریر کے بعد حضرت میاں صاحب نے احباب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ افسوس ہے میں آج طبیعت کی خرابی کے باعث اپنی تقریر کو خود پڑھ کر نہیں سنا سکا اور نہ اس کے دوران موجود رہ سکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب خوبیوں کا سرچشمہ ہے اگر اس کے فضل وکرم سے اس تقریر میں دوستوں کے لئے کوئی فائدہ کی بات ہے تو میں امید رکھتا ہوں کہ دوست اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں گے۔

اس کے بعد آپ نے خدام الاحمدیہ کا علم انعامی لائلپور کی مجلس کو عطا فرمایا اور پھر حضرت میاں صاحب نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا وہ پیغام پڑھ کر سنایا جو حضور نے ازراہِ شفقت لکھ کر ارسال فرمایا تھا۔ [۵۱۹]

بُلبُل ہیں صحن باغ سے دُور اور شکستہ پر

جلسہ سالانہ کے انہی ایام میں آپ نے قادیان کے جلسہ سالانہ کے لئے بھی ایک پیغام ارسال فرمایا اور اس کے آخر میں لکھا

> ''ہم آپ لوگوں کی نیک کوششوں میں روحانی جدوجہد کے لحاظ سے آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر جسمانی لحاظ سے ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ؎
>
> بلبل ہیں صحن باغ سے دُور اور شکستہ پر
>
> پروانہ ہیں چراغ سے دُور اور شکستہ پر'' [۵۲۰]

۱۹۶۳ء کے حالات

روحانی سحر

جنوری ۱۹۶۳ء کے آخر میں درثمین اردو کا ایک تازہ ایڈیشن محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی نے بلاک تیار کروا کے شائع کیا۔ اس کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں موصول ہوئی تو

آپ بیحد خوش ہوئے اور فرمایا:

''یہ بلاک اتنا خوبصورت اور دلکش ہے کہ اس درثمین کو دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہوگیا۔''

آپ نے دوستوں کو اس کی زیادہ سے زیادہ خریداری کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ یہ شعر نہیں بلکہ ایک روحانی سحر ہے۔ ۵۲۱

گھبراہٹ اور اضطراب کے وقت کی دعا

فروری ۶۳ء میں آپ نے ایک نوٹ کے ذریعہ اس امر کی طرف راہنمائی فرمائی کہ گھبراہٹ اور اضطراب کے وقتوں کے لئے **لاالٰہ الاّ انت سبحانک انی کنت من الظالمین** ایک عجیب و غریب دعا ہے جو گھبراہٹ دُور کرنے اور خدا کی رحمت کو جذب کرنیکی غیر معمولی تاثیر رکھتی ہے۔ ۵۲۲

امتحانات میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کرنے کے گُر

مارچ ۶۳ء میں جبکہ امتحانات شروع ہونیوالے تھے۔ آپ نے بچوں کو نصیحت فرمائی کہ امتحان میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کرنے کے لئے جہاں مطالعہ اور محنت اور عرقریزی کی ضرورت ہے وہاں چار اور باتوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

اوّل: یہ کہ ہر پرچہ دل میں دعا کرکے شروع کریں۔ دوم: خط حتی الوسع صاف اور ستھرا رکھا جائے۔ سوم پورا وقت لے کر امتحان کے کمرہ سے نکلا جائے۔ چہارم نظر ثانی ضرور کی جائے۔ ۵۲۳

مجلس شوریٰ کی صدارت

۲۲؍مارچ کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت جماعت احمدیہ کی چوالیسویں مجلس مشاورت کا حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے افتتاح فرمایا اور پھر تینوں دنوں کی مکمل کاروائی آپ کی زیر صدارت عمل میں آئی۔ ۵۲۴

خدا تعالیٰ کا شکر

مجلس مشاورت کے بعد آپ نے ایک نوٹ میں تحریر فرمایا کہ

''مشاورت کے تینوں دن میں تو سر درد اور حرارت اور ہائی بلڈ پریشر میں مَیں مبتلا رہا مگر یہ شکر کی بات ہے کہ مخلص دوستوں اور نوجوانوں نے کام کو فی الجملہ اچھے

رنگ میں سنبھالے رکھا اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جماعت کا حافظ وناصر ہو۔'' ۵۲۵

بیعت اولیٰ کی تاریخ

۲۳/مارچ کو مجلس مشاورت میں ہی آپ نے اعلان فرمایا کہ مزید تحقیق کے نتیجہ میں یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ بیعت اولیٰ ۲۳/مارچ کو نہیں بلکہ ۲۲/مارچ کو ہوئی تھی اور چاند کے حساب سے وہ ۲۰/ رجب کا دن تھا۔ ۵۲۶

سلام بحضور سید الانام

اپریل ۱۹۶۳ء میں قادیان کے ایک درویش حج بدل کے لئے جانے لگے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ

''اگر مدینہ منورہ جانے کا موقع میسر آئے تو رسول پاک ﷺ کے روضہ مبارک پر میری طرف سے محبت بھرا سلام عرض کریں اور بیت اللہ کا ایک طواف میری طرف سے بھی ادا کریں۔'' ۵۲۷

احمدی نوجوانوں کو پیغام

۱۹/اپریل کو خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام تربیتی کلاس جاری ہوئی۔ اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی ایک پیغام بھجوایا اور لکھا کہ

'' میرا احمدی نوجوانوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ وہ دین کا علم سیکھیں اور پھر اس علم کو دلیری مگر حکمت اور موعظۂ حسنہ کے رنگ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں اور ہمسایوں تک پہنچائیں۔'' ۵۲۸

حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کی ضبطی کیخلاف آواز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب'' حکومت مغربی پاکستان نے جب ضبط کر لی تو سب سے پہلے آپ نے ہی اس کے خلاف آواز بلند کی اور اس فیصلہ کو انتہائی غیر منصفانہ قرار دیا۔ ۵۲۹

کالی بھیڑیں

مئی ۶۳ء میں آپ نے پھر بے پردگی کے رجحان کے متعلق جماعتوں کو انتباہ کیا اور فرمایا کہ رپورٹوں سے معلوم ہوا ہے کہ بعض کالی بھیڑیں موجود ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے دوستوں کو چاہیے کہ ان سے قطع تعلق کر کے بیزاری کا اظہار کریں اور ساتھ ہی مرکز میں بھی اطلاع

رپورٹ بھجوائیں۔ اگر اس پر بھی ان کی اصلاح نہ ہو تو نظارت امورعامہ اور اصلاح وارشاد میں ان کے خلاف تعزیری کاروائی کے لئے رپورٹ کی جائے۔ ۵۳۰؎

حکومت کے فیصلہ پر اظہار مسرت

۳۱رمئی کو آپ نے بڑی مسرت سے اعلان فرمایا کہ حکومت نے کتاب کی ضبطی کا فیصلہ واپس لے لیا ہے۔ ہم حکومت کے شکر گزار ہیں کہ آخر اس معاملہ میں اس نے دانشمندی اور انصاف پسندی کا ثبوت دیا اور اپنی غلطی محسوس کر کے اپنے ناواجب اور غیر منصفانہ حکم کو واپس لے لیا۔ ۵۳۱؎

تعلیم الاسلام ہائی سکول کا نہایت خوشکن نتیجہ

جون ۶۳ء میں میٹرک کے امتحان کا نتیجہ نکلنے پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر میاں محمد ابراہیم صاحب بی-اے کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا جس میں سکول کا مجموعی نتیجہ ۹۷.۲۷ نکلنے پر آپ نے بیحد خوشی کا اظہار فرمایا اور لکھا کہ

> ''میرا دل اس نتیجے کو پڑھ کر باغ باغ ہوگیا یہ نتیجہ خدا کے فضل سے نہایت درجہ قابل مبارک باد اور ہر جہت سے قابل تعریف ہے۔ بعض گذشتہ سالوں میں مجھے جو شکایت تعلیم الاسلام ہائی سکول کے میٹرک کے نتیجہ کے متعلق پیدا ہوئی تھی۔ وہ خدا کے فضل سے سب دُور ہو گئی اور آپ کا داغ مکمل طور پر دھل گیا۔ میری طرف سے آپ کو اور آپ کے عملہ کو بہت بہت مبارک ہو۔'' ۵۳۲؎

آپکی آخری بیماری کا آغاز

جون ۶۳ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو انتڑیوں اور معدے میں سوزش نیز گھبراہٹ اور بے چینی کے علاوہ ایک نئی تکلیف یہ لاحق ہو گئی کہ آپ کے پراسٹیٹ بڑھ گئے جس کی وجہ سے مثانہ سارا پیشاب خارج نہ کرتا۔ اس کی وجہ سے کمزوری اور گھبراہٹ زیادہ ہو گئی۔ ۵۳۳؎

سفر لاہور

۲۸رجون ۶۳ء کو صبح سات بجے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ علاج کی غرض سے بذریعہ موٹر لاہور تشریف لے گئے۔ ۵۳۴؎

طبّی معائنہ

یکم جولائی کی شام کو لاہور میں چار ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے جو تین سرجنوں اور ایک فزیشن پر مشتمل تھا حضرت میاں صاحب موصوف کا طبی معائنہ کیا۔ ان کے مشورہ کے مطابق

۲؍جولائی کو آپ میوہسپتال تشریف لے گئے جہاں گردہ اور مثانہ کے چار پانچ ایکسرے لئے گئے اور خون اور پیشاب کا ٹسٹ بھی ہوا۔ [۵۳۵]

اس معائنہ میں اڑھائی گھنٹے تک میز پر لیٹے رہنے کی وجہ سے آپ کو بہت کوفت ہو گئی۔ [۵۳۶]

لاہور سے گھوڑا گلی

۱۷؍جولائی بروز بدھ حضرت میاں صاحب لاہور سے گھوڑا گلی تشریف لے گئے راستہ میں چند گھنٹوں کے لئے آپ نے جہلم میں قیام فرمایا اور دوستوں کو شرف ملاقات بخشا۔ پانچ بجے شام آپ راولپنڈی کے لئے روانہ ہو گئے۔ [۵۳۷]

راولپنڈی میں ساڑھے سات بجے شام آپ پہنچے۔ مقامی جماعت کی طرف سے مکرم چوہدری احمد جان صاحب امیر جماعت نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ اس موقعہ پر حضرت میاں صاحب موصوف نے تفصیل سے مقامی جماعت کے حالات دریافت فرمائے۔ دوسرے دن ۱۸؍جولائی کو ساڑھے سات بجے صبح آپ بذریعہ کار گھوڑا گلی تشریف لے گئے۔ [۵۳۸]

گھوڑا گلی میں دو تین روز تو طبیعت بہتر رہی لیکن بعد میں کبھی قبض اور کبھی اسہال کی شکایت ہو جاتی رہی۔ کمزوری اور گھبراہٹ کی شکایت بدستور جاری رہی۔ [۵۳۹]

گھوڑا گلی سے لاہور

۶؍اگست کو آپ گھوڑا گلی سے قریباً اڑھائی بجے بعد دوپہر بذریعہ کار لاہور تشریف لائے۔ [۵۴۰]

ضعف ونقاہت، گھبراہٹ اور ٹانگوں میں شدید کمزوری

۲۰؍اگست کو آپ نے اپنی صحت کے متعلق دریافت کرنے پر فرمایا:

’’میری کمزوری دن بدن بڑھ رہی ہے رات کے وقت گھبراہٹ میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔ بخار بھی ہوگیا ہے۔ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔‘‘ [۵۴۱]

۲۳؍اگست کو آپ نے فرمایا:

’’میری بیماری لمبی ہوگئی ہے اور کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ کل مجھے بیحد گھبراہٹ اور ضعف رہا اور ٹانگوں میں بھی بہت کمزوری ہے۔‘‘ [۵۴۲]

بخار کی شدت اور آپکی وفات کا المناک سانحہ

۳۱؍اگست کو آپ کو ۱۰۳ درجہ کے قریب بخار رہا لیکن یکم ستمبر کو ٹمپریچر ۱۰۸ تک پہنچ گیا اور غنودگی زیادہ ہو گئی۔ آخر ۲؍ستمبر ۶۳ء شام کو چھ بجکر ۴۸ منٹ پر ۲۳ ریس کورس لاہور میں آپ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا لیہ راجعون۔ [۵۴۳]

غسل میت، جنازہ اور بہشتی مقبرہ میں تدفین

آپ کا جنازہ لاہور سے رات کے سوا دس بجے روانہ ہو کر ساڑھے تین بجے رات ربوہ پہنچا۔ چار بجے صبح میت کو مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ ، محترم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی اور محترم حکیم عبداللطیف صاحب شہیدؔ☆ نے غسل دیا۔غسل دینے میں مکرم مولوی محمد احمد صاحب جلیل، مکرم سیّد مبارک احمد شاہ صاحب اور مکرم حمید احمد صاحب اختر ابن مکرم عبد الرحیم صاحب مالیر کوٹلوی نے بھی حصہ لیا۔ بعد ازاں آپ کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی اور پھر چہرہ مبارک کی زیارت کے بعد ساڑھے پانچ بجے شام کوٹھی سے آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ نماز جنازہ بہشتی مقبرہ کے وسیع احاطہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے پڑھائی۔ جس میں قریباً پندرہ ہزار بیرونی اور مقامی احباب شریک ہوئے۔ اس کے بعد ساڑھے سات بجے شام بہشتی مقبرہ ربوہ میں حضرت ام المؤمنین نور اللہ مرقدہا کے مزار مقدس کی چاردیواری کے اندر آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

انااللہ وانا الیہ راجعون

اے خدا بر تربت او بارش رحمت ببار
داخلش کن از کمال فضل دربیت النعیم

(حضرت مسیح موعودؑ)

☆ کتاب میں بعض جگہ حکیم عبد اللطیف شاہد کی بجائے ''حکیم عبد اللطیف شہیدؔ'' لکھا ہؤا ہے۔ واضح رہے کہ یہ پہلے اپنے نام کے ساتھ ''شہید'' لکھا کرتے تھے لیکن بعد میں شہیدؔ کی بجائے شاہدؔ لکھنا شروع کر دیا تھا۔

فہرست حوالہ جات باب اوّل

حوالہ نمبر	حوالہ جات	حوالہ نمبر	حوالہ جات
۱	تذکرہ صفحہ ۳۲۷	۲۲	الفضل ۲۳/جون ۱۹۵۰ء
۲	آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶۶	۲۳	الحکم ۳۰/نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴ کالم ۳
۳	تریاق القلوب صفحہ ۶۵	۲۴	درمکنون صفحہ ۹۱
۴	تریاق القلوب صفحہ ۴۲	۲۵	الفضل ۲۶/دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۴
۵	تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۲۵	۲۶	الحکم ۱۰/۱۷/اپریل ۱۹۰۳ء
۶	سیرت المہدی جلد سوئم صفحہ ۳۰،۳۱	۲۷	الفضل ۷/ستمبر ۱۹۶۳ء
۷	سیرت طیبہ صفحہ ۲۸	۲۸	سیرۃ المہدی حصہ سوئم صفحہ ۳۰۵
۸	سیرت المہدی جلد دوئم صفحہ ۵۰	۲۹	سیرۃ المہدی حصہ سوئم ۶۳
۹	سیرت المہدی جلد سوئم صفحہ ۹۶، ۹۷	۳۰	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۴۳
۱۰	بدر ۲۷/جولائی ۱۹۰۵ء صفحہ ۷	۳۱	سیرۃ المہدی جلد دوئم صفحہ ۵۶
۱۱	ایضاً	۳۲	سیرۃ المہدی جلد دوئم صفحہ ۷۹
۱۲	الفضل ۱۶/مارچ ۱۹۵۸ء	۳۳	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۵۴
۱۳	الفضل ۱۱/ستمبر ۱۹۶۳ء	۳۴	ایضاً صفحہ ۵۵
۱۴	سیرۃ المہدی جلد دوئم صفحہ ۲۲	۳۵	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۵۵
۱۵	نزول المسیح صفحہ ۲۳۰	۳۶	ایضاً صفحہ ۵۴
۱۶	سیرت المہدی جلد سوئم صفحہ ۴۳	۳۷	ایضاً صفحہ ۳۱
۱۷	نزول المسیح صفحہ ۲۳۰	۳۸	ایضاً صفحہ ۲۰
۱۸	تذکرہ صفحہ ۳۳۳	۳۹	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۱۶۴
۱۹	نزول المسیح صفحہ ۲۳۰	۴۰	ایضاً صفحہ ۲۵
۲۰	سیرۃ المہدی جلد سوئم صفحہ ۴۳	۴۱	درمکنون صفحہ ۹۰
۲۱	سیرت المہدی جلد سوئم صفحہ ۴۳	۴۲	سیرۃ المہدی جلد سوئم صفحہ ۲۴۱

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۴۳	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۵۳
۴۴	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۱۰
۴۵	الحکم ۱۷/ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۹
۴۶	سیرۃ المہدی جلد سوم صفحہ ۸۹
۴۷	خطبات النکاح حصہ دوم صفحہ ۱۷۶
۴۸	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۵۵
۴۹	تربیتی مضامین صفحہ ۲۲
۵۰	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۶
۵۱	سیرۃ المہدی جلد سوم صفحہ ۱۳۷
۵۲	الحکم ۱۷/مئی ۱۹۰۶ء
۵۳	سیرۃ المہدی جلد سوم صفحہ ۲۳۸
۵۴	الفضل ۲/اپریل ۱۹۴۴ء
۵۵	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۴۷
۵۶	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۹ تا ۱۱
۵۷	دُرِّ منثور صفحہ ۱۶۴
۵۸	بدر ۲/جون ۱۹۰۸ء
۵۹	الفضل ۳۱/اکتوبر ۱۹۴۸ء
۶۰	سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۱۵ الفضل ۲۸/جنوری ۱۹۵۶ء صفحہ ۲
۶۱	الحکم ۱۴/جولائی ۱۹۰۹ء
۶۲	الحکم ۱۴، ۲۱/اگست ۱۹۰۹ء
۶۳	بدر ۷، ۲۱/اپریل ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶
۶۴	بدر ۵/مئی ۱۹۱۰ء
۶۵	بدر ۱۶/مارچ ۱۹۱۱ء
۶۶	سلسلہ احمدیہ صفحہ ۳۴۵
۶۷	اخبار الحکم جوبلی نومبر ۱۹۳۹ء
۶۸	بدر ۲۵/جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۶
۶۹	بدر ۲۰/جون ۱۹۱۲ء
۷۰	بدر یکم اگست ۱۹۱۲ء
۷۱	رسالہ ''تشحیذ الاذہان'' بابت ماہ مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۵۴
۷۲	ایضاً
۷۳	رسالہ ''تشحیذ الاذہان'' بابت ماہ مارچ ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵۵
۷۴	بدر ۲۷/فروری ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۹
۷۵	الفضل مورخہ ۱۲/نومبر ۱۹۱۳ء
۷۶	ایضاً
۷۷	الفضل ۶/دسمبر ۱۹۵۰ء
۷۸	الفضل ۱۲، ۱۹/نومبر ۱۹۱۳ء
۷۹	الفضل ۲۱/جنوری ۱۹۱۴ء
۸۰	الفضل ۴/مارچ ۱۹۱۴ء
۸۱	الفضل ۱۸/مئی ۱۹۱۴ء
۸۲	الفضل ۲۳/مئی ۱۹۱۴ء
۸۳	الفضل ۳/جون ۱۹۱۴ء
۸۴	الفضل ۲۸/جولائی ۱۹۱۴ء
۸۵	الفضل ۱۳/اکتوبر ۱۹۱۴ء
۸۶	الفضل ۳۱/جنوری ۱۵ء
۸۷	الفضل ۹/فروری ۱۵ء
۸۸	الفضل ۱۱/مارچ ۱۵ء
۸۹	ضمیمہ الفضل ۸/اپریل ۱۵ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۹۰	الفضل ۲۵؍اپریل ۱۵ء
۹۱	الفضل ۱۳؍جولائی ۱۵ء
۹۲	الفضل ۲۳؍جنوری ۱۶ء
۹۳	الفضل ۷؍مارچ ۱۶ء
۹۴	الفضل ۱۱؍مارچ ۱۶ء صفحہ نمبر ۲
۹۵	الفضل ۱۶؍مئی ۱۶ء
۹۶	ریزولیوشن نمبر ۶ ۲۷ صدر انجمن احمدیہ مورخہ ۱۶؍اگست ۱۹۱۶ء
۹۷	الفضل ۲؍ستمبر و ۵؍ستمبر ۱۹۱۶ء
۹۸	الفضل ۱۹، ۲۲؍دسمبر ۱۹۱۶ء
۹۹	ریزولیوشن صفحہ ۱۱۲، مورخہ ۱۱؍مئی ۱۹۱۷ء
۱۰۰	ریزولیوشن صفحہ ۷، مورخہ ۲۰؍جنوری ۱۹۱۸ء
۱۰۱	الفضل ۱۴؍دسمبر ۵۵ء
۱۰۲	الفضل ۱۹/ ۱۵؍مئی ۱۷ء
۱۰۳	الفضل ۲۵؍اگست ۱۷ء
۱۰۴	الفضل ۲۲؍ستمبر ۱۷ء
۱۰۵	الفضل ۲؍اکتوبر ۱۷ء
۱۰۶	الفضل ۱۶؍اکتوبر ۱۷ء
۱۰۷	الفضل ۶؍نومبر ۱۷ء و ریویو آف ریلیجنز اردو دسمبر ۱۷ء صفحہ ۴۶۷
۱۰۸	الفضل ۲۰؍نومبر ۱۷ء
۱۰۹	الفضل ۲۴؍نومبر ۱۷ء
۱۱۰	الفضل مورخہ ۱۵؍جنوری ۱۸ء صفحہ ۴
۱۱۱	الفضل مورخہ ۲۷؍جولائی ۱۸ء
۱۱۲	رپورٹ صدر انجمن احمدیہ اکتوبر ۱۷ء تا ۳۰؍ستمبر ۱۷ء صفحہ ۱۵
۱۱۳	الفضل ۳؍دسمبر ۱۸ء
۱۱۴	الفضل ۲۲؍جنوری ۱۹۱۹ء صفحہ ۴، ۵
۱۱۵	الحکم ۴؍جنوری ۱۹۱۹ء
۱۱۶	الفضل ۱۵؍اپریل ۱۹۱۹ء
۱۱۷	الفضل ۲۶؍اپریل ۱۹۱۹ء
۱۱۸	الفضل ۶؍مئی ۱۹۱۹ء
۱۱۹	الفضل ۲۹؍اپریل ۱۹۱۹ء
۱۲۰	رپورٹ صدر انجمن احمدیہ صفحہ ۱۳ تا ۱۹
۱۲۱	الفضل ۲۹؍مارچ ۱۹۱۹ء
۱۲۲	ریویو اردو جنوری ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۲
۱۲۳	الفضل ۲۵؍مارچ ۱۹۱۹ء صفحہ ۲
۱۲۴	ریویو اردو جنوری و فروری ۱۹۱۹ء
۱۲۵	رپورٹ صدر انجمن احمدیہ ۲۰-۱۹ء صفحہ ۲۲
۱۲۶	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۲۰ء صفحہ ۶۰-۵۹ الفضل مورخہ ۲۹؍مارچ و یکم اپریل ۱۹۲۰ء
۱۲۷	الفضل ۴؍مارچ ۲۰ء صفحہ ۷
۱۲۸	الفضل ۱۷؍مئی ۲۰ء
۱۲۹	الفضل ۲۶؍اگست ۲۰ء
۱۳۰	الفضل ۱۶؍ستمبر، ۳۰ ستمبر ۲۰ء
۱۳۱	الفضل ۲۵؍نومبر ۲۰ء
۱۳۲	الفضل ۲۰؍دسمبر ۲۰ء
۱۳۳	الفضل ۶؍جنوری ۲۱ء
۱۳۴	الفضل ۲۱؍اپریل ۲۱ء
۱۳۵	سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱
۱۳۶	الفضل ۲۰؍فروری ۲۲ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۱۳۷	ایڈریس مشمولہ تحفہ شہزادہ ویلز
۱۳۸	الفضل ۱۶/ مارچ ۲۲ء
۱۳۹	الفضل ۱۱/ مئی ۲۲ء
۱۴۰	الفضل ۲۲/ جنوری ۲۳ء
۱۴۱	الفضل ۲۹/ اپریل ۲۳ء صفحہ ۷
۱۴۲	الفضل ۲۶/ اپریل ۲۳ء
۱۴۳	سلسلہ احمدیہ صفحہ ۳۷۱
۱۴۴	الفضل ۴، ۷/ دسمبر ۲۳ء
۱۴۵	الفضل یکم جنوری ۲۴ء
۱۴۶	الفضل ۱۵/ جنوری ۲۴ء صفحہ ۱۱
۱۴۷	الفضل ۱۱/ اپریل ۲۴ء صفحہ ۹
۱۴۸	الفضل ۲۵، ۲۶/ اپریل ۲۴ء صفحہ ۱۵
۱۴۹	سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۱
۱۵۰	الفضل ۲۰/ مئی ۲۴ء
۱۵۱	الفضل ۶/ جون ۲۴ء صفحہ ۸
۱۵۲	الفضل ۲۲/ جولائی ۲۴ء صفحہ ۵
۱۵۳	الفضل ۲۲/ جولائی ۲۴ء صفحہ ۶
۱۵۴	الفضل ۲۶/ اگست ۲۴ء صفحہ ۱
۱۵۵	الفضل ۲۵/ ستمبر ۲۴ء
۱۵۶	الفضل ۷/ اکتوبر ۲۴ء
۱۵۷	الفضل ۲۹/ نومبر ۲۴ء
۱۵۸	الفضل ۲۱/ اپریل ۲۵ء
۱۵۹	رپورٹ مشاورت ۲۵ء صفحہ ۳۶
۱۶۰	الفضل ۳۰/ مئی ۲۵ء
۱۶۱	الفضل ۲۳/ جون ۲۵ء
۱۶۲	الفضل ۱۹/ ستمبر ۲۵ء
۱۶۳	الفضل یکم و ۳/ دسمبر ۲۵ء
۱۶۴	الفضل ۲۷/ جولائی ۲۶ء
۱۶۵	الفضل ۳۱/ اگست ۲۶ء
۱۶۶	الفضل / ستمبر ۲۶ء
۱۶۷	سروس بک و الفضل ۲۶/ اکتوبر ۲۶ء
۱۶۸	الفضل ۲۱/ دسمبر ۲۶ء
۱۶۹	الفضل ۱۴/ جنوری ۲۷ء
۱۷۰	الفضل ۳۱/ مئی ۲۷ء
۱۷۱	الفضل ۱۰/ جون ۲۷ء
۱۷۲	الفضل ۱۶/ اگست ۲۷ء صفحہ ۱۰
۱۷۳	الفضل ۱۶/ مارچ ۲۸ء
۱۷۴	الفضل ۲۳/ مارچ ۲۸ء
۱۷۵	الفضل ۲۶/ جون ۲۸ء
۱۷۶	الفضل ۱۷/ جولائی ۲۸ء صفحہ ۶
۱۷۷	الفضل ۱۲/ اکتوبر ۲۸ء
۱۷۸	رپورٹ مجلس مشاورت ۲۹ء صفحہ ۲۶۵
۱۷۹	الفضل ۲۵/ دسمبر ۲۸ء
۱۸۰	الفضل ۲۳/ اگست ۲۹ء
۱۸۱	الفضل ۱۰/ جون ۳۰ء صفحہ ۳
۱۸۲	الفضل ۱۴/ اپریل ۳۱ء صفحہ ۱
۱۸۳	الفضل ۱۹/ مئی ۳۱ء و ٹائٹل قواعد ضوابط
	صدر انجمن احمدیہ
۱۸۴	الفضل ۸/ اگست ۳۱ء
۱۸۵	الفضل ۲۷/ اکتوبر ۳۱ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۱۸۶	الفضل ۱۲/نومبر ۳۱ء
۱۸۷	''سلسلہ احمدیہ'' صفحہ ۴۰۸
۱۸۸	الفضل ۷/جنوری ۳۲ء صفحہ ۴
۱۸۹	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۱ء تا ۳/اپریل ۳۲ء صفحہ ۸۵
۱۹۰	الفضل ۲۸/اپریل ۳۲ء
۱۹۱	الفضل ۲۳/جون ۳۲ء
۱۹۲	الفضل ۱۸/ستمبر ۳۲ء
۱۹۳	الفضل ۲۰/ستمبر ۳۲ء
۱۹۴	الفضل مورخہ ۳/جنوری ۳۳ء
۱۹۵	سروس بک حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ و رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۲ء تا ۳۰/اپریل ۳۳ء
۱۹۶	الفضل ۲/مارچ ۳۳ء صفحہ ۳
۱۹۷	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۲ء تا ۳۰/اپریل ۳۳ء صفحہ ۴۹، ۵۰
۱۹۸	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۳ء تا اپریل ۳۴ء صفحہ ۵۸
۱۹۹	الفضل ۳۰/مئی ۱۹۳۳ء
۲۰۰	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۳ء تا ۳۰/اپریل ۳۴ء صفحہ ۱۱،۱۲
۲۰۱	ایضاً صفحہ ۳۰،۳۱
۲۰۲	ایضاً صفحہ ۶۳
۲۰۳	ایضاً صفحہ ۶۵
۲۰۴	تذکرہ صفحہ ۱۲۷
۲۰۵	الفضل ۴مارچ ۳۴ء صفحہ ۱۱
۲۰۶	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۳ء تا ۳۰/اپریل ۳۴ء صفحہ ۶۱
۲۰۷	الفضل ۲۱/جنوری ۳۴ء
۲۰۸	الفضل ۱۴/جون ۳۴ء صفحہ ۲
۲۰۹	الفضل ۷/اگست ۳۴ء
۲۱۰	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۴ء تا ۳۰/اپریل ۳۵ء صفحہ ۱۵۸
۲۱۱	الفضل ۲۹/نومبر ۳۴ء صفحہ ۱۳
۲۱۲	الفضل ۳۱/مارچ ۳۵ء
۲۱۳	الفضل ۱۰/مئی ۳۵ء صفحہ ۵
۲۱۴	الفضل ۱۱/مئی ۳۵ء
۲۱۵	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۴ء تا ۳۰/اپریل ۳۵ء صفحہ ۱۵۸
۲۱۶	رپورٹ مذکور صفحہ ۱۶۱
۲۱۷	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۴ء تا ۳۰/اپریل ۳۵ء صفحہ ۱۶۴
۲۱۸	الفضل ۴/جون ۳۵ء صفحہ ۱۱
۲۱۹	رپورٹ مذکورہ ۲۱۷ صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳
۲۲۰	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۵ء تا ۳۰/اپریل ۳۶ء صفحہ ۱۴۳
۲۲۱	الفضل ۲۸/نومبر ۳۵ء صفحہ ۱۷
۲۲۲	الفضل یکم دسمبر ۳۶ء صفحہ ۵
۲۲۳	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۶ء تا ۳۰/اپریل ۳۷ء صفحہ ۱۵۵
۲۲۴	الفضل ۴/فروری ۳۶ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۲۲۵	الفضل ۱۴؍مارچ ۳۶ء
۲۲۶	الفضل ۱۹؍مئی ۳۶ء
۲۲۷	الفضل ۲۲؍جولائی ۳۶ء صفحہ ۱۱
۲۲۸	الفضل ۷؍اگست ۳۶ء
۲۲۹	الفضل ۱۱؍اگست ۳۶ء
۲۳۰	الفضل ۲۴؍اکتوبر ۳۶ء صفحہ ۲
۲۳۱	الفضل ۳؍اپریل ۳۷ء
	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۳۶ء تا ۳۰؍اپریل ۳۷ء صفحہ ۱۵۳
۲۳۲	الفضل ۱۸؍جولائی ۳۷ء صفحہ ۱۸
۲۳۳	الفضل ۲۶؍اگست ۳۷ء
۲۳۴	الفضل ۵؍اکتوبر ۳۷ء
۲۳۵	الفضل ۳۱؍اکتوبر ۳۷ء صفحہ ۲
۲۳۶	الفضل ۵؍نومبر ۳۷ء
۲۳۷	رپورٹ سالانہ از مئی ۳۷ء تا اپریل ۳۸ء صفحہ ۱۶۹
۲۳۸	الفضل ۲۷؍نومبر ۳۷ء
۲۳۹	الفضل ۲۹؍اپریل ۳۸ء
۲۴۰	الفضل ۱۰؍مئی ۳۸ء
۲۴۱	الفضل یکم جولائی ۳۸ء صفحہ ۲
۲۴۲	الفضل ۵؍جولائی ۳۸ء
۲۴۳	الفضل ۲۰؍ستمبر ۳۸ء
۲۴۴	الفضل ۱۱؍نومبر ۳۸ء
۲۴۵	الفضل ۱۰؍دسمبر ۳۸ء
۲۴۶	الفضل ۱۰؍جنوری ۳۹ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۲۴۷	الفضل ۱۱؍جنوری ۳۹ء
۲۴۸	روئداد جلسہ خلافت جوبلی
۲۴۹	ایضاً صفحہ ب
۲۵۰	ایضاً صفحہ ج
۲۵۱	رپورٹ مشاورت ۳۹ء صفحہ ۴۱
۲۵۲	ایضاً صفحہ ۵۲-۵۳
۲۵۳	الفضل ۲۰؍جون ۳۹ء صفحہ ۳
۲۵۴	الفضل ۶؍اگست ۴۰ء
۲۵۵	الفضل ۱۵؍اکتوبر ۴۰ء
۲۵۶	الفضل ۲۵؍دسمبر ۴۰ء
۲۵۷	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از مئی ۴۰ء تا اپریل ۴۱ء صفحہ ۱۱۳
۲۵۸	الفضل ۱۶،۱۸؍نومبر ۴۱ء
۲۵۹	رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ از مئی ۴۲ء تا اپریل ۴۳ء صفحہ ۴۳
۲۶۰	ایضاً رپورٹ صفحہ ۴۴
۲۶۱	الفضل ۱۵؍جنوری ۴۴ء
۲۶۲	الفضل ۲۴؍فروری ۴۴ء صفحہ ۳-۴
۲۶۳	الفضل ۱۵؍فروری ۴۴ء صفحہ ۲
	۷؍جون ۴۴ء صفحہ ۲
۲۶۴	الفضل ۲۳؍جون ۴۴ء صفحہ ۳
۲۶۵	الفضل ۱۷؍اگست ۴۴ء صفحہ ۲
۲۶۶	الفضل ۶،۷،۸،۹،۱۳؍ستمبر ۴۴ء
۲۶۷	الفضل ۶؍فروری ۴۵ء صفحہ ۶
۲۶۸	الفضل ۳۰؍مارچ ۴۵ء صفحہ ۲

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۲۶۹	الفضل ۲۶ر اپریل ۴۵ء
۲۷۰	الفضل ۱۷ر اگست، ۲۵ر دسمبر ۴۵ء
۲۷۱	الفضل ۲۵ر ستمبر ۴۵ء صفحہ ۲
۲۷۲	الفضل ۲۶ر دسمبر ۴۵ء
۲۷۳	الفضل ۱۲ر اپریل ۴۶ء
۲۷۴	الفضل ۱۵ر فروری ۴۶ء صفحہ ۲
۲۷۵	الفضل ۴ر مارچ ۴۶ء صفحہ ۱
۲۷۶	الفضل ۲۱ر اپریل ۵۵ء
۲۷۷	الفضل ۲۷ر جولائی ۴۶ء صفحہ ۳
۲۷۸	الفضل ۴ر دسمبر ۴۶ء
۲۷۹	الفضل ۲۰ر مارچ ۴۷ء صفحہ ۳
۲۸۰	الفضل ۶ر مئی ۴۷ء
۲۸۱	الفضل ۱۴ر جون ۴۷ء
۲۸۲	الفضل ۲۰ر جون ۴۷ء
۲۸۳	الفضل ۱۹ر جولائی ۴۷ء
۲۸۴	۳۱ر جولائی ۴۹ء
۲۸۵	مکتوبات اصحاب احمد جلد اوّل صفحہ ۷۷، الفضل ۸ر جون ۱۹۴۸ء
۲۸۶	الفضل ۱۸ر ستمبر ۴۷ء
۲۸۷	تذکرہ صفحہ ۲۶۳
۲۸۸	الفضل ۷ر جنوری ۴۸ء
۲۸۹	الفضل ۱۸ر دسمبر ۴۷ء
۲۹۰	الفضل ۲۱ر جنوری ۴۸ء
۲۹۱	الفضل ۲۰ر فروری ۴۸ء
۲۹۲	الفضل ۱۰ر مارچ ۴۸ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۲۹۳	سروس ٹیک
۲۹۴	الفضل ۸ر جولائی ۴۸ء
۲۹۵	الفضل ۱۷ر اگست ۴۸ء
۲۹۶	الفضل ۲۶ر نومبر ۴۹ء
۲۹۷	مکتوبات اصحاب احمد صفحہ ۸۳
۲۹۸	الفضل یکم مارچ ۴۹ء
۲۹۹	الفضل ۲۷ر جولائی ۴۹ء
۳۰۰	الفضل ۲۳ر ستمبر ۴۹ء
۳۰۱	الفضل ۱۷ر جنوری ۵۰ء
۳۰۲	الفضل ۴ر مارچ ۵۰ء
۳۰۳	الفضل ۳۱ر مارچ ۵۰ء
۳۰۴	الفضل ۲۱ر جون ۵۰ء
۳۰۵	الفضل ۱۶ر اگست ۵۰ء
۳۰۶	پیش لفظ رسالہ تشریح الزکوٰۃ
۳۰۷	الفضل ۲ر نومبر ۵۰ء
۳۰۸	الفضل ۱۴ر جنوری ۵۱ء
۳۰۹	الفضل ۲۱ر جنوری ۵۱ء
۳۱۰	الفضل ۱۵ر مئی ۵۱ء
۳۱۱	الفضل ۲۴ر مئی ۵۱ء
۳۱۲	الفضل ۲۹ر اکتوبر ۶۳ء
۳۱۳	الفضل ۲۳ر اکتوبر ۵۱ء
۳۱۴	الفضل ۲۵ر دسمبر ۵۱ء
۳۱۵	الفضل ۲۶ر دسمبر ۵۱ء
۳۱۶	الفضل ۴ر جون ۵۲ء
۳۱۷	الفضل ۲۸ر مارچ ۵۲ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۳۱۸	الفضل ۲؍اپریل ۵۲ء
۳۱۹	الفضل ۸؍اپریل ۵۲ء
۳۲۰	الفضل ۶؍نومبر ۵۲ء
۳۲۱	الفضل ۱۴؍جنوری ۵۳ء
۳۲۲	الفضل ۱۷؍جنوری ۵۳ء
۳۲۳	الفضل ۲۷؍جنوری ۵۳ء
۳۲۴	الفضل ۲۳؍فروری ۵۳ء
۳۲۵	المصلح ۱۷؍نومبر ۵۳ء
۳۲۶	الفضل ۲۷؍فروری ۵۳ء
۳۲۷	المصلح ۹؍جون ۵۳ء
۳۲۸	المصلح ۱۱؍اگست ۵۳ء
۳۲۹	المصلح ۲۷؍نومبر ۵۳ء
۳۳۰	المصلح ۹؍دسمبر ۵۳ء
۳۳۱	الفضل ۸؍اپریل ۵۴ء
۳۳۲	الفضل ۸؍جون ۵۴ء
۳۳۳	الفضل ۱۳؍جون ۵۴ء
۳۳۴	الفضل ۲؍جولائی ۵۴ء
۳۳۵	الفضل ۴؍جولائی ۵۴ء
۳۳۶	الفضل ۲۷؍اگست ۵۴ء
۳۳۷	الفضل ۲۸؍ستمبر ۵۴ء
۳۳۸	الفضل ۱۷؍اکتوبر ۵۴ء
۳۳۹	الفضل یکم جنوری ۵۵ء
۳۴۰	الفضل ۲۰، ۲۲؍فروری ۵۵ء
۳۴۱	الفضل ۲۴؍مارچ ۵۵ء
۳۴۲	الفضل ۲۷؍مارچ ۵۵ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۳۴۳	الفضل ۲؍اپریل ۵۵ء
۳۴۴	الفضل ۸؍اپریل ۵۵ء
۳۴۵	الفضل ۱۰؍اپریل ۵۵ء
۳۴۶	الفضل ۲۱؍اپریل ۵۵ء
۳۴۷	الفضل یکم مئی و ۴؍مئی ۵۵ء
۳۴۸	الفضل ۱۴؍مئی ۵۵ء
۳۴۹	الفضل ۲۳؍جون ۵۵ء
۳۵۰	الفضل ۱۰-۱۲؍جون ۵۵ء
۳۵۱	الفضل ۷؍جولائی ۵۵ء
۳۵۲	الفضل ۱۰؍جولائی ۵۵ء
۳۵۳	الفضل ۲۶؍جولائی ۵۵ء
۳۵۴	الفضل ۹؍اگست ۵۵ء
۳۵۵	الفضل ۲؍ستمبر ۵۵ء
۳۵۶	الفضل ۱۵؍ستمبر ۵۵ء
۳۵۷	الفضل ۲۷؍ستمبر ۵۵ء
۳۵۸	الفضل ۲۵؍اکتوبر
۳۵۹	الفضل ۱۰؍نومبر ۵۵ء
۳۶۰	الفضل ۱۴؍دسمبر ۵۵ء
۳۶۱	الفضل ۱۶؍دسمبر ۵۵ء
۳۶۲	الفضل ۲۰؍دسمبر ۵۵ء
۳۶۳	الفضل ۳۰؍دسمبر ۵۵ء
۳۶۴	الفضل ۳۱؍دسمبر ۵۵ء
۳۶۵	الفضل ۲۴؍جنوری ۵۶ء
۳۶۶	الفضل ۹؍فروری ۵۶ء
۳۶۷	الفضل ۱۲؍فروری ۵۶ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۳۶۸	الفضل ۱۶؍فروری ۵۶ء
۳۶۹	الفضل یکم مارچ ۵۶ء
۳۷۰	الفضل ۲۸؍اپریل ۵۶ء
۳۷۱	الفضل ۱۶؍مئی ۵۶ء
۳۷۲	الفضل ۳۰؍مئی ۵۶ء
۳۷۳	الفضل ۲۶؍جون ۵۶ء
۳۷۴	الفضل ۱۲؍جولائی ۵۶ء
۳۷۵	الفضل ۲۱؍جولائی ۵۶ء
۳۷۶	الفضل ۸؍اگست ۵۶ء
۳۷۷	الفضل ۱۰؍اگست ۵۶ء
۳۷۸	الفضل ۲۶؍ستمبر ۵۶ء
۳۷۹	الفضل ۱۰؍اکتوبر ۵۶ء
۳۸۰	الفضل ۱۶؍اکتوبر ۵۶ء
۳۸۱	الفضل ۵؍جنوری ۵۷ء
۳۸۲	الفضل ۹؍جنوری ۵۷ء
۳۸۳	الفضل ۱۶؍جنوری ۵۷ء
۳۸۴	الفضل ۲۱؍فروری ۵۷ء
۳۸۵	الفضل یکم مارچ ۵۷ء
۳۸۶	الفضل ۱۰؍اپریل ۵۷ء
۳۸۷	الفضل ۱۸؍اپریل ۵۷ء
۳۸۸	الفضل ۱۳؍جون ۵۷ء
۳۸۹	الفضل ۲۵؍مئی ۵۷ء
۳۹۰	الفضل ۱۵؍جون ۵۷ء
۳۹۱	الفضل ۲۶؍ستمبر ۵۷ء
۳۹۲	الفضل یکم نومبر ۵۷ء
۳۹۳	الفضل ۴؍دسمبر ۵۷ء
۳۹۴	الفضل ۱۱؍دسمبر ۵۷ء
۳۹۵	ایضاً
۳۹۶	الفضل ۱۸؍دسمبر ۵۷ء
۳۹۷	الفضل ۳؍جنوری ۵۸ء
۳۹۸	الفضل ۲۸؍جنووری ۵۸ء
۳۹۹	الفضل ۸؍فروری ۵۸ء
۴۰۰	ایضاً
۴۰۱	الفضل ۲۶؍فروری ۵۸ء
۴۰۲	الفضل ۲۸؍فروری ۵۸ء
۴۰۳	الفضل ۱۶؍مارچ ۵۸ء
۴۰۴	الفضل ۲۳؍مارچ ۵۸ء
۴۰۵	الفضل ۲؍اپریل ۵۸ء
۴۰۶	الفضل ۱۰؍اپریل ۵۸ء
۴۰۷	الفضل ؍جون ۵۸ء
۴۰۸	الفضل ۱۷؍اکتوبر ۵۸ء
۴۰۹	الفضل ۸؍اکتوبر ۵۸ء
۴۱۰	الفضل ۲۶؍دسمبر ۵۸ء
۴۱۱	الفضل ۱۴؍جنوری ۵۹ء
۴۱۲	الفضل ۱۶؍جنوری، ۲۸؍جنوری ۵۹ء
۴۱۳	الفضل ۸؍فروری ۵۹ء
۴۱۴	الفضل ۱۴؍فروری ۵۹ء
۴۱۵	الفضل ۲۰؍مارچ ۵۹ء
۴۱۶	الفضل ۲۲؍اپریل ۵۹ء
۴۱۷	الفضل یکم جولائی ۵۹ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۴۱۸	الفضل ۱۳؍ جون ۵۹ء
۴۱۹	الفضل ۸؍جولائی ۵۹ء
۴۲۰	ایضاً
۴۲۱	الفضل ۲۱؍جولائی ۵۹ء
۴۲۲	الفضل ۱۵؍اگست ۵۹ء
۴۲۳	الفضل ۱۱؍اگست ۵۹ء
۴۲۴	الفضل ۱۲؍اگست ۵۹ء
۴۲۵	الفضل ۲۴؍نومبر ۵۹ء
۴۲۶	الفضل ۱۸؍ستمبر ۵۹ء
۴۲۷	الفضل ۲۱؍نومبر ۵۹ء
۴۲۸	الفضل ۳؍اکتوبر ۵۹ء
۴۲۹	الفضل ۴؍نومبر ۵۹ء
۴۳۰	الفضل ۱۴؍نومبر ۵۹ء
۴۳۱	ایضاً
۴۳۲	الفضل ۲؍فروری ۶۰ء
۴۳۳	الفضل ۶؍جنوری ۶۰ء
۴۳۴	الفضل ۱۵؍جنوری ۶۰ء
۴۳۵	الفضل ۱۵؍جنوری ۶۰ء
۴۳۶	الفضل ۳۱؍جنوری ۶۰ء
۴۳۷	الفضل ۱۲؍فروری ۶۰ء
۴۳۸	الفضل ۲۰؍فروری ۶۰ء
۴۳۹	الفضل ۲۳؍فروری ۶۰ء
۴۴۰	الفضل ۲۶؍فروری ۶۰ء
۴۴۱	الفضل ۳؍مارچ ۶۱ء
۴۴۲	الفضل ۲۱؍اپریل ۶۱ء
۴۴۳	از ریکارڈ دفتر خدمت درویشاں
۴۴۴	الفضل ۸؍مئی ۶۰ء
۴۴۵	الفضل ۱۲؍مئی ۶۰ء
۴۴۶	الفضل ۲۱؍جون ۶۰ء
۴۴۷	الفضل ۲۲؍جون ۶۰ء
۴۴۸	الفضل ۱۵؍جولائی ۶۰ء
۴۴۹	الفضل ۲۸؍جولائی ۶۰ء
۴۵۰	الفضل ۴؍اگست ۶۰ء
۴۵۱	الفضل ۱۲؍اگست ۶۰ء
۴۵۲	الفضل ۱۴؍اگست ۶۰ء
۴۵۳	الفضل ۲۷؍اگست ۶۰ء
۴۵۴	الفضل ۵؍اکتوبر ۶۰ء
۴۵۵	الفضل ۷؍اکتوبر ۶۰ء
۴۵۶	الفضل ۳۰؍اکتوبر ۶۰ء
۴۵۷	الفضل ۱۷؍جنوری ۶۱ء
۴۵۸	الفضل ۱۳؍دسمبر ۶۰ء
۴۵۹	الفضل ۱۳؍دسمبر ۶۰ء
۴۶۰	الفضل ۲۴؍دسمبر ۶۰ء
۴۶۱	الفضل ۱۷؍دسمبر ۶۰ء
۴۶۲	الفضل ۵؍جنوری ۶۱ء
۴۶۳	الفضل ۲۸؍فروری ۶۱ء
۴۶۴	الفضل ۲؍مارچ ۶۱ء
۴۶۵	الفضل ۹؍مارچ ۶۱ء
۴۶۶	الفضل ۱۴؍مارچ ۶۱ء
۴۶۷	الفضل ۱۴؍مارچ ۶۱ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۴۶۸	الفضل ۲۶؍مارچ ۶۱ء
۴۶۹	رپورٹ مشاورت ۶۱ء صفحہ ۳۶
۴۷۰	الفضل ۲۶؍اپریل ۶۱ء
۴۷۱	الفضل ۲۰؍مئی ۶۱ء
۴۷۲	الفضل ۱۴؍جون ۶۱ء
۴۷۳	الفضل ۸؍جولائی ۶۱ء
۴۷۴	الفضل ۱۹؍جولائی ۶۱ء
۴۷۵	الفضل ۲۰؍جولائی ۶۱ء
۴۷۶	الفضل ۳۰؍جولائی ۶۱ء
۴۷۷	ایضاً
۴۷۸	الفضل ۱۹؍اگست ۶۱ء
۴۷۹	الفضل ۱۹؍ستمبر ۶۱ء
۴۸۰	الفضل ۴؍اکتوبر ۶۱ء
۴۸۱	الفضل ۸؍اکتوبر ۶۱ء
۴۸۲	الفضل ۱۲؍اکتوبر ۶۱ء
۴۸۳	الفضل ۲۳؍اکتوبر ۶۱ء
۴۸۴	الفضل ۲۹؍اکتوبر ۶۱ء
۴۸۵	الفضل ۵؍نومبر ۶۱ء
۴۸۶	الفضل ۵؍دسمبر ۶۱ء
۴۸۷	الفضل ۱۶؍فروری ۶۲ء
۴۸۸	الفضل ۲۸؍دسمبر ۶۱ء
۴۸۹	الفضل ۶؍جنوری ۶۲ء
۴۹۰	الفضل ۳؍جنوری ۶۲ء
۴۹۱	الفضل ۴؍جنوری ۶۲ء
۴۹۲	الفضل ۱۱؍جنوری ۶۲ء
۴۹۳	الفضل ۲؍فروری ۶۲ء
۴۹۴	الفضل ۲۲؍فروری ۶۲ء
۴۹۵	الفضل ۲۵؍مارچ ۶۲ء
۴۹۶	رپورٹ مجلس مشاورت ۶۲ء صفحہ ۵۹
۴۹۷	الفضل ۲۹؍مارچ ۶۲ء
۴۹۸	الفضل ۶؍مئی ۶۲ء
۴۹۹	الفضل ۲۵؍مئی ۶۲ء
۵۰۰	الفضل ۳۰؍مئی ۶۲ء
۵۰۱	الفضل ۱۴؍جون ۶۲ء
۵۰۲	الفضل ۹؍اکتوبر ۶۲ء
۵۰۳	الفضل ۲۱؍جولائی ۶۲ء
۵۰۴	الفضل ۲۴؍جولائی ۶۲ء
۵۰۵	الفضل ۸؍اگست ۶۲ء
۵۰۶	الفضل ۲۳؍اگست ۶۲ء
۵۰۷	الفضل ۱۶؍ستمبر ۶۲ء
۵۰۸	الفضل ۲۰؍ستمبر ۶۲ء
۵۰۹	الفضل ۲۵؍ستمبر ۶۲ء
۵۱۰	الفضل ۱۰؍اکتوبر ۶۲ء
۵۱۱	الفضل ۱۲؍اکتوبر ۶۲ء
۵۱۲	الفضل ۲۱؍اکتوبر ۶۲ء
۵۱۳	الفضل ۲۳؍اکتوبر ۶۲ء
۵۱۴	الفضل ۲۸؍اکتوبر ۶۲ء
۵۱۵	الفضل ۹؍نومبر ۶۲ء
۵۱۶	الفضل ۲۱؍نومبر ۶۲ء
۵۱۷	الفضل ۸، ۲۵؍نومبر ۶۲ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۵۱۸	الفضل ۳؍جنوری ۶۳ء
۵۱۹	الفضل ۵؍جنوری ۶۳ء
۵۲۰	الفضل ۱۱؍جنوری ۶۳ء
۵۲۱	الفضل یکم فروری ۶۳ء
۵۲۲	الفضل ۱۲؍فروری ۶۳ء
۵۲۳	الفضل ۱۶؍مارچ ۶۳ء
۵۲۴	الفضل ۲۴؍مارچ ۶۳ء
۵۲۵	الفضل ۲۹؍مارچ ۶۳ء
۵۲۶	رپورٹ مشاورت ۶۳ء صفحہ ۱۱۸
۵۲۷	الفضل ۵؍اپریل ۶۳ء
۵۲۸	الفضل ۲۱؍اپریل ۶۳ء
۵۲۹	الفضل ۳؍مئی ۶۳ء
۵۳۰	الفضل ۲۶؍مئی ۶۳ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۵۳۱	الفضل یکم جون ۶۳ء
۵۳۲	الفضل ۷؍جون ۶۳ء
۵۳۳	الفضل ۲۰؍جون ۶۳ء
۵۳۴	الفضل ۲۹؍جون ۶۳ء
۵۳۵	الفضل ۵؍جولائی ۶۳ء
۵۳۶	الفضل ۶؍جولائی ۶۳ء
۵۳۷	الفضل ۲۳؍جولائی ۶۳ء
۵۳۸	الفضل ۲۱؍جولائی ۶۳ء
۵۳۹	الفضل ۲۷؍جولائی ۶۳ء
۵۴۰	الفضل ۹؍اگست ۶۳ء
۵۴۱	الفضل ۲۳؍اگست ۶۳ء
۵۴۲	الفضل ۲۵؍اگست ۶۳ء
۵۴۳	الفضل ۴؍ستمبر ۶۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　　　　　　　　　　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دوسرا باب

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے اوصاف حمیدہ کا کچھ تذکرہ

ذرّیت مبشرہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات پر بعد میں آنیوالے سینکڑوں مورخین قلم اُٹھائیں گے مگر قریب رہنے ، سینکڑوں مرتبہ ملاقات کرنے اور آپ کے فیوض و برکات سے وافر حصہ لینے کی وجہ سے جو شرف ہمیں حاصل ہے وہ لوگ اس سے محروم ہونگے۔ اس لئے اپنے ذاتی تعلقات کی بناء پر بھی ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ایسے عظیم الشان انسان کے آنکھوں دیکھے حالات سے بعد میں آنیوالے مخلصین کو آگاہ کریں۔ یہ یقینی بات ہے کہ ایسے انسان دُنیا میں روز روز نہیں آیا کرتے۔ صدیوں بعد خوش نصیب لوگوں کو ایسے روشن گہر دیکھنے نصیب ہوتے ہیں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی **مبشر اولاد** کو دیکھنا تو اور بھی خوش نصیبی کی بات ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں جن کی صفات خاصہ کی اُنکی پیدائش سے پہلے ہی وحی الٰہی میں خبر دے دی گئی ہو۔ خود حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

ان اللہ لا یبشر الانبیاء والا ولیاء بذریةً الا اِذَا قَدَّرَ تولید الصالحین [1]

یعنی اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت صرف اسی صورت میں دیتا ہے جبکہ ان کا صالح ہونا مقدر ہو اور حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف سے متعلق تو احباب شروع کتاب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ آپ مبشراولاد میں سے تھے۔ ذرّیت مبشّرہ سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کشف بھی ہے جس مین حضور نے دیکھا کہ

”والدہ محمود قرآن شریف آگے رکھے ہوئے پڑھتی ہیں جب یہ آیت پڑھی **ومن یطع اللہ و الرسول فأُولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین و**

الشھداء والصالحین وحسن اُولٰئک رفیقاً. ۲؎ جب اُولٰئک پڑھا تو محمود سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر دوبارہ اُولٰئک پڑھا تو بشیر آ کھڑا ہوا۔ پھر شریف آ گیا۔ پھر فرمایا کہ جو پہلے ہے وہ پہلے ہے۔،، ۳؎

اگر غور سے دیکھا جائے تو ان چاروں مراتب حسنہ میں علی الترتیب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی غلامی اختیار کرکے اور آپ میں کامل طور پر فنا ہوکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو امتی نبی کا خطاب پایا اور آپ گروہ انبیاء میں شامل ہو گئے اور حضور کے تینوں فرزندوں نے علیٰ الترتیب **صدیقیت** اور **شہادت** اور **صالحیت** کے انعامات پائے اور اسی طرح سے ایک ہی خاندان کے یہ چاروں فرزند ان اعلیٰ انعامات سے نوازے گئے جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ **اللھم صل علٰی محمد و آل محمد.**

قمر الانبیاء

آپ کا ایک نام الہامات میں ’’قمر الانبیاء‘‘ ۴؎ بھی آیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں ’’نبیوں کا چاند‘‘ چاند کا لفظ ہمارے ہاں ’’پیارے‘‘ کا مفہوم لئے ہوئے ہوتا ہے گویا اس لحاظ سے آپ کو ’’نبیوں کا محبوب‘‘ کہہ کر پکارا گیا ہے اور اس میں کیا شُبہ ہے کہ آپ نے **فبھدٰھم اقتدہ** کے مطابق انبیاء کی پیروی کر کے اور اُن سے نور حاصل کر کے اپنے نور کی ٹھنڈی ٹھنڈی کرنوں سے ایک عالم کو منور کیا ہے۔ لاکھوں انسانوں کے قلوب پر آپ نے اپنی محبت و شفقت کے گہرے نقوش چھوڑے اور انہیں شریعت کے اسرار و رموز سکھا کر مالا مال کر دیا۔ یہ معنی تو اس لحاظ سے ہیں اگر ’’الانبیاءُ‘‘ سے سارے نبی مراد لئے جائیں۔ لیکن اگر ’’الانبیاءُ‘‘ سے مراد صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام لئے جائیں جیسا کہ آپ کا ایک الہام بھی ہے ’’جری اللہ فی حلل الانبیاءُ‘‘ ۵؎ اور حضور نے اپنے آپ کو قرآنی آیت **اذا الرسل اقتت** کا مصداق قرار دیا ہے تو ان معنوں کے لحاظ سے ’’قمر الانبیاءُ‘‘ کا مطلب یہ ہوگا کہ ’’مسیح موعودؑ‘‘ کے انوار کو اپنے اندر لیکر ایک دنیا کو سیراب کرنے والا اور مسیح موعود کے انوار دراصل آپ کے اپنے ذاتی نہیں تھے بلکہ حضور نے بھی سب کچھ اپنے آقا و مقتداء آنحضرت ﷺ سے حاصل کیا تھا۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلب صافی نے

آنحضرت ﷺ سے اکتساب نور کیا اور حضرت قمرالانبیاء رضی اللہ عنہ نے مسیح موعود علیہ السلام کی شاگردی میں یہ مقام حاصل کیا۔ چنانچہ آپ نے بچپن سے لیکر اپنی وفات تک جو شاندار قلمی جہاد کیا اس میں آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور صداقت پر وہ بیش قیمت اور انمول لٹریچر چھوڑا۔ جو رہتی دنیا تک اس مضمون پر قلم اٹھانے والوں کے لئے مشعل راہ کا کام دے گا۔

ان دوسرے معنوں کے لحاظ سے ''قمر الانبیاءؑ'' کے یہ بھی معنی ہیں کہ آپ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے زندہ گواہ ہوں گے۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ نے ان مقدس وجودوں کی پیروی میں اپنے آپ پر فنا طاری کر لی تھی۔ بظاہر بالکل معمولی نظر آنے والے امور میں بھی اسوۂ رسول کریم ﷺ اور اسوۂ مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہتا تھا۔

پیشگوئی مذکورہ بالا کی مزید تشریح

مذکورہ بالا پیشگوئی جس میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو جناب الٰہی کی طرف سے ''قمر الانبیاءؑ'' کا خطاب دیا گیا ہے۔ مکمل صورت میں یوں ہے:

''یاتی قمر الانبیاء و امرکَ یتاتّٰی. یسرّ اللّٰہ وجھک وینیر برھانک. سیولد لک الولد ویدنٰی منک الفضل. انّ نوری قریب'' ے

''یعنی جب نبیوں کا چاند آئے گا تو تیرا کام آسان ہو جائے گا (یعنی اس کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے گا جس سے تیرا کام سہل ہو جائے گا۔) وہ تجھے خوش کر دیگا اور تیری برہان کو روشن کر دے گا۔''

برہان کو روشن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور اسلام کو دنیا پر غالب کرنے کے لئے جو دلائل وہ بیان کرے گا اُن کا رعب دنیا پر چھا جائے گا۔ چنانچہ ۲۰/اپریل ۱۸۹۳ء کو حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی اور ۲۴/اپریل ۱۸۹۳ء کو مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ''جنگ مقدس'' کی شرائط طے پائیں اور ۲۲/مئی ۱۸۹۳ء سے لیکر ۵/جون ۱۸۹۳ء تک پندرہ دن لگاتار بحث جاری رہی جس کے نتیجے میں کسر صلیب کے سامان پیدا ہوئے اور مسلمانوں کو ایسی نمایاں فتح حاصل ہوئی کہ اس مباحثہ کے بعد ۱۸۹۴ء میں جو دنیا بھر کے نامور عیسائیوں کی لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریورنڈ

چارلس جان ایلی کوٹ نے کہا۔

''اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحب تجربہ ہیں۔ بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آرہا ہے۔ اور اس جزیرے میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نظر آرہے ہیں .... یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے۔ جن کی بنا پر محمد(ﷺ) کا مذہب ہماری نگاہ میں قابل نفریں قرار پاتا ہے اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد(ﷺ) کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جارہی ہے۔ یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم میں سے بھی بعض ذہن اس کی طرف مائل ہورہے ہیں۔'' [۸]

ب: پھر اسی سال حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو پنڈت لیکھرام کی ہلاکت کی خبر دی گئی جو آنحضرتﷺ اور اسلام کی صداقت ثابت کرنے کا ایک عظیم الشان ذریعہ بن گئی اور کثرت سے مسلمانوں کی توجہ آپ کی طرف ہو گئی۔

ج: اسی سال آپ نے عربی زبان میں کرامات الصادقین جیسی بے نظیر کتاب لکھی اور بالمقابل قلم اُٹھانے والے علماء کے لئے ایک ہزار روپیہ انعام کا وعدہ کیا جس سے آپ کے علم وفضل کی دھاک بیٹھ گئی۔

د: پھر تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ہی آپ کی سچائی پر گواہی دینے کے لئے ۱۳ ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ (مطابق ۲۰مارچ ۱۸۹۴ء) کوچاند گرہن اور ۲۸ رمضان ۱۳۱۱ھ (مطابق ۶اپریل ۱۸۹۴ء) کو سورج گرہن ہوا جس سے مخالف علماء سخت پریشان اور کبیدہ خاطر ہوئے۔

غرض آپ کی پیدائش کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سچائی کے لئے جو پے در پے نشانات ظاہر ہوئے اُن کی وجہ سے اسلام کا درد رکھنے والے لوگوں کی نظریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اُٹھنا شروع ہوگئیں اور لوگ کثرت کے ساتھ سلسلہ میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔

آپ کا بچپن

آپ کے بچپن کے بہت سے واقعات محترم مولوی محمد یعقوب صاحب کے مقالہ میں ناظرین پڑھ آئے ہیں۔یہاں صرف حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم مدظلہا العالی کا ایک مختصر سا نوٹ

درج کرنے پر کفایت کی جاتی ہے۔ آپ فرما تی ہیں:

''میری ہوش میں پہلا نظارہ منجھلے بھائیؓ کے بچپن کا مجھے بہت صاف یاد ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہیں باہر سے تشریف لائے تھے۔گھر میں خوشی کی لہر سی دوڑ گئی۔ آپ آ کر بیٹھے میں پاس بیٹھ گئی اور سب مع حضرت اماں جانؓ بھی بیٹھے تھے کہ ایک فراخ سینہ ،چوڑے منہ والا ہنس مکھ لڑکا سرخ چو گوشیہ مخملی ٹوپی پہنے بے حد خوشی کے اظہار کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے کھڑا ہو کر اُچھلنے کودنے لگا ۔یہ میرے پیارے منجھلے بھائی تھے۔حضرت اقدس مسکرا رہے ہیں۔دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ''جا ٹ ہے جاٹ''۔

آپ حضرت مسیح موعودؑ کوبچپن میں '' تُو'' کہکر مخاطب کرتے تھے۔ حضرت اماں جانؓ روکتی تھیں کہ اب تم '' تُو'' نہ کہا کرو تو حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ''تم روکو نہیں اسکے منہ سے مجھے '' تُو'' کہنا پیارا لگتا ہے۔'' پھر ذرا بڑے ہوئے تو خود ہی ''تُو'' کہنا تو چھوڑ دیا۔مگر ایسا حجاب رہا کہ تم یا آپ بھی نہ کہا یونہی بات کر لیتے مگر '' تُو'' کی جگہ کچھ نہ کہتے۔ طبیعت میں سنجیدگی اور حجاب بہت جلدی پیدا ہو گیا تھا۔ بہت کم بولتے اور کم ہی بے تکلف ہو کر سامنے آتے تھے۔ ویسے طبیعت میں لطیف مزاح بچپن سے لے کر اب تک تھا۔ ایسی بات کرتے چپکے سے کہ سب ہنس پڑتے اور خود وہی سادہ سا منہ بنائے ہوتے۔ حضرت اماں جان فرماتی تھیں کہ اول تو بچوں کو کبھی میں نے مارا نہیں ویسے ہی کسی شوخی پر اگر دھمکایا بھی تو میرا بشریٰ ایسی بات کرتا کہ مجھے ہنسی آ جاتی اور غصہ دکھانے کی نوبت بھی نہ آنے پاتی۔

ایک دفعہ شاید کپڑے بھگو لینے پر ہاتھ اُٹھا کر دھمکی دی تو بہت گھبرا کر کہنے لگے۔'' نہ اماں کہیں چوڑیا ں نہ ٹوٹ جائیں''۔اور حضرت اماں جانؓ نے مسکرا کر ہاتھ نیچے کر لیا۔'' 9 (الفضل خاص نمبر ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۷)

عنفوانِ شباب میں ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ

ایسا بابرکت وجود جس کی پیدائش کے ساتھ ہی سلسلہ کی تائید کے لئے نشانات ظاہر ہونے شروع ہو گئے کوئی معمولی انسان نہیں ہوسکتا۔اس کی اپنی زندگی بھی تائیدات الہیہ کا مظہر اور تقویٰ و طہارت کا پیکر ہونی چاہیے۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابھی آپ نے میٹرک ہی پاس کیا تھا کہ امر

بالمعروف و نہی عن المنکر کے جذبہ کے ماتحت آپ نے اپنے ہم جولیوں کو وعظ و نصیحت کے خطوط لکھنا شروع کر دیئے۔ ذیل میں صرف ایک خط درج کیا جاتا ہے اور اس سے ہی احباب اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اوائل جوانی میں ہی آپ کو کیسی پاکیزہ فطرت عطا فرمائی تھی۔ آپ لکھتے ہیں:

''میرا قاعدہ ہے کہ میں اپنے احباب کو ہمیشہ ان کے فرائض منصبی کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں۔یہ میں نے اپنی جان پر فرض کر لیا ہے خواہ کوئی میری سُنے یا نہ سُنے۔مگر میں ہمیشہ اپنے کندھوں سے اس بوجھ کو اُتارتا رہتا ہوں۔''

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں:

''جوانی کی عمر عجیب عمر ہوتی ہے اس میں انسانی طاقتیں اپنے پورے زور اور کمال پر ہوتی ہیں۔اس لئے وہ شخص جو اس عمر میں اپنی خواہشات پر قابو پاتا ہے وہ خدا کے نزدیک ایک بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس کی جوانی تقویٰ اور طہارت میں کٹ گئی اس کا بہت درجہ ہے کیونکہ اس وقت انسانی جذبات پُورے زور پر ہوتے ہیں۔وہ شخص جس کے ہاتھ میں ڈنڈا ہو اور پھر بھی وہ کسی غریب کے پیٹنے سے پرہیز کرتا ہے ایک بڑا درجہ رکھتا ہے بہ نسبت اس کے جس کے ہاتھ میں مارنے کا کوئی سامان نہیں ہے۔ پس مبارک موقع ہے آپ لوگوں کے لئے ایک بڑا درجہ ہے حاصل کرنے کا۔نفسانی خواہشات کا مرد بن کر مقابلہ کرو تا خدا کے مقرب اور پیارے بندوں میں سے گنے جاؤ۔نفس کا گھوڑا بہت سرکش ہوتا ہے اسے تقویٰ اور طہارت کی خاردار لگام دو تا کہ اس پر قابو پاؤ۔ورنہ یاد رکھو وہ تمہیں ایک ایسے تاریک گڑھے میں گرائے گا جہاں سے نکلنا سوائے خاص فضلِ خدا کے نہایت مشکل ہوگا۔اگراس وقت میری درد مندانہ نصیحت پرعمل نہیں کرتے او راہِ مستقیم پرنہیں چلتے تو ایک دن آئے گا جب زمانہ خود سیدھا کر دے گا۔ اس وقت کہو گے کہ کسی ہمدرد نے پہلے ہی سے متنبہ کیا تھا مگر میں تمہیں ابھی سے کہہ دیتا ہوں کہ ؎

گر نہیں سنتے قول اب میرا
پھر نہ کہنا کہ کوئی کہتا تھا

''میری خواہش ہے کہ تم لوگ اس خدا کی طرف جُھکو جو خالقِ ارض وسماء ہے۔کسی فانی چیز پر بھروسہ نہ کرو۔صرف اسی سے مدد مانگو جومنبع ہے ہر ایک فیض کا ،چشمہ ہے ہر ایک رحمت کا۔اس کی مدد کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔پس اس کی رضا چاہو۔اگر وہ راضی ہے تو پھر کسی کا ڈر نہیں............دُنیا اندھی ہو رہی ہے۔تم کو چاہیئے کہ آنکھیں کھولو اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو......لوگ خواب غفلت میں پڑے سوتے ہیں پس موقع ہے کہ تم جاگو اور ہوشیار ہو جاؤ۔اُٹھو کہ میدان خالی ہے۔کچھ کوشش کرو تا تمہارے درجات بلند ہوں۔کو ئی ہے جو اس غریب الوطن کی صدا کو ہوش کے کانوں سے سُنے۔میں تم سے کچھ نہیں چاہتا صرف یہ کہ تم میری اس بات کو مانو۔میری خواہش ہے کہ ہماری تمہاری نسلیں تمہارے نمونہ پر چلنے کو فخر سمجھیں۔خدا کرے کہ تمہارے نام تا روزِ قیامت ستاروں کی طرح آسمان پر چمکیں۔خدا کرے کہ تمہارا اُٹھنا بیٹھنا،کھانا پینا، بولنا چُپ رہنا،چلنا مقام کرنا صرف خدا کے لئے ہو۔یہ مت خیال کرو کہ دین کی طرف جاؤ گے تو دنیا ہاتھ سے چلی جائے گی بلکہ اگر تم دین کی طرف آؤ گے تو دنیا خود حاصل ہو جائے گی۔دیکھو مسلمانوں نے شروع میں دین کو مضبوط پکڑا تو کیا دنیا اُن کو نہیں ملی؟نہیں بلکہ بڑے بڑے ملکوں کے بادشاہ ہوئے۔ہاں جب دین کمزور ہوا تو دنیا چھن گئی۔اپنا معاملہ خدا سے درست کرو۔اگر پھر کوئی ناراض ہوتا ہے تو کوئی پروا نہیں۔خدا کا مقابلہ کو ن کر سکتا ہے۔وہی جو ہلاک ہونا چاہے۔پس ہلاکت سے بچو۔کسی کی طرف سے اپنے دل میں کینہ مت رکھو۔کیونکہ کینہ توز کو کبھی چین نصیب نہیں ہوتا۔اس کا دل ہمیشہ دشمنی کی آگ سے جلتا رہتا ہے۔ گویا اس کے سینہ میں دوزخ کی آگ کام کرتی ہے۔بڑوں کی فرمانبرداری کرو کہ اس میں برکت ہے۔وہ جس کے دل میں فرمانبرداری کا مادہ نہیں ہوتا۔کبھی کسی درگاہ میں مقبول نہیں ہوسکتا۔اگر چاہتے ہو کہ خدا تک پہنچو تو اطاعت کو اپنا عین فرض منصبی قرار دو۔نافرمانی کی تباہ کن مرض سے بچو کہ یہ ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے۔اپنے بے جا غضبوں کو روکو کہ یہ بھی کم مہلک نہیں غضب بھی عجیب حرکتیں کرواتا ہے۔اپنے دل سے نفاق کو نکال دو کہ یہ نامَردوں کا کام ہے۔دورنگی ٹھیک نہیں۔صاف دل انسان ہمیشہ عزت پاتا ہے۔سُستی کو دُور

کرو کہ یہ مومن کی شان سے بعید ہے۔مومن کو ہمیشہ چُست ہونا چاہیے۔اپنے وعدوں کا ایفا کرو اور اپنے اقوال کا پاس رکھا کرو کہ اس کے سوا اعتبار قائم نہیں رہتا۔بدظنی کو اپنے دل سے نکال دو کہ یہ انسان کی ٹھوکر کا موجب ہوتی ہے۔آپس میں محبت کو بڑھاؤ کہ اس سے الٰہی ترحّمات کا نزول ہوتا ہے۔لغو عادات کو چھوڑ دو کہ مومن اُن سے بچتا ہے۔ بدصحبت سے بچو کہ اس کا اثر بہت بُرا ہوتا ہے جوانی کی عمر پر بھروسہ نہ کرو کہ موت جوانی کونہیں دیکھتی۔ کچھ کرلو کیا معلوم کہ کب موت آجائے۔ بد زبانی سے بچو کہ اس سے تقویٰ و طہارت کو نقصان پہنچتا ہے۔ ہمدردی کرو تالوگ تم سے ہمدردی کریں۔ بڑوں کی عزّت کرو تا چھوٹے تمہاری عزت کریں۔ چھوٹوں کا لحاظ کرو تا بڑے تمہارا لحاظ کریں۔ خدا کرے تم ایسا ہی کرو۔''[10]

غور کیجئے کتنی چھوٹی عمر ہے اور کس قدر پُر مغز نصیحتیں کی جارہی ہیں۔ کیا یہ آپ کی فطرت کی پاکیزگی اور قلب کی صفائی کا بیّن ثبوت نہیں؟

آپ کو بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے حساس دل اور چشم بصیرت عطا فرمائی تھی۔چنانچہ آپ اپنے بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب یہ خاکسار سکول کی نہم اور دہم جماعت میں تعلیم پاتا تھا تو اس وقت ہمیں ایک انگریزی کی کتاب گولڈن ڈیڈز (Golden Deeds) پڑھائی جاتی تھی۔ جس میں بعض مغربی بچوں اور نوجوانوں کے سنہری کاموں کا ذکر درج تھا۔مجھے اس کتاب کو پڑھ کر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ایک کتاب اُردو میں مسلمان نوجوانوں کے کارناموں کے متعلق لکھی جائے جس میں مسلمان بچوں کے ایسے کارنامے درج کئے جائیں جو مسلمان نونہالوں کی تربیت کے علاوہ دوسری قوموں کے لئے بھی ایک عمدہ سبق ہوں۔یہ خواہش طالب علمی کے زمانہ سے میرے دل میں قائم ہو چکی تھی۔اس کے بعد جب میں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا تو یہ خواہش اور بھی ترقی کر گئی کیونکہ میں نے دیکھا کہ جو کارنامے مسلمان نوجوانوں کے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں وہ ایسے شاندار اور رُوح پرور ہیں کہ ان کے مقابلہ پر مسیحی نوجوانوں کے کارناموں کی کچھ بھی حیثیت نہیں اور میں نے ارادہ کیا کہ جب بھی خدا توفیق دے گا میں اس کام کو کروں گا۔''[11]

یہ خواہش بھی آپ کی طہارت قلب اور اسلام پر فدائیت کا زبردست ثبوت ہے کہ بچپن میں یوروپین مصنف کی کتاب پڑھتے ہیں جس میں مغربی بچوں اور نوجوانوں کے کارناموں کا ذکر ہوتا ہے اور دل میں ولولہ پیدا ہوتا ہے کہ کاش مسلمان بچوں کے کارناموں کی بھی کوئی کتاب ہوتی۔اور پھر جب لکھنے کا موقعہ ملتا ہے تو سیرت خاتم النبیین ﷺ جیسی زبردست اور شاندار کتاب لکھ کر اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہناتے ہیں اور جب کوئی دوسرا دوست اس مضمون پر قلم اُٹھاتا ہے تو اسے بھی سراہتے ہیں۔ **اللھم صلّ علیٰ محّمدٍ و اٰلِ محّمد۔**

اوائل شباب کا منظوم کلام

بچپن کی امنگوں اور عنفوان شباب کے پاکیزہ جذبہ کے اظہار کے بعد اب ہم آپ کے اوائل شباب کے منظوم کلام کا نمونہ قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔یہ نظم جو ذیل میں درج کی جارہی ہے۔آپ نے ۱۹۱۰ء میں اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ہی کہی تھی۔

سر پر کھڑی ہے موت ذرا ہوشیار ہو ایسا نہ ہو کہ توبہ سے پہلے شکار ہو
زندہ خدا سے دل کو لگا اَے عزیزِمن کیا اُس سے فائدہ جو فنا کا شکار ہو
کیوں ہو رہا ہے عشقِ بتاں میں خراب تُو تجھ کو تو چاہیے کہ خدا پر نثار ہو
یادِ خدا میں تجھ کو ملے لذّت و سرُور بس تیری زندگی کا اسی پر مدار ہو
تجھ کو اسی کا شوق ہو ہر وقت ہر گھڑی ہر دم اسی کے عشق کا سر میں خمار ہو
خالی ہو دل ہوائے متاعِ جہان سے تجھ کو بس ایک آرزوئے وصلِ یار ہو
یادِ حبیب سے نہ ہو غافِل کبھی بھی تُو اس بات سے کوئی تیرا مانعِ ہزار ہو
سینہ تیرا ہو مدفنِ حرص وہوا و آز دل ترا تیری آرزوؤں کا مزار ہو
جاہ وجلالِ دنیائے فانی پہ لات مار گر تُو یہ چاہتا ہے کہ تُو باوقار ہو
ہو فکر تجھ کو روزِ جزا کی لگی ہوئی اور اس کے غم میں آنکھ تری اشکبار ہو
تسکین ِ دل تُو چاہتا ہے گر توچاہیے دل کو ترے کبھی بھی نہ اے جاں قرار ہو
ایسا نہ ہو کہ تجھ کوگرائے یہ منہ کے بَل ہاں ہاں سنبھل کے نفس دَنی پر سوار ہو
آگاہ تجھ کو تیری بدی پر کرے ضمیر ناصح ہو دل ترا نہ کہ یہ خاکسار ہو
طالب نگاہِ لطف کا ہوں مدتوں سے مَیں مجھ پر بھی اِک نظر مرے پروردگار ہو

احمد یہی دُعا ہے کہ روز جزا نصیب　　　تجھ کو نبی کریمؐ کا قرب وجوار ہو ۱۲؎

نظم سے ظاہر ہے کہ اُن ایام میں آپ'' احمد''تخلص کیا کرتے تھے۔اس نظم میں جن پا کیزہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہے اُن سے واضح ہے کہ اُٹھتی جوانی میں بھی جب کہ عوام الناس حیوانیت کے جذبات کا شکار ہوتے ہیں اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔آپ ایک عظیم رُوحانی لیڈر کی طرح جذبات کی دُنیا سے الگ ہو کر اپنے خالق و مالک کے حضور سراپا نیا ز بنے نظر آتے ہیں۔

میں یہ امر قارئین کرام پر واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مضمون میں مَیں نے کِسی ترتیب کو مد نظر نہیں رکھا ۔آپ کی زندگی کے حالات جو ترتیب سے لکھے جاسکتے تھے وہ پہلے باب میں درج ہو چکے ہیں۔یہاں تو آپ کی صفاتِ حسنہ کا ذکر کیا جارہا ہے۔اور بالکل ممکن ہے کہ ایک واقعہ آپ کا بچپن کا بیان کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی مضمون کی مناسبت کے لحاظ سے دوسرا بڑھاپے کا کیونکہ مقصود صرف واقعات کے آئینہ میں آپ کی پاکیزہ زندگی کا بیان ہے۔

سب سے پہلے ہم آپ کے حُلیہ،لباس،اور خوراک کا ذکر کرتے ہیں۔

آپ کا حُلیہ

آپ کی شکل نورانی، قد لانبا، وجیہ چہرہ، موٹی موٹی مگر نیم وا آنکھیں، اُبھری ہوئی ناک،بھرے بھرے ہاتھ پاؤں اورجسیم و پُر وقار وجود دیکھ کر ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور تھا کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔

مجھے خوب یاد ہے اور یہ کوئی ۱۹۳۷ء کی بات ہے جب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پہلی مرتبہ حیدر آباد سندھ تشریف لے گئے۔ حضور کے ساتھ آپ کے علاوہ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب اور محترم شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سیکرٹری بھی تھے۔ ان ایام میں مسٹر حافظ شہر کے سٹی مجسٹریٹ تھے۔ وہ گو احمدی نہیں تھے۔ مگر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی آمد کا ذکر سن کر انہیں قدرتی طور پر دلچسپی پیدا ہوگئی تھی اور انہوں نے حضور کے استقبال کے لئے شہر اور ماحول شہر کی صفائی کا خاص اہتمام کیا تھا۔ ڈاک بنگلے میں حضور کا قیام تھا اور مسٹر حافظ خود بنفس نفیس ان سندھی احمدیوں کو کھانا کھلا رہے تھے جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ملاقات اور زیارت کے لئے اردگرد کے علاقوں سے حاضر ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر جب مسٹر حافظ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو گہری نگاہ سے دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضور شیخ یوسف علی صاحب مرحوم کی پیش کردہ ڈاک ملاحظہ فرما کر انہیں جوابات بھی دے

رہے ہیں۔ ملاقاتیوں کی باتیں بھی بڑے غور سے سن کر انہیں مناسب جوابات سے نواز رہے ہیں۔ خود مسٹر حافظ نے بعض باتیں کیں جن کے حضور نے تسلی بخش جوابات دیئے۔ انہوں نے حضور کی اس ذہانت اور چوکسی کو دیکھ کر مجھے کہا کہ میں نے دنیا میں ایسا انسان کوئی نہیں دیکھا جو ایک وقت میں کئی کام کر رہا ہو اور ہر کام کی طرف اس کی پوری توجہ ہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص جو حضرت کے دائیں طرف بیٹھا ہے۔ حضور کا پرائیویٹ سیکرٹری ہونا چاہیے۔ پھر کہا کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ جب میں نے انہیں بتایا کہ یہ حضور کے چھوٹے بھائی ہیں تو انہوں نے کہا کہ تبھی ان کے وجود میں ایک خاص قسم کی جاذبیت پائی جاتی ہے گویا آپ کی وجاہت اس قسم کی تھی کہ کوئی شخص بھی آپ کو دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

آپ کا لباس

آپ کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ سفید قمیض، سفید شلوار، لمبا کھلا کوٹ اور پگڑی پہنتے تھے۔ تنگ لباس کو برداشت نہ کرتے تھے، بچپن اور جوانی کے زمانہ میں پگڑی کے ساتھ ساتھ ٹوپی بھی استعمال فرما لیتے تھے۔ مگر ادھیڑ عمر میں پہنچ کر ٹوپی کا استعمال ترک کر دیا تھا۔ البتہ کبھی کبھی غیر رسمی مواقع پر ٹوپی پہن بھی لیتے تھے۔ اوائل عمر سے لیکر جوانی تک دیسی جوتا پہنا کرتے تھے لیکن بعد اذاں گرگابی طرز کا کھلا بغیر تسموں والا بوٹ۔

آپ کی طرز رہائش کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

> ”یہی سادگی رہائش میں پسند فرماتے تھے اور نمائش کی چیزوں سے گھبراتے تھے۔ رہائش میں مشقت پسند فرماتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب شروع شروع میں Air Condition کا رواج بڑھا اور میں نے ایک خریدا تو میری طبیعت پر یہ بات گراں گذری کہ میں اپنے لئے کوئی ایسا آرام ڈھونڈوں جو ابا جان کے استعمال میں نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اس کیفیت کے مدنظر اور ربوہ کی شدید گرمی کا احساس کرتے ہوئے ایک Air Condition تحفۃً بھیجا اور آدمی بھیج کر آپ کے کمرے میں لگوا دیا۔ اُسے استعمال فرماتے رہے لیکن ایک مرتبہ خراب ہوگیا تو خفگی سے فرمایا کہ مظفر نے خواہ مخواہ مجھے اس کی عادت ڈال دی ہے اور اس کے بند یا خراب ہونے سے اب مجھے تکلیف ہوتی ہے ورنہ میں اپنے لئے کسی سہولت کو مرغوب نہیں

پاتا۔'' [۱۳]

آپ کی خوراک

خوراک آپ کی بہت سادہ ہوا کرتی تھی۔امراء کی طرح ہمیشہ پر تکلف اور مرغن کھانوں کے دلداہ نہیں تھے۔کھمبیاں اور پالک کا ساگ بھی جو گوشت میں پکا ہوا ہو آپ شوق سے کھایا کرتے تھے۔ہجرت کے بعد چونکہ مشکلات کا زمانہ تھا اس لئے صبح کی چائے کے ساتھ بُھنے ہوئے چنے کھا کر بھی گذارا کر لیتے تھے۔غرضیکہ کسی چیز کی خاص عادت نہیں تھی ۔حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

''ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ نشہ کا تو کیا سوال ساری عمر مجھے کبھی کسی غیرمنشّی چیز کی بھی عادت نہیں پڑی ۔حتّٰی کہ جب میں سمجھتا ہوں کہ چائے کی بھی عادت سی ہو چلی ہے تو کچھ دیر کے لئے اُسے بھی ترک کر دیتا ہوں۔'' [۱۴]

پھلوں کو بھی پسند فرماتے تھے۔خصوصا عمدہ قسم کے آم اور کیلے آپ کو بہت پسند تھے۔

عشق الٰہی سے معمور دل

جیسا کہ ذیلی عنوان سے ظاہر ہے آپ کا دل ہر وقت عشقِ الٰہی سے معمور رہتا تھا۔اور اللہ تعالیٰ بھی آپ کی اس محبت و وفا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا مگر آپ حدیث نبوی کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ کے ماتحت ہر شخص سے اس کے فہم اور قابلیت کے مطابق کلام کیا کرتے تھے۔محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم ناظر امور عامہ قادیان جو سلسلہ کے جیّد عالم اور اہل دل صوفی حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کے لائق اور قابل فرزند تھے۔اُن کا بیان ہے کہ:

''چھ سات سال کی بات ہے کہ خاکسار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس وقت ماہ رمضان کو گذرے ابھی چند دن ہوئے تھے۔آپ نے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے راز ونیاز کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دفعہ رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے میں نے اللہ تعالیٰ کے احسانات بے پایاں اور اس کی رحمت و رأفت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی جناب میں عرض کیا کہ اے خدا تو میرے روزوں کو قبول فرما اور میرا جو روزہ مقبول ہو جائے اس کی قبولیت کا ایک ظاہری نشان نازل فرما۔آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اس درخواست کو منظور

فرماتے ہوئے میرے تمام روزوں کو قبول فرمایا۔اور میری خواہش کے عین مطابق ان کی قبولیت کا نشان ظاہر فرمایا۔‘‘ ۱۵

محترم مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ کا بیان ہے کہ ان سے محترم مولانا برکات احمد صاحب راجیکی نے اس واقعہ کی تفصیل بھی بیان فرمائی تھی اور وہ یہ تھی کہ حضرت قمر الانبیاء نوّر اللہ مرقدہ نے یہ دعا کی تھی کہ۔

’’میرا جو روزہ مقبول ہو جائے اس کی قبولیت کا ظاہری نشان یہ ظاہر فرما کہ اس کی افطاری میں خود نہ کروں بلکہ باہر سے میرے لئے افطاری کا سامان آئے۔‘‘

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ پورے تیس روزوں کی افطاری آپ کو باہر سے آئی۔ ۱۶

ہر کام میں رضاءِ الٰہی کی جستجو

آپ میں ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ آپ اپنے سارے کام ابتغاءً لوجہِ اللہ کیا کرتے تھے۔مولوی فخرالدین صاحب ملتانی قادیان میں تاجر کتب تھے۔جماعت سے علیحدہ کئے جانے سے قبل عموماً وہی آپ کی کتابیں شائع کیا کرتے تھے۔آپ فرماتے ہیں:

’’چونکہ مجھے تصنیف کا شوق تھا۔ میں اپنی اکثر کتابیں انہیں دیدیا کرتا تھا اور وہ انہیں چھپوا کر اُخروی ثواب کے ساتھ ساتھ دنیوی فائدہ بھی حاصل کرتے تھے۔میں نے کبھی کسی تصنیف کے بدلہ میں اُن سے کسی رنگ میں کچھ نہیں لیا۔حتّٰی کہ میں ان سے خود اپنی تصنیف کردہ کتاب کا نسخہ بھی قیمتاً خریدا کرتا تھا۔میاں فخر الدین صاحب کو بسا اوقات اصرار ہوتا تھا کہ اپنی تصنیف کا کم از کم ایک نسخہ تو ہدیۃً لے لیا کرو۔مگر میں ہمیشہ یہ کہہ کر انکار کر دیا کرتا تھا کہ یہ بھی ایک گونہ معاوضہ ہے اورمیں اس معاملہ میں معاوضہ سے اپنے ثواب کو مکدّر نہیں کرنا چاہتا۔‘‘ ۱۷

رضابالقضا کا عملی نمونہ

آپ کے رُوحانی حُسن کا ایک دلکش پہلو یہ ہے کہ آپ ہر حالت عُسر ویُسر میں رنج و راحت میں تقدیر الٰہی پر راضی رہتے تھے اور شکوہ و شکایت کو کبھی بھی زبان پر نہیں لاتے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں آپ کے چھوٹے بھائی حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی امۃ الودود بیگم عین جوانی میں اچانک وفات پا گئیں۔ صدمہ نہایت شدید تھا مگر آپ کے صبر ورضا کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ایک مضمون میں تحریر فرمایا:

''عزیزہ امۃ الودود یقیناً شجرہ خاندان مسیح کی ایک پاکیزہ کلی تھی جس کی لپٹی ہوئی نازک پنکھڑیاں آنے والے پُھول کے تصور سے دل میں خوشی پیدا کرتی تھیں۔مگر جس باغ کی وہ کلی تھی وہ ہمارا لگایا ہوا باغ نہیں بلکہ ہمارے آسمانی باپ کا لگایا ہوا باغ ہے۔اور اگر ہمارا یہ ازلی ابدی باغبان کسی وقت کسی مصلحت سے اپنے لگائے ہوئے باغ میں سے پھول کی بجائے کلی کو توڑنا پسند کرتا ہے تو اس پر کسی دوسرے کو اعتراض کا حق نہیں۔بیج بھی اس کا ہے۔پودا بھی اس کا ہے،کلی بھی اس کی ہے اور پھول بھی اس کا ہے اور باغ کی زمین اور باغ کی ہوا اور باغ کا ہر ذرہ اس کی ملکیت ہے۔پس اس کا حق ہے کہ جس طرح چاہے اپنے باغ میں تصرف کرے۔جس پودے کو چاہے رکھے اور جسے چاہے کاٹ دے جس کلی کو چاہے پھول بننے دے اور جسے چاہے کلی کی صورت میں ہی توڑ ڈالے۔**لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون**۔''[۱۸]

اسی طرح ۱۹۵۱ء کا ذکر ہے ایک دوست نے آپ کی خیریت مزاج دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

''ہاں شکر ہے میں اپنے خدا پر بالکل راضی ہوں۔''

انہوں نے کہا کہ خدا پر تو ہر شخص راضی ہوتا ہے آپ نے فرمایا:

''بے شک یہ درست ہے کہ کوئی شخص شرح صدر سے راضی ہوتا ہے اور کوئی اس مجبوری کی وجہ سے راضی ہوتا ہے کہ خدا کی تقدیر کو قبول کرنے کے بغیر چارہ نہیں لیکن الحمدللہ میں اپنے خدا پر شرح صدر سے راضی ہوں۔''

آپ فرماتے ہیں۔وہ دوست تو مسکرا کر چلے گئے مگر میں اپنی جگہ سوچ میں پڑ گیا اور اپنے نفس سے پوچھنے لگا کہ تو نے یہ الفاظ تو کہ دیے مگر کیا تو واقعی اپنے خدا پر شرح صدر سے راضی ہے؟اور اس کی ہر تقدیر کو خواہ وہ شیریں ہو یا تلخ شرح صدر سے قبول کرتا ہے؟

آپ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے دل کے سارے گوشوں میں جھانک کر اور کونے کونے کا جائزہ لے کر آخر یہی نتیجہ نکالا کہ میں خدا کے فضل سے اور اسی کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ اپنے خدا اور اس کی ہر تقدیر پر پورے شرح صدر کے ساتھ راضی ہوں۔''[۱۹]

آنخضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق

آنخضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کو انتہا درجہ کا عشق تھا۔اور دراصل کو ئی شخص سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کے رگ و ریشہ میں محمد عربی ﷺ اور احمد قادیانی علیہ السلام کی محبت سرایت نہ کر چکی ہو اور آپ میں یہ بات اتم طور پر پائی جاتی تھی۔چنانچہ اسی جذبہ کے ماتحت آپ نے آنخضرت ﷺ کے حالات پر مشتمل اپنی مشہور کتاب''سیرۃ خاتم النبیین''،لکھی جس کے متعلق افسوس ہے کہ اپنی شدید خواہش کے باوجود بیماری اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے آپ اسے مکمل نہ کر سکے۔تاہم جس قدر لکھی جا چکی ہے وہ اسلامی مسائل میں سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

دوسری بے نظیر تصنیف جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق روایا ت پر مشتمل لکھی اس کا نام ہے''سیرۃ المہدی''اس کتاب کے تین حصے آپ کی زندگی میں شائع ہوئے۔دراصل آپ کا ارادہ یہ تھا کہ سیرۃ المہدی کی روایات کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک مفصل سوانح عمری لکھیں گے۔چنانچہ آپ نے اسی ارادہ کے ماتحت ذکر حبیبؑ پر متعدد تقاریر فرمائیں۔جو سیرت طیبہ، درّمنثور، دُرّمکنون اور آئینہ جمال کے نام سے شائع ہوچکی ہیں۔

یہاں راقم الحروف اس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خاکسار نے اپنی کتاب ''حیاۃ طیبہ'' کی تصنیف کے دوران میں آپ کی کتب ''سیرۃ المہدی'' اور ''سلسلہ احمدیہ'' سے بیحد فائدہ اُٹھایا۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو بیحد قبولیت عطا فرمائی۔ فالحمداللہ علیٰ ذالک۔

آپ کے فرزند اکبر حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آپ کی آنخضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''آپ کا طریق تھا کہ گھر کی مجالس میں احادیث، نبی کریم ﷺ کی زندگی کے واقعات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے حالات اکثر بیان فرماتے رہتے تھے۔ میرے اپنے تجربے میں یہ ذکر سینکڑوں مرتبہ کیا ہوگا۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ کبھی ایک مرتبہ بھی نبی کریم ﷺ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر سے آپ کی آنکھیں آبدیدہ نہ ہوئی ہوں۔ بڑی محبت اور سوز سے یہ باتیں بیان

فرماتے تھے اور پھر ان کی روشنی میں کوئی نصیحت کرتے تھے۔'' ۲۰؎

مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی ہیڈ کلرک دفتر خدمت درویشاں کا بیان ہے کہ:

''ایک مرتبہ حضرت میاں صاحبؓ نے مجھے ایک مسودہ املا کرایا۔ اس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ 'حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا' میں نے جلدی میں صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے صرف ''صلعم'' لکھ دیا۔ دستخط کرتے وقت فرمایا کہ ''صلعم'' لکھنا ناپسندیدہ ہے۔ جب اتنی طویل و عریض عبارتیں لکھی جا سکتی ہیں تو صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ہی تخفیف کا خیال کیوں آ جاتا ہے۔ پھر اپنی قلم سے '' صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھ دیا۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے پھر کبھی ''صلعم'' نہیں لکھا۔ اس موقعہ پر آپ نے مزید فرمایا کہ مجھے انگریزی میں محمدؐ کا مخفف ''MOHD'' بھی سخت ناپسند ہے اور مجھے Mohd لکھا ہوا دیکھ کر ہمیشہ ہی افسوس اور رنج پہنچا ہے۔نمعلوم کس نے یہ مکروہ ایجاد کی ہے اور تخفیف کا سارا زور صرف ''محمدؐ'' کے نام پر ہی صرف کر ڈالا ہے۔

ایک دفعہ حضرت میاں صاحبؓ نے بیرون پاکستان کے مبلغین کو دفتر کے مطبوعہ پیڈ کی بجائے سفید کاغذ پر خطوط بھجوائے۔ میں نے اُن کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبدہ المسیح الموعود لکھ دیا۔ دستخط کرتے وقت فرمایا کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کے ساتھ صلوٰۃ اور سلام دو چیزیں لکھی ہیں اور حضرت رسول کریمؐ کے ساتھ صرف صلوٰۃ یہ طریق درست نہیں۔ یہ آقا ہیں اور وہ غلام اس مقام پر ''وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود (لکھنا) کافی ہے۔ البتہ اگر کہیں الگ لکھنا ہو تو والصلوٰۃ والسلام لکھنے میں حرج نہیں۔'' ۲۱؎

خاکسار راقم الحروف سے بھی ایک مرتبہ آپ نے یہ دریافت فرمایا تھا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' لکھتے ہیں یا علیہ السلام پر ہی کفایت کرتے ہیں۔ مَیں چونکہ ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' لکھا کرتا تھا اس لئے میں نے عرض کی کہ حضور ! میں تو ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' لکھا کرتا ہوں۔ اس پر آپ خاموش ہوگئے۔ مگر میں نے محسوس کر لیا کہ آپ کو ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کی نسبت ''علیہ السلام'' لکھنا زیادہ پسند ہے تا آقا اور غلام میں امتیاز قائم رہے۔

آنحضرت ﷺ کے ذکر سے آپ ایسا حظ اُٹھاتے تھے کہ پاس بیٹھا ہوا انسان بھی فوراً محسوس کر لیتا تھا کہ آپ کو دنیا میں اگر کوئی ہستی سب سے زیادہ محبوب نظر آتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ ہی ہیں۔ اسی محبت کے اظہار کے لئے آپ نے اپنی محبوب کتاب ''چالیس جواہر پارے'' کے ''عرض حال'' میں لکھا کہ:

''ایک دفعہ ایک غریب مسلمان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے ماتھے پر عبادت و ریاضت کا تو کوئی خاص نشان نہیں تھا مگر اسکے دل میں محبت رسولؐ کی چنگاری تھی جس نے اس کے سینہ میں ایک مقدس چراغ روشن کر رکھا تھا۔ اس نے قرب رسالت کی دائمی تڑپ کے ماتحت آنحضرت ﷺ سے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپؐ نے فرمایا تم قیامت کا پوچھتے ہو کیا اس کے لئے تم نے کوئی تیاری بھی کی ہے؟ اس نے دھڑکتے ہوئے دل اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کیا۔ ''میرے آقا! نماز روزے کی تو کوئی خاص تیاری نہیں لیکن میرے دل میں خدا اور اس کے رسولؐ کی سچی محبت ہے۔'' آپؐ نے اُسے شفقت کی نظر سے دیکھا اور فرمایا المرء مع من احب یعنی پھر تسلی رکھو کہ خدائے ودود کسی محبت کرنے والے شخص کو اس کی محبوب ہستی سے جدا نہیں کرے گا۔ یہ حدیث میں نے بچپن کے زمانے میں پڑھی تھی لیکن آج تک جو میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں میرے آقاؐ کے یہ مبارک الفاظ قطب ستارے کی طرح میری آنکھوں کے سامنے رہے ہیں اور میں نے ہمیشہ یوں محسوس کیا ہے کہ گویا میں نے ہی رسول خداؐ سے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے مجھے ہی یہ جواب عطا فرمایا تھا اور اس کے بعد میں اس نکتہ کو کبھی نہیں بھولا کہ نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ سب برحق ہے مگر دل کی روشنی اور رُوحانیت کی چمک خدا اور اس کے رسول کی سچی محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ اگر انسان کو یہ نعمت حاصل ہو جائے تو ظاہری عمل زندگی کی رُوح سے معمور ہو کر اس کے پیچھے پیچھے بھاگا آتا ہے لیکن اگر انسان کو یہ نعمت حاصل نہ ہوتو پھر خشک عمل ایک مردہ لاش سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا جو ظاہر پرست لوگ اپنے سینوں سے لگائے پھرتے ہیں۔''

اس اقتباس سے آپ کے دل کی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں

کہ اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی کے سامنے جو آپ نے اقرار کیا وہ بھی آپ کے قلب کی اتھاہ گہرائیوں کی انعکاسی کرتا ہے۔ محترم ہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

''آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر رقت آمیز لہجے میں فرمایا۔ ہاشمی صاحب! آپ اس بات کے گواہ رہیں اور میں آپ کے سامنے اس امر کا اقرار اور اظہار کرتا ہوں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لیکر اب تک میرے دل میں سب سے زیادہ حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ **المرء مع من احب** اس لحاظ سے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے تحت مجھے وہاں آنحضرت ﷺ کے قرب سے نواز دے گا اور پھر فرمایا کہ آپ اس بات کے بھی گواہ رہیں اور میں آپ کے سامنے اس امر کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر پر انشراح صدر سے راضی ہوں۔'' ۲۲

آپ کے ہر قول وفعل سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں گداز ہیں اور اس بارہ میں آپ اس قدر احتیاط فرمایا کرتے تھے کہ باریک سے باریک پہلو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔ غالبًا ۱۹۵۶ء کی بات ہے ایک مرتبہ خاکسار لاہور سے ربوہ گیا مسجد مبارک میں عصر کی نماز سے قبل حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اتفاق سے اس وقت خاکسار کے سر پر ٹوپی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے ٹوپی کیوں پہن رکھی ہے؟ خاکسار نے عرض کیا۔ حضور! ٹوپی پہننے میں خرچ بہت کم اُٹھتا ہے لیکن پگڑی پر خرچ زیادہ آنے کے علاوہ اُسے بار بار دھونا بھی پڑتا ہے۔ فرمایا عصر کی نماز کے بعد میرے مکان پر آنا۔ نماز کے بعد آپ کی کوٹھی پر جانے میں مجھے کچھ حجاب سا محسوس ہوا کیونکہ آپ کی گفتگو سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ آپ کے مجھے بلانے کا کوئی خاص مقصد ہے اور اس کا تعلق اس موجودہ گفتگو سے ہے۔ لہٰذا پہلے تو میں نے کچھ توقف کیا لیکن پھر محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر سے مشورہ کیا کہ اس بارہ میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا ضرور جانا چاہیے چونکہ اس شش وپنج میں قریباً آدھ گھنٹہ صرف ہو گیا تھا۔ اس لئے خاکسار جب حضرت قمر الانبیاء کی کوٹھی میں حاضر ہوا تو خادم نے کہا کہ حضرت میاں صاحب تمہارا انتظار کر کے ابھی حضرت میاں عزیز احمد صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے ہیں لیکن مجھے فرما گئے ہیں کہ جب وہ آئے تو مجھے

اطلاع دے دینا۔میں نے کہا پھر اطلاع کردو۔چنانچہ اطلاع ملنے پر آپ چند لمحات کے اندر ہی تشریف لے آئے اور فرمایا کہ۔’’میں نے آپ کا بہت انتظار کیا۔ اچھا ہوا جو آپ آ گئے۔‘‘ پھر آپ اپنے کمرے میں داخل ہوئے اور اپنے سوٹ کیس سے ایک نہایت ہی عمدہ باریک ململ کی پگڑی نکالی اور فرمایا کہ آپ اسے پہنا کریں۔ **اللّٰھم صل علیٰ محّمدٍ وعلیٰ ال محّمدٍ۔**

حضرت ممدوح کی اس نوازش کا مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ اس کے بعد میں جب بھی باہر نکلتا ہوں سر پر پگڑی رکھ کر ہی نکلتا ہوں۔میرا مقصد اس بیان سے صرف یہ ہے کہ آپ کے دل میں ہر وقت یہ خواہش رہتی تھی کہ جماعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والی ایک جماعت ہر وقت موجود رہنی چاہیے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ پگڑی پہنا کرتے تھے اس لئے آپ یہ چاہتے تھے کہ لباس کے لحاظ سے بھی حضور کی اتباع کی جائے اور اسی جذبہ کے ماتحت آپ نے مجھے پگڑی عطا فرمائی۔حضرت ممدوح کی متابعتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس امر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ایک روز آپ مغرب کی نماز کے لئے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور خاکسار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج گرمی اس قدر شدید ہے کہ مجھ سے کوٹ برداشت نہیں ہو سکا لیکن چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ کوٹ پہن کر مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے اس لئے میں نے حضرت اقدس کی اس سنت کو اس طرح پورا کیا ہے کہ بازو پر رکھ لیا۔ **اللّٰھم صل علیٰ محّمدٍ و ال محّمدٍ۔**

ایک مرتبہ جب کہ خاکسار ربوہ میں نظارت اصلاح وارشاد کے صیغہ نشرو اشاعت کا انچارج تھامگر کبھی کبھی جلسوں میں شمولیت کے لئے باہر بھی جانا پڑتا تھا۔ایسے ہی کسی موقعہ پر جانے سے قبل حضرت موصوف سے کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے آپ کے دفتر میں حاضر ہوا۔السلام علیکم کہنے کے بعد عرض کی کہ حضرت اگر اجازت ہو تو دو تین منٹوں میں ایک مسئلہ دریافت کرلُوں فرمایا۔آج میں بے حد مصروف ہوں۔خاکسار نے عرض کی کیا پھر مغرب کی نماز کے بعد حضور کے مکان پر حاضر ہوجاؤں؟فرمایا۔اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مغرب کے بعد کا وقت آج میں داخل نہیں تو آ جائیں۔پھر فرمایا۔**اذا قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکٰی لکم** ۔خیر میں ملاقات کے بغیر ہی سفر پر چلا گیا۔جب واپس ربوہ پہنچا تو اتفاق سے چند دن بعد بھی آپ سے ملاقات نہ کر سکا حتّٰی کہ اس واقعہ کو پندرہ روزگذر گئے۔ایک روز میں اپنے دفتر کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا کہ اچانک پیچھے کی طرف سے ایک ہاتھ میرے کندھے پر پڑا۔مڑ کر دیکھا تو وہ ہاتھ حضرت قمرالانبیاء نورّ اللہ مرقدہٗ کا

تھا۔آپ کے ساتھ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب،حضرت مولوی محمد دین صاحب اور غالباً حضرت ملک غلام فرید صاحب بھی تھے۔میں آپ کو دیکھتے ہی فوراً کھڑا ہو گیا۔ آپ نے نہایت ہی مربیانہ لہجے میں فرمایا ۔اس روز میں نے کچھ درشت الفاظ استعمال کئے تھے۔معذرت چاہتا ہوں۔میں نے عرض کیا۔حضور۔آپ نے تو مجھے قرآن کریم کا ایک حکم سُنا کر ارشاد خداوندی اور اُسوۂ نبوی کا درس دیا تھا۔فرمایا۔یہ صحیح ہے لیکن چونکہ آپ پھر اس کے بعد ملے نہیں۔اس لئے میں سمجھتا ہوں مجھ سے کچھ سختی ہو گئی تھی اس لئے معذرت خواہ ہوں۔

اللہ ۔اللہ۔ اتنا جلیل القدر انسان اور پھر اپنے ایک ادنیٰ خادم سے معذرت خواہ ہو۔یہ صرف آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی اتباع کا نتیجہ تھا۔ورنہ آپ کے مقابلہ میں میری بساط ہی کیا تھی اور پھر یہ کوئی قابل معذرت بات بھی تو نہ تھی۔آپ نے ایک جائز بات ہی تو کہی تھی مگر آپ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ آپ حقیقی معنوں میں قمر الانبیاء تھے۔

اخویم محترم محمد اجمل خاں صاحب شاہد مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ سابق مربی مشرقی پاکستان حال مقیم پشاور فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے ایک دفعہ مسجد مبارک میں نماز کے بعد خاکسار آپ کے ہمراہ ہو لیا۔آپ نہایت شفقت اور محبت سے خاندانی حالات اورپھر مشرقی پاکستان میں تبلیغ کے متعلق دریافت فرماتے رہے۔اس کے بعد آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا شادی کا معاملہ کسی جگہ طے ہو گیا ہے؟خاکسار نے جواباً عرض کیا کہ والدین اس سلسلہ میں کوشش کر رہے ہیں۔اس پر حضرت میاں صاحب نے فرمایا۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تمام بچوں کی شادی بہت چھوٹی عمر میں کردی تھی۔چنانچہ خود میری شادی چھوٹی عمر میں ہو گئی تھی۔اس طرح اس زمانہ میں حضور نے اپنی جماعت کے لئے یہ نمونہ قائم کیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں کردیں۔جماعت کے دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اسوہ پر بھی عمل پیرا ہونا چاہیے۔''[۲۳]

اب بظاہر یہ بات اتنی اہم نظر نہیں آتی۔بلکہ ممکن ہے بعض لوگ اسے گھریلو اور ذاتی واقعہ ہی سمجھ کر کو ئی اہمیت نہ دیں۔مگر حضرت صاحبزادہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی نظر بہت وسیع تھی اور آپ حضرت اقدس کے اس عمل کو بھی احباب جماعت کے لئے اسوۂ حسنہ ہی قرار دیتے تھے۔اور

حقیقت میں یہ ہے بھی اُسوۂ حسنہ۔ اگر حضور کے اس اسوہ پر عمل کیا جائے تو آج جتنی خرابیاں بڑی عمر میں پہنچ کر بچوں کی شادیاں کرنے سے پیدا ہورہی ہیں ان کا یکسر خاتمہ ہو جائے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا بیان ہے کہ:

''قادیان کا ذکر ہے۔ایک مرتبہ گھر کے کسی فرد کا ذکر ہؤا۔ گرمیوں کی شام تھی چچی جان باہر صحن میں پلنگ پر بیٹھی تھیں اور عموّ صاحب (یعنی حضرت ممدوح) مجھے بازو سے پکڑے ہوئے ٹہل رہے تھے کسی کا ذکر ہو رہاتھا جس نے حضرت عموّ صاحب تک کسی کی کوئی بات غلط اور نامناسب رنگ میں پہنچائی تھی جس سے ناحق آپ کے دل میں کچھ رنج پیدا ہوگیا۔مگر چونکہ آپ ہمیشہ ایسے موقعہ پر متعلقہ شخص سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔اس لئے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کو حقیقتِ حال معلوم ہو گئی۔چنانچہ اسی کے متعلق آپ مجھ سے افسوس کا اظہار فرما رہے تھے کہ بعض لوگ خواہ مخواہ فتنہ کا موجب بن جاتے ہیں یہ سن کر حضرت چچی جان نے کہا کہ میں تو آپ کو ہمیشہ کہتی ہوں کہ وہ شخص ناقابل اعتماد ہے مگر پھر بھی آپ اس سے تعلق رکھتے ہیں۔اس پر آپ نے وہیں قدم روک لئے اور ایک ایسی آواز میں جو غصہ والی اور اُونچی تو نہیں تھی مگر اس میں بے پناہ قوت پائی جاتی تھی۔فرمایا دیکھو۔مجھے ایسا مت کہو۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی کمزوریوں پر نگاہ رکھتا تو اس کا کسی بندہ سے تعلق نہ ہوتا۔وہ اپنے بندے کی کسی خوبی پر نظر رکھ کر اس سے تعلق رکھتا ہے ۔پس وہ میری کیسی ہی بدخواہی کرے میں اس سے تعلق نہیں توڑوں گا۔پھر دھیمی اور نرم آواز میں فرمانے لگے۔تم جانتی ہو کہ اس میں بعض بہت بڑی خوبیاں بھی ہیں۔اور پھر ایک دو نمایاں خوبیوں کا ذکر فرمانے لگے۔''

اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں اور آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے کہ:

''اپنے تمام واقفیت کے حلقہ پر نظر دوڑاکر میں پورے وثوق اور شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ اس زمانہ کے بہترین ناصحین میں سے تھے۔'' [۲۴]

یہ ایک حقیقت ہے کہ لوگ غصّے میں آکر خدا تعالیٰ اور رسولؐ کے فرامین کو عموماً بھول جایا کرتے ہیں

اور اپنی من مانی کاروائیاں کرنے پر اُتر آتے ہیں۔خصوصاً ایسے لوگ جو صاحب امر بھی ہوں۔با اقبال بھی ہوں اور اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے ان کا یہ مقام ہو کہ ہزاروں لوگ ان کے اشارہ پر کٹ مرنے کیلئے تیار ہوں ایسے لوگ بھلا کسی کی کیا پروا کرتے ہیں۔مگر آپ ہیں کہ ایسے حالات میں بھی خدا اور رسول کے احکام کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

حساس طبیعت

طبیعت اس قدر حساس پائی تھی کہ آپ کے اعزّہ اور ہر روز کے ملنے والے اگر بے وقت ملاقات کے لئے آجاتے تو آپ گھبرا جاتے تھے کہ پتہ نہیں خلاف معمول یہ شخص اس وقت کیوں آ گیا۔اس قسم کے واقعات کی مثالیں تو بہت کافی ہیں لیکن میں صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔

مکرم میاں نعیم الرحمان صاحب کا بیان ہے کہ:

''میں (عموماً)مغرب سے ذرا پہلے آپ کے پاس جایا کرتا تھا۔ایک دن عصر کی نماز کے بعد چلا گیا۔پہریدار نے اطلاع بھجوائی میں ابھی گیٹ سے برآمدے کی جانب ہی جا رہا تھا کہ کمرہ کا دروازہ کُھلا اور حضرت میاں صاحب ننگے پاؤں ہی گھبراہٹ کے انداز میں باہر برآمدے میں تشریف لے آئے اور آتے ہی فرمانے لگے''کیوں خیر تو ہے''میں نے عرض کی جی ہر طرح خیریت ہے میں تو صرف دعا کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔فرمانے لگے ۔آپ کے اس طرح اچانک آنے سے تو میں گھبرا گیا تھا۔کہ خدا نخواستہ کوئی حادثہ ہی نہ ہو گیا ہو۔''

میاں نعیم الرحمان صاحب فرماتے ہیں:

''مجھے اپنے اس فعل پر شرمندگی بھی ہوئی اور اپنی غلطی کا احساس بھی کہ خواہ مخواہ میاں صاحب کو پریشان کیا ۔اس کے بعد آپ مجھے اندر کمرہ میں لے گئے اور وہیں گھر کے حالات دریافت فرماتے رہے۔'' [۲۵]

صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب فرماتے ہیں کہ آپ:

''پچھلے سال عید کے موقعہ پر کچھ بیمار تھے۔کمزور بھی تھے عید کے بعد لوگوں نے مصافحہ شروع کر دیا۔اور آپ کو مسجد میں کچھ عرصہ رکنا پڑا۔بڑی کوفت ہوئی میں نے عرض کیا کہ اس بیماری کی حالت میں خواہ مخواہ کوفت کیوں اُٹھائی۔فرمانے

لگے۔''مجھے ہمیشہ یہ احساس رہتاہے کہ یہ لوگ جو ہماری عزت کرتے ہیں،مصافحہ کرتے ہیں،یہ سب کچھ اسی لئے ہے کہ ہم مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد ہیں۔یہ حضرت اقدس کی نمائندگی کی ذمہ داری ہے اور میں اس بات سے بہت ڈرتا ہوں کہ کہیں اس میں کوتاہی نہ ہوجائے۔اس لئے تکلیف اُٹھا کر بھی ایسا کرتا ہوں۔''۲۶

پہرہ کا سوال

اب ہم ایک ایسے مسئلہ کا ذکر کرتے ہیں جس کا تعلق آپ کی حفاظت کے ساتھ تھا اور وہ یہ کہ شروع شروع میں جب آپ کے قیمتی وجود کی حفاظت کا سوال پیدا ہوا تو کچھ عرصہ تک تو خدام الاحمدیہ کے نوجوان رضا کارانہ طور پر پہرہ دیتے رہے۔لیکن چونکہ یہ انتظام عارضی تھا اس لئے یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ کی حفاظت کے لئے مستقل ملازم رکھے جائیں۔چنانچہ صدر انجمن احمدیہ نے دو پہرہ داروں کا انتظام بھی کردیا۔لیکن جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ مجھے کسی پہریدار کی ضرورت نہیں اور نہ ہی میں بلا وجہ سلسلہ پر بار بننا پسند کرتا ہوں۔حالانکہ کون نہیں جانتا کہ جماعت احمدیہ میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا وجود سب سے زیادہ قیمتی تھا مگر آپ کی منکسر المزاجی کا یہ حال تھا۔کہ آپ نے اس انتظام کو قبول نہ فرمایا بالآخر جب صدر انجمن احمدیہ نے اس معاملہ کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور پیش کیا تو حضور نے صدر انجمن کی تائید کی اور آپ کے لئے پہرے کو ضروری قرار دیا۔

امام کی آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ آپ فوراً راضی ہو گئے اور اس انتظام کو قبول فرما لیا۔اللہ اللہ یا تو یہ حال تھا کہ کسی صورت میں بھی آپ اپنے لئے کسی حفاظتی انتظام کو پسند نہیں فرماتے تھے۔اور یا پھر جونہی امام وقت کے فیصلہ کا علم ہوا۔اس طرح اس فیصلہ کو انشراح صدر سے قبول فرمالیا گو یا کہ کبھی انکار کیا ہی نہیں تھا۔

طبیعت میں انکساری

آپ کی طبیعت میں حد درجہ کی انکساری پائی جاتی تھی۔باوجود اس علم وفضل اور زُہد و اتقا کے کم ازکم میں نے کبھی آپکو نماز پڑھاتے نہیں دیکھا۔نہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں آپ نے کبھی پڑھائیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہمیشہ آپکی زبان پر یہ فقرہ جاری رہتا تھا کہ **لالی ولاعلیّ**۔کہ یا اللہ ! میں اپنے اعمال کے لحاظ سے کسی اجر کا تو مستحق نہیں ہاں یہ التجا ضرور کرتا

ہوں کہ مجھے عذاب سے بچانا۔ محترم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کا بیان ہے کہ:

''ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز شاید ڈلہوزی تشریف لے جا رہے تھے۔ اور احباب جماعت قادیان میں مسجد مبارک کے نیچے سڑک پر ملاقات اور مصافحہ کے انتظار میں مختلف لائنوں میں کھڑے تھے۔ درمیان میں مسجد مبارک کی سیڑھیوں کے نیچے لیٹربکس کے پاس کار حضور کو لے جانے کے لئے کھڑی تھی۔ حضور کو مسجد مبارک کی کھڑکی میں سے آکر اور سیڑھیوں میں سے اُتر کر کار میں سوار ہونا تھا۔ اتنے میں حضور کے تشریف لانے سے پہلے حضرت میاں صاحبؓ مسجد مبارک کی سیڑھیوں سے اُتر کر تشریف لائے اور کار کے پاس کھڑے ہوگئے مگر دو منٹ کے بعد آپ نے فرمایا کہ ''جب میں سب سے آخر میں آیا ہوں تو سب سے آگے کھڑے ہو کر مجھے مصافحہ کرنے کا کیا حق ہے؟'' یہ فرما کر آپ ہجوم کو آہستہ سے ہٹاتے ہوئے سب سے آخری قطار میں میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ اور میں آپ کے اس انکسار کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔'' ۲۷

جذبات و احساسات کا خیال

دوسروں کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھنے کے بارے میں جب ہم آپ کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو حیران رہ جاتے ہیں۔ محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر و حال صدر نگران بورڈ فرماتے ہیں:

'' ایک مرتبہ گورداسپور میں مَیں اپنے مکان سے باہر نکلا تو حضرت میاں صاحب برآمدے میں ٹہل رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کس وقت تشریف لائے۔ فرمانے لگے۔ چند منٹ ہی ہوئے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے اندر سے بلا کیوں نہ لیا۔ فرمانے لگے۔ آپ کو تکلیف ہوتی۔ مَیں اس انتظار میں رہا کہ آپ خود ہی باہر آ جائیں۔'' ۲۸

اسی قسم کے چند واقعات محترم ملک محمد عبداللہ صاحب نے بھی بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''قادیان کا واقعہ ہے۔ محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی شادی کی تقریب تھی۔ بہت سے مہمان شادی سے چند دن پہلے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس

موقعہ پرکھانا وغیرہ تیار کرنے کے لئے ایک اور جگہ لی گئی اور اس کا اہتمام حضرت میاں صاحب نے اس خاکسار کے سپرد کر دیا ایک دن دوپہر کا کھانا مردانہ حصّہ میں لگ چکا تھا۔ سیّدی حضرت میاں صاحب تشریف لائے جب کھانا شروع ہونے لگا تو آپ نے میرے متعلق دریافت فرمایا کسی دوست نے عرض کیا کہ وہ کھانا تیار کروانے کے انتظام میں مصروف ہے۔ آپ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ انہیں بلا لیا جائے۔ وہ ہمارے ساتھ شامل ہوں اور میرے آنے تک حضور انتظار فرماتے رہے۔ کھانے کے بعد ایک دوست نے مجھے کہا کہ بھائی آپ قریب ہی رہا کریں۔ آج حضرت میاں صاحب کو کافی انتظار کرنا پڑا ہے۔

اسی کھانے کا واقعہ ہے کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کھانے سے فارغ ہوتے ہی اندرون خانہ تشریف لے گئے اور مجھے بلا کر مہمانوں کے لئے کچھ مٹھائی دی۔ میں نے اس اثنا میں عرض کیا کہ حضور کھانے کے معاً بعد تشریف لے آئے ہیں۔ ہنستے ہوئے فرمایا۔ مظفر (صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب) کے دوست آئے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا اب آپ لوگ آپس میں بے تکلف ہو جائیں اللہ! اللہ! کس قدر احساس اور کیا اعلیٰ اخلاق ہیں۔

۱۹۳۹ء کا واقعہ ہے۔ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ اپنی بلند پایہ تصنیف ''سلسلہ احمدیہ'' تالیف فرما رہے تھے۔ خیال یہ تھا کہ یہ کتاب جلسہ سالانہ پر شائع ہو جائے۔ کیونکہ یہ جلسہ خلافت جوبلی کا تھا دسمبر کا مہینہ شروع ہو چکا تھا اور کتابت و طباعت کا کافی کام ابھی باقی تھا۔ اس کتاب کی کاپیوں اور پروفوں کا پڑھنا حوالجات کا نکالنا اور طباعت کا کام میرے سپرد تھا۔ جس کا ذکر حضرت میاں صاحب نے اس کتاب کے ''پیش لفظ'' میں فرمایا ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے اس کتاب کے کاتب سید محمد باقر صاحب کے متعلق حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ کتابت مکمل ہونے تک یہ آپ کے دفتر میں ہی رہا کریں تا کہ آپ کی نگرانی میں کام وقت پر ہو سکے۔ حضرت میاں صاحب کا مکان دفتر کے قریب ہی تھا رات کے بارہ ایک بجے تک کام ہوتا اور پھر حضور اپنے مکان پر تشریف لے جاتے۔ ایک دن کام بہت زیادہ تھا۔ رات دو بجے تک کام کرتے رہے۔ بارش اور ہوا کی

وجہ سے سردی بہت تھی۔ حضرت میاں صاحب اس وقت ایک خوشنما دلائی اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ جب مکان پر جانے کے لئے دفتر سے باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ حضور رات کے دو بجے ہیں۔ میرا ارادہ بھی اب دفتر میں سو جانے کا ہے۔ اس لئے آج یہ دلائی مجھے عنایت فرماویں۔ حضرت میاں صاحب نے اسی وقت وہ دلائی اُتار کر مجھے دے دی۔ میں بہت شرمندہ ہوا کہ ایسی سردی میں آپ نے دلائی اتار دی ہے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ حضور! میں آپ کے مکان تک چلتا ہوں وہاں سے یہ لے آؤں گا۔ چنانچہ آپ نے پھر دلائی اوڑھ لی۔ مکان پر جا کر وہ دلائی مجھے دے دی اور خود اندر تشریف لے گئے۔ میں دفتر میں واپس آ گیا۔ ابھی چند منٹ ہی گذرے تھے کہ نیچے سے آپ کی آواز آئی (قادیان میں حضرت میاں صاحب کا دفتر بالائی منزل پر تھا) میں نے جب کھڑکی سے نیچے جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ اس ناچیز خاکسار کے لئے رضائی لئے کھڑے ہیں۔ میں جلدی سے نیچے اترا۔ دروازہ کھولا اور آپ سے رضائی لے لی اور اس وقت جذبات کی ایسی شدت تھی اور طبیعت ایسی گداز تھی کہ صرف اتنا ہی عرض کر سکا کہ حضور! رات کے دو بجے ہیں آپ نے یہ تکلیف کی۔ فرمایا میں جب بستر میں لیٹ گیا تو مجھے خیال آیا کہ آج سردی بہت ہے۔ دلائی میں آپ کا گذارا کیسے ہوگا؟ ملازم سب سوئے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا یہ ثواب خود ہی حاصل کر لوں۔ یہ فرما کر آپ واپس تشریف لے گئے۔ میں رضائی اُٹھائے ہوئے چند لمحے حیران وششدر کھڑا رہا اور پھر آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھ کر اُوپر دفتر پہنچ گیا۔ اس رات پھر میں سو نہیں سکا۔ حضرت میاں صاحب کے اخلاق عالیہ کے متعلق ہی سوچتا رہا۔ دوسرے دن میں نے ایک خط کے ذریعہ آپ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کیا۔ نہ معلوم کیا وجہ تھی کہ میں زبانی حضرت میاں صاحبؓ کے سامنے کچھ بھی عرض نہ کر سکا۔ آج بھی جب یہ واقعہ یاد آتا ہے تو عجیب حالت ہوتی ہے۔'' ۲۹

مکرم حمید احمد صاحب اختر ابن میاں عبد الرحیم صاحب مرحوم آف مالیر کوٹلہ کا بیان ہے:

''ایک مرتبہ میں سرگودہا جانے کے لئے حضرت میاں صاحب کے مکان کے پاس

سے گذر رہا تھا۔خیال آیا کہ میں حضرت میاں صاحب سے دریافت کرتا جاؤں کہ انہوں نے سرگودہا سے کوئی چیز تو نہیں منگوائی؟میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت میاں صاحب خود باہر تشریف لے آئے۔آپ میری بات سن کر یہ فرماتے ہوئے اندر تشریف لے گئے کہ اچھا میں اندر سے دریافت کرکے بتاتا ہوں۔مجھے نصف گھنٹے تک اندر سے کوئی پیغام نہ ملا۔اس پر میں نے ایک ملازم کو جو اندر جا رہا تھا کہا کہ حضرت میاں صاحب غالباً بھول گئے ہیں تم جاؤگے تو ذرا یاد کرا دینا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت میاں صاحب نے اپنے کام کا پیغام بھجوادیا۔واپسی پر جب میں نے حضرت میاں صاحب کی مطلوبہ اشیاء اندر بھیجیں تو حضرت میاں صاحب نے مجھے اندر بُلا لیااور مجھے مخاطب ہو کر فرمایا۔''میں ذرا بھول جایا کرتا ہوں تم مجھے معاف کر دینا۔'' ۳۰؎

محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ:

''میری آخری ملاقات آپ سے عزیزہ طلعت کی وفات پر ہوئی۔عزیزہ طلعت جب فوت ہوئیں تو آپ کی طبیعت بہت خراب تھی۔جب جنازہ ربوہ پہنچا تو آپ کی شدید خواہش تھی کہ جنازہ میں شامل ہوں۔مگر طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ڈاکٹروں کا مشورہ یہی تھا کہ آپ اپنے بستر سے بھی نہ ہلیں کجا یہ کہ باہر جا کر جنازہ میں شامل ہوں مگر آپ باربار جنازہ میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کرتے۔بالآخر ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ ڈاکٹری مشورہ یہی ہے کہ آپ شامل نہ ہوں ورنہ سخت مضر ہوگا۔اس کے بعد آپ نے ہمارے ایک عزیز کے ذریعہ مجھے پیغام بھجوادیا کہ میری تو جنازہ میں شامل ہونے کی بہت خواہش ہے مگر ڈاکٹر اجازت نہیں دیتے۔اگر میں شامل نہ ہوسکوں تو آپ کو کسی رنگ میں گراں تو نہ گذرے گا۔ اللہ! اللہ! کیا مقام ہے اس بیماری میں بھی جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اپنے ایک عزیز کا اس قدر خیال ! اب جب بھی میں اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو دل بھر آتا ہے۔'' ۳۱؎

واقعات تو بہت ہیں مگر اس مختصر رسالہ میں زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں۔ایک واقعہ اپنا لکھ کر

اس حصّہ مضمون کو ختم کرتا ہوں۔دسمبر ۱۹۵۹ء کے پہلے ہفتہ کی بات ہے خاکسار رات آٹھ بجے بذریعہ بس ربوہ پہنچا ساتھ ہی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی پہلی رہائش گاہ تھی۔دل چاہا کہ ابھی ملاقات کروں۔دروازہ کو دستک دی خادم کوئی ڈیوٹی پر تھانہیں۔اندر سے حضرت میاں صاحبؓ کی آواز آئی۔کون! خاکسار نے عرض کیا۔حضور میں عبدالقادر ہوں اور لاہور سے آیا ہوں۔ملاقات کو جی چاہتاہے فرمایا۔ میں اس وقت سخت مصروف ہوں اگر ضرور ہی ملنا ہے تو ایک منٹ کے لئے آجاؤ۔ خاکسار نے آپ کی خاص شفقت کے زعم میں کہا کہ اگر ایک منٹ دینا ہے تو پھر میں کل حاضر ہو جاؤں گا۔ فرمایا اگر تم نے کل آنا ہے تو پھر ابھی آجاؤ۔خیر میں اندر چلا گیا۔آپ غالبًا جلسہ سالانہ کے لئے مضمون کی تیاری میں مصروف تھے۔چند منٹ باتیں کیں۔پھر میں خود ہی اجازت حاصل کرکے واپس آگیا۔ خاکسار یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دو چار دن کے اندر ہی خاکسار کے لاہور کے ایڈریس پر آپ کی چٹھی موصول ہوئی جو اب بھی میرے پاس محفوظ ہے اور حضرت میاں صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔کہ

’’افسوس ہے کہ اس دفعہ کام کی کثرت کی وجہ سے آپ کے ساتھ مفصل بات نہیں ہوسکی۔‘‘

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۵۹-۱۲-۹

مجھے جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو دل میں ندامت پیدا ہوتی ہے کہ میں نے ایسے وقت میں جب کہ آپ پوری توجہ کے ساتھ ایک نہایت ہی ضروری مضمون لکھ رہے تھے کیوں تکلیف دی۔مگر آپ کی وسعت قلبی اور اخلاق کی بلندی دیکھئے کہ یہ محسوس کر کے کہ شاید معمول سے کم وقت ملنے پر آپکے ایک خادم کے دل میں کچھ احساس پیدا ہؤا فوراً چٹھی لکھ کر اس کا ازالہ کرنے کی کوشش فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

آپ کی گھریلو زندگی

آپ کی گھریلو زندگی کا ایک حصہ آپ کے بچپن کے واقعات میں آچکا ہے۔بقیہ حصہ بھی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ہی کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔آپ فرماتی ہیں:

’’حضرت اماں جان (یعنی حضرت ام المؤمنینؓ) سے محبت بھی بے حد کرتے تھے۔اور ادب و احترام بھی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا۔روز آکر بیٹھنے کے علاوہ مسجد میں آتے جاتے وقت بھی ضرور خیریت پوچھ کر اور باتیں کر کے جاتے۔اپنے دل کا ہر درد دُکھ حضرت اماں جان سے بیان کرتے۔اور حضرت اماں

جانؓ کی دُعا پیارو محبت کی تسلی سے تسکین پاتے۔حضرت اماں جان کی ملازموں تک کو ادب سے پکارتے اور ان کا ہر طرح خیال رکھتے تھے۔جب کسی بڑھیا پرانی بے تکلف خادمہ سے مذاق بھی کرتے تو بڑے ہی انکسار سے کہ سب ہنس دیتے۔اور وہ نادم سی ہو جاتی۔ابتداء سے ہی جب آمدنی کم اور گذارا اپنا بھی مشکل تھا ضرور ہر ماہ چپکے سے کچھ رقم حضرت اماں جانؓ کے ہاتھ میں ادب اور خاموشی سے دیدیتے۔آپ کو کوئی حاجت نہ تھی مگر ان کی دلداری کے خیال سے واپس نہیں کرتی تھیں۔ہر وقت اماں جان کے آرام کا خیال رہتا اور خدمت کی تڑپ ۔اس معاملہ میں وہ بالکل بڑے بھائی کے نقش قدم پر چلے اور اُن سے کم نہ رہے۔آپ کی آخری بیماری میں پروانہ وار پھرتے تھے۔کسی وقت ان کے دل کو چین نہ تھا۔برآمدے میں ہی ٹہلتے پھرتے اور وہیں رہتے کئی بار آکر دیکھتے ہاتھ پکڑتے۔السلام علیکم کہتے اور چلے جاتے۔ہر وقت بعض پردہ دار خدمت کرنے والوں کی وجہ سے کمرہ میں رہ نہ سکتے تھے۔ورنہ وہ تو پٹّی نہ چھوڑتے۔

شادی ہوئی تو آج کل کی پود کو دیکھتے ہوئے بچہ ہی تھے مگر بہت سنجیدگی اور وقار سے وہ پہلے پہل کے دن بھی گذارے ۔کوئی نا پختگی یا بچپن کی علامت،لڑائی جھگڑا کسی قسم کی کوئی بات میں نے نہیں دیکھی۔حالانکہ ہر وقت کا ساتھ تھا۔صرف عزیزہ امۃ السلام کی پیدائش پر شرمائے۔ان کو نہ کبھی گود میں لیا نہ بات کی جب وہ بیاہی گئیں تو وفور شرم ٹوٹی۔اور بولنے چالنے لگے۔عزیزہ امۃ السلام کا بچپن تو حضرت اماں جانؓ اور حضرت بڑے بھائی صاحب کی ہی گود میں گذرا انہوں نے ہی سب لاڈ پیار کئے ناز اُٹھائے۔ان کی شا دی کے وقت بھی سب اماں جانؓ اور بڑے بھائی پر فیصلہ چھوڑا کہ آپ کو ہی اختیار ہے۔اور بعد میں دوسرے بچوں کے مواقع پر بھی یہی طرز عمل قائم رہا۔اگر حضرت اماں جانؓ نے کہہ دیا کہ فلاں لڑکی سے کر دو اپنے اس لڑکے کا تو بلا چوں وچراں منظور تھا۔اسی طرح لڑکیوں کا معاملہ بھی ان دونوں بزرگ ہستیوں پر چھوڑا۔

"منجھلی بھابی جان بیاہ کر آئیں تو نہ معاشرت نہ طور و طریق نہ وضع لباس وغیرہ نہ زبان کچھ بھی مشترک نہ تھا۔اور آخر نادان کم عمر تھیں۔وہ بے چاری بھی کئی بار

اگر وہ تعلقات بگاڑنے والے ہوتے تو بگڑ سکتے تھے۔مگر ایسی خوش اسلوبی سے نبھایا کہ ایسے نمونے ملتے مشکل سے ہی ہیں۔ادھر سالہا سال سے وہ بیمار بھی چلی آ رہی ہیں۔اتنے دراز عرصہ میں انسان اور اتنے کاموں والا جس کے کندھے پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ہوں اور خود بیمار ہو۔اس سے غفلت بھی ہوسکتی ہے کسی وقت بے دھیان بھی ہو سکتا ہے مگر کبھی ان کی خدمت اور دیکھ بھال سے غافل نہ ہوئے۔ ذرا ذرا دیر کے بعد اس حال میں کہ اپنی ٹانگیں لڑ کھڑا رہی ہیں۔طبیعت خراب ہے ان کی خبر پوچھنے ان کے کمرے میں جارہے ہیں۔ان کی خادمات کی خاطریں ہو رہی ہیں کہ اس بے کس بیمار ولاچار کو چھوڑ کر نہ چل دیں۔غرض بچپن کی حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں کی لگائی خوب نبھائی۔

اولاد کے لئے بہترین شفیق باپ تھے۔کسی بات پر سمجھاتے بھی تو نرمی سے ۔اکثر شاید اس خیال سے کہ میں نرمی کروں گا۔کسی امر کی اصلاح مدنظر ہوتی تو دوسرے عزیز کو قریب سے کہتے کہ ذرا میرے فلاں بچہ کو تم اس معاملہ میں سمجھانا۔مجھ سے بھی یہ خدمت لی ہے ۔غرض آپ کی گھریلو زندگی کا بھی ہر پہلو ایک نمونہ تھا۔سوچ کر ایک ہلکی ہلکی بوندیں پڑنے کا سماں تصور میں آ تا ہے کہ ٹھنڈی خوشگوار ہوا چل رہی ہے اور ابر رحمت سے قطرے گر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر تا ابد برستی رہے۔آمین۔'' ۳۲؎

میں سمجھتا ہوں مضمون کا یہ حصہ مکمل ہو جائے گا اگر میں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا بیان بھی جو اس بارہ میں انہوں نے الفضل میں چھپوایا ہے درج کردوں۔آپ فرماتے ہیں:

''حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا بھی ابا جان بہت احترام کرتے تھے۔اور ان کے وجود سے جو برکات وابستہ تھیں ان سے کما حقہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔مجھے یاد ہے کہ قادیان میں آپ کا معمول تھا کہ شام کا کھانا قریباً روزانہ حضرت اماں جان کے ساتھ کھاتے تھے۔کھانا معاً مغرب کی نماز کے بعد کھایا جاتا تھا اور نماز سے فارغ ہو کر سیدھے اماں جان کے گھر جاتے تھے اور شام کا کھانا وہیں کھاتے تھے برادرم مکرم مرزا ناصر احمد صاحب کے علاوہ جو ہمیشہ اماں جان کے

ساتھ ہی رہے ، میں بھی شامل ہو جایا کرتا تھا۔اور بعض دفعہ اور عزیز بھی۔کبھی کبھی ماموں جان (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ) بھی ہوتے تھے اور اس موقعہ پر اباجان اور ماموں جان میں کسی نہ کسی دینی موضوع پر گفتگو شروع ہو جاتی۔بعض مرتبہ حضرت اماں جان تنگ آ کر فرمایا کرتی تھیں۔ میاں ! اب بس کر و۔کھانا ٹھنڈا ہو رہاہے۔

ایسے مواقع پر بعض مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بھی مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے فارغ ہو کر راستہ میں گھر جاتے ہوئے ٹھہر جایا کرتے تھے۔ایسے مواقع پر حضور بیٹھتے کم تھے۔بلکہ صحن یا کمرہ میں موسم کے مطابق جہاں کہیں کھانے کا انتظام ہو ٹہلتے رہتے تھے۔اور گفتگو فرماتے جاتے تھے حضرت اماں جان کو بھی اباجان سے بہت پیار تھا۔میری نظروں کے سامنے اب بھی اماں جان ان سیڑھیوں کے اُوپر جو ہمارے قادیان کے مکان کو حضرت صاحب اور حضرت اماں جانؓ کے مکان سے ملاتی ہیں۔کھڑی دکھائی دیتی ہیں۔ہاتھ میں پلیٹ ہوتی۔جس میں کوئی کھانے کی چیز جو انہوں نے پکائی ہوتی تھی۔پکڑے ہوتی تھیں اور اباجان کو آواز دے کر بلاتی تھیں کہ میاں تمہارے لئے لائی ہوں لے لو۔ایسے وقت میں کبھی صرف ’’میاں‘‘ کہہ کر پکارتی تھیں۔کبھی’’میاں بشیر‘‘اور کبھی صرف’’بشریٰ‘‘۔اسی محبت کے نام کی یاد میں اباجان نے ربوہ کے مکان کا نام ’’البشریٰ‘‘رکھا اور اسے گھر کے دونوں طرف نمایاں کر کے کندہ کروایا۔‘‘

اپنی آخری بیماری کے ایام میں ابا جان والدہ کو جاتے ہوئے کہہ گئے تھے کہ میری وفات کے بعد میری الماری میں ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس ہے وہ مظفر کو کہنا خود کھولے۔چنانچہ جب میں نے اُسے کھولا تو اس میں بعض اور ذاتی کاغذات کے علاوہ کچھ حضرت مسیح موعودؑ کے دستی لکھے ہوئے خطوط اور چند لفافوں میں کچھ روپے پڑے تھے۔اور ہر ایک کے ساتھ مختصر سا نوٹ تھا کہ یہ رقم حضرت ام المؤمنینؓ نے بطور عیدی اباجان کو دی تھی اور آپ نے تبرکاً اُسے محفوظ رکھا ہوا تھا۔عیدی کی بعض رقوم قادیان کی دی ہوئی تھیں اور ہندوستانی نوٹ میں تھیں۔اس لئے ان کے لئے آپ نے اسٹیٹ بنک سے اجازت لے رکھی تھی اور وہ اجازت نامہ نوٹوں کے

ساتھ غیر معمولی اہتمام کے ساتھ نتھی کر کے رکھا ہوا تھا۔

حضرت اماں جان کے اباجان کے ساتھ اس تعلق کا حضرت صاحب کو بھی احساس تھا جب قادیان سے یہ خبریں آنی شروع ہوئیں کہ مقامی حکام کے ارادے اچھے نہیں اور وہ کسی نہ کسی بہانے اباجان کو قید کرنا چاہتے ہیں تو حضرت صاحب نے اس وجہ سے اور پھر جماعتی کاموں کی خاطر اباجان کو حکم دیا کہ پاکستان چلے آئیں۔اباجان بڑے مخدوش حالات میں قادیان سے روانہ ہو کر لاہور پہنچے۔حضرت صاحب نے اباجان کے لاہور پہنچنے پر سجدہ شکر کیا اور پھر ننگے پاؤں شوق سے اباجان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت اماں جان کے پاس لے آئے اور فرمایا:

''لیں اماں جان۔آپ کا بیٹا آ گیا ہے۔''

اپنی اہلیہ صاحبہ کے ساتھ جو سلوک آپ نے کیا بالخصوص ان کی سات سالہ لمبی بیماری کے ایام میں۔اس کا ذکر حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سلمہ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''والدہ کی گذشتہ سات سالہ لمبی بیماری کے دوران میں جس میں بعض ایام میں بیماری کی شدت اور تکلیف بہت بڑھ جاتی تھی۔آپ نے جس خوشی اور صبر وتحمل سے ان کی تیمارداری کی وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔باوجود اس کے کہ خود بیمار رہتے تھے۔لیکن پھر بھی دن اور رات میں متعدد مرتبہ والدہ کے کمرہ میں تشریف لاتے۔طبیعت پوچھتے اور ساتھ بیٹھتے دعائیں کرتے رہتے۔میری آنکھوں کے سامنے یہ سب نظارے اب بھی تازہ ہیں۔بعض مرتبہ خود اتنی تکلیف میں ہوتے تھے کہ مشکل سے چل سکتے تھے۔لیکن اس حالت میں بھی کراہتے ۔سوٹی یا دیوار کا سہارا لیتے ہوئے اور کافی دیر پاس بیٹھ کر تسلی دیتے اور دعائیں کرتے رہتے۔

سچ تو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم بہن بھائی بھی والدہ کی خدمت کرتے رہے (اور اللہ تعالیٰ مزید کی بھی توفیق دے)اور گو ہم جوان تھے لیکن یہ ساری خدمت اباجان کی خدمت کا پاسنگ بھی نہ تھی اور میں تو کئی مرتبہ اس (Contrast) کا احساس کرتے ہوئے شرمندہ ہو جاتا تھا۔

میرے خیال میں آپ کی اپنی بیماری کا زیادہ حصہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ

کی علالت اور والدہ کی بیماری کے گہرے اثر کا تھا۔حضور کی بیماری سے بالخصوص بہت فکر مند رہتے اور اس کے جماعتی لحاظ سے بد اثرات سے چوکس رہتے۔خود بھی بہت دعائیں کرتے تھے۔اور اخبارات اور اپنی مجلس میں دوستوں کو بھی تحریک فرماتے رہتے تھے۔اپنی آخری بیماری میں بھی جب ایک روز خبر آئی کہ حضور کی ران پر زخم کے آثار ہیں تو اس پر بہت پریشان تھے۔اور آبدیدہ ہو کر مجھے فرمایا کہ۔

''یہ بڑے فکر کی بات ہے۔'' ۳۳

محترمہ صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ بیگم محترم مرزا رشید احمد صاحب فرماتی ہیں کہ:

''اماں (یعنی والدہ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب) کی بیماری میں جس محبت سے انہوں نے خدمت کی ۔دنیا میں شاید ہی کوئی کر سکتا ہو۔چنانچہ آمنہ اہلیہ نیک محمد صاحب پٹھان کا بیان ہے(کیونکہ وہ اماں کی بیماری میں ساتھ رہی تھیں) کہ ڈاکٹر امیر الدین صاحب جنہوں نے اماں کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹنے پر آپریشن کیا تھا۔کہتے تھے کہ میری نظروں سے ہزاروں مریض گذرے ہیں۔امیر بھی اور غریب بھی مگر میں نے اتنا خیال رکھنے والا خاوند کم ہی دیکھا جو ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھے۔''۳۴

بچوں سے سلوک

بچوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارہ میں بھی آپ حضرت مسیح موعودؑ کے طریق کار کی اتباع کرتے تھے۔حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سلمہ رقم طراز ہیں کہ:

''ہم بہن بھائیوں سے بھی بہت شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔اولاد کا احترام کرتے تھے اور جب کبھی ہم باہر سے جلسہ وغیرہ اور دوسرے مواقع پر گھر جاتے تھے تو ہر ایک کے لئے بہت اہتمام فرماتے تھے۔خود تسلی کرتے تھے کہ سونے والے کمرہ میں بستر وغیرہ ہر چیز موجود ہے۔غسلخانے میں پانی صابن تولیہ موجود ہے۔یوں احساس ہوتا تھا جیسے کسی برات کا اہتمام ہو رہا ہے۔اور ہمیں شرم آتی تھی لیکن خود ذوقاً یہ اہتمام فرماتے تھے۔ہم واپس جاتے تو کمرہ میں آ کر دیکھتے کہ کوئی چیز بھول کر چھوڑ تو نہیں گئے۔اگر کچھ ہوتا تو اسے حفاظت سے رکھوا لیتے اور ہمیں اطلاع ضرور دیتے کہ فلاں چیز تم یہاں چھوڑ گئے ہو ۔میں نے رکھوا لی ہے۔پھر آؤ تو یاد سے لے

لینا۔مجھے فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کی تربیت کے معاملہ میں میرا وہی طریق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔میں انہیں نصیحت کرتا رہتا ہوں لیکن دراصل سہارا خدا کی ذات ہے جس کے آگے جھک کر میں دعا گو رہتا ہوں کہ وہ تم لوگوں کو اپنی رضا کے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور دین کا خادم بنا دے۔

ہمیں جب بھی نصیحت فرماتے تو اس میں اس بات کو ملحوظ رکھتے کہ سُبکی کا پہلو نہ ہو۔فرمایا کرتے تھے کہ اگر نصیحت ایسے رنگ میں کی جائے کہ دوسرے کی خفت ہو تو وہ ٹھیک اثر پیدا نہیں کرتی۔ بلکہ بعض دفعہ اُلٹا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔مجھے یاد ہے کہ بچپن میں جب بھی میری کوئی حرکت پسند نہ آتی۔ تو اس کے متعلق تفصیل سے خط لکھتے تھے۔اور بڑے مؤثر اور مدلّل طور پر نصیحت فرماتے تھے۔کسی خادمہ یا چھوٹے بچے کے ہاتھ خط اس ہدایت سے بھیجتے کہ پڑھ کر اسے واپس کر دو۔اس طریق میں ایک پہلو تو یہی ہوتا تھا کہ دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ یا نصیحت کا اچھا اثر نہ پڑے گااور دوسرے بعض مواقع پر شاید حجاب بھی مانع ہوتا ہو۔

ہم بہن بھائیوں کو دین کے کسی معاملہ میں دلچسپی لیتے اور کام سے بہت خوش ہوتے تھے۔اور اپنی خوشی کا اظہار فرماتے تھے اور یہی خواہش رکھتے تھے کہ دنیوی زندگی کا حصہ ایک ثانوی حیثیت سے زیادہ اہمیت حاصل نہ کرے۔'' [۳۵]

بچوں سے پیار

بچوں سے پیار کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا بیان غالبًا حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

''بچوں سے محبت اور پیار کرتے تھے اور یہ ارشاد تب بھی ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ بچوں سے پیار فرمایا کرتے تھے۔آپ اس پیار میں اتنا بڑھے ہوئے تھے کہ ہمیشہ اپنی الگ الماری میں بچوں کے لئے گولیاں ،ٹافیاں،غبارے ،مرمرہ، پھلیاں، اَم پاپڑ،اور سردیوں کے موسم میں چلغوزے اور دیگرخشک میوہ جات وغیرہ مقفل رکھتے تھے۔ الماری کیا تھی گویا ایک چھوٹے بچوں کی دلچسپی کی دوکان تھی البتہ اس دوکان سے پیسوں کے نہیں بلکہ ہمیشہ محبت اور شفقت اور معصوم خوشیوں کے سودے ہوا کرتے تھے۔ بچے بڑی کثرت سے عموّ صاحب کو''سلام'' کرنے جاتے اور واپسی پر

صرف سلامتی کی دعا ہی نہیں بلکہ اپنی اشتہا کی دوا بھی لے کر لوٹتے تھے۔ خاندان کے بچے بھی کچھ کم نہ تھے۔ غیر از خاندان بچوں کو بھی جب آپ کی اس شفقت کا علم ہوتا تو پُر امید نگاہوں سے جو کبھی مایوس نہیں لوٹیں۔ سلام کی سعادت حاصل کرنے کو حاضر ہونے لگتے۔ کبھی آپ تھکے نہیں نہ ماندہ ہوئے۔ ہمیشہ مسکراتے ہوئے اور بعض اوقات اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں ان بچوں کی غیر معمولی عقیدت پر ایک آدھ فقرہ چست کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے الماری کھولتے اور کبھی خود ہی اس بچہ کے لئے کوئی تحفہ پسند فرماتے۔ کبھی پوچھتے کہ بتاؤ اس اس چیز میں سے کیا لو گے۔ عموماً بچے اس سوال سے سخت گھبراتے تھے اور ''عمو صاحب'' ان کی اس الجھن کو بھانپتے ہوئے دونوں چیزوں میں سے کچھ نہ کچھ دے دیا کرتے تھے۔

''میں تو کچھ اس بناء پر کہ گھر قریب تھا اور کچھ آپ کی خاص شفقت کے زعم میں اور کچھ اس لئے بھی کہ مجھے اور بچوں سے کچھ زیادہ ہی بھوک لگا کرتی تھی اکثر دن میں کئی کئی مرتبہ جاتا اور کبھی آپ کو اپنے سلاموں سے تنگ آتے نہیں دیکھا اور یہ بھی ایک بلا مبالغہ حقیقت ہے کہ صرف یہی ایک وجہ میرے آنے جانے کی نہیں تھی۔ آپ کی مسلسل بے لوث محبت کی بنا پر مجھے آپ سے ایسا پیار ہو چکا تھا کہ بار بار آپ کے پاس آنے جانے کو جی چاہتا تھا۔ جہاں تک آپ کی عنایات کا تعلق ہے یہ تو ایک ایسا کنواں تھا کہ اگر پیاسے نہ آئیں تو خود پیاسوں کے پاس پہنچ جانے کا عادی تھا۔ ایک دفعہ ہم سب چھوٹے بھائیوں کو حضور ایدہ اللہ نے مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کی نگرانی میں ڈلہوزی بھجوایا۔ ان دنوں میں آم کا موسم ختم ہونے کو تھا اور آخری موسم کے آم ''فجری'' رہتے تھے۔ آپ نے میرے لئے باریک خوبصورت رنگین کاغذوں میں لپٹے ہوئے فجری آموں کی ایک پیٹی بند کروائی (آپ جب کبھی کسی کو کوئی تحفہ دیتے تھے نہایت سلیقے سے سجا کر دیا کرتے تھے) پھر تاکید فرمائی کہ ان کو کھانے سے پہلے یہ احتیاط کر لینا کہ نہ تو یہ ذرہ بھر کچے ہوں نہ ایک اعشاریہ زیادہ پکے ہوں کیونکہ فجری آموں کی یہ کمزوری ہے کہ ذرہ بھی زیادہ پک جائیں یا ذرہ کچے رہ جائیں تو مزہ بالکل بگڑ جاتا ہے۔ البتہ پورے پکے ہوئے آم بہت عمدہ اور لطیف ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ فجری

آم اپنا بہترین مزہ پہاڑ پر دیتا ہے چنانچہ ان تاکیدوں کے ساتھ آپ نے وہ آموں کی پیٹی میرے ساتھ روانہ فرمائی۔ لیکن ان نصائح کا نتیجہ میرے لئے میری کوتاہی کی وجہ سے الٹا نکلا۔ میں تو اسی احتیاط میں رہا کہ آم عین پک جائیں تو کھاؤں اور روزانہ مناسب پکے ہوئے آموں کی تلاش میں انہیں الٹتا پلٹتا رہا اور خلیفہ منیر الدین صاحب جو اس سفر میں میرے ہمراہ تھے اور برادرم مرزا انور احمد صاحب چوری چھپے نیم پکے ہوئے آم ہی کھا جاتے رہے۔ جب تک مجھے اس چوری کا علم ہوا۔ اکثر آموں کا صفایا ہو چکا تھا۔ عموّ صاحب نے جب مجھ سے خط لکھ کر پوچھا کہ آم کیسے تھے؟ تو مجبوراً مجھے شکایت کرنی پڑی۔ چنانچہ اس کے بعد اکثر جب خلیفہ منیر الدین صاحب ملتے تھے تو پوچھا کرتے تھے ''کہ کیوں منیر پہاڑ پر فجری آم کیسے لگتے ہیں؟'' یہ محض مذاق نہیں تھا بلکہ اس میں کچھ نصیحت کی آمیزش بھی تھی۔ چنانچہ مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد سے انہوں نے کبھی ازراہ مذاق بھی چوری نہ کی ہوگی۔

آپ کی عنایات محض بہت بچپن کی عمر تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ خاصی بڑی عمر کے اہل خاندان بھی اس پہلو سے آپ کی نظر میں بچے ہی تھے۔ اگرچہ آخری عمر میں ذمہ داریوں کے بے حد بوجھ اور تفکرات کے غیر معمولی طور پر بڑھ جانے سے بچوں کا خیال پہلے کی طرح نہیں رکھ سکتے تھے مگر پھر بھی جب کبھی کوئی موسمی پھل یا ہندوستان کے کیلے آئے ہوئے ہوں تو آپ کے کمرے میں نو عمر زائرین کی تعداد غیر معمولی طور پر بڑھ جایا کرتی تھی لیکن باوجود شدید مصروفیت کے یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ کسی کو صاف صاف نکل جانے کے لئے کہیں مبادا اس کے جذبات کو ٹھیس لگے۔ چند ہی ماہ کی بات ہے۔ قادیان سے کیلے آئے ہوئے تھے ایک بڑی عمر کی بچی نے جا کر خاص طور پر سلام کیا۔ اسی خلوص کے ساتھ آپ نے برجستہ فرمایا:

''وعلیکم السلام۔ مگر کیلے ابھی کچے ہیں۔'' ۳۶

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے بیان میں ابھی گذر چکا ہے۔ آپ بچوں سے نہ صرف پیار ہی کرتے تھے بلکہ ان کا اعزاز بھی ہمیشہ آپ کے مدنظر رہتا تھا اور یہ آنحضرت ﷺ

کی سنت کے مطابق ہوتا تھا۔حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا ہی بیان ہے کہ

''۲۲/اگست ۱۹۶۳ء کو میں مری سے واپسی پر لاہور پہنچا۔ اسی روز آپ کی صاحبزادی امۃ المجید بیگم ڈھاکہ کے لئے روانہ ہوئی تھیں۔ ان سے بار بار کہا کہ ''امتہ المجید اب تم مجھ سے پھر نہیں ملوگی'' اور روتے ہوئے اسے رخصت کیا۔ اس دن طبیعت اسی خیال سے سخت اداس اور بیقرار رہی۔ پھر دوسرے روز برادرم مرزا انور احمد کے ساتھ آپ کی صاحبزادی امۃ الحمید بیگم نے ربوہ واپس جانا تھا۔ میں بھی اسی کار میں ساتھ جا رہا تھا۔ جب وہ سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو فرمایا اچھا تم چلی جاؤ۔ اب یہ آخری ملاقات ہے۔ آپ بہت ہی محبت کرنے والے اور رقیق القلب تھے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب جاری تھا۔ پھر باوجود سخت نقاہت کے لڑکھڑاتے ہوئے اُٹھے اور باہر کار تک اپنی بچی کو چھوڑنے کے لئے آئے۔ آنکھیں اشک آلود تھیں اور ٹکٹکی باندھے دیکھے جارہے تھے۔ مرزا انور احمد اس انتظار میں تھے کہ عموّ صاحب اندر جائیں تو کار چلاؤں۔ مگر میں جانتا تھا کہ جب تک کار نہیں چلے گی واپس نہیں پھریں گے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ عموّ صاحب کمزور ہیں اور مشکل سے کھڑے ہیں۔ اس لئے اب اور انتظار نہ کرو۔ چنانچہ کار چل پڑی اور عموّ صاحب روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ جانے سے پہلے ہی مجھ سے وعدہ لے لیا کہ پھر جلد آؤں گا۔ چنانچہ ۲۹/کو سیالکوٹ کے جلسہ پر جاتے ہوئے لاہور خدمت میں حاضر ہوا۔ اس روز تقریباً تمام دن اوراکثر رات اپنے پاس بٹھائے رکھا۔ نیند سے گھبراتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب میں سوؤں تو دیکھتے رہنا۔''۳۷

حضرت میاں صاحبؓ کی یہ شفقت اور محبت صرف اپنے خاندان کے بچوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ دوسرے تعلق رکھنے والے احباب کے بچوں کے ساتھ بھی آپ بہت ہی محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔

محترمہ **امۃ الشافی** صاحبہ بنت حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کا بیان ہے کہ :

''میں نے حضرت میاں صاحب کی شفقت کو چھٹ پن سے دیکھا ہے اور بہت نزدیک سے دیکھا ہوا ہے قادیان کا نظارہ آج بھی میری نظروں کے سامنے ہے۔

جونہی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی پوچھتے کیا حال ہے؟ اور پھر جلدی سے الماری کھولتے۔ اس میں سے ٹافیاں، چاکلیٹ، مونگ پھلی یا اور کچھ چیز عنایت فرماتے اور ساتھ ہی گھر کی خادمہ کو موسم کے مطابق شربت یا چائے لانے کا حکم دیتے۔ بعض دفعہ میاں صاحب گھر پہ تشریف فرما نہ ہوتے اور میرے آنے کے بعد کہیں باہر سے تشریف لاتے تو آتے ہی محترمہ اُمّ مظفر احمد صاحبہ سے بھی اور مجھ سے بھی دریافت فرماتے کہ کچھ چائے شربت پیا ہے یا نہیں؟ اور اتنی دفعہ دریافت فرماتے کہ مجھے اکثر شرم آجاتی۔ حالانکہ اُمّ مظفر صاحبہ جو کہ خود بھی مجھے بہت عزیز رکھتی ہیں کیونکہ میری نانی اماں مرحومہ اہلیہ مرزا محمود بیگ صاحب کو بہن بنایا ہوا تھا اور سب سے بڑا رشتۂ اخوت تو احمدیت کا تھا۔ ہمیشہ ہی میرے جانے پر خوشی کا اظہار فرمایا کرتی تھیں۔ مگر پھر بھی حضرت میاں صاحب اپنی پوری تسلی فرماتے اور یہ سلسلہ آخر تک چلتا چلا گیا۔ بلکہ اب تو جب بعض دفعہ طبیعت کی کمزوری اور کام کے بعد تھکان ہوتی اور لیٹے ہوئے ہوتے تو الماری کی چابیاں ازراہ شفقت مجھے عنایت فرما دیتے اور ساتھ ہی بتاتے جاتے کہ فلاں فلاں چیز ہے جو دل چاہتا ہے لے لو۔ ۱۹۶۲ء کے جلسہ سالانہ پر بھی مشرقی پاکستان سے آئے ہوئے کیلے مجھے عنایت فرمانے لگے تو عاجز نے حسب عادت عرض کیا کہ نہیں کوئی ضرورت نہیں تو محبت بھرے انداز سے فرمایا کہ شافی تم ابھی تک تکلف سے کام لیتی ہو۔ افسوس عمر بھر کیلئے اس شفقت بھرے ہاتھ سے محروم ہو گئی ہوں۔'' ۳۸

درویشان قادیان اور ان کے متعلقین کیساتھ حسن سلوک

درویشان قادیان اور ان کے متعلقین کے لئے تو اس قدر شفقت اور رأفت آپ کے سینہ میں موجزن تھی کہ سخت سے سخت تکلیف اور شدید سے شدید مصروفیت کے اوقات میں بھی اگر آپ کو علم ہو جاتا کہ کوئی درویش قادیان سے آیا ہوا ہے اور وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے تو فوراً باہر تشریف لے آتے اور اگر اُٹھ کر باہر آنے کی طاقت نہ ہوتی تو اسے اندر بُلا لیتے اور اس کا ہر ممکن اعزاز فرماتے۔ اس کی باتوں کو بڑے غور سے سنتے قادیان کے درویشوں کی خیریت پوچھتے وہاں کے حالات دریافت فرماتے بچوں کی خیر وعافیت معلوم کرتے اور اصرار سے دریافت فرماتے کہ اگر آپ کو کوئی کام ہو یا کوئی ضرورت ہو تو بے تکلف کہیں میں انشاء اللہ پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش

کروں گا۔آپ چونکہ یہ سمجھتے تھے کہ قادیان کے درویش تمام جماعت کی خاطر ایک بہت بڑی قربانی کر رہے ہیں انہوں نے مرکز کی حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے۔سالہا سال سے بعض درویشوں کے بچے یہاں پاکستان میں ہیں اور وہ قادیان میں عزلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔اس لئے آپ ان کے بچوں کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتے تھے۔او ر اُن سے اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے تھے۔قارئین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ بعض اوقات جب کسی درویش کے بچوں کو آپ سے ملاقا ت کئے کافی دیر ہو جاتی تو آپ خود ان کے گھر تشریف لے جا کر ان کی خیریت پوچھتے۔بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آپ درویشان قادیان اور ان کے بچوں کے لئے بمنزلہ باپ تھے۔چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ناظر صاحب امور عامہ قادیان کوجو چٹھی لکھی۔اس میں یہ بھی لکھا کہ۔

''قادیان کی انجمن اور میں جو اُن کا ناظر ہوں درویشوں کے لئے گویا باپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔'' ۳۹ے

ذیل میں درویشان قادیان کے ساتھ حُسنِ سلوک کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

ا: محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم کا بیان ہے کہ۔

''مارچ ۵۴ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار بیماری کی حالت میں پاکستان پہنچا۔حضرت میاں صاحب نے پاکستانی بارڈر پر اس حقیر خادم کی سہولت کے لئے کار کا انتظام کیا ہوا تھا۔نیز میو ہسپتال میں ماہر فن ڈاکٹر سے معائنہ کرانے کا بھی انتظام فرمایا ہوا تھا۔چنانچہ خاکسار چند دن لاہور میں توقف کر کے علاج کے متعلق مشورہ اور ادویہ حاصل کر کے ربوہ حاضر ہوا۔میرے چھوٹے بھائی عزیز مبشر احمد سلمہ نے حضرت محترم کی خدمت میں میری آمد کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ''وہ بیمار ہیں میں ۸ بجے صبح کے قریب گھر پر آ کر ان سے ملوں گا۔''خاکسار نے اس خیال سے کہ آنمحترم کو گھر پر آنے میں تکلیف ہو گی اور مجھے دفاتر تک جانا چنداں مشکل نہ تھا۔ساڑھے سات بجے آپ کے دفتر میں حاضر ہو گیا۔جب خاکسار نے دفتر کے دروازے پر پہنچ کر السلام علیکم عرض کیا اور اجازت چاہی تو آپ وفور محبت اور اشتیاق سے فوراً کرسی سے اُٹھے(جوتا آپ نے اس وقت گرمی کی وجہ سے اُتار کر پاؤں کے نیچے رکھا ہوا تھا۔)اور ننگے پاؤں دروازے کی طرف بڑھے اور نہایت

مہربانی اور شفقت سے آپ نے مجھے گلے لگا لیا اور فرمایا کہ میں نے اطلاع دی تھی کہ ''میں خود گھر پر آ کر ملوں گا۔آپ نے بیماری کی حالت میں یہاں آنے کی کیوں تکلیف کی ہے۔'' خاکسار نے عرض کیا کہ گھر قریب ہی ہے اور مجھے یہاں پہنچنے میں کوئی خاص تکلیف بھی نہیں ہوئی۔لہذا آنمکرم کی تکلیف کے پیش نظر خود ہی حاضر ہو گیا ہوں۔آپ نے ڈاکٹری علاج اور مشورہ کے متعلق پوری دلچسپی سے تفصیلات دریافت فرمائیں۔خاکسار آپ کے اس محسنانہ سلوک اور بے تکلف انداز سے بہت متاثر ہوا۔اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی اولاد پر بے شمار رحمتیں تا ابد نازل فرماتا رہے۔آمین'' [۴۰]

۲: محترم میاں محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول ربوہ کو آپ نے لکھا:

''درویشوں کے جو بچے سکول میں پڑھتے ہیں ان کی تعلیم وتربیت کا خاص خیال رکھا جائے کیونکہ وہ ہمارے پاس خاص امانت ہیں۔'' [۴۱]

بظاہر یہ مکتوب گرامی مختصر سا ہے لیکن اس کا ایک ایک لفظ اس محبت اور شفقت کا پتہ دے رہا ہے جو آپ کے دل میں درویشان قادیان کے بچوں کے متعلق تھی۔

۳:محترمہ مبارکہ قمر صاحبہ اہلیہ محترم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب گولبازار ربوہ فرماتی ہیں:

''۱۹۴۹ء میں قادیان جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے پاکستان سے احمدیوں کا پہلا قافلہ تیار ہوا۔عاجزہ نے بھی شمولیت کی درخواست دے دی۔لیکن مجھے اس کی اطلاع ملنے پر سخت تکلیف ہوئی کیونکہ میرا شوہر قادیان میں درویش تھا اور میں یقین رکھتی تھی کہ مجھے دیار حبیب کی زیارت کا موقعہ دے دیا جائے گا۔چنانچہ میں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں بے وقوفی اور بے باکی سے لکھ مارا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں تو سپاہیوں کو تین ماہ کے بعد گھر جانے کی اجازت ہوا کرتی تھی لیکن فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد مبارک میں بیوی کو درخواست کرنے پر بھی خاوند سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی ۔میں نے یہ لکھنے کو تو لکھ دیا لیکن یہ نہ سوچا کہ میرے انتہائی رنج کی حالت میں لکھے ہوئے الفاظ کیا اثر رکھتے ہیں۔

حضرت میاں صاحب نے میرا خط پڑھتے ہی میرے دیور مکرم محمد احمد صاحب کو

لاہور سے میرے پاس لائلپور روانہ فرمایا کہ وہ میری دلجوئی کریں اور مزید دلجوئی کے لئے انہیں قادیان اسی قافلہ میں اپنے بڑے بھائی سے ملاقات کے لئے بھیج دیا۔میرے دیور بیان کرتے تھے کہ قافلہ کی روانگی کے سلسلہ میں سارا دن کام کرتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ رکھا۔آپ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد فرماتے کہ مجھے بڑی تکلیف ہو رہی ہے کہ مجبوراً مستورات کو نہیں بھجوا رہا کیونکہ قادیان میں ابھی حالات مخدوش ہیں۔صرف تین ضعیف العمر عورتیں تجربہ کے طور پر بھجوائی جا رہی ہیں۔پھر میرے دیور کو فرمایا کہ قادیان جانے سے پہلے مبارکہ کے پاس دوبارہ جاؤ اور اسے تسلی دے کر آ ؤ۔کہ میاں صاحب ؓ صرف تمہاری خاطر محمد احمد کو قادیان بھجوا رہے ہیں۔میرے دیور بیان کرتے تھے کہ جس طرح ایک درد مند باپ کو اپنی بیٹی کا احساس ہوتا ہے ایسے ہی حضرت میاں صاحب کو تمہارا خیال ہے۔

یہ تھی میری پہلی اور غائبانہ ملاقات۔ چند روز بعد جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت کے لئے ربوہ گئی تو اپنی دونوں بچیوں کو ساتھ لے کر حضرت میاں صاحب کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئی۔حضور کی خدمت میں السلام علیکم عرض کیا۔ حضور دروازہ سے ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہوگئے اور سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ کہاں سے آئے ہو؟ تمہارے ابا کا کیا نام ہے۔ بچی نے عرض کیا۔ ڈاکٹر بشیر احمد۔ فرمایا لاہور والے ڈاکٹر بشیر احمد۔ میں نے عرض کیا۔نہیں حضور ! قادیان والے ڈاکٹر بشیر احمد درویش۔مسکراتے ہوئے بلند آواز میں فرمایا۔ اچھا۔ اچھا ! پھر خیریت پوچھی اور فرمایا کہ ہوتم عورت لیکن تحریر ماشاء اللہ مردوں کی سی ہے۔ مجھے تو تم عورت نہیں مرد معلوم ہوتی ہو۔ میں شرمندہ سی ہوگئی اور معذرت کی کہ مجھے حقیقت حال سے خبر نہ تھی۔ میں نے سمجھا تھا کہ شاید درخواستیں زیادہ تھیں اس لئے میری درخواست منظو رنہ ہوسکی۔ فرمانے لگے مجھے تو تمہارا خط پڑھ کر خوشی ہوئی تھی کہ ہماری جماعت میں خداکے فضل سے بیداری پائی جاتی ہے۔

یہ میری حضور سے پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد میں نے ہمیشہ حضرت میاں صاحب کو باپ کی طرح شفیق پایا۔ بلا جھجک آپ کے حضور پہنچ کر عرض معروض کرتی اور بسا اوقات ضد کر کے اپنی بات منوا لیتی۔ آپ تھوڑے سے پس وپیش

کے بعد میری معروضات منظور فرما لیتے ....

آپ گھر کے ہر معاملہ کے متعلق دریافت فرماتے اور اس ٹوہ میں رہتے کہ معلوم کریں کہ انہیں کوئی مالی تنگی تو نہیں۔ میں ہمیشہ اطمینان کا اظہار کرتی۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب قادیان میں درویش تھے اس لئے زمین کی دیکھ بھال مجھے ہی کرنی پڑتی۔ مزارعین سے ہر وقت کا واسطہ تھا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ بتاؤ جب زمین پر جاتی ہو تو برقعہ پہن کر جاتی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں تو چادر اوڑھ کر جاتی ہوں اور چادر اوڑھے ہی اپنے مزارعین سے کام کرواتی ہوں اس طرح پردہ بھی ہو جاتا ہے اور کام میں بھی آسانی رہتی ہے فرمانے لگے چادر اوڑھ کر دکھاؤ کس قسم کا پردہ کرتی میں نے چادر اوڑھ کر اپنے پردہ کرنے کا طریق دکھایا۔ آپ لیٹے ہوئے تھے جوش میں اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ یہی اسلامی پردہ ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ ڈاکٹر صاحب ایک ایسے درویش ہیں جن کی طرف سے میں مطمئن ہوں اور ان کے گھر کی طرف سے بھی مطمئن ہوں۔ پھر فرمایا ہم زمیندار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے گھر کی عورتیں بھی اپنی زمینوں سے ایسا ہی لگاؤ رکھیں۔ پارٹیشن کے وقت میری بڑی لڑکی دوسال کی تھی اور چھوٹی لڑکی بعد میں پیدا ہوئی۔ دونوں بچیاں اپنے باپ کی شکل سے واقف نہ تھیں حضرت میاں صاحب ان بچیوں سے بڑا پیار فرماتے۔ کئی قسم کی چیزیں مٹھائیاں وغیرہ کھلونے، غبارے بچیوں کو دیتے اور بچیاں حضور کو چیجی والے ابا جی کہکر پکارتیں۔ آپ یہ نام سن کر خوب ہنستے اور فرماتے۔ میرا ایسا نام پہلے کسی بچی نے نہیں رکھا اور بچیوں کو گود میں لے کر پیار کرتے حساس اتنے تھے کہ دوسرے کے متعلق کوئی تکلیف دہ بات سن کر بہت متاثر ہوتے۔ ایک مرتبہ میں بیمار ہوئی تو لائلپور کے ایک ڈاکٹر صاحب کے پاس علاج کے لئے گئی۔ جب میں نے ''ڈاکٹر صاحب'' کہہ کر بات کی تو میری بچی جس کو ہر وقت ابا کی انتظار رہتی تھی چونک پڑی اور کہنے لگی اماں یہ میرے ابا جی ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگی۔ ڈاکٹر جو ہیں۔

حضرت میاں صاحب یہ واقعہ سن کر آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا۔ اے خدا! ان بچیوں کو جلد ان کا باپ دکھا۔ آپ کی طبیعت میں مزاح بھی تھا۔ ایک مرتبہ اس خط کا جس

کا میں اوپر ذکر کر چکی ہوں۔ ذکر کر کے فرمایا اچھا مجھے یہ بتاؤ کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کیا ہوا کرتا تھا۔ میں شرمندہ ہوگئی اور عرض کیا کہ حضور کی ہی ایک کتاب میں یہ واقعہ پڑھا تھا۔ ہنستے اور فرمایا کہ

''بلی نے شینہہ نوں پڑھایا تے مڑ بلی نوں کھاون آیا''

۱۹۵۰ء کے قافلہ میں مَیں قادیان جلسہ سالانہ پر گئی۔ واپسی پر حضور میاں صاحب سے ملاقات ہوئی تو بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمد اللہ اب میں خوش ہوں۔ اب تمہارے خط کا بوجھ میرے دل سے اُتر گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میں مستقل طور پر قادیان چلی گئی۔'' ۴۲

۴۔ محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ بنت مکرم عبد الرحیم صاحب درویش قادیان فرماتی ہیں کہ :

''یہ بات تو ہر فرد جماعت جانتا ہے کہ آپ کی ذات بابرکات غمگساری و ہمدردی و شفقت کا مجسمہ تھی لیکن درویش اور درویش کے ہر عزیز کے لئے جس قدر تسلی و اطمینان کا موجب تھے وہ ہمارے دل جانتے ہیں۔ آپ ہمارے ہر کام پر ضرورت اور مشکل پر نگاہ رکھتے۔ خواہ کوئی بڑا کام ہو یا چھوٹا۔ جس وقت بھی ضرورت پڑتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جب لوٹتے تو نہ صرف کام اور ضرورت پوری ہو جاتی بلکہ آپ کی ملاقات سے ایسا اطمینان اور خوشی حاصل ہوتی جو کبھی کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔

ہم چار بہنوں کے رشتے آپ کے بہترین اور قیمتی مشوروں سے طے پائے۔ میرے لئے کئی ایک رشتوں میں سے آپ کو یہی رشتہ پسند آیا۔ میرا نکاح ہوگیا لیکن رخصتانہ ایک سال بعد ہوا۔ اس دوران میرے ابا جان کا خط آیا جس میں حضرت میاں صاحب کے نام بھی کوئی پیغام تھا۔ میں وہ خط لے کر ہمشیرہ سراج بی بی صاحبہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس میں میرے ابا جان نے ایک خواب بھی لکھی ہوئی تھی کہ ایک بکری ہے جو لطیف کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ جب آپ نے پڑھا تو آپ نے قدرے پریشانی سے فرمایا کہ سراج بی ! لطیف کے رخصتانہ میں کیا دیر ہے؟ یہ خواب اچھی نہیں ہے۔ رخصتانہ جلد ہو جانا چاہیے۔

معلوم ہوتا ہے کوئی مکار لطیف کو اس رشتہ کے متعلق ورغلا رہا ہے۔ جب رخصتانہ ہوا تو ابھی قادیان کے درویش پاسپورٹ کے ذریعہ پاکستان نہیں آسکتے تھے۔ آپ کو اس بات کا بہت احساس تھا کہ اس کو اپنے باپ کی عدم موجودگی کا صدمہ ہوگا۔ اس لئے آپ نے غیر معمولی طور پر ہمارا بہت ہی خیال رکھا اور ہر ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش فرمائی اور خود تشریف لا کر دعا کروائی اور بعد میں بھی ہمیشہ ہر طرح خیال رکھا۔

کچھ عرصہ بعد میری صحت کمزور ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ تم بہت کمزور ہو گئی ہو۔ میں نے عرض کی کہ سسرال والے تو کہتے ہیں کہ تم اسی طرح کی تھی۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ بعد میں اسی طرح کہا کرتے ہیں۔ دراصل لڑکیاں وزن کر کے دینی چاہئیں۔''

''ایک دفعہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت میاں صاحب! مجھے تو اپنے بچوں کی تربیت کے متعلق بہت فکر رہتا ہے۔ آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ''فکر نہیں کرنا چاہیے۔ دعا کرنی چاہیے اور میری کتاب ''اچھی مائیں'' بار بار پڑھا کرو اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کیا کرو۔''

''میری چھوٹی بہن آپ کی خدمت میں گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ''کھانا کھالو۔'' اس نے کہا کہ میں کھا کر آئی ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا ''کیا کھایا ہے؟ اس نے کہا کہ کھمبیوں کے ساتھ روٹی کھا کر آئی ہوں۔ آپ نے فرمایا ''ابھی جاؤ اور جا کر میرے لئے لاؤ۔ مجھے بیحد پسند ہیں۔ حضرت اماں جان برسات میں ضرور پکوایا کرتی تھیں'' پھر کئی بار آپ نے برسات میں کہلوایا کہ ''کھمبیں اگر ملیں تو مجھ کو بھجوائیں۔''

''کھانوں کا ذکر ہورہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ 'لاہور میں جو شادیوں کے موقع پر پالک (گوشت) کا ساگ تیار ہوتا ہے وہ مجھے بہت پسند ہے۔ تم کو اگر اس طرح پکانا آتا ہے تو پکا کر بھجوانا۔ لیکن ہو بالکل اسی طرح گُھلا ہؤا۔''

''میں آپ کی خدمت میں اپنی بہن کے رخصتانہ کی دعا میں شمولیت کی درخواست کرنے کے لئے حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں آؤں گا میں نے پھر واپسی پر

کہا کہ حضرت میاں صاحب! آپ ضرور تشریف لاویں۔ آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا ''تم کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں انشاء اللہ ضرور آؤں گا۔ میں تو تمہارا ڈاکیہ بھی رہ چکا ہوں تو کیا آج تمہاری بہن کی شادی پر نہ آؤں گا۔''

''ڈاکیہ کے لفظ میں آپ کا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ۱۹۴۷ء کے بعد قادیان سے میرے ابّا جان کے خط دو تین سال تک آپ کی معرفت آتے رہے۔ جس وقت خط آتا آپ فوراً بجھوا دیتے اور اکثر ایسا ہوا کہ اگر کوئی پاس نہیں ہے تو خود تشریف لاتے۔ ہمارا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہم نے پوچھا۔ کون ہے؟ فرماتے بشیر احمد اور ہاتھ میں خط ہوتا کہ لو اپنا خط۔ میں نے سوچا کہ جلدی پہنچا دوں تمہیں باپ کے خط کی انتظار ہوگی۔''

ایک بار اپنی کمزوری صحت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اب طبیعت اتنی کمزور ہو چکی ہے کہ بات کرنے اور ملنے کو دل نہیں چاہتا۔ ایک وہ دن تھا کہ تمہاری ڈاک خود پہنچا آیا کرتا تھا۔'' اللہ اللہ ! کس قدر عظیم ہستی تھی۔ آپ کو دوسروں کے احساسات کا کس قدر خیال تھا۔

۱۹۵۰ء کا واقعہ ہے۔ ہمارے گھر کا دروزاہ کھٹکا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت میاں صاحب ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں ایک کام آیا ہوں۔ ہماری بڑی ہمشیرہ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو خواب آیا ہے کہ حضرت نواب صاحب مرحوم تشریف لائے ہیں اور کچھ کھانے کی خواہش کی ہے۔ اس لئے انہوں نے آج پلاؤ اور زردہ کی دیگیں پکوائی ہیں وہ تم کو بجھوا دی جائیں گی۔ مستحقین میں تقسیم کروا دینا۔ لیکن اس طرح نہیں کہ لوگ ہاتھوں میں تھالیاں پکڑے ہوئے آئیں بلکہ ہر ایک کو ٹرے (Tray) میں لگا کر بجھوانا۔

اس سال رمضان المبارک میں تعلیم القرآن کلاس کی طالبات کو لے کر ملاقات کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے باوجود خرابیٔ صحت کے سب کو اپنے کمرہ میں بلا لیا اور ہر ایک کے متعلق دریافت فرمایا اور تعلیم حاصل کرنے کے متعلق بہت مفید نصیحتیں فرمائیں اور پھر غیر معمولی لمبی دعا فرمائی جس سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ کے دل میں مذہبی تعلیم کی کتنی قدرو منزلت تھی۔

تقسیم ملک کے بعد جب پہلی بار جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان جانے کی اجازت ملی تو(میرا نکاح ہو چکا تھا اور رخصتانہ ابھی نہیں ہوا تھا) حضرت میاں صاحبؓ نے ہم بہن بھائیوں اور محترمہ والدہ صاحبہ میں سے کسی ایک کو بھجوانے کی بجائے میرے خاوند شیخ خورشیداحمد صاحب کو بھجوایا اور اباجان کو خط لکھا کہ میں شیخ صاحب کو بھجوا رہا ہوں۔میرا خیال ہے کہ آپ کو ان سے مل کر زیادہ خوشی اور اطمینان حاصل ہوگا۔یہ بعض لحاظ سے آپ کے لئے بیٹوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔'' ۴۳

غرض قادیان کے درویشوں کے ساتھ آپ کی محبت،شفقت اور رأفت ایک ایسی واضح حقیقت تھی جس سے کوئی باخبر احمدی ناواقف نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ان میں سے بیمار ہوتا تو آپ اس کے علاج کے لئے ہر ممکن تدابیر اختیار فرماتے۔ الفضل میں دعا کی تحریک کرتے۔قابل سے قابل ڈاکٹروں کے مشورہ سے ادویہ کا انتظام فرماتے۔ اور اگر کوئی فوت ہو جاتا تو آپ یو ں محسوس کرتے جیسے کوئی عزیز فوت ہو گیا ہے۔بیماری کی حالت میں تکلیف اُٹھا کر بھی اس کا جنازہ پڑھاتے اور کندھا دیتے۔اس کے پسماندگان سے زبانی بھی اور بذریعہ خطوط بھی اظہار ہمدردی فرماتے۔متوفٰی کے نیک اوصاف کا ذکر الفضل میں کرتے۔اور اس کے درجات کی بلندی کے لئے دعاؤں کی تحریک فرماتے اور بعد میں بھی اس کے عزیزوں اور متعلقین کا ہمیشہ خیال رکھتے **اللّٰھم صلِّ علیٰ محمّدٍ و آلِ محمّدٍ۔**

واقفین زندگی کا احترام

یہی سلوک آپ کا سلسلہ کے لئے زندگی وقف کرنے والے احباب کے ساتھ تھا۔مکرمی بشارت احمد صاحب امروہی فرماتے ہیں:

''تقسیم ملک کے بعد ابھی آپ کا دفتر جو دھا مل بلڈنگ میں ہی تھا کہ محترم مولوی عبدالحق صاحب ننگلی مغربی افریقہ میں فریضہ تبلیغ سر انجام دے کر واپس تشریف لائے۔انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملاقات کی خواہش کی۔میں انہیں اپنے ساتھ لے گیا۔اس وقت آپ ایک نہایت ہی ضروری تصنیف میں مصروف تھے۔مجھے دیکھ کر کچھ کبیدہ خاطر ہوئے۔لیکن جونہی میں نے یہ عرض کی کہ یہ مولوی صاحب مغربی افریقہ میں تبلیغی خدمات سر انجام دے کر واپس تشریف لائے ہیں تو آپ کے چہرہ پر بشاشت کی ایک لہر دوڑ گئی۔اسی وقت قلم ہاتھ سے چھوڑ دیا۔اُٹھے

اور مولوی صاحب سے بغل گیر ہو گئے۔اور کافی دیر تک ان سے مغربی افریقہ کے تبلیغی ،تربیتی اور دیگر امور پر گفتگو فرمائی۔

۲: جماعت احمدیہ کا ہر فرد جانتاہے کہ موجودہ مبلغین میں سے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس اور حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری دو ایسے افراد ہیں جنہوں نے بچپن سے لے کر اب تک سلسلہ کی عالمانہ، مخلصانہ اور بے لوث خدمات سر انجام دے کر ایک قابل رشک مقام حاصل کیا ہے۔ حتیٰ کے یہ دونوں حضرات اور مرحوم ومغفور محترم ملک عبدالرحمان صاحب خادم گجراتی حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بھی ''خالد'' کا خطاب حاصل کر چکے ہیں۔میرا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے واقفینِ سلسلہ ،سلسلہ کی خدمت نہیں کر رہے ۔ہر واقف اپنی اپنی طاقت اور قابلیت کے مطابق خدمات سلسلہ میں مصروف ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر کام میں نمایاں مقام حاصل کرنے والے افراد محدود ہی ہوا کرتے ہیں۔چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جتنی مرتبہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اُن کے کام پر زبانی اورتحریر کے رنگ میں خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے اس کی مثال شاید دوسری جگہ نہ مل سکے میں چونکہ اپنے مضمون کے لحاظ سے اس وقت حضرت میاں صاحب مرحوم ومغفور رضی اللہ عنہ کی صفات حسنہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ اسلئے انہی کے ارشادات عالیہ کا ذکر کروں گا۔

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس فرماتے ہیں:

> ''آپ سے مل کر کام کے لئے ایک نئی امنگ دل میں پیدا ہوتی تھی اور آپ کام پر خوشنودی کا اظہار کر کے بھی کام کرنے والوں کی ہمت بڑھاتے تھے۔ چنانچہ میرے ایک خط کے جواب میں جو شاید آپ نے لاہور سے لکھا تھا اپنی بیماری کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:
>
> ''سب دوستوں کو میرا سلام اور شکریہ پہنچا دیں۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ کی مخلصانہ خدمات پر بہت خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو بہترین خدمت سے نوازے۔'' ۴۴

حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری فرماتے ہیں:

''دسمبر ۱۹۶۱ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ کی پختہ عمارت کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس وقت مجھے قریباً نصف صدی پہلے کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے جبکہ میں مدرسہ احمدیہ کا مینیجر ہوتا تھا اس زمانہ میں ایک روز حاجی غلام احمد صاحب سکنہ کریام ضلع جالندھر اور میاں امام الدین صاحب مولوی ابوالعطاء صاحب کو مدرسہ میں داخل کرانے کے لئے لائے۔ اس وقت میں مدرسے کے کچے کمروں میں سے ایک کمرے میں بیٹھا تھا۔ حاجی صاحب نے انہیں مدرسہ میں داخل کرنے کی سفارش کی اور میں نے انہیں داخل کر لیا۔ میں جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے خوشی ہوتی ہے کیونکہ وہ پھل خدا کے فضل سے شیریں ثابت ہوا اور آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو خدمت دین کی توفیق دی۔'' ۴۵ؔ

۲۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت حافظ روشن علی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

''مجھے یاد ہے ایک دفعہ رسالہ الفرقان کے موجودہ ایڈیٹر محترم مولوی ابوالعطاء صاحب کے متعلق انکی طالبعلمی کے زمانہ میں فرمایا کہ یہ نوجوان خرچ کے معاملہ میں کچھ غیر محتاط ہے مگر بڑا ہونہار اور قابل توجہ اور قابل ہمدردی ہے۔ کاش ! اگر حضرت حافظ صاحب اس وقت زندہ ہوتے تو محترم مولوی ابوالعطاء صاحب اور محترم مولوی جلال الدین صاحب شمس کے علمی کارناموں کو دیکھ کر ان کو کتنی خوشی ہوتی کہ میرے شاگردوں کے ذریعہ میری یاد زندہ ہے۔'' ۴۶ؔ

۳۔ محترم مولوی محمد منور صاحب فاضل انچارج مبلغ ٹانگانیکا فرماتے ہیں:

''حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مرحوم و مغفو رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان علمی اور قلمی خدمات کی وجہ سے مجھے طالب علمی کے زمانہ سے ہی اُن سے بڑی محبت تھی۔ ان کی پاکیزہ، مدلّل اور پر جوش تحریرات عقل کو جلا اور ایمان کو استقامت بخشتی تھیں لیکن ان کے خدا داد رُعب اور اپنے طبعی حجاب کی وجہ سے میں نے اُن سے کبھی بات کرنے کی جرأت نہ کی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۸ء میں مجھے مشرقی افریقہ بھجوا دیا گیا۔ یہاں آکر بھی میں نے ان کی خدمت میں کبھی خط نہ لکھا................. نومبر ۱۹۵۲ء میں جب خاکسار رخصت پر پاکستان گیا تو اتفاق سے مسجد مبارک ربوہ کے قریب ہی حضرت میاں صاحب سے ملاقات ہو گئی اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ نیز عرض کیا کہ میں مشرقی افریقہ میں چار سال فریضۂ تبلیغ ادا

کرنے کے بعد واپس آیا ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت میاں صاحب نے مجھے گلے لگا لیا اور خیریت دریافت فرمائی۔ اس معانقہ کا جو لطف مجھے اس وقت آیا بیان سے باہر ہے۔ غالبًا حضرت میاں صاحبؓ مجھے ذاتی طور پر نہیں جانتے تھے نہ ہی میرے آباء کی کوئی نمایاں دینی خدمات تھیں جن کی وجہ سے سے وہ مجھے پہچان سکتے اور نہ ہی حضرت میاں صاحب کی یہ عادت تھی کہ یونہی سڑکوں پر لوگوں سے گلے ملتے پھریں۔ مجھے بھی ان کے رُعب کی وجہ سے معانقہ میں پہل کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن صرف یہ سننے پر کہ میں نے چند سال افریقہ میں اشاعت دین کا کام کیا ہے۔ آپ نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اس رنگ میں للّٰہی محبت کا اظہار کیا کہ اب یہ محبت میرے لئے سرمایہ حیات بن چکی ہے۔''

اگست ۱۹۶۰ء میں جب خاکسار آٹھ سال بعد پھر ربوہ واپس گیا تو حضرت اقدس سیدنا امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دست بوسی کے بعد حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بھی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ ان کے خادم عزیز محمد شریف صاحب آف دیرووال نے اندر اطلاع دی اور پیغام لائے کہ حضرت میاں صاحب کی طبیعت ناساز ہے اس لئے آج نہیں مل سکیں گے۔ میں واپس لوٹ گیا۔ ابھی چار ہی قدم اُٹھائے ہوں گے کہ دوسرا خادم بھاگا بھاگا آیا اور کہا کہ حضرت میاں صاحبؓ یاد فرماتے ہیں۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں۔ رنگ زرد، چہرہ سے تکان اور بے چینی عیاں۔ اپنے پاس ہی بستر پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا پھر فرمایا:

> ''رات اُمّ مظفر کو چوٹ آجانے کی وجہ سے بیخوابی رہی ہے۔ ان کی بے چینی کی وجہ سے میں بھی نہ سو سکا۔ اب ضعف بھی ہے اور گھبراہٹ بھی''

''یہ الفاظ سن کر مجھے بہت شرمندگی ہوئی کہ حضرت میاں صاحبؓ کے لئے تکلیف کا باعث بنا۔ لیکن اس حادثہ کا خاکسار کو مطلقاً علم نہ تھا۔ بعد میں ''الفضل'' سے معلوم ہوا کہ غسل خانہ میں پاؤں پھسل جانے کی وجہ سے ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ اللہ اللہ! میری دلشکنی کا آپ کو اس قدر احساس تھا کہ اپنی تکلیف بھول گئے۔ حالانکہ اگر اس وقت ملاقات نہ ہوتی تو مجھے آپ کے در دولت پر دس مرتبہ جانے میں بھی کوئی

دقت و زحمت نہیں تھی۔'' ۲۷؎

میں سمجھتا ہوں اگر تلاش کی جائے تو اس قسم کی سینکڑوں مثالیں مل جائیں گی جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ آپ نے سلسلہ کے خدام کی کس قدر عزت افزائی کی ہے اور ان سے محبت اور الفت اور رأفت سے پیش آئے مگر ایک محدود رسالہ میں چند مثالیں ہی پیش کی جا سکتی ہیں۔ ان مخلصین کی تو خیر خاص قربانیاں ہیں یہ خاکسار جب ایک طرف اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور پھر اس امر پر غور کرتا ہے کہ دعویٰ واقف زندگی ہونے کا اور خدمات کے لحاظ سے خانہ بالکل خالی تو شرم اور ندامت کے مارے پانی پانی ہو جاتا ہوں۔ مگر حضرت میاں صاحب کی ذرہ نوازی دیکھئے کہ ذرا ذرا سی خدمت کی بھی بہت قدردانی فرماتے تھے۔ نومبر ۱۹۶۱ء میں محترم مولانا قمر الدین صاحب فاضل انسپکٹر اصلاح و ارشاد اور خاکسار کو نظارت اصلاح و ارشاد کی طرف سے مشرقی پاکستان کا دورہ کرنے کے لئے بھجوایا گیا۔ ڈھاکہ کے بعد جب ہم تیج گاؤں میں گئے تو وہاں کی جماعت کے ایمان اور اخلاص کو دیکھ کر ہمیں بہت خوشی حاصل ہوئی۔ جب مسجد میں ساری جماعت اکٹھی ہو گئی تو ایک دوست نے اپنی ایک خواب سنائی جس میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اُسے فرمایا تھا کہ میرے دو نمائندے تمہارے ملک میں آ رہے ہیں۔ ان کی ہدایات پر عمل کرنا۔ اس خواب سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہم نے جماعت میں یہ تحریک کی کہ ہم آپ لوگوں کے ملک میں ایک ماہ کے دورہ پر آئے ہیں۔ انشاء اللہ یہ دورہ مکمل کر کے آخر میں پھر آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ ہمارے آنے سے قبل اپنے سارے بقائے صاف کر دیں اور تبلیغ دین میں دیوانہ وار مصروف ہو جائیں۔ دوستوں نے وعدہ کیا کہ ہم انشاء اللہ ان دونو نصیحتوں پر عمل کریں گے ہم نے اس کاروائی کی حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحبؓ کو بھی اطلاع دی۔ آپ نے جواب میں جو چٹھی لکھی وہ درج ذیل ہے :

''مکرمی و محترمی شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ و مکرمی و محترمی مولوی قمر الدین صاحب انسپکٹر تربیت سلسلہ احمدیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ دونوں کے خطوط موصول ہوئے جنہیں پڑھ کر خوشی ہوئی کہ جماعت کا بیشتر حصہ ایمان اور اخلاص پر قائم ہے اور اپنی دینی اور روحانی ترقی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت ڈالے اور ان کو اور ان کی نسلوں کو

دین ودنیا کے حسنات سے نوازے۔بنگال کے ایک دوست کی یہ رؤیا کہ حضرت امیر المؤمنین نے خواب میں یہ فرمایا کہ میں اپنے دو آدمی بھجوا رہا ہوں ۔بہت مبارک ہے۔یہ مبارک ہے جماعت بنگال کے لئے کیونکہ اس میں ان کے لئے بشارت ہے کہ آپ دونوں حقیقی رنگ میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح کے نمائندہ ہیں اور یہ مبارک ہے خود آپ کے لئے بھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس برکت سے نوازا ہے۔سو آپ اپنے بقیہ دورہ کو خاص کوشش اور بڑی دعاؤں کے ساتھ تکمیل تک پہنچائیں تا کہ آپ کا یہ دورہ بنگال کے دوستوں کے لئے حقیقی معنوں میں ایک نعمت بن جائے۔

بنگال کے لوگوں کو کہیں کہ خدا کے فضل سے سلسلہ کا کافی لٹریچر موجود ہے۔اس کا بنگالی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کریں۔ اگر بڑی کتابوں کے شائع کرنے کی فی الحال توفیق نہ ہو تو چھوٹے چھوٹے رسالوں کو شائع کریں۔ان میں میرا ایک رسالہ ''جماعتی تربیت اور اس کے اصول'' بھی ہے اور دو بڑی مفید تقریریں کوئٹہ اور سیالکوٹ میں کی ہوئی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی بھی ہیں۔اسی طرح اور بہت سا چھوٹا چھوٹا لٹریچر ہے۔میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کشتیٔ نوح کا بھی خلاصہ نکالا ہوا ہے جو''ہماری تعلیم'' کے نام سے چھپ چکا ہے وہ ایک بڑا رُوحانی خزانہ ہے۔

جہاں جہاں جماعت تو ہومگر جماعت کی کوئی اپنی مسجد نہ ہو وہاں مسجد بنانے کی بھی تحریک کریں تا کہ ہر جماعت کا ایک روحانی مرکز قائم ہوجائے۔مسجدوں کے بنانے میں تکلفات کی ضرورت نہیں حسب توفیق سادہ سی مسجد اپنی ضرورت کے مطابق بنا لی جائے۔

نیز یہ بھی تحریک کریں کہ جس طرح مغربی پاکستان میں خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ کے اجتماع ہوتے رہتے ہیں۔اور تربیتی کورس بھی منعقد کئے جاتے ہیں۔اسی طرح بنگال میں بھی انتظام ہونا چاہیے۔

آپ نے جو اس شکایت کے متعلق لکھا ہے کہ بنگال میں بعض عہدیداروں کے انتخاب میں دیر ہو رہی ہے اس کے متعلق ان کو کہیں کہ ناظر صاحب اعلیٰ صدر

انجمن احمدیہ ربوہ کو رجسٹرڈ خط کے ذریعہ توجہ دلائیں اور اس کی ایک نقل مجھے بھی بھجوادیں۔

مجھے بنگال کی جماعت سے بڑی محبت ہے کیونکہ دور کی جماعت ہے اور بڑی علم دوست جماعت ہے۔میں ان سب کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام اور احمدیت کا سچا نمونہ بنائے۔ اور ان کے ذریعہ حق دنیا میں ترقی کرے اور وہ ان تمام نعمتوں سے حصہ پائیں جن کی خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت مل چکی ہے۔

میرا یہ خط جہاں جہاں مناسب ہو سنا دیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد

۲۱-۱۱-۶۰

گو مضمون کے اس حصہ کے ساتھ اس چٹھی کے صرف پہلے حصہ کا ہی تعلق تھا مگر میں نے اس چٹھی کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ساری چٹھی ہی درج کر دی ہے۔

ممکن ہے بعض دوست یہ خیال کریں کہ چونکہ ہم پاکستان کے ایک دور دراز علاقے میں گئے ہوئے تھے اس لئے جو چٹھی ہم لکھتے تھے حضرت میاں صاحب نوّر اللہ مرقدہ اپنی خاص نوازش کے پیش نظر فوراً ہی اس کا جواب عنایت فرماتے تھے۔ اگر مغربی پاکستان میں ہوتے تو شاید اتنی توجہ نہ فرماتے۔یہ درست نہیں آج تک جتنے احباب سے ملاقات ہوئی ہے ایک شخص نے بھی یہ شکایت نہیں کی کہ میں نے چٹھی لکھی مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔مقامی چٹھیوں کا بھی آپ اسی طرح تعہد کے ساتھ جواب دیا کرتے تھے جس طرح دور دراز کے ممالک سے آنے والی چٹھیوں کا ۔چنانچہ لاہور ہی کا واقعہ ہے۔فروری ۱۹۶۱ء کے پہلے عشرہ میں اخویم محترم ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی اور خاکسار آپ کی ملاقات کے لئے حضرت مرزا مظفر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی کوٹھی واقعہ ریس کورس روڈ پر گئے۔ساتھ ایک فروٹ کی ٹوکری بھی تھی۔محترم ملک صاحب موصوف نے استاذی المکرّم حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کا ایک لیکچر جو آپ نے ''انسان کامل'' کے نام سے دیا تھا۔اسے دوبارہ شائع کیا تھا اس کی ایک کاپی بھی آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ساتھ لے گئے تھے مگر اتفاق کی بات ہے آپ سخت تکان کی وجہ سے سو گئے تھے۔ہمیں جب علم ہوا تو ہم بغیر ملاقات کے ہی واپس آ گئے۔دوسرے روز آپ کی طرف سے خاکسار کے نام حسب ذیل چٹھی آئی

جو آپ نے ازراہ نوازش! اپنے دست مبارک سے لکھ کر بھیجی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

عزیزم مکرم شیخ صاحب　　　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مجھے معلوم ہؤا تھا کہ آپ اور ملک عبداللطیف صاحب تشریف لائے تھے۔مگر میں تکان کی وجہ سے سو گیا تھا۔جزاکم اللہ خیرا۔ملک صاحب کا شائع کردہ رسالہ مل گیا ہے بہت خوب ہے اور حضرت میر صاحب کے فوٹو نے اسے مزید شان دے دی ہے۔ہمارے چھوٹے ماموں جان (یعنی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ) ایک عالم دین اور عاشق رسول ہی نہیں تھے۔بلکہ انہوں نے ساری عمر درویشی رنگ (میں) گذار دی۔خدا کے فضل سے ہمارے دونو ماموں(یعنی حضرت میر صاحب موصوف اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ ناقل)اپنی الگ الگ شان اور الگ مقام رکھتے تھے۔مگر مصلحت الٰہی سے دونو نسبتاً کم عمر میں فوت ہو گئے۔بڑے ماموں جان کی کتاب آپ بیتی بھی بڑی دلچسپ اور مفید کتاب ہے۔شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی سے تحریک کریں کہ اسے دوبارہ چھاپ دیں اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی سوانح مرقاۃ الیقین بھی ضرور مکمل صورت میں مع فوٹو چھپنی چاہیے۔ابھی تک جماعت نے اس طرف توجہ نہیں دی۔

غالبًا ملک عبداللطیف صاحب فروٹ کی ایک ٹوکری بھی چھوڑ گئے تھے۔ جزاہ اللہ خیرا۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو حسنات دارین سے نوازے۔

ام مظفر احمد کو پتّہ کا شدید حملہ ہوگیا تھا اب افاقہ ہے۔ میری طبیعت بھی اب نسبتاً بہتر ہے۔

خاکسار مرزابشیراحمد

۶۱-۲-۱۱ لاہور

اس چٹھی سے جہاں آپ کی حساس طبیعت کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہے کہ محترم ملک صاحب کی ایک بظاہر معمولی سی خدمت کو بھی آپ نے خاص طور پر سراہا۔ ساتھ ہی اپنے دونو ماموں صاحبان کا ذکر خیر بھی کر دیا۔ بڑے ماموں کی کتاب ''آپ بیتی'' اور حضرت خلیفۃ المسیح

الاوّلؓ کی سوانح حیات ’’مرقاۃالیقین‘‘ کی دوبارہ اشاعت کی بھی تحریک کر دی اور فروٹ کی ٹوکری کا بھی شکریہ ادا کر دیا۔ اپنی اور حضرت ام مظفر احمد کی صحت کی بھی اطلاع فرما دی۔ گویا ایک مختصر سی چٹھی میں سب ضروری باتوں کا ذکر فرما دیا۔

غرض سلسلہ کی خاطر معمولی سے معمولی قربانی کو بھی آپ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

احباب جماعت جانتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل حکومت مغربی پاکستان نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی کتاب ’’سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب‘‘ کسی غلط فہمی کی بناء پر ضبط کر لی تھی۔اس کے نتیجہ میں یوں تو ساری جماعت ہی کا امن و چین اُڑ گیا تھا۔لیکن حضرت میاں صاحب کا اضطراب تو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا تھوڑا سا نقشہ محترم ثاقب صاحب زیروی مدیر ہفت روزہ ’’لاہور‘‘ کے الفاظ میں سنیئے آپ فرماتے ہیں :

’’یوں تو حضرت میاں صاحب کا ہر لمحہ ہی مجاہدہ دین میں گزرتا تھا۔لیکن اصلاح خلق کے لیے بھیجے گئے امام(علیہ السلام) کے اس مجاہد بیٹے کی آخری بابرکت مہم کا نقش تو ایک عمر تک قلب و ذہن پر مرتسم رہے گا۔ وہ مہم جس میں ملت احمدیہ نے آپ کی اور صاحبزادہ مرزا ناصراحمد (مدظلہ) کی بابرکت قیادت میں امام ہمام(علیہ السلام) کی تصنیف لطیف ’’سراج الدین عیسائی کے چارسوالوں کا جواب‘‘ کی اشاعت پر حکومت مغربی پاکستان کی طرف سے عائد کر دی جانے والی پابندی کے خلاف پُرخلوص و مضطربانہ کوششیں کیں۔ وہ دن جب ہر سچے احمدی کا دل شب و روز روتا، رستا اور بہتا رہتا تھا حضرت میاں صاحبؓ (نوّر اللہ مرقدہٗ) کی ان ایام میں بے قراری تو دیکھنے کی تھی۔ ادھر ہدایت دی جارہی ہے۔ اُدھر نصیحت فرمائی جارہی ہے اور درمیانی وقفے میں الفضل کے لئے نوٹ لکھا جا رہا ہے...... یہ اس بلند و لازوال کا بے پایاں احسان ہے کہ ’’لاہور‘‘ کو بھی حق و صداقت کی اس جدوجہد میں آواز بلند کرنے کی تھوڑی سی توفیق ملی۔ مگر میں نے محسوس کیا کہ حضرت میاں صابؓ نے اپنے اس ناچیز کی اس حقیر خدمت کو ازراہ ثاقب نوازی ہمیشہ بڑھا چڑھا کر بیان کیا ’’ لاہور‘‘ کے ان ایام کے شماروں کا لفظ لفظ بغور مطالہ فرماتے۔ کبھی تحریر فرماتے:

’’عزیزمکرم۔ سرورق کی نظم پڑھی۔ ماشاء اللہ بہت خوب ہے۔ دل میں درد کی اک

ٹیس پیدا کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔‘‘
کبھی ان الفاظ میں اپنے اس بے نوا کی حوصلہ افزائی فرماتے:
’’ آپ کے گزشتہ اداریے نے تو سچ مچ درد مند دلوں میں ایک خاص کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اللہ ارباب حل وعقد کو توفیق دے کہ وہ اس ظلم کی جلد تر تلافی کر سکیں..................۔‘‘
اور کبھی اس بالواسطہ انداز میں حکومت کو اپنی لغزش کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے
’’........... عیسائی حکومت کے مقابلہ پر مسلمان حکومت کی ناانصافی بڑے ہی دُکھ کی بات ہے۔ کاش وہ سمجھے ....‘‘
بس صبح و شام ذکر تھا تو اس کتاب کا۔ سوتے، جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے اعصاب پر فکر سوار تھا تو اس سے ہر اشاعت کی پابندی اُٹھ جانے کا ....بارے درو وکرب کے دن کٹے۔ تکدّر کے بادل چھٹے۔ حکام بالا کو اپنی لغزش اور ایک امن پسند جماعت کے دلی کرب کا احساس ہوا اور لاہور میں مدیران جرائد کے ساتھ چیف سیکرٹری کی ایک خصوصی کانفرنس کے بعد جس میں اس کتاب پر پابندی کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ میں نے لاہور ہی میں صاحبزادہ میرزا ناصر احمد صاحب کو (جو اس وقت کسی ضروری کام سے کراچی تشریف لے جا رہے تھے) یہ مژدہ سنایا کہ انشاء اللہ العزیز یہ پابندی چند دنوں کے اندر اندر اُٹھ جائے گی۔ آپ نے فرمایا:
’’ اللہ ایسا ہی کرے۔ بہتر ہو کہ آپ وقت نکال کر عموّ جان (حضرت مرزا بشیر احمدؓ) کو بھی تمام تفاصیل سنا آئیں۔ اُن کے لئے تو اس فکر نے ایک علیحدہ مرض کی صورت اختیار کر لی ہے۔ خط لکھنے کی بجائے آپ کا خود جانا ان کے لئے زیادہ سکون کا باعث ہوگا۔‘‘
حضرت مولانا ! (حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری ایڈیٹر رسالہ الفرقان) یہی وہ ملاقات ہے وہ نقش لازوال جس کی نورانی اور بابرکت یادوں کی حلاوت عمر بھر میرے محسوسات میں گھلی رہے گی۔ لیجئے اس بادشاہ کی گدا نوازی کی یہ واردات بھی سن لیجئے۔
اسی رات لائلپور میں مشاعرہ تھا جو رات کے ڈیڑھ بجے تک جاری رہا۔ کوئی تین

بجے آنکھ لگی اور فجر کی اذان سنتے ہی کھل گئی۔ اٹھا اور خلاقِ دو جہاں کے حضور سجدۂ تشکر ادا کر کے فوراً ''دارالہجرۃ'' کی طرف روانہ ہو گیا۔ ربوہ میں داخل ہوتے ہی صدر انجمن احمدیہ کے آڈیٹر چوہدری ظہور احمد صاحب مل گئے میں نے ان سے اپنی حضرت میاں صاحب سے ملاقات کی خواہش کا ذکر کیا اور یہ بھی کہ اگر ملاقات جلد ہو جائے تو وقت پر لوٹ کر دفتر میں کچھ کام بھی کر سکوں۔ دھوپ چڑھ آئی تھی۔ حضرت میاں صاحبؓ کی طبیعت بھی اچھی نہ تھی۔ چوہدری صاحب ازراہ مسافر نوازی میرے ساتھ ہو تو لئے لیکن متذبذب اور متأمل انداز میں۔ ''البشریٰ'' کے بیرونی دروازہ ہی سے حضرت میاں صاحب کے خادم خاص بشیر احمد نے مجھے دیکھ کر اندر اطلاع کر دی۔ فوراً دونوں نیاز مندوں کو اندر طلب کر لیا گیا۔ اس طرح کہ جب میں اندر کے کمرے کی دہلیز پر پہنچا تو ایک بھر پور بابرکت آغوش میری عمر بھر کی خطاؤں کو کار ہائے نمایاں میں تبدیل کردینے کیلئے مضطرب وبیقرار تھی۔ بابرکت معانقہ کے بعد خادم نے اپنے مقام یعنی فرش ہی پر بیٹھنا چاہا۔ لیکن آج تو جیسے اس ہیچمدان پر انتہائے التفات کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ وہی سراپا محبوبیت آغوش پھر کھلی اور مجھے باصرار اپنے ساتھ پلنگ پر بٹھایا۔ ہزار محبت سے میری گذارشات سنیں اور ان کے وقفوں میں بار بار''لاہور'' کو بابرکت دعاؤں سے نوازا۔ اور پھر نہ جانے کیا موج آئی بابرکت نگاہوں میں ایکا ایکی مسرت کا ایک نور سا چھلکا۔ فرمایا:

''.................. ہمارے ثاقب صاحب (اُف توبہ۔ اب کان ان دو محبت بھرے لفظوں کے سننے کے لئے عمر بھر ترستے رہیں گے) کچھ کمزور ہو گئے۔ انکے چہرے پر تھکن نمایاں ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟''

عرض کیا۔ ''سیدی ! دراصل رات لائل پور میں مشاعرہ تھا۔ یہ تھکن رات بھر کی بیداری کا نتیجہ ہے۔ ورنہ میں خدا کے فضل اور آپ کی دعاؤں کے طفیل بھلا چنگا ہوں۔'' لیکن ایک دو باتوں کے بعد اسی پیار اور لٹک سے پھر فرمایا:

''.................. خدا معلوم۔ آج ہمارے ثاقب صاحب اتنے تھکے تھکے سے کیوں ہیں۔ اچھا ہم انہیں اپنے ہاتھ سے جوس پلاتے ہیں............۔'' (ہائے وہ رسیلی،

پیاری اور پُر اعتماد آواز اب بھی میری سماعت میں وہی رس گھول رہی ہے)
اتنا کہتے ہی اپنی علالت کو بالائے طاق رکھ کر اُٹھے اور چھوٹے چھوٹے قدم بھرتے ہوئے الماری تک گئے چابیوں کے گچھے میں سے خاص چابی نکالی۔دروازہ کھولا۔خادم کو آواز دے کر اندر سے بُلایا اور جُوس تیار کرنے کی اشیاء نکال کر حوالے کیں۔ ''وہی کھلا کھلا سا کرتہ،ڈھلکی ڈھلکی شلوار،کھلا کھلا بھرا بھرا سا جسم'' اس سارے عرصہ میں محبت سے معمور نگاہیں کنکھیوں سے ہم پر ضیا پوشی کر کے ہمارا اعزاز بڑھاتی رہیں......یہاں تک کہ وہ مبارک لمحہ آ گیا اور ایک گداز اور مبارک ہاتھ میری طرف بڑھا اور میں نے ان بابرکت نگاہوں کی شہ پا کر وہ آب حیات بھرا گلاس حلق سے اتار کر اپنے رگ وریشہ میں دوڑا لیا۔وقت تھا کہ صبا رفتاری سے گذر رہا تھا۔بالآخر ہماری ہی گذا رش پر اجازت رخصت مرحمت ہوئی۔وہی پُر نور آغوش ایک بار پھر کھلی اور اس نے ایک دفعہ پھر اپنے عاصی کو اپنی برکتوں سے ڈھانپ لیا......اور یہ اسی بابرکت ملاقات کے خمار ہی کا نتیجہ تھا شاید کہ میں اور چوہدری صاحب''البشریٰ'' سے نکل کر لجنہ اماء اللہ کے ہال تک پہنچ جانے کے باوجود ایک دوسرے سے کوئی بات نہ کر سکے۔بس ایک پر کیف و روح آفریں سی کیفیت دونوں کے دلوں پر طاری رہی۔جس نے زبانوں پر مہر سکوت لگائے رکھی مبادا اس حلاوت کا ذائقہ کسیلا ہو جائے۔یقیناً ؎

میں اس حسین یاد کو دل میں بساؤں گا ۔۔۔ اک لازوال نقش محبت بناؤں گا۔

مگر اے ذروں کو بیک جنبش نگاہ آفتاب بنا دینے والے دلدار ومحبوب ! اب تُو ہی بتا۔ کہ تیری محبتوں، رعنائیوں اور نوازشوں کے رسیا غلام کہاں جائیں۔کس دروازے پر دستک دیں۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فریشِ بستر علالت ہیں اور تو نگاہوں سے اوجھل۔ خواب وخیال سے دُور۔''۴۸

دیکھئے۔خدام نوزی کی مثال ۔تھوڑی سی خدمت ثاقب صاحب کو کہاں سے کہاں لے گئی؟

خدام نوازی کی ایک اور مثال سُن لیجئے۔مکرم شاہد احمد صاحب بی۔اے ابن محترم چودھری علی محمد صاحب بی ۔اے ۔بی ٹی کا بیان ہے کہ۔

''اسی سال گرمیوں کا ذکر ہے۔میرے والد محترم شدید طور پر بیمار ہو گئے۔حتیٰ کہ

حالت نازک ہو گئی میں گھبرا کر حضرت میاں صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوا۔اس وقت گو آپ کی طبیعت ناساز تھی مگر آپ نے مجھے فوراً اندر بُلا لیا۔اور پوچھا کیا بات ہے؟میں نے اپنے والد صاحب کی شدید بیماری کا ذکر کیا۔فرمایا:

''وہ تو ہمارے پُرانے آدمیوں میں سے ہیں۔میں ان کے لئے دعا کروں گا۔اللہ تعالیٰ اپنا فضل نازل فرمائے۔''

آپ کے ان الفاظ سے مجھے بہت ہی تسلی ہو گئی۔میں جب واپس آیا تو والد صاحب کی حالت سنبھل گئی تھی۔اور شام تک طبیعت بہت بہتر ہو گئی۔

ماتحتوں کی دلجوئی اور قدر افزائی

ایک خاص وصف حضرت میاں صاحب میں یہ تھا کہ آپ اپنے ماتحت عملہ کی بہت دلجوئی اور قدر افزائی فرماتے تھے۔ اور بلند مرتبہ ہونے کے باوجود چھوٹے چھوٹے کارکنوں کے ساتھ آپ کا سلوک بہت ہی عمدہ ہوا کرتا تھا۔بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر کارکن کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اسے حضرت میاں صاحب کے ماتحت کام کرنے کا موقعہ دیا جائے۔محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم فرماتے ہیں کہ تقسیم ملک سے قبل جن ایام میں پنجاب اسمبلی کے حلقہ قادیان اور تحصیل بٹالہ کے ووٹوں کی تیاری کے سلسلہ میں جملہ امور کے انچارج آپ تھے۔ان دنوں بعض اوقات رات دس گیارہ بجے تک کام کرنا پڑتا تھااور جب تک حضرت اقدس کی خدمت میں رپورٹ نہ پیش کر دی جاتی۔دفتر بند نہیں ہوتا تھا۔محترم مولوی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز آپ نے مجھے اپنے مکان پر طلب فرمایا اور ایک رپورٹ پڑھنے کے لئے دی۔وہ رپورٹ الیکشن کے کام کے متعلق تھی اور اسے آپ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں سندھ بھیج رہے تھے۔اس میں خاص طور پر میرے کام کی تعریف کی گئی تھی۔قریباً دو ہفتے کے بعد جب وہ رپورٹ واپس آئی ۔تو آپ نے مجھے پھر یاد فرمایا اور مذکورہ رپورٹ کا وہ پیرا دکھایا جو میرے متعلق تھا۔اس پر حضور اقدس ایدہ اللہ نے جزاہ اللہ احسن الجزاء کے الفاظ تحریر فرمائے تھے۔اس پر آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور خود بھی دُعا فرمائی۔[۴۹]

یقیناً یہ ایک ایسی خوبی ہے جو صرف بہترین افسروں میں ہی پائی ہے عام افسر تو ماتحت عملہ سے رپورٹ تیار کروا کر اپنی طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی خرابی نکل آئے تو رپورٹ

تیار کرنے والے کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے۔

مکرم شیخ **نصیر الدین** صاحب ایم ایس سی سابق مبلغ سیرالیون نائیجیریا کا بیان ہے کہ تقسیم ملک کے بعد

''لاہور میں آپ کا دفتر جو دھامل بلڈنگ میں تھا اس میں عام رواج کے برعکس آپ کا کمرہ پہلے آتا تھا اور آپ کے اسسٹنٹ (مکرم خلیل احمد صاحب ابن مولوی عطا محمد صاحب سابق سیکرٹری مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ) کا بعد میں، اور بسا اوقات یوں ہوتا کہ بعض ملنے والے آ کر دریافت کرتے کہ کیا خلیل صاحب یہاں ہیں؟ تو آپ فرماتے کہ آگے چلے جائیں وہ اس کمرہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

ایک مرتبہ لاہور میں جو دھامل بلڈنگ کے ایک کمرے میں جہاں آپ کے اسسٹنٹ مکرم خلیل احمد صاحب رہتے تھے خاکسار اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک حضرت میاں صاحب وہاں تشریف لے آئے (غالبًا وہ چھٹی کا دن تھا یا دفتر کے بعد کا وقت تھا) اور وہیں ٹہلتے ہوئے مکرم خلیل احمد صاحب کو ایک مضمون لکھوا کر تشریف لے گئے۔ گویا دفتر کے اوقات کے علاوہ وقت میں جب آپ کو مضمون لکھانے کی ضرورت پیش آئی تو نہ آپ نے مکرمی خلیل صاحب کو اپنے گھر بلایا اور نہ ہی ان کو یہ پیغام بھیجا کہ دفتر کھولیں اور آپ کا وہاں انتظار کریں۔ بلکہ خود تیار ہوکر گھر سے تشریف لائے اور خود اُن کے کمرہ میں آ کر ہی مضمون لکھوا دیا۔ تا کہ ان کو ساتھ ہی واقع کمرہ کھولنے کی بھی کوفت نہ اُٹھانی پڑے۔'' ۵۰

مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی آپ کے دفتر میں ہیڈکلرک تھے جب حضرت میاں صاحبؓ ربوہ سے باہر تشریف لے جاتے تو انہیں ہدایت تھی کہ روزانہ ایک چٹھی کے ذریعہ دفتری کاروائی سے اطلاع دیا کریں۔ ہاشمی صاحب فرماتے ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں کسی وجہ سے میرے مختلف تاریخوں کے چار خط آپ کو ایک ہی دن میں ملے۔ اس پر آپ نے مجھے مخاطب کرکے تحریر فرمایا:

'' آج آپ کی طرف سے چار خط اکٹھے ملے اور میرا بوجھ بڑھ گیا۔ اب سوچتا ہوں کہ آپ کا شکریہ ادا کروں یا شکوہ کروں۔''

دیکھئے۔ کس خوش اسلوبی کے ساتھ آپ نے اپنے ایک ماتحت کارکن کو اس کی غلطی کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کے الفاظ سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ایک ماتحت کو اس کی غلطی

سے آ گاہ فرما رہے ہیں۔ بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوست سے خوش طبعی کے طور پر شکوہ کر رہے ہیں۔

حضرت میاں صاحبؓ اپنے خدام کی دلداری کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ محترم ہاشمی صاحب ہی کا بیان ہے کہ

''دو اڑھائی سال کی بات ہے کہ رشتہ میں میرے ایک چچیرے بھائی کی وفات پر جبکہ ان کا لڑکا اُن کی نعش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کے لئے سیالکوٹ سے ربوہ لایا تو میرے عرض کرنے پر کہ اگر آپ کی طبیعت اچھی ہو تو آپ جنازہ پڑھا دیں۔ فرمایا کہ میں جنازہ پڑھا دوں گا اور پھر باوجود علالت طبع کے اور نقرس کی تکلیف کے پاپیادہ کوٹھی سے تشریف لا کر احاطہ مسجد مبارک میں نماز جنازہ پڑھا دی اور میت کو کندھا بھی دیا۔

گذشتہ ڈیڑھ سال سے جب کہ آپ کی صحت اچھی نہ رہتی تھی۔ آپ مختلف تقریبات میں شمولیت سے معذرت کر دیتے تھے۔ میں نے ۷/مارچ ۶۳ء کو اپنی بچی کے رخصتانہ کی تقریر پر دعا کرانے کی درخواست کی۔ جس پر تحریر فرمایا:

''اللہ مبارک کرے۔ اگر صحت ہوئی اور زندگی رہی تو انشاء اللہ حضرت صاحب کی سیر کے بعد آپ کی بچی کی شادی میں شریک ہوں گا۔ وقت کی تعیین کرنا مشکل ہے۔ شاید پونے پانچ بجے کا وقت ہو جائے۔''

چنانچہ آپ از راہِ شفقت تشریف لے آئے اور آپ نے دُعا کو ان کلمات کے ساتھ شروع فرمایا۔

'' مختار احمد صاحب ہاشمی جن کی بچی کا آج رخصتانہ ہے میرے دفتر کے ہیڈ کلرک ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا دوہرا حق ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی بچی کو امن و راحت کی زندگی نصیب کرے۔ اس رشتہ کو مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ میاں بیوی کو اتفاق و اتحاد سے نوازے اور انہیں بابرکت زندگی نصیب ہو۔''

اس کے بعد اجتماعی دعا کرائی۔ ''دوہرا حق'' کے الفاظ میں جو دلجوئی، دلداری، حوصلہ افزائی، محبت اور شفقت کا اظہار ہے وہ میرے لئے اور میرے عزیز و اقارب کے لئے باعث صد فخر ہے اور ہمیشہ رہیگا۔'' ۵۱

صحابہ مسیح موعودؑ سے محبت اور اُن کا احترام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام سے آپ کو بیحد محبت تھی اور آپ ان کا بہت احترام فرمایا کرتے تھے۔ نوجوانوں کو ہمیشہ تحریر کے ذریعہ بھی اور زبانی بھی تحریک فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ اب بہت تھوڑی تعداد میں رہ گئے ہیں۔ ان سے ملتے رہا کرو اور ان کی برکات سے فائدہ اٹھاتے رہا کرو۔ نیز کوشش کرو کہ ان جیسا خلوص، فدائیت اور تعلق باللہ کا رنگ تمہارے اندر بھی پیدا ہو جائے۔

مکرم شاہد احمد صاحب بی اے بیان فرماتے ہیں کہ

> ”مجلس مشاورت ۶۳ء کے پہلے یا دوسرے روز کی کاروائی جب اختتام پذیر ہوئی اور لوگ تعلیم الاسلام کالج ہال سے واپس اپنے گھروں کو روانہ ہوئے تو شام کا وقت تھا اور سخت گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پُرانے صحابی حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری رضی اللہ عنہ پاپیادہ واپس اپنی رہائش گاہ (غالباً فیکٹری ایریا میں کسی گھر میں مقیم تھے) کو جا رہے تھے۔ خاکسار بھی پیچھے سائیکل پر واپس آ رہا تھا۔ اتنے میں حضرت میاں صاحب کی کار بھی پیچھے سے آ گئی۔ حضرت میاں صاحب .... نے حضرت قاضی صاحب کو دیکھ کر اپنی کار رکوائی اور قاضی صاحب کو کار پر بیٹھا کر ان کی رہائش گاہ تک پہنچا کر واپس ہوئے۔“ ۵۲

بعض صحابہ کرام کے ساتھ تو آپ کو اس قدر لگاؤ تھا کہ بعض اوقات آپ خود بھی ان کی ملاقات کے لئے پہنچ جاتے تھے۔ ان بزرگ صحابہ میں سے حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ، حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

نوجوانوں کی تربیت اور بہتری کا خیال

جماعت کے نوجوانوں کی تربیت اور بہتری کا آپ کو ہر وقت خیال رہتا تھا۔ جو نوجوان آپ سے گھر پر یا راستے میں ملاقات کرتا آپ اس سے اس کی تعلیم کاروبار اور مستقبل کے متعلق ارادے معلوم کر کے اسے نہایت ہی مفید اور قیمتی مشوروں سے نوازتے۔

میاں نعیم الرحمٰن صاحب ابن حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دردؔ فرماتے ہیں:

> ”میرے پھوپھی زاد بھائی مکرم رشید احمد صاحب جنہوں نے ایم اے پاس کر لیا

ہوًا تھا۔ اپنی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد قریباً ایک سال تک عملی طور پر فارغ رہے۔ حضرت میاں صاحبؓ کے دریافت فرمانے پر میں نے انہیں بتایا کہ آجکل وہ کوئی ملازمت وغیرہ نہیں کرتے۔ تو میاں صاحب کسی قدر ناراضگی کے انداز میں فرمانے لگے (اس ناراضگی میں بھی درد و کرب کی ایک جھلک نمایاں تھی)

''مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آجکل کے نوجوانوں کو کیا ہوگیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔'' ۵۳؎

غیر از جماعت لوگوں سے ملاقات

آپ کی معاملہ فہمی، تدبر، پُرکشش اور پر وقار شخصیت کا یہ عالم تھا کہ ربوہ میں حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بعد اگر کسی شخص کی طرف ربوہ کے زائرین کی نگاہیں اُٹھتی تھیں تو وہ آپ ہی کا وجود باجود تھا اور حضور ایدہ اللہ کے صاحب فراش ہونے کے بعد تو شاید ہی کوئی زائر ہوگا جو ربوہ آئے اور آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کئے بغیر واپس چلا جائے۔ مکرم شاہد احمد صاحب بی اے فرماتے ہیں کہ:

''دو تین سال ہوئے ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام ایک کبڈی کا ٹورنامنٹ ہوا جس میں لاہور اور دیگر شہروں سے نامور کھلاڑی شریک ہوئے۔ ان تمام کھلاڑیوں کو ربوہ کے مرکزی ادارہ جات اور دیگر مقامات کی سیر کروائی گئی۔ اُن کی خواہش اور درخواست پر حضرت میاں صاحبؓ نے بھی باوجود ناسازئ طبع ملاقات کے لئے وقت دیا۔ چونکہ ملنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے ملاقات کا انتظام ایک کمرہ میں فرش پر ہی کیا گیا تھا۔ آپ نے ہر ایک سے اس کا نام پوچھا۔ مختصر حالات دریافت کئے اور پھر نہایت ہی عمدہ رنگ میں اسلامی نقطہ نگاہ سے صحت جسمانی کی اہمیت بتائی۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعض واقعات بھی سنائے اور اس طرح آپ نے بڑے ہی دلنشیں انداز میں ان کو زریں نصائح سے نوازا۔ جب یہ لوگ ملاقات کر کے باہر نکلے تو آپس میں آپ کی پُروقار اور نورانی شخصیت کا نہایت ہی عمدہ رنگ میں ذکر کرتے رہے۔

ہاں ایک بات کا ذکر بھول گیا۔ جب ایک کھلاڑی نے یہ کہا کہ ربوہ آنے سے پیشتر ہمارے ذہنوں میں جماعت کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں تھیں۔ خصوصاً نماز

اور اذان کے متعلق مگر یہاں آ کر آپ کی دو مساجد میں لاؤڈ سپیکر پر اذان سنکر یہ غلط فہمی رفع ہو گئی ہے تو آپ نے جواباً فرمایا ''ہم نے یہ انتظام اسی لئے کیا ہے کہ تا اگر کسی کے ذہن میں کوئی غلط فہمی ہو تو دُور ہو جائے۔'' ۵۴

اکرامِ ضیف کا نمونہ

اکرام ضیف کے بارہ میں بھی آپ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوری پوری اتباع کیا کرتے تھے۔

محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم و مغفور کا بیان ہے کہ

'' گزشتہ سال حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور خاکسار کو شام کے کھانے پر مدعو فرمایا۔ اس دعوت میں حضرت مرزا عزیز احمد صاحب سلمہ اللہ، مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ اور قریشی مختار احمد صاحب ہاشمی بھی مدعو تھے۔ کھانا پر تکلف تھا۔ آپ نے متبسم چہرہ سے فرمایا کہ میں نے گھر میں کہا تھا کہ درویشوں کی دعوت ہے لہٰذا سادگی کا خیال رکھا جائے لیکن گھر والوں نے کافی تکلف کر دیا ہے۔ کھانے سے فارغ ہونے پر جب آپ ہاتھ دھونے کے لئے اُٹھے تو خاکسار نے آفتابہ سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنا چاہا۔ لیکن آپ نے اصرار سے منع کیا اور فرمایا '' آپ تکلیف نہ کریں۔'' خاکسار نے ہر چند عرض کیا کہ اس میں کچھ تکلیف نہیں بلکہ یہ عین سعادت ہے لیکن آپ نے آفتابہ اُٹھا کر خود ہی ہاتھوں پر پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک اور دوست نے جو ربوہ کے تھے آگے بڑھ کر بہ اصرار آفتابہ لے لیا اور آپ کے ہاتھ دھلوائے۔ آپ نے اکرام ضیف کا جو نمونہ ظاہر فرمایا وہ اسلام کی صحیح رُوح کو قائم کرنے والا ہے۔ **اللّٰھم نوّر مرقدہٗ و قدس سرہ العزیز**

دعوت کے موقعہ پر آپ نے حضرت اقدس علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کے مختلف گروپ فوٹو بھی جو آپ نے گھر کے ایک کمرہ میں لگائے ہوئے تھے دکھائے اور ہر صحابی کے متعلق تفصیل نام بنام بیان فرمائی جو ہم سب کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہوئی۔''

محترم **ملک محمد عبد اللہ** صاحب فاضل کا بیان ہے کہ

''تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں گذشتہ سال مولانا محمد حنیف صاحب ندوی تشریف لائے۔ آپ نے مجلس ارشاد کے زیر اہتمام ایک اجلاس میں کالج کے طلباً سے خطاب کرنا تھا۔ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ ان دنوں بہت بیمار تھے۔ میں نے آپکی خدمت میں لکھا کہ لاہور سے مولانا محمد حنیف صاحب ندوی آئے ہیں۔ حضور سے ملاقات کا بھی پروگرام ہے۔ اگر کچھ وقت عنایت فرما سکیں تو نوازش ہو گی۔ آپ اس قدر بیمار تھے کہ چارپائی سے اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ مگر آپ نے ملاقات کا وقت دے دیا۔ جب ہم ملاقات کیلئے آپ کی کوٹھی ''البشریٰ'' میں پہنچے تو پہلے آپ نے مجھے اندر بلایا اور لیٹے ہوئے فرمایا کہ میری حالت دیکھ لیں۔ میں اٹھ نہیں سکتا۔ آپ مکرم مولوی صاحب کو بتا دیں کہ میں اس موقعہ پر اکرام ضیف کیلئے کھڑے ہو کر ان کا استقبال نہیں کر سکوں گا۔ مجھے معذور سمجھیں۔ میں نے باہر آ کر محترم مولانا صاحب کی خدمت میں یہ بات عرض کر دی۔ ازاں بعد ملاقات ہوئی۔ وقت تو ایک دو منٹ ہی تھا مگر ایک علم دوست انسان کو دیکھ کر حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے کافی گفتگو فرمائی اور پندرہ منٹ کے قریب ملاقات جاری رہی۔ ملاقات کے ختم ہونے پر پھر حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے معذرت فرمائی کہ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے اٹھ کر معزز مہمان کو الوداع نہیں کر سکتے۔'' ۵۵

منکسر المزاجی کا یہ حال تھا کہ

'' قادیان کی ایک بوڑھی خاکروبہ سلام کے لئے حاضر ہوئی اور زمین پر بیٹھنے لگی تو آپ نے فرمایا۔ اٹھو کرسی پر بیٹھو اور وہ عورت جسے گھر کے ایک خادم کے سامنے بھی کرسی پر بیٹھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اور جس کی ساری عمر خاک میں لتھڑے ہوئے گذری اسے بہ اصرار آپ نے کرسی پر بیٹھایا اور اپنے خادم خاص بشیر سے کہا کہ قادیان سے آئی ہے۔ پرانی خادمہ ہے اس کے لئے چائے لاؤ لیکن اس نے یہ کہہ کر کہ ابھی فلاں کے گھر سے چائے پی کر آئی ہوں معذرت پیش کر دی۔ پھر آپ بڑی ہمدردی سے کافی دیر تک اس کے حالات پوچھتے رہے۔ ذرہ نوازی کی ایسی مثالیں ہر زمانہ میں ہی کم ملتی ہیں۔ مگر آج کی دنیا میں تو خصوصاً اخلاق کے یہ

مظاہرے عنقا ہوتے جاتے ہیں۔‘‘

حضرت میاں طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں:

’’پس جب بشیر سے یہ واقعہ سنا تو حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کے لئے دل سے خودبخود ایک بے اختیار دعا نکلی۔ ایک ایسی دعا جو ایک غیرارادی حرکت کی طرح دل سے پھوٹتی ہے۔ اب ایسے ذرہ نواز ایسے منکسر المزاج وجود ہم میں کتنے رہ گئے ہیں۔ جو ہیں خدا انہیں سلامت رکھے اور جو گذر گئے انہیں اپنی رحمتوں کے سائے تلے جگہ دے۔ آمین‘‘ ۵۶

جناب خان سعد اللہ خاں صاحب ایڈووکیٹ آف مردان فرماتے ہیں:

’’۱۸-۱۹۱۷ء کا واقعہ ہے کہ میں زمانہ طالب علمی میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ہاں بارہ پندرہ یوم بطور مہمان رہا۔ علاوہ دیگر واقعات کے مندرجہ ذیل باتوں کا میرے دل پر خاص اثر رہا ہے۔

۱- اپریل کا مہینہ تھا۔ کھانا کھانے کے بعد عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر ان کی بیٹھک کے صحن میں سو جایا کرتا تھا۔ رات تو سوتے وقت مجھے قطعاً خیال نہیں رہتا تھا کہ آیا میرے پاس پینے کے لئے، وضو کرنے کے لئے پانی ہے یا نہیں؟ جب صبح اُٹھتا تو میرے نزدیک میز پر پانی کا جگ، وضو کے لئے پانی کا لوٹا اور تولیہ موجود ہوتا تھا۔ بچپن کی بے پروائی کے باعث حسب معمول اُٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھ کر چائے کے انتظار میں بیٹھا رہتا تھا اور کبھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ پانی کا لوٹا اور تولیہ کہاں سے آجاتا ہے۔ ایک دن صبح کی اذان کے وقت نیم خوابیدہ حالت میں چار پائی پر پڑا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب موصوف میری چارپائی کے قریب پانی کا لوٹا اور کرسی پر تولیہ رکھ کر خود مسجد تشریف لے گئے۔ اسی طرح روزانہ میرے قیام کے دوران وہ کرتے رہے۔

۲- دوپہر کا کھانا ہم اکٹھے کھایا کرتے تھے۔ ایک دن مہمانخانہ میں پٹھانوں نے مجھے کھانے کے لئے ٹھہرایا۔ چنانچہ میں ٹھہر گیا اور کھانا اُن کے ساتھ کھا لیا۔ دل میں یہ خیال نہ آیا کہ حضرت میاں صاحب میرا انتظار کرتے ہوں گے اور اطمینان سے پٹھانوں کے ساتھ گفتگو میں مشغول تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں باہر بازار

میں نکلا تو ایک دکاندار نے مجھے کہا کہ آپ کی تلاش میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب کا ملازم پھر رہا ہے۔ میں فوراً حضرت میاں صاحب کی بیٹھک میں چلا گیا۔ وہاں دسترخوان پر کھانا وغیرہ پڑا تھا۔ مکرمی جناب شمشاد خاں صاحب مرحوم اور حضرت میاں صاحبؓ میرے انتظار میں بیٹھے تھے۔ میں نے السلام علیکم عرض کر کے کہا کہ میں نے تو روٹی کھا لی ہے۔ ان کے ماتھے پر کسی قسم کا ملال کے آثار نہ تھے۔ ہنس کر فرمایا کہ اب ہمارے ساتھ بھی شامل ہو جائیں۔ چنانچہ میں شامل ہؤا۔ کھانا کھایا اور بچپن کی لاپرواہی کے باعث میں معذرت تک نہ کر سکا۔'' ۵۷

منتظمین مہمانخانہ کو نصیحت

اکرام ضیف کا آپ کو اس قدر خیال رہتا تھا کہ دارالضیافت کے منتظمین کو بھی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ مرکز میں آنے والے مہمانوں کا خاص خیال رکھا کریں۔ چنانچہ ایک مرتبہ انہیں پر زور نصیحت فرمائی کہ

''مرکز میں آنیوالے مہمانوں کو خدائی مہمان سمجھ کر ان کے اکرام اور آرام کا انتہائی خیال رکھیں۔ اور ان کی دلداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں اور مرکز کے مہمان خانہ کو ایک روحانی مکتب سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو اس مکتب کا خادم تصور کریں اور اگر کسی مہمان کی طرف سے کبھی کوئی تلخ بات بھی سننی پڑے تو اپنے ماتھے پر بل نہ آنے دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب تک زندہ رہے حضور نے لنگر خانہ کے انتظام کو ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھا تاکہ انجمن کی طرف منتقل ہونے کے نتیجہ میں کسی خدائی مہمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور مہمان خانہ کے دینی ماحول میں فرق نہ آنے پائے۔ سو اب یہ مہمانخانہ جماعت کے ہاتھ میں ایک مقدس امانت ہے اور خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ مرکزی کارکن اس امانت کو کس طرح ادا کرتے ہیں۔ یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ اب کچھ عرصہ سے مہمانخانہ کے انتظام میں کافی اصلاح ہے مگر نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز۔'' ۵۸

اساتذہ کی قدر

حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ اپنے اساتذہ کرام کی بھی بہت قدرو منزلت کیا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت میرزا غلام رسول صاحب پشاوری سے کسی جماعت میں پڑھا تھا۔ ان کی

صاحبزادی محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم پروفیسر بشارت احمد الرحمٰن صاحب ایم اے فرماتی ہیں:

''جب میں آپ کے پاس سلام کرنے اور دعا کی درخواست کرنے جاتی تو مجھے اس امر کا حوالہ دیتے کہ تم میرے استاد کی لڑکی ہو

ایک دفعہ قادیان میں مجھے اور میری ہمشیرہ کو اپنے باغ کا بہت بڑا آم دیا اور کاغذ کی چٹ پر میرا اور میری بہن سکینہ بیگم کا نام لکھ کر اس آم پر چسپاں کر دیا۔ آپ فرماتے تھے ''یہ میرے استاد کی بیٹیاں ہیں۔'' اللہ اللہ! کس قدر عظیم اخلاق کے مالک تھے اور کس طرح ایک چھوٹی سی بات کو ساری عمر یاد رکھا۔'' ۵۹

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب حلالپوری مولوی فاضل و منشی فاضل والد ماجد محترم مولوی محمد احمد صاحب جلیل پروفیسر جامعہ احمدیہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے بھی استاد تھے اور ہمارے بھی استاد تھے۔ آپ جامعہ احمدیہ میں پروفیسر تھے۔ جب ریٹائر ہوئے تو عموماً روزانہ تین آدمیوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ خاکسار ان دنوں محلّہ دارالرحمت میں مسجد کے قریب رہا کرتا تھا۔ سب سے پہلے ازراہ نوازش غریب خانہ پر تشریف لایا کرتے تھے۔ کچھ دیر خاکسار کے ہاں قیام فرما کر ریتی چھلہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے پاس جاتے تھے۔ حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کے آپ سے بہت ہی مخلصانہ تعلقات تھے۔ عموماً گرمی کی رخصتوں میں وہ جہاں بھی ڈیوٹی پر ہوتے آپکو اپنے پاس بلا لیا کرتے تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد بھی ان دونوں بزرگوں کی اکثر آپس میں ملاقات رہتی اور مسائل دینیہ پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ دونو بزرگ لطیف رنگ میں مزاح سے بھی لطف اندوز ہوا کرتے تھے مگر ایک دوسرے کے ادب و احترام میں ذرا فرق نہیں آتا تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب سے کچھ دیر ملاقات کرنے کے بعد آپ شہر میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیراحمد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اس دورہ میں کبھی کبھی مجھے بھی ساتھ چلنے کے لئے ارشاد فرماتے تھے خاکسار یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا کہ حضرت قمر الانبیاء رضی اللہ عنہ تو آپ کو اپنا استاد سمجھ کر عزت واحترام کرتے تھے لیکن حضرت مولویصاحب رضی اللہ عنہ آپ کو شعائر اللہ جانتے ہوئے عزت و تکریم کرتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت میاں صاحبؓ کے اوصاف جمیلہ اور ذاتی عظمت کا بھی بڑا اثر تھا اور یہ مقدس ملاقات بعض اوقات کئی کئی گھنٹے رہتی تھی۔ علمی مسائل بھی زیر بحث آیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی یاد بھی تازہ ہوتی رہتی تھی اور نہایت ہی پاکیزہ مزاح سے بھی دونوں بزرگ خوش وقت ہوتے تھے۔ اللہ اللہ! کیا عجیب بابرکت

زمانہ تھا!

آپ سے ملاقات میں سہولت

قادیان دارالامان اور ربوہ دارالہجرت میں اگر کوئی شخصیت حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بعد سب سے زیادہ پرکشش اور جاذب توجہ تھی تو وہ آپ ہی کی تھی۔ ہر احمدی زائر یہ کوشش کرتا تھا کہ حضرت اقدس کی ملاقات کے بعد آپ کی خدمت میں ضرور حاضر ہو اور یہ صورت تو حضرت اقدس کی صحت کے زمانہ میں تھی۔ حضور کی بیماری میں تو چونکہ حضور سے ملاقات کا موقعہ بہت کم نصیب ہوتا تھا اس لئے ہر وہ شخص جو حضور کی ملاقات سے محروم رہتا وہ ضرور ہی حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جب آپ سے ملاقات کا موقعہ مل جاتا تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا کہ اگر حضرت صاحب کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تو حضرت میاں صاحبؓ سے تو ملاقات کر ہی لی ہے۔

ربوہ میں جب آپ مسجد مبارک میں تشریف لاتے اور بیماری کے ایام میں بھی مغرب کی نماز تو آپ ضرور ہی مسجد مبارک میں پڑھا کرتے تھے تو آپ کی نورانی شخصیت کو دیکھتے ہی تمام نمازی کھڑے ہو جاتے اور ہر شخص مصافحہ کرنے کی کوشش کرتا اور جو نماز کے دوران میں یا بعد میں مسجد میں آتے وہ نماز کے بعد آپ سے مصافحہ کر کے اپنی روحانی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ یہی حال جمعہ کی نمازوں اور عیدین میں ہوا کرتا تھا گو ان ملاقاتوں میں آپ کو خاصی کوفت ہو جایا کرتی تھی لیکن آپ نے کبھی ملال کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ نہایت ہی بشاشت سے آپ مصافحہ کیا کرتے تھے اور اکثر باہر سے آنے والے دوستوں کی خیر وعافیت بھی دریافت فرماتے تھے۔

ایک واقعہ بھی عرض کرتا ہوں۔ محترم **ملک حبیب الرحمٰن** صاحب ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز سرگودہا بیان فرماتے ہیں کہ

> ”گذشتہ عیدالفطر کے موقع پر آپ کی طبیعت بیحد کمزور تھی اور مسجد میں آپ کی نشست کے قریب ایک کرسی رکھی تھی تا کہ حسب ضرورت آپ اس پر بیٹھ کر کسی قدر ستا لیں۔ چنانچہ نماز کے بعد جب دوستوں، بزرگوں، نوجوانوں اور بچوں نے اپنا رُخ آپ کی طرف کیا تا کہ آپ سے مصافحہ کر کے اپنی محبت کی آگ کو کسی قدر ٹھنڈا کریں تو میں جو آپ کے قریب ہی کھڑا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ موقعہ بہم پہنچایا کہ میں محبین اور محبوب کے درمیان کھڑا ہو کر باری باری ایک ایک دوست کو

آ گے کرتا رہا۔ اس دوران میں دو دفعہ آپ کرسی پر بیٹھے اور دو دفعہ ہی اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ دراصل آپ ہر دوست سے کھڑے ہو کر مصافحہ کرنا چاہتے تھے۔لیکن جب ٹانگیں بالکل ہی جواب دے جاتیں تو تھوڑا سا سہارا لے کر چند منٹ بیٹھ جاتے۔ لیکن پھر فرماتے مجھے کھڑا کر دو۔ اس وقت اندرونی درد اور کرب کی وجہ سے آپ کو بے حد تکلیف تھی جس کا اظہار تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد منہ زور سے بھینچ لینے سے ہوتا تھا۔لیکن زبان سے قطعاً اظہار نہ ہوتا تھا بلکہ مصافحہ کے وقت بعض دوست بلکہ بچے تک جب کچھ عرض کرتے تو نہایت خندہ پیشانی، بشاشت اور توجہ سے اس کی بات سنتے اور مسکرا کر جواب دیتے۔ میں نے دو تین دفعہ عرض کیا کہ اگر اجازت دیں تو یہ ملاقات بند کر دی جائے۔لیکن آپ نے ہر دفعہ فرمایا ''نہیں'' حتیٰ کہ مسجد میں موجود لوقت سینکڑوں احباب نے مصافحہ کیا اور بعض نے عرضیں بھی پیش کیں۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ چل کر آپ باہر تشریف لے گئے۔ اللہ اللہ! کس قدر بلند اخلاق ہیں کہ جن کی مثال انبیائے کرام، خلفاء اور سلف صالحین ہی میں مل سکتی ہے۔'' ۶۰

محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب بھی غالباً اسی عید کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب آپ کو :

'' بڑی کوفت ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ اس بیماری کی حالت میں خواہ مخواہ کوفت کیوں اٹھائی۔ فرمانے لگے ''مجھے ہمیشہ یہ احساس رہتا ہے کہ یہ لوگ جو ہماری عزت کرتے ہیں۔ مصافحہ کرتے ہیں اور ملنا چاہتے ہیں یہ سب کچھ اسی لئے کرتے ہیں کہ ہم مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ یہ حضرت اقدس کی نمائندگی کی ذمہ داری ہے اور میں اس بات سے بہت ڈرتا ہوں کہ کہیں اس میں کوتاہی نہ ہو جائے اس لئے تکلیف اُٹھا کر بھی ایسا کرتا ہوں۔'' ۶۱

آپ چونکہ بہت ہی مصروف الاوقات انسان تھے اور ایک بہترین مصنف اور منتظم ہونے کی وجہ سے آپ کو بہر حال ملاقات کرنے والوں کے لئے وقت مقرر کرنا پڑتا تھا۔لیکن اگر کوئی شخص بیوقت بھی آجاتا تو آپ انکار ہر گز نہیں فرماتے تھے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بیماری کے ایام میں بھی گھنٹہ گھنٹہ آپ سے ملاقات کا موقعہ ملا ہے۔ آپ پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں اور اصلاح وارشاد

سے متعلق دوروں کی تفاصیل سن رہے ہیں۔ افراد کے حالات دریافت فرما رہے ہیں اور اکثر ایسی باتیں بیان فرما رہے ہیں جن کا باوجود دورہ کرنے کے ہمیں علم ہی نہیں۔ گذشتہ سے پیوستہ سال جون کے مہینے میں محترم مولانا قمر الدین صاحب فاضل اور خاکسار نے ربوہ سے لے کر کراچی تک کی بعض اہم جماعتوں کا دورہ کیا۔ واپسی پر جب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ضروری کوائف بیان کئے تو آپ نے بعض افراد سے متعلق اخلاص اور ایمان کی بعض ایسی باتیں بیان کیں جن کا ہمیں علم ہی نہیں تھا۔ گھنٹہ بھر برابر آپ لیٹے لیٹے حالات سنتے رہے۔ آہ! اب ہمیں اتنا وقت کون دے گا؟ اور کون اس طرح محبت اور پیار اور دلچسپی سے ہمہ تن گوش ہو کر ہماری باتیں سنے گا؟

مکرم سید فضل الرحمٰن صاحب فیضی آف منصوری کا بیان ہے کہ جون ۱۹۲۵ء میں آپ تبدیلیٔ آب وہوا کی غرض سے ان کے ہاں منصوری تشریف لے گئے۔ مکرم نیک محمد خاں صاحب غزنوی بحیثیت خادم خاص آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں آپ کا روزمرہ کا معمول یہ تھا کہ علی الصبح نماز فجر کے بعد آپ سیر کے لئے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ پھر ناشتہ سے فارغ ہو کر تصنیف کے کام میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ہستی باری تعالیٰ کا مضمون جو بعد میں ''ہمارا خدا'' کے نام سے شائع ہوا وہ آپ نے منصوری میں ہی لکھا تھا۔ بارہ اور ایک بجے کے درمیان کھانا تناول فرماتے اور عصر تک جوابات میں یا ملاقاتوں میں وقت صرف کرتے۔ عصر کے بعد چاء نوش فرما کر شام کی سیر کر کے واپس تشریف لے آتے۔ مغرب و عشاء کے درمیان کھانا تناول کر کے پھر اپنے مخصوص و دلکش انداز میں مجلسی گفتگو سے جو دینی، اخلاقی یا علمی موضوع پر ہوتی۔ حاضرین کو مستفیض فرماتے۔ عشاء کے بعد کچھ مطالعہ فرما کر سو جاتے۔ اس روز مرہ کے پروگرام سے ظاہر ہے کہ ملاقاتوں کے لئے آپ نے عصر سے قبل کا وقت مقرر فرمایا ہوا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص بیوقت بھی ملاقات کے لئے آجاتا تو آپ اُسے مایوس ہرگز نہیں کرتے تھے۔ فیضی صاحب فرماتے ہیں:

> ''مجھے یاد ہے کہ ایک دن بے وقت یعنی جبکہ آپ تصنیف کے کام میں منہمک تھے۔ دو مولوی صاحبان ملاقات کے لئے آگئے تو آپ ان سے بڑی خوشی سے ملے اور پورا وقت دیا۔'' ۶۲

حضرت قمر الانبیاء کا یہ عام معمول تھا کہ ہر ملاقات کرنے والے شخص سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے اور اس کے خاندان کے افراد کی نام بنام خیریت دریافت فرماتے اور ان کے معاملات میں گہری دلچسپی لیتے اور مفید مشوروں سے نوازتے۔ آپ کی رائے بہت صائب ہوا کرتی

تھی اس لئے لوگ اپنے ذاتی مشوروں کے لئے بھی اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔
محترم مولانا برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم فرماتے ہیں:

'' قادیان میں ایک دفعہ خاکسار آپ سے مشورہ کرنے کے لئے آپ کے مکان پر حاضر ہؤا۔ آپ اس وقت اپنے مکان کے دروازے پر ایک دیہاتی سکھ سے باتیں کر رہے تھے۔ بوجہ شدید سردرد کے آپ نے سر پر رومال باندھا ہوا تھا۔ وہ سکھ دیہاتی طریقہ پر اپنے مویشیوں اور کھیتی باڑی کے متعلق بے ضرورت طویل باتیں کر رہا تھا۔ لیکن آپ باوجود علالت طبع کے اس کی باتیں سن رہے تھے اور ان میں دلچسپی کا اظہار فرما رہے تھے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ تک وہ اپنی باتوں کا تکرار کرتا رہا۔ لیکن آپ کے چہرہ پر ملال کے آثار پیدا نہ ہوئے۔ آپ کے یہ اخلاق کریمانہ ہی تھے۔ جو ایک بڑی حد تک آپ کو تمام معاشرہ میں محبوب بنانے کا موجب ہوئے۔

امسال ماہ جون میں جب خاکسار ربوہ سے واپس قادیان جانے لگا تو اس وقت حضرت میاں صاحبؓ کی طبیعت بہت علیل تھی اور ڈاکٹری مشورہ سے ملاقاتیں بند تھیں۔ خاکسار واپس جانے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے آپ کی کوٹھی پر حاضر ہوا اور رقعہ لکھ کر خادم کے ذریعہ اندر بھجوایا۔ جس میں یہ تحریر تھا کہ میں کل صبح واپس قادیان جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس کے لئے اجازت اور دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ نے ازراہ نوازش اندر بلا لیا۔ اس وقت آپ صاحب فراش تھے۔ آپ کو بلڈ پریشر اور انتڑیوں میں سوزش کی وجہ سے بہت تکلیف تھی۔ اس کے باوجود آنمحترم نے مختلف باتیں دریافت فرمائیں اور خاکسار کو رخصت فرمایا۔ آہ! اس وقت کیا معلوم تھا کہ اس محسن حقیقی سے اس حقیر خادم کی آخری ملاقات ہے۔

آپ مجسمہ رحمت و شفقت اور وفا تھے۔ آپ سے مل کر قلبی راحت اور سکون حاصل ہوتا تھا اور رُوحانیت کا چشمہ اُبل پڑتا تھا۔ بیشک دن اور رات کے چکر پہلے کی طرح ہی چلیں گے۔ لیکن وہ نہایت محبوب ہستی اب نہ ملے گی ع

جس سے آتی تھی شعاع امید کی آلام میں
چھپ گئی آخر وہ شمع کسوت ایام میں'' [۶۳]

محترم مولانا غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ محترم چوہدری محمد علی صاحب پروفیسر تعلیم الاسلام کالج سے روایت کرتے ہیں کہ

''ایک دفعہ ترجمۃ القرآن کا کام کر رہے تھے۔ کام فوری اور ضروری تھا۔ دروازہ کے کواڑ بند تھے۔ باہر چوکیدار بٹھایا ہوا تھا کہ ایک آدمی ملنے آیا۔ چوکیدار نے روکا۔ لیکن شمع ''البشریٰ'' کا پروانہ کہہ رہا ہے۔ تم کون ہو روکنے والے۔ میں نے ملنا ہے وہ تکرار کر رہا تھا۔ آواز بلند ہوئی اور حضرت میاں صاحب نے آواز دے کر اندر بلا لیا۔ وہ آیا اور جس طرح ایک بیٹا اپنے باپ سے مشورہ لیتا ہے ایک باغ کے پھل خرید کرنے کا میاں صاحب محترم سے مشورہ لیتا رہا اور میاں صاحب اس طرح مشورہ دیتے رہے جس طرح ایک کسان دوسرے کسان سے باہمی مشورہ کرتا ہے اور حضرت میاں صاحب نے اس وقت گفتگو کے سلسلہ کو بند کیا جب اس نے وداع کے لئے مصافحہ کیا۔'' ۶۴؎

مکرم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب آف منٹگمری فرماتے ہیں :

''۱۹۵۹ء میں حج پر جانے سے پیشتر میں آپ کی خدمت میں دعا کروانے اور ہدایات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے دعا کرنے کا بھی وعدہ فرمایا اور کچھ دعائیں بھی لکھ کر دیں۔ ساتھ ہی فرمایا کہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت پر بہت جلد ایسا وقت آنے والا ہے جبکہ اسے بہت جلد ترقی حاصل ہوگی اور جس طرح سے پہاڑ پر چڑھنے والے شخص کا سانس بھی زیادہ پھولتا ہے اور بلندی پر چڑھنے کی وجہ سے ہر دم پھسلنے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ اسی طرح ترقی کے سلسلہ میں احمدیت پر حالات آنے والے ہیں۔ آپ جب حج پر جاویں تو احمدیت کی ترقی اور اس کی حفاظت کے واسطے خاص طور پر دعائیں کریں۔

۳۱؍مئی ۶۲ء کو ایک عزیز کی وفات پر تعزیت کے سلسلہ میں ربوہ جانے کا اتفاق ہوا۔ عزیزوں کے گھر جانے سے پہلے میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی ملاقات کے لئے آپ کی کوٹھی ''البشریٰ'' گیا۔ جونہی حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو

اطلاع ہوئی اسی وقت آپ ازراہ نوازش اپنے ڈرائنگ روم میں تشریف لائے۔ بندہ کا خیال تھا کہ چند منٹ کچھ حالات عرض کر کے واپس آجاؤں گا مگر آپ کی ذرہ نوازی دیکھئے کہ جماعت احمدیہ منٹگمری اور ضلع منٹگمری کے حالات اور خاکسار کے ذاتی حالات دریافت فرمائے اور قیمتی ہدایات دیں۔ چنانچہ جب کافی وقت گذر گیا تو آپ کی تکلیف کو مد نظر رکھ کر خاکسار نے خود ہی عرض کی کہ اب میں اجازت چاہتا ہوں کیونکہ اس شدید گرمی میں میں نے آپ کو بہت تکلیف دی اور بے آرام کیا ہے۔ میرا یہ فقرہ سن کر فرمایا ''مجھے تو آپ سے مل کر بہت ہی خوشی ہوتی ہے۔''

۱۰رفروری ۱۹۶۳ء کو سلسلہ کے کام کی خاطر خاکسار ربوہ گیا ۔ ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ فرمایا گذشتہ رات جب میں رفع حاجت کے واسطے اُٹھا تو اُٹھتے ہی سر میں چکر آ گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ گرتے گرتے میرے ہاتھ دیوار سے لگ گئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھا۔ میں نے عرض کیا کہ میاں صاحب! جب ڈاکٹر آپ کو بار بار مکمل آرام کا مشورہ دیتے ہیں تو آپ آرام کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا کہ یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا کہ میں خدمت دین سے ہٹ کر آرام کروں۔ اس واسطے جب کبھی تھوڑا بہت افاقہ ہوتا ہے تو کچھ خدمت دین کر لیتا ہوں۔ پھر آپ نے وہ دوائیں دکھائیں جو آپ استعمال فرما رہے تھے۔ چند منٹ علاج کے سلسلہ میں بھی گفتگو ہوئی۔ مگر افسوس کہ یہ آپ سے آخری ملاقات ثابت ہوئی۔'' ۶۵

محترم شیخ محمد شریف صاحب مرحوم مالک پرنس ٹرانسپورٹ نے بیان فرمایا کہ:

''ایک مرتبہ ربوہ جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت میاں صاحبؓ بیمار تھے۔ آپ نے اطلاع ملنے پر ازراہ نوازش خاکسار کو اندر بلالیا۔ درد نقرس کی شدید تکلیف کی وجہ سے پاؤں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ چارپائی پر لیٹے ہوئے ہی اشارہ فرمایا کہ کرسی لے کر میرے نزدیک بیٹھ جاؤ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ ابھی میں نے بیمار پرسی کے لئے ایک فقرہ بھی زبان سے نہیں نکالا تھا کہ آپ نے ہمارے خاندان کے ایک ایک فرد کی خیریت پوچھنی شروع کر دی۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے آج

تک آپ کا کوئی فوٹو نہیں دیکھا اور میری یہ ہمیشہ خواہش رہی ہے کہ آپ سے آپ کا فوٹو حاصل کروں۔ فرمایا: میں نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔

اس کے معاً بعد آپ نے اپنے خادم کو آواز دی مگر کوئی خادم وہاں موجود نہ تھا۔ پھر مجھے اشارہ فرمایا کہ مجھے سہارا دے کر چارپائی پر بٹھا دو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ اس کے بعد آپ نے آہستہ آہستہ اپنے پاؤں چارپائی سے نیچے لٹکائے اور میرے بازو کا سہارا لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس طرح اُٹھنے میں درد نقرس کی تکلیف بہت بڑھ گئی۔ میں سمجھا کہ شاید غسلخانہ میں تشریف لے جانا چاہتے ہیں مگر آپ نے میرے کندھے کا سہارا لیتے ہوئے مجھے اس کمرہ میں پڑی ہوئی الماری کی طرف چلنے کو کہا۔ الماری کھول کر آپ نے کچھ کاغذات اِدھر اُدھر پلٹنے شروع کر دیے۔ چند منٹوں کے بعد ہی معاً اپنی تکلیف کو بھول کر مسکرائے اور فرمایا کہ ''لو مل گئی'' میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹے سائز کا فوٹو ہے۔ وہ فوٹو آپ نے مجھے دیا اور فرمایا کہ مجھے یاد آ گیا تھا۔ ایک دفعہ یہ فوٹو میں نے عرصہ ہؤا الماری میں پڑا دیکھا تھا۔ پھر فرمایا ''میں تو پسند نہیں کرتا مگر بچے کبھی کبھی میرا فوٹو لے لیتے ہیں۔'' اس کے بعد میں نے پھر آپ کو چارپائی پر لٹا دیا۔''

محترم شیخ صاحب مرحوم کے اس واقعہ سے احباب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ نے اپنے ایک خادم کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے کس قدر تکلیف اُٹھائی۔ اگر کوئی اور ہوتا تو اغلبًا یہی کہتا کہ شیخ صاحب! مجھے یاد پڑتا ہے کہ الماری میں کوئی فوٹو ہے تو سہی مگر اس وقت چونکہ کوئی خادم یہاں موجود نہیں اور مجھ سے اٹھا نہیں جاتا اس لئے پھر کسی موقعہ پر آپ کی خواہش پوری کردی جائے گی۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ شیخ صاحب مرحوم نے یہ بیان فرمایا کہ

'' حضرت اُمّ ناصر احمد صاحبہؓ کی وفات کی خبر سنکر خاکسار ربوہ پہنچا۔ جونہی حضرت میاں صاحب کی کوٹھی پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لاہور کے چالیس پچاس احباب کوٹھی کے باہر مغموم حالت میں کھڑے ہیں اور حضرت میاں صاحب سے ملاقات کے خواہاں ہیں۔ میں نے آپ کے خادم سے کہا کہ اگر اندر اطلاع دے سکو تو بڑی مہربانی ہوگی۔ خادم صاحب کا جواب یہ تھا کہ حضرت میاں صاحب پہلے ہی

بیمار تھے۔ پھر حضرت اُمّ ناصرؓ کی وفات کے صدمہ کا ابھی آپ پر کافی اثر ہے اور کچھ مستورات بھی اندر ملاقات کے لئے گئی ہوئی ہیں اس لئے اگر آپ لوگ ملاقات نہ کریں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ ابھی دربان نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ اندر سے محترم میاں مظفر احمد صاحب تشریف لے آئے اور فرمایا۔ شیخ صاحب! کیا آپ ابا جان سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں! میرا یہ جواب سن کر آپ اندر تشریف لے گئے اور دربان سے کہا کہ انہیں اندر جانے دیں۔ میں نے ابھی اندر قدم رکھا ہی تھا کہ مکرم سید بہاول شاہ صاحب نے آواز دے کر کہا۔ شیخ صاحب! کیا آپ اکیلے ہی اندر جائیں گے؟ اور ہم! میں نے کہا۔ آپ بھی آجائیں۔ شاہ صاحب نے میرے اس جواب سے سمجھا کہ شاید میں نے سب دوستوں کو اندر آنے کو کہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس پچاس آدمی میرے پیچھے ہولئے اور سب نے یکے بعد دیگرے جا کر مصافحہ شروع کیا۔ یہ حال دیکھ کر آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ آئندہ جب ہمیں معلوم ہوگا کہ شریف صاحب ملنے آئے ہیں تو ہم یہ سمجھ کر کہ شریف سے مراد چالیس پچاس افراد ہیں کسی بڑے کمرہ کا انتظام کیا کریں گے۔ پھر آپ نے اکثر دوستوں سے ان کے حالات بھی دریافت فرمائے۔'' [۶۶]

آپ کی محبت اور شفقت

سچ تو یہ ہے کہ آپ کی یاد اس زمانہ کے ان ہزاروں انسانوں کو زندگی بھر خون کے آنسو رُلاتی رہے گی جو آپ کی محبت اور شفقت سے حصہ لے چکے ہیں اور بعد میں آنے والے ان واقعات کو پڑھ کر حیران ہوں گے اور تعجب سے کہیں گے کہ کس طرح ایک محدود طاقتوں اور محدود وسائل رکھنے والا انسان ہزاروں انسانوں کو اپنے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے اپنا گرویدہ بنا سکتا ہے۔

محترم مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ لکھتے ہیں:

'' ۴۴ءِ میں سیّدہ ام طاہر بیمار ہوئیں تو آپ نے بڑی توجہ سے صدقات اور خیرات کا اہتمام کیا۔ پھر آپ نے قسم قسم کے پھل سیّدہ موصوفہ کے لئے بہم پہنچانے کا اہتمام فرمایا۔ بلکہ ایک دفعہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو آپ نے لکھا کہ

''جن مبارک میووں کا ذکر قرآن میں آتا ہے وہ سب خرید کر میری طرف سے ہمشیرہ اُمّ طاہر احمد کو بطور تحفہ پیش کرو۔''

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس کی تعمیل کی اور آپ کو اطلاع دی تو آپ کو پھلوں کی پیش کردہ مقدار کم معلوم ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ دوبارہ اور خرید کر پیش کرو۔'' ۶۷

اسی طرح جب سکولوں اور کالجوں کے امتحانات ختم ہوتے تو آپ ہمیشہ غریب طلباً کے لئے نئی کتب کی خرید یا اُوپر کی جماعتوں میں داخلہ وغیرہ کے لئے مخیّر دوستوں سے اپیل کیا کرتے اور فرماتے کہ سلسلہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ بعض غریب طلباً جو از خود تعلیم نہیں پا سکتے تھے وہ سلسلہ کی امداد کے ذریعہ تعلیم پاکر جماعت کے لئے نہایت مفید اور کار آمد وجود بن گئے۔ غرض جماعت کے غریب اور ہونہار طلباً کی تعلیمی ترقی میں آپ ہمیشہ دلچسپی لیتے اور ان کی مدد فرماتے۔ ۶۸

آپ کی شفقت کے ثبوت میں ایک اور واقعہ کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ۱۹۳۳ء میں درد صاحب مرحوم کے ولایت جانے پر بعض لوگوں سے کچھ ناشائستہ حرکات صادر ہوئیں۔ جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز شدید ناراض ہوئے اور حضور نے خود اس معاملہ کی تحقیق شروع فرمادی۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ دوران تحقیق میں ہی کھانے کا وقت آ گیا۔ اس وقت تمام لوگ جو زیر الزام ہوتے تھے خود حضور کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا تناول کیا کرتے تھے۔ الفضل اس امر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ

'' ایسی حالت میں زیر الزام شخص قدرتاً جھینپتے اور شرماتے۔ آگے ہاتھ بڑھا کر کھانے پینے کے لئے کوئی چیز اُٹھانا ان کے لئے دوبھر ہوتا۔ اس وقت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے میزبانی کے فرائض ادا فرماتے اور اپنے ہاتھ سے اشیاء اُٹھا اٹھا کر آگے رکھتے۔'' ۶۹

غلطیوں کی اصلاح

محبت و شفقت کے اس پہلو کے ساتھ ساتھ جب کبھی کسی شخص کو غلط قدم اُٹھاتے دیکھتے تو ایک غیور مومن اور مرد مجاہد کی طرح اس کی اصلاح کی بھی پوری کوشش فرماتے اور اس بارہ میں کسی شخصیت کی قطعاً پروا نہیں کرتے تھے۔

۳۸ء کے جلسہ سالانہ پر ایک اشتہار آپ کی نظر سے گذرا جس میں ایک احمدی مناظر

کے متعلق ''خاتم المناظرین'' کے الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔ آپ نے فوراً اس کے خلاف الفضل میں ایک مضمون لکھا اور فرمایا کہ اول تو کسی فرد جماعت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ سلسلہ کے مناظرین پر قاضی اور حاکم بن کر کسی شخص کے متعلق یہ اعلان کرتا پھرے کہ وہ سلسلہ کا بہترین مناظر ہے۔ کیونکہ اول تو یہ بہت ذمہ داری کا کام ہے۔ دوسرے اس سے کئی قسم کے فتنوں کے پیدا ہونے کا بھی احتمال ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے جماعت کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی کہ خاتم سے مراد وہ برگزیدہ انسان ہوتا ہے جو کسی فن میں ایسا کمال پیدا کرے کہ نہ صرف وہ تمام گذشتہ لوگوں پر سبقت لے جائے بلکہ آنے والے سب کے سب لوگ بھی اس کے خوشہ چین بن جائیں اور کوئی شخص اس کی شاگردی کئے بغیر اس میدان میں کمال پیدا نہ کر سکے۔ پس وہ تاجر صاحب جنہوں نے یہ اصطلاح استعمال کی ہے غور کریں کہ کیا وہ اس دوست کو ایسا ہی با کمال سمجھتے ہیں اور اگر نہیں تو انہوں نے اس اصطلاح کے استعمال میں بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ۷۰

حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کو صحت لفظی کا بھی بڑا خیال رہتا تھا۔ محترم مختار احمد صاحب ہاشمی فرماتے ہیں۔

> ''ایک مرتبہ میری موجودگی میں ایک صاحب نے ایک معاہدہ کی عبارت پڑھ کر سنائی۔ اس میں لفظ مسمّٰی کو مسمّی پڑھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مسمّی مالٹا کی ایک قسم ہے اور یہ صاحب مسمّی نہیں ہیں بلکہ ایک اچھے بھلے آدمی ہیں۔ مسمّٰی پڑھیں۔ اسی طرح دفتر کے کارکنان کو بھی اگر کوئی لفظ غلط پڑھتے تو فوراً ٹوک دیتے اور صحت لفظی کروا دیتے۔'' ۷۱

لطیف مزاح

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاکیزہ اور لطیف مزاح سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''قادیان کی بات ہے۔ غالباً جلسہ کے دن تھے۔ کئی نوجوان باہر آپ کے مردانہ صحن میں مجلس کر رہے تھے اور چونکہ ان میں سے بعض سگریٹ بھی پیتے تھے۔ اس لئے اس ڈر سے کہ حضرت میاں صاحبؓ اُوپر سے نہ آجائیں۔ اندر سے کنڈے لگا کر سگریٹ نوشی کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد ہی آپ تشریف لے آئے۔ دروازہ کھلوایا۔ السلام علیکم کہا اور باہر تشریف لے گئے مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر واپس

آئے اور کمرہ میں داخل ہو کر آدمی گنے۔ ایک دو تین چار پانچ چھ سات اور خاموشی سے سات الائچیاں جیب سے نکال کر میز پر رکھ کر چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد سب کمرے والے اس لطیف مزاح پر بے اختیار ہنس دیے۔ مگر اس ہنسی میں جو خفت تھی وہ شاید آج تک اُن کو نہ بھولی ہو۔''

''آپ کے مزاح اور نصیحت کے امتزاج کے سلسلہ میں ایک بہت پرانی بات یاد آ گئی۔ ابا جان اور امیؔ جب کبھی سفر پر جاتے تھے تو مجھے اور بھائی خلیل کو عموّ صاحب کے ہاں چھوڑ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ہمیں بعض اوقات کئی کئی مہینے آپ کے ہاں ٹھہرنے اور آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقعہ ملتا تھا۔ ایک مرتبہ رمضان کا مہینہ تھا۔ چچی جان بسبب بیماری روزہ رکھنے سے معذور تھیں۔ مگر سحری کے وقت تہجد کی غرض سے اور کچھ کھانے پر خیال رکھنے کی خاطر باقاعدہ ساتھ اٹھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ہم سحری کھا رہے تھے کہ کسی خادمہ کی غلطی پر چچی جان نے ذرا اونچی آواز میں اسے سخت سست کہا۔ عموّ صاحب اُن سے تو کچھ نہ بولے مگر مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ تم جانتے ہو کہ تمہاری چچی جان بیمار ہیں۔ بیچاری روزے تو نہیں رکھ سکتیں البتہ ذکر الٰہی کے لئے اس وقت ضرور اُٹھتی ہیں۔ وہ دن اور رمضان کا آخری روزہ۔ پھر چچی جان نے کبھی سحری کے وقت آواز بلند نہیں کی۔

مزاح کا یہ لطیف رنگ خود بخود بغیر کسی کوشش کے ایسا باموقعہ اُبھرتا تھا کہ فضا کو رنگین بنا دیتا تھا اور بعض اوقات تو اس میں ایسا بیساختہ پن پایا جاتا تھا کہ ظہور کے وقت تک مزاح چپ چاپ سنجیدگی کے پردوں میں چھپا رہتا تھا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔

ابھی دو تین دن کی بات ہے کہ ابا جان عموّ صاحبؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے۔ ایک دفعہ یہ ذکر ہو رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اونٹ کا گوشت بھی کھایا تو میاں شریف (چھوٹے چچا جان) جو اس وقت چھوٹے سے تھے بولے کہ ہاں مجھے بھی اچھی طرح یاد ہے میں بھی اس وقت پاس ہی تھا اس پر میاں بشیر (یعنی عموّ صاحب) نے نہایت سنجیدگی سے کہا کہ ہاں آپ ٹھیک

کہتے ہوں گے اور آپ نے ضرور کھایا ہوگا کیونکہ یہ آپ کی پیدائش سے چالیس سال پہلے کا واقعہ ہے۔ لطیف پُروقار مزاح اور نصیحت کی دلنشیں آمیزش جس رنگ میں آپ کر سکتے تھے شاذو نادر ہی کوئی کر سکتا ہوگا۔ اس کی بیسیوں نہیں سینکڑوں مثالیں ہیں بلکہ شاید ہی آپ کی زندگی کا کوئی ایسا دن ڈوبا ہوگا جس میں آپ کی زبان سے کوئی ادبی شہ پارہ نہ نکلا ہو۔ مگر افسوس کہ نہ تو یہ سب باتیں محفوظ ہوسکی ہیں نہ ہی یہ موقعہ ہے کہ اس ذکر کو اور لمبا کیا جا سکے۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ نصیحت صرف مزاح کی ملونی کے ساتھ ہی کیا کرتے تھے۔ بلکہ آپ ایک قادر الکلام فصیح و بلیغ عالم تھے اور ہمیشہ اقتضائے حال کے مطابق کلام فرماتے تھے۔ جب سنجیدگی کی ضرورت محسوس کرتے تو سنجیدگی سے کام لیتے تھے اور جب جلال کا موقعہ ہوتا تھا تو جلال کا اظہار فرماتے۔'' ۲۷

تحفہ قبول فرماتے

آپ کی یہ عادت تھی کہ آپ آنحضرتﷺ کی سنت کے مطابق دوسروں کو تحفہ دیتے بھی تھے اور اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں تحفہ پیش کرتا تو اسے قبول بھی فرما لیا کرتے تھے اور بسااوقات اس کا ایسے انداز میں ذکر فرماتے تھے کہ تحفہ پیش کرنے والے کو یہ شبہ ہو جاتا کہ شاید اس نے کوئی گراں قدر چیز پیش کی ہے۔

حضرت صاحبزادہ **مرزا طاہر احمد** صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''قادیان میں ہمارا گھر آپ کی ہمسائیگی میں تھا بلکہ دروازہ سے دروازہ ملا ہوا تھا اور جہانتک مجھے یاد ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کو کوئی تحفہ آیا ہو یا گھر میں کوئی پسندیدہ چیز بنی ہو اور آپ نے اس میں سے کچھ ہمارے ہاں نہ بھجوایا ہو۔ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اکرمﷺ کا یہی طریق تھا۔ کبھی ہمارے ہاں سے کوئی تحفہ جاتا تو برتن کبھی خالی واپس نہ بھیجتے۔ گھر میں جو کچھ بھی تحفہ کے لائق پاتے کچھ نہ کچھ بھجوا دیتے بغیر تکلف کے، بغیر اس حجاب کے کہ وہ تحفہ آئے ہوئے تحفہ سے بظاہر کم تر ہے۔ مجھ سے ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی طریق تھا۔'' ۳۷

”ملفوظات مسیح موعودؑ کی خریداری کی تحریک کا ایمان افروز واقعہ

محترم مرزا احمد بیگ صاحب ریٹائرڈ انکم ٹیکس آفیسر کا بیان ہے کہ

”گذشتہ سے پیوستہ مجلس مشاورت کا ذکر ہے کہ آپ سے ملاقات کی خواہش لے کر در دولت پر حاضر ہوا۔ باہر تشریف لے آئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے اور میرے گھریلو حالات اور بچوں کے متعلق دریافت فرماتے رہے۔ اسی دوران میں مَیں نے عرض کیا کہ حضور! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے سیٹ کا میں خریدار ہوں اور دس جلدیں جو شائع ہوئی ہیں وہ میں نے حرف بحرف پڑھ لی ہیں۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ملفوظات بھی پڑھنے چاہئیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! میری مالی حالت اس وقت ایسی ہے کہ میں فی الحال ملفوظات نہیں خرید سکتا اسی وقت ایک رقعہ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کے نام لکھ دیا کہ وہ مجھے تینوں جلدیں آپ کے حساب میں دے دیں۔ ہر چند میں نے عرض کیا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن بہ اصرار فرمایا کہ نہیں! ضرور لے جاؤ۔ آخر میں نے عرض کیا کہ میں اس شرط پر لے جاتا ہوں کہ جب مجھے توفیق ہوگی۔ میں یہ قیمت واپس کردوں گا۔ فرمایا اچھا بھئی جب تم واپس کر دو گے تو میں کسی اور کو دیدوں گا۔ اللہ اللہ! کس قدر شفقت تھی اس مبارک وجود میں۔“ [۳۷]

بنی نوع انسان سے ہمدردی اور شفقت

بنی نوع انسان سے ہمدردی اور شفقت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کسی کی تکلیف اور پریشانی کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ جو حاجتمند آپ کے دروازہ پر آتا وہ خالی لوٹ کر ہرگز نہیں جاتا تھا۔ آپ اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق ضرور اس کی امداد فرماتے تھے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا انسانوں کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ کوئی شخص اپنی کاروباری مشکلات کو پیش کر کے مشورہ کرنے آ رہا ہے۔ کوئی کسی مقدمہ کے بارہ میں امداد طلب کرنے آ رہا ہے۔ کسی کو بیماری نے پریشان کر رکھا ہے اور وہ آپ سے علاج کے لئے مشورہ طلب کرنا چاہتا ہے۔ کوئی مقروض ہے۔ قرض خواہوں نے اسے تنگ کر رکھا ہے اور وہ دعا کروانا چاہتا ہے۔ مگر آپ ہیں کہ ہر ایک کی بات کو بڑے تحمل اور بردباری سے سن رہے ہیں اور جو امداد کا مستحق ہے اس کی امداد کر رہے ہیں۔ جو مشورہ کا محتاج ہے اُسے مشورہ دے رہے ہیں۔ جو دعا کا

طالب ہے اسے دعا دے رہے ہیں۔

حضرت مرزا مظفر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ کی وفات پر :

''تعزیت کے لئے جو احباب تشریف لائے ان میں سرگودھا کے ایک غیر از جماعت دوست بھی تھے۔ وہ جس صاحب کے ساتھ آئے تھے انہوں نے بیان کیا کہ جب سے انہوں نے حضرت میاں صاحب کے وصال کی خبر سنی ہے انہیں اس کا شدید صدمہ ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ یہ دوست کہنے لگے کہ میں ایک مقدمہ میں ماخوذ تھا اور بغیر کسی تعارف یا واقفیت کے ربوہ حضرت میاں صاحب کے مکان پر چلا آیا۔ اندر اطلاع بھجوائی کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ خادم جواب لایا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں میری طبیعت اچھی نہیں۔ اگر پھر کسی وقت تشریف لائیں تو بہتر ہوگا۔ وہ کہنے لگے کہ میں اپنی تکلیف میں تھا۔ اس لئے میں نے اصرار کیا کہ میں نے ضرور ملنا ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ میاں صاحب مکان سے باہر بڑی تکلیف اور مشکل سے دیوار کے ساتھ قریباً دونوں ہاتھوں سے سہارا لئے آہستہ آہستہ چلے آ رہے ہیں۔ وہ دوست کہنے لگے میں بہت پشیمان ہوا کیونکہ مجھے اندازہ نہ تھا کہ آپ کو اس قدر تکلیف ہے۔ آ کر برآمدہ میں بیٹھ گئے اور میرے حالات بڑی توجہ سے سنے اور فرمایا میں آپ کیلئے ضرور دعا کروں گا۔'' ۵۷

ایسی شدید بیماری کی حالت میں ایک غیر معروف شخص کے لئے بڑی مشکل سے باہر تشریف لانا اور پھر اس کی بات کو بڑی توجہ اور اطمینان کے سننا ہمدردی بنی نوع انسان کی ایک ایسی مثال ہے جو اور جگہ بہت کم نظر آتی ہے۔ دو مرتبہ تو میرا اپنا بھی تجربہ ہے کہ جب میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو بڑی مشکل سے دیوار کے ساتھ ہاتھوں کے ذریعہ سہارا لے لے کر باہر تشریف لائے اور سہارے سے کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور سہارے سے اُٹھے۔

آپ کی ہمدردی کے واقعات تو بیشمار ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا درج کرنا بھی کتاب کے حجم کے لحاظ سے ممکن نہیں مگر اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا ایک واقعہ عرض کئے دیتا ہوں۔ ۱۹۵۰-۵۱ء میں خاکسار ربوہ میں نظارت اصلاح وارشاد کے صیغہ نشر واشاعت کا انچارج تھا۔ اخراجات کی زیادتی اور آمد کی کمی کی وجہ سے کافی مقروض ہوگیا تھا۔ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں دعا کی درخواست کے لئے حاضر ہوا۔ جب اپنی آمد اور ضروریات زندگی کو پیش کیا تو آپ سن

کر بیتاب ہو گئے اور اور غیر ارادی طور پر آپ کے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کو جا لگے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس وقت آپ نے میرے حق میں کوئی ایسی دعا کی جس کا اثر آجتک میں محسوس کر رہا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دن کے بعد میرے حالات بدل گئے اور سہولت اور اطمینان کے ساتھ گذر اوقات ہونے لگا۔ فالحمدللہ علی ذالک

ہر مصیبت زدہ کی امداد

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ بیشمار مصیبت زدہ لوگ آپ کی خدمت میں اپنا دُکھ درد بیان کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے اور آپ حتی المقدور ان کے دکھوں اور مصیبتوں کو دور کرنے کی انتہائی کوشش فرماتے تھے۔ ان مصیبت زدہ لوگوں میں سے بعض تو وہ ہوتے تھے جو زبانی یا تحریری طور پر امداد حاصل کرنے کے لئے درخواست بھی کر دیتے تھے لیکن بعض سفید پوشی یا سوال سے بچنے کی وجہ سے امداد کی درخواست نہیں کرتے تھے لیکن مستحق ضرور ہوتے تھے اور بعض ایسے بھی ہوتے تھے جو نہ درخواست کرتے تھے اور نہ اپنی تکالیف کا ذکر کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحبؓ ان تینوں قسم کے لوگوں کا خیال رکھتے تھے۔ محترم مختار احمد صاحب ہاشمی ہیڈ کلرک دفتر خدمت درویشاں بیان کرتے ہیں کہ

> ''ایک مرتبہ مجھے ہدایت فرمائی کہ اگر آپ کی نظر میں کوئی امداد کا مستحق ہو اور وہ خود سوال کرنے میں حجاب محسوس کرتا ہو تو ایسے افراد کا نام آپ اپنی طرف سے پیش کر دیا کریں مگر یہ خیال رہے کہ وہ واقعی امداد کا مستحق ہو۔ چنانچہ میں اس عرصہ میں ہر موقعہ پر مستحق افراد کے نام پیش کر کے انہیں امداد دلواتا رہا ہوں۔
>
> ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے چند غرباء کو رقم بطور امداد ادا کرنے کی مجھے ہدایت فرمائی مگر میں خاموش ہو رہا۔ اس پر حضرت میاں صاحبؓ نے میری طرف دیکھتے ہوئے میری خاموشی کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ امدادی فنڈ ختم ہو چکا ہے اور کوئی گنجائش (Balance) نہیں ہے۔ آپ نے مشفقانہ نگاہوں سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا۔ گھبرائیں نہیں۔ رقم اوورڈرا (Over Draw) کر کے ادا کردیں۔ اللہ تعالیٰ بہت روپیہ دے گا۔ چنانچہ اگلے چند دنوں میں اس مد میں سینکڑوں روپے آ گئے۔'' ۶۷؎

غرباء پروری کا یہ جذبہ اتنا عام اور نمایاں تھا کہ اپنے تو خیر اپنے ہی تھے۔ غیر احمدی اور

غیر مسلم بھی اس چشمہ سے برابر فیضیاب ہو رہے تھے۔ چنانچہ آپ کی وفات پر جالندھر سے نکلنے والے ایک اخبار ''بھیم پترکا'' نے لکھا:

''احمدی جماعت کے ممتاز اور ٹھکرائی خلق کے عظیم خدمتگار مرزا بشیر احمد صاحب ایک لمبی علالت کے بعد چند دن ہوئے پاکستان میں رحلت فرما گئے۔ مرزا صاحب علم و ادب اور بلند ترین انسانی قدروں کے مجسمہ تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی کے لئے صرف کی۔ اچھوت پکارے جانے والے کروڑوں دبے کچلے لوگوں کو سماجی مخلصی سے نجات دلانے کے لئے جو قابل داد خدمت انہوں نے اپنے حیران کن طریقوں سے سرانجام دی اس کے لئے انہیں ہمیشہ کے لئے یاد کیا جاتا رہے گا۔'' [۷۷]

عظیم حوصلہ اور قوت برداشت

آپ عظیم حوصلہ اور قوت برداشت کے مالک تھے جس کی وجہ سے آپ کی نظر بڑی وسیع تھی اور آپ ہر امر کے حسن و قبح پر برابر نگاہ رکھتے تھے۔ چنانچہ تقسیم ملک کے وقت ۱۹۴۷ء میں جو عظیم مصیبت اور رُوح فرسا حادثہ ہندوستان کے مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑا۔ اس سے احمدی بھی مستثنیٰ نہیں تھے بلکہ ایک لحاظ سے احمدیوں کو ذہنی لحاظ سے زیادہ دھکا لگا اور وہ اس طرح کہ پہلی تقسیم کی رُو سے قادیان پاکستان میں شامل ہو گیا تھا مگر ریڈکلف ایوارڈ کے قطعی اعلان پر معلوم ہوُا کہ قادیان انڈیا میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس پر اکثر احمدی جو ذہنی طور پر اس خبر کو سننے کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔ سخت گھبرا گئے۔ مگر آفرین ہے آپ پر کہ ہزاروں دلوں کی ڈھارس کا موجب بنے۔ حضرت مولانا **ابوالعطاء** صاحب جالندھری فرماتے ہیں:

''جس دن یہ اعلان ہوا وہ رمضان المبارک کا آخری دن تھا۔ ہم لوگ مسجد اقصیٰ میں اعتکاف میں تھے۔ قرآن مجید کا درس ختم ہوا تھا اور دعا کے لئے سب احباب مسجد اقصیٰ میں جمع تھے۔ ہمیں وہاں پر ہی یہ اطلاع مل گئی جس سے طبیعتوں پر بہت افسردگی تھی۔ دوسرے دن عید تھی میں مسجد اقصیٰ سے اعتکاف کے خاتمہ پر مغرب کی نماز کے بعد اپنے گھر واقعہ دارالعلوم کو جا رہا تھا۔ دل نے چاہا کہ حضرت میاں صاحبؓ سے مل کر جاؤں۔ ان کے مکان پر پہنچا تو بعض اور احباب بھی افسردگی کی حالت میں حضرت میاں صاحب سے مل رہے تھے۔ جونہی میں آگے

بڑھا تو آپ نے نفس پر جبر کر کے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا:

''مولویصاحب! اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ اب جماعت احمدیہ کو بھارت میں تبلیغ اسلام کا خوب موقعہ ملے گا۔'' ۸۷

یہ فقرہ کہہ کر آپ نے ہزارہا مغموم اور افسردہ دلوں کو ڈھارس دلا دی اور عجیب بات یہ ہے کہ واقعات کی رُو سے بھی آپ کا یہ فرمان درست ثابت ہؤا۔

ڈوبتے ہوؤں کا سہارا

ہمدردیٔ مخلوق کا یہ حال تھا کہ آپ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی احمدی کسی انتظامی سختی کا شکار ہو کر سلسلہ سے کٹ جائے۔ ایسے شخص کو سمجھانے کی آپ ہر ممکن کوشش فرماتے تھے۔ زبانی بھی اور تحریری بھی اور شکایت کے جائز حصہ کا ازالہ کر کے بھی اور اس طرح آپ نے متعدد ڈوبتے ہوئے افراد کو بچا لیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب کو تو اللہ تعالیٰ نے نگران کا مقام عطا فرمایا ہے اگر حضور سختی بھی کریں تو نظام سلسلہ کی حفاظت کے لئے آپ کا حق ہے۔ لیکن میں ہر ممکن کوشش کرتا ہوں کہ سمجھا بجھا کر ٹھوکر کا شکار ہونے والے افراد کو بچا لوں۔

بیمار پُرسی اور اظہار تعزیت سے متعلق آپکا نمونہ

آپ کا طریق کار یہ تھا کہ مخلصین سلسلہ میں سے اگر کوئی بیمار پڑ جاتا تو علم ہونے پر آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لیجاتے اور اکثر اپنی بیماری کے ایام میں بھی اس فرض کو سرانجام دیا۔ لیکن جب چلنا دشوار ہوگیا تو پھر زبانی طور پر یا بذریعہ تحریر بیماروں کی حالت سے متعلق دریافت فرماتے رہے۔

مکرم شیخ نصیر الدین صاحب سابق مبلغ سیرالیون نائیجیریا لکھتے ہیں کہ:

''میرے والد صاحب مرحوم حافظ ڈاکٹر بدر الدین احمد صاحب کی وفات سے چند روز قبل برادرم مکرم حمید صاحب اختر نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں ان کی تشویشناک بیماری کا ذکر کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ آج شام کے قریب میرے پاس آنا۔ ہم اکٹھے ان کو دیکھنے کے لئے جائیں گے۔ چنانچہ شام کے قریب آپ والد صاحب کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ حالانکہ ان دنوں آپ خود بھی بیمار تھے۔ والد صاحب حضرت میاں صاحبؓ کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہے تھے لیکن حضرت میاں صاحب نے آپ کو لیٹے رہنے کا

ارشاد فرمایا۔ والد صاحب حضرت میاں صاحب سے چند الفاظ بول کر بے اختیار رو پڑے۔ حضرت میاں صاحبؓ نے آپ کو تسلی دی لیکن ساتھ ہی اُٹھ کر والد صاحب کی طرف پشت کر کے دروزاہ میں کھڑے ہوگئے جس کی وجہ یہ تھی کہ خود حضرت میاں صاحبؓ کا دل بھر آیا تھا اور اپنے آپ پر قابو پانے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد دوسرے کمرے کی طرف تشریف لائے جہاں میری والدہ اور ہمشیرگان تھیں اور ان کو مخاطب ہو کر نصیحت فرمائی کہ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کو ان کی خدمت کا موقعہ ملا ہے۔ آپ ڈاکٹر صاحب کا اچھی طرح سے خیال رکھیں۔

جب آپ بیمار پرسی کے بعد گھر سے باہر تشریف لائے تو مکرمی حمید احمد صاحب اختر سے دریافت فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کے لڑکے کہاں ہیں؟ حمید احمد صاحب نے بتایا کہ عزیزم منیر الدین احمد صاحب سکھر میں سوئی گیس میں ملازم ہیں اور خاکسار کے متعلق بتایا کہ وہ اس وقت مغربی افریقہ میں بطور مبلغ کام کر رہا ہے۔ اس پر حضرت میاں صاحبؓ نے حمید احمد صاحب سے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کی حالت اچھی نہیں ہے لہٰذا عزیزم منیر الدین احمد کو فوراً اطلاع کر دی جائے تاکہ وہ اس موقعہ پر یہاں آ کر اپنے والد سے مل لیں۔

والد صاحب کی وفات سے قبل حضرت میاں صاحب بغرض علاج لاہور تشریف لے جا چکے تھے۔ مکرمی حمید احمد صاحب اختر نے بذریعہ ٹیلیفون آپ کو والد صاحب کی وفات کی اطلاع دی۔ آپ نے اناللہ پڑھنے کے بعد دریافت فرمایا کیا منیر الدین احمد ربوہ پہنچ گئے ہوئے ہیں؟ حمید صاحب نے بتایا کہ وہ ابھی تک نہیں پہنچے۔ اس پر آپ نے تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا ضرور انتظار کر لیا جائے۔ نیز ہدایت فرمائی کہ والد صاحب کے جسم کے پاس برف رکھی جائے اور چارپائی کے چاروں پایوں کے نیچے پانی رکھا جائے۔ نیز یہ کہ نعش کے پاس ہر وقت کوئی نہ کوئی موجود رہے۔

اگلے روز والد صاحب کا جنازہ پڑھا گیا۔ قبرستان پہنچنے میں بہت دیر ہوگئی۔ سب نے یہی رائے دی کہ اب بغیر کسی کے انتظار کے نعش کو دفنا دیا جائے۔ اس

پر مکرمی حمید احمد صاحب نے بتایا کہ حضرت میاں صاحب کا لاہور سے ارشاد آیا ہے کہ عزیزم منیر احمد کا ضرور انتظار کر لیا جائے۔ چنانچہ تھوڑے سے مزید انتظار کے بعد عزیزم منیر الدین احمد آ پہنچے .... اگر چند منٹ قبل میت کو دفنا دیا جاتا تو وہ والد صاحب کا چہرہ دیکھنے اور آخری دعا سے بھی محروم رہ جاتے۔

والد صاحب کی وفات کے بعد میری والدہ صاحبہ نے میری بڑی ہمیشرہ کو اپنا ایک سونے کا کنگن دے کر حضرت میاں صاحب کے پاس بھیجا کہ اس کو درویشان قادیان کے مصارف میں استعمال کر لیا جائے۔ ہمیشرہ صاحبہ کو یہ یقین تھا کہ حضرت میاں صاحب اس کو بخوشی قبول فرما کر دفتر خدمت درویشاں میں بھجوا دیں گے۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر اُسے واپس کر دیا کہ اُن سے کہیں کہ اسے ابھی اپنے پاس رکھیں۔ بعد ازاں والدہ صاحبہ خود حضرت میاں صاحبؓ کے پاس گئیں اور پھر یہی پیشکش کی۔ آپ نے فرمایا آپ کو اس کا ثواب پہنچ گیا ہے۔ نہ جانے آپ پر کیا حالات آئیں۔ یہ چیز آپ کے کام آئے گی۔'' ۹۷

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ فوت ہونے والوں کے پسماندگان کے ساتھ کس قدر ہمدردی رکھتے تھے اور ان کی بہتری اور بہبودی کا آپ کو کتنا خیال رہتا تھا۔

محترم ثاقب صاحب زیروی ایڈیٹر رسالہ ''لاہور'' کے والد ماجد کی وفات پر آپ نے مورخہ ۲رمئی ۱۹۶۳ء کو جو تعزیت نامہ لکھا وہ درج ذیل ہے:

''عزیز مکرم ثاقب صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۶۳-۰۴-۲۹ موصول ہوا۔ جب والد صاحب کی وفات پر غم والم کے جذبات کا ہجوم ہوا کرے تو آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام یاد کر لیا کریں جو حضور کو اپنے والد یعنی ہمارے دادا کی وفات پر ہوا تھا۔ ''الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ''

''یعنی اے میرے بندے تو کیوں گھبراتا ہے کیا میں تیرے لئے کافی نہیں اور کیا تیرے بوجھوں کے اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا؟''

اس خط میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ''الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ'' درج فرما کر ثاقب صاحب کی زندگی میں کس قدر شاندار انقلاب پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کی وفات پر اُن کی صاحبزادی محترمہ امۃ الرحیم صاحبہ کو عراق کے پتہ پر جو چٹھی آپ نے لکھی وہ درج ذیل ہے:

مکرمہ ومحترمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بڑے افسوس کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم اور مخلص صحابی اور آپ کے والد صاحب محترم حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی وفات پا گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ وفات پاکستان میں ہوئی اور نماز جنازہ ربوہ اور قادیان دو جگہ ہوئی اور اپنی دلی خواہش کے مطابق دفن مقبرہ بہشتی قادیان میں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سب پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور حضرت بھائی صاحب کی نیکیوں کا ورثہ عطا فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی فوت ہوتے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت پر رحم فرمائے۔ بچوں کو پیار تفصیل آپ کو الفضل سے معلوم ہو جائے گی۔ بہتر ہو گا کہ اب آپ اپنی والدہ صاحبہ اور بھائیوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کریں۔ زندگی کا اعتبار نہیں مرزا صاحب کو سلام'' ۸۰

اس مختصر سی چٹھی میں آپ نے تعزیت کا فرض ادا کرنے کے بعد موقعہ کی مناسبت کے لحاظ سے محترمہ کو اپنی والدہ اور بھائیوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے کی بھی نصیحت فرما دی ہے۔

یہ چٹھیاں تو وہ ہیں جو آپ نے جماعت کے مخلصین کی وفات پر ان کے عزیزو اقارب کو لکھیں۔ اب میں چند وہ چٹھیاں درج کرتا ہوں جو آپ نے اپنے عزیزوں کی وفات پر تعزیت کرنے والوں کو لکھیں۔

حضرت نواب میاں محمد عبد اللہ خاں صاحبؓ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے داماد اور آپ کے بہنوئی تھے۔ اُن کی وفات (جو ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء کو ہوئی تھی) پر تعزیت کرنے والوں کو جو جوابی چٹھی آپ نے املا کروائی وہ درج ذیل ہے:

مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط محررہ.................. موصول ہوا۔ آپ نے اخویم مکرم میاں محمد عبد اللہ

خانصاحب کی وفات پر جو اظہار ہمدردی فرمایا ہے اس کا شکریہ قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حسنات دارین سے نوازے مومن کا مقام صبر کا ہے کیونکہ

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پراے دل تو جاں فدا کر

ہماری ہمشیرہ کے لئے اور بھانجوں بھانجیوں کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو اور نیکی کے رستہ پر قائم رکھے۔ والسلام (دستخط) مرزا بشیر احمد''

حضرت میاں عبد اللہ خانصاحبؓ کی وفات پر فضل عمر ہوسٹل ربوہ کے سٹاف اور طلباً کی طرف سے تعزیت کا خط آنے پر آپ نے انہیں تحریر فرمایا کہ

'' خدا کرے۔ آپ لوگ مرحوم جیسی نیکیاں اپنے اندر پیدا کریں۔ وہ ایک رئیس خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود بہت نیک، متقی اور پابند نماز اور تہجد گذار اور دعاؤں میں شغف رکھنے والے تھے اور سلسلہ کے ساتھ انتہائی اخلاص رکھتے تھے۔''[۸۱]

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی وفات پر جو ۲۶؍دسمبر ۱۹۶۱ء کو ہوئی آپ نے تعزیتی خطوط کے جواب میں مندرجہ ذیل چٹھی بھجوائی۔

''مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عزیزم میاں شریف احمد صاحب کی وفات پر آپ کی طرف سے ہمدردی کا خط موصول ہوا۔ میاں شریف احمد صاحب کی وفات ایک بڑا جماعتی اور قومی صدمہ ہے اور میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس صدمہ میں ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ ایسے موقعہ پر عزیزوں اور دوستوں کی ہمدردی اور دُعا بڑے سہارے کا موجب ہوتی ہے۔ عزیز مرحوم ایک لمبے عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے اور گذشتہ سال انہیں دل کی بیماری کا حملہ بھی ہوا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے اہتمام کے مطابق اُن کو عمر دیتا رہا مگر آخر مقدر وقت آ گیا اور ہم سے جدا ہوگئے۔ ''ہمارے دل کو حزیں بنا کر'' آپ ہم سب کے لئے عموماً اور میاں شریف احمد صاحب کی بیوی اور بچوں کے لئے خصوصاً دُعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ صبر کے مقام پر قائم رکھے اور دین اور دنیا میں اُن کا حافظ و ناصر ہو اور رضا کے

ماتحت خدمت دین کی توفیق دے۔ یہ دنیا تو بہر حال عارضی ہے انسان کی حقیقی خوشی اسی میں ہے کہ خدا اس سے راضی رہے اور اس کا انجام بخیر ہو کیونکہ

اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر بلانے والا ہے سب سے پیارا

والسلام (دستخط) مرزا بشیر احمد''

بزرگان سلسلہ اور کارکنان خاص کی وفات پر انکی صفات حسنہ کا ذکراور جماعت کوانکی جگہ لینے کی تلقین

ایک خاص وصف آپ میں یہ تھا کہ بزرگان سلسلہ اور کارکنان خاص کی وفات پر ''الفضل'' کے ذریعہ اُن کی صفات حسنہ کا ذکر کرتے اور احباب کوتلقین فرماتے کہ ان کی جگہ لینے کیلئے ویسی ہی صفات اپنے اندر بھی پیدا کرنے کی کوشش کرو تا سلسلہ کا روحانی معیار گر نہ جائے۔

محترم چوہدری عبد اللہ خاں صاحب مرحوم ومغفور سابق امیر جماعت احمدیہ کراچی کا وجود جماعت کے لئے کئی لحاظ سے ایک نفع رساں وجود تھا۔ ان کی وفات پر جو ۱۹۵۹ء میں ہوئی تھی ان کے اعزاواقارب کو جو صدمہ پہنچنا تھا وہ تو ایک طبعی امر تھا۔ جماعت کے لئے مجموعی طور پر بھی وہ اپنی متعدد خوبیوں کی وجہ سے نہایت محبوب ہستی تھے۔ ان کی وفات پر حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے جماعت کے نام جو پیغام دیا وہ یہ تھا:

''یہ زندگی عارضی ہے اور انسان نے جلد یا بدیر بہرحال مرنا ہے۔ مگر ترقی کرنے والی جماعتوں کا کام یہ ہوتا ہے کہ جب اُن میں سے کوئی فرد وفات پاتا ہے تو وہ اس کی وفات کی وجہ سے جماعت میں کسی قسم کا خلاء نہیں پیدا ہونے دیتے بلکہ اگر ایک شخص مرتا ہے تو اس کی جگہ لینے کے لئے (نام کی جگہ نہیں بلکہ حقیقی قائمقامی کے لئے) دس کام کے آدمی پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس جماعت کا اس موقعہ پر اولین فرض ہے کہ وہ اس ترقی کے مقام میں ہرگز کمی نہ آنے دیں جس پر وہ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے پہنچ چکی ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہیے کہ دینی جماعتوں کی ترقی کی بنیاد ایمان اورعمل صالح کے بعد اصولاً چار باتوں پر ہوتی ہے یعنی اوّل اخلاص، دوسرے قربانی، تیسرے تنظیم اور چوتھے اتحاد۔ جماعتوں کی زندگی میں سکون بالکل نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ یا تو وہ ترقی کرتی ہیں یا گر جاتی ہیں۔ جو جماعت ان چار باتوں میں ترقی نہیں کرتی وہ سمجھ لے کہ وہ خواہ محسوس کرے یا نہ کرے وہ یقیناً گر

رہی ہے اور اگر خدا نخواستہ وہ نہ سنبھلی تو اس کا تنزل عنقریب نمایاں ہو کر ظاہر ہو جائے گا۔ جس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے۔ ایک اور بات جو جماعت کو یاد رکھنی چاہیے وہ مستورات اور اولاد سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر کوئی جماعت اپنی مستورات کی تربیت کا خیال نہیں رکھتی اور اپنی آئندہ نسل کی تربیت سے بھی غافل ہے تو وہ جان لے کہ وہ خود اپنی موت کو قریب لا رہی ہے جو اسے اگلی نسل میں یقیناً آ دبوچے گی۔ پس میری نصیحت یہی ہے کہ دوست جماعتی ترقی کی اس چاردیواری کو مضبوطی کے ساتھ برقرار رکھیں یعنی اخلاص اور قربانی اور تنظیم اور اتحاد کے اعلیٰ مقام پر قائم رہیں اور پھر اپنی ترقی کو دائمی بنانے کے لئے اگلی نسل کی فکر بھی کریں۔ جس کے لئے مستورات اور نوجوانوں کی تنظیم اور تربیت کی طرف خاص توجہ ضروری ہے۔ بلکہ مستورات کی تربیت کا تعلق تو صرف اگلی نسلوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ موجودہ نسل کے آدھے دھڑ کے ساتھ بھی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احباب کے ساتھ ہو اور ان کا حافظ وناصر رہے۔ آمین یاارحم الراحمین'' ۸۲؎

اسی طرح آپ نے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ عنہ ایسے قابل ذکر مجاہد کی وفات پر (جو ۲۸؍فروری ۱۹۶۰ء کو ہوئی تھی) لکھا کہ

'' جو بادہ کش تھے پُرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

''کل جب مجھے چوہدری صاحب مرحوم کے جنازہ کی نماز پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی تو مجھے بعض خیالات کے غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے نماز پڑھانی مشکل ہوگئی اور میں اپنی کوشش سے طبیعت پر زور دے کر مسنون دعائیں پڑھ سکا کیونکہ بار بار یہ خیال آتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحبت یافتہ لوگ گذرتے جاتے ہیں۔ مگر ان کی جگہ لینے کے لئے نئے آدمی اس رفتار سے تیار نہیں ہو رہے جیسا کہ ہونے چاہئیں اور پھر جو نئے لوگ تیار ہور ہے ہیں وہ عموماً اس للّٰہیت اور اس جذبۂ خدمت کے مالک نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں کے لئے طرۂ امتیاز رہا ہے۔ بیشک بعض بہت قابل رشک نوجوان بھی پیدا ہو رہے ہیں مگر کثرت وقلت کا فرق اتنا عیاں و ظاہر ہے کہ کوئی سمجھدار شخص اس فرق

کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بہر حال میرے دل و دماغ پر اس خیال نے اتنا غلبہ پایا کہ بعض اوقات میں نماز جنازہ میں مسنون دعاؤں کو بھول کر اس دعا میں لگ جاتا تھا کہ خدایا تیری ممیت والی صفت جب زندوں کو مار رہی ہے تو اپنے فضل و کرم سے اپنی محیّ والی صفت کے ماتحت مرنے والے کی جگہ لینے کے لئے ہم میں ساتھ ساتھ زندہ وجود بھی پیدا کرتا چلا جا۔ تاکہ جماعت میں کسی قسم کا خلا یا کمزوری نہ آنے پائے اور اس کا قدم ہر آن ترقی کی طرف اُٹھتا چلا جائے۔ جنازہ کے دوران میں بلکہ تجہیز وتکفین کے دوران میں بھی میرا قریباً سارا وقت اسی فکر اور اسی دعا میں گذرا۔ چنانچہ جو شعر اس نوٹ کے عنوان میں درج کیا گیا ہے وہ بھی اصولی طور پر اسی لطیف مضمون کا حامل ہے کہ جو لوگ اکٹھے بیٹھ کر شراب طہور پیا کرتے اور مجلس جمایا کرتے تھے وہ اب ایک ایک کر کے اُٹھتے جاتے ہیں اور پرانی مجلس سونی ہوتی جا رہی ہے۔ اب اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس مجلس میں بیٹھنے والوں کو کوئی ایسا آبِ حیات مل جائے جو اُن پر موت کا دروازہ بند کر دے اور اس طرح یہ پاکیزہ مجلس ہمیشہ گرم رہے۔

میں انہی خیالات میں سرگردان تھا کہ میرے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز اٹھی کہ اسلام نے یہ آب حیات بھی مہیا کیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون ☆

یعنی جو لوگ خدا کے راستہ میں زندگی گذارتے ہوئے فوت ہوں اور قربانی کی موت حاصل کریں۔ ان کو ہرگز فوت شدہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں (اور ہمیشہ زندہ رہیں گے) اور ان کی زندگی کی علامت یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی خدا کی طرف سے اُنکو رزق مہیا کیا جاتا ہے جو انسانی زندگی کے بقا اور نشوونما کا موجب ہے۔''

اس لطیف آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء کی زندگی نہ صرف اپنی ذات میں کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ شہید کی موت بہت سے دوسرے لوگوں کی زندگی کا باعث بن جاتی اور جماعت کی غیر معمولی ترقی کا موجب ہوجاتی ہے اور جاننا چاہیے کہ جیسا کہ قرآن و حدیث میں صریح اشارات پائے جاتے ہیں کہ شہید سے صرف

وہی شخص مراد نہیں جو کسی دینی لڑائی میں مارا جائے بلکہ ہر وہ شخص بھی شہیدوں میں داخل ہے جو (۱) خدمت دین میں زندگی گذارتا ہوا فوت ہو۔ (۲)اور اس کا نمونہ بھی ایسا ہو کہ دوسروں کے لئے ترغیب و تحریص اور اقوام فی الدین کا موجب بن جائے۔ مجھے حافظ شیرازی کا یہ شعر بہت پسند ہے کہ ؎

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

پس میں جماعت کے نوجوانوں کو بڑے دردِ دل کے ساتھ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ مرنے والوں کی جگہ لینے کے لئے تیاری کریں اور اپنے دل میں ایسا عشق اور خدمت دین کا ایسا ولولہ پیدا کریں کہ نہ صرف جماعت میں کوئی خلا نہ پیدا ہو بلکہ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے طفیل جماعت کی آخرت اس کی اولیٰ سے بھی بہتر ہو۔ یقیناً اگر ہمارے نوجوان ہمت کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مقصد کا حصول ہرگز بعید نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے جو حضور نے ان شاندار لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ

> ''خدا تعالیٰ نے بارہا خبر دی ہے .... کہ میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم ومعرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل کی روشنی سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا اور پھیلے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔''

''خدا کرے کہ ہم اور ہماری اولادیں اس عظیم الشان عمارت سے حصہ پائیں اور اسلام اور احمدیت کا جھنڈا دنیا میں بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے ....

بکوشیداے جواناں تابدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا'' ۸۳؎

اگر اس کتاب کا حجم بڑھ جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اور دوستوں اور بزرگوں کی وفات پر بھی حضرت میاں صاحبؓ کے مضامین درج کرتا لیکن سردست انہی دو مضامین پر اکتفا کرتا ہوں۔

اسلامی مساوات کی رُوح

باوجود ایک عظیم الشان ہستی ہونے کے آپ میں اسلامی مساوات کی رُوح بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔ آپ کبھی یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ کسی مجمع میں آپ کے بیٹھنے کے لئے کوئی الگ اور نمایاں انتظام کیا جائے۔ مکرمی میاں محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاِلسلام ہائی سکول ربوہ تحریر فرماتے ہیں:

''ربوہ میں ایک مرتبہ ضلع جھنگ کے ہیڈ ماسٹر صاحبان کی میٹنگ ہوئی۔ ان ہیڈ ماسٹر صاحبان کو میں حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں بغرض ملاقات لے گیا۔ آپ کے ملاقات کے کمرے میں کرسیاں موجود تھیں مگر جگہ کی تنگی کا احساس کر کے میں احتیاطاً دری پر ہی بیٹھ گیا۔ حضرت میاں صاحب نے کمال شفقت سے فرمایا :

''کرسی پر بیٹھیں۔ ورنہ میں بھی نیچے آجاؤں گا۔'' ۸۴ے

حضرت صاحبزادہ **مرزا طاہر احمد** صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا آپ کو اس قدر اہتمام تھا کہ باریک در باریک پہلو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے کیا بلحاظ رحم اور کیا بلحاظ عدل اور کیا بلحاظ مساوات اسلامی، ہراس روش پر سے ہو کر گذرتے رہے جس پر کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عشاق کا قافلہ گذرا تھا۔ اپنے خادموں پر ایسی شفقت تھی اور اُن کے مقام کو ایسا اُٹھاتے تھے کہ وہ برابر کرسیوں اور پلنگوں پر بیٹھتے تھے۔ یہاں تک کہ گھر کے بعض افراد کبھی شکوے کے رنگ میں یہ کہہ دیتے تھے کہ میاں صاحبؓ نے نرمی کر کر کے نوکروں کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ آپ کے نوکر بدتمیز ہو جاتے ہیں۔ مگر حضرت میاں صاحبؓ نے کبھی ان امور کی پروا نہیں کی اور کبھی اُسوۂ رسولؐ کی پیروی میں پریشان نہیں ہوئے۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کبھی کبھی یہ بھی ہونا چاہیے کہ نوکروں کو میز پر بٹھا کر مالک انہیں کھانا کھلائیں۔ تاکہ نفس کے تکبر کا کیڑا ہلاک ہو جائے۔ تکبر سے شدید نفرت تھی اور طبیعت ایسی منکسر اور عاجز تھی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ نوکر تو خیر نوکر ہیں۔ آپ کے خادم بشیر نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ قادیان کی ایک بوڑھی خاکروبہ سلام کے لئے حاضر ہوئی اور زمین پر بیٹھنے لگی تو آپ نے فرمایا اٹھو کرسی پر بیٹھو اور وہ

عورت جسے گھر کے ایک خادم کے سامنے بھی کرسی پر بیٹھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اور جس کی ساری عمر خاک میں لتھڑے ہوئے گذری، اُسے باصرار آپ نے کرسی پر بٹھایا اور بشیر سے کہا کہ قادیان سے آئی ہے۔ پرانی خادمہ ہے اس کے لئے چائے لاؤ۔ لیکن اس نے یہ کہہ کر کہ ابھی فلاں کے گھر سے چائے پی کر آئی ہوں معذرت پیش کر دی۔ پھر آپ بڑی ہمدردی سے کافی دیر تک اس کے حالات پوچھتے رہے۔'' ۸۵

جماعتی معاملات سے دلچسپی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بعد آپ سے بڑھ کر جماعتی معاملات میں دلچسپی لینے والا اور کوئی شخص نہیں تھا۔ آپ نے ہوش سنبھالتے ہی خدمت دین کا بیڑہ اٹھایا اور تادم واپسیں اس میں منہمک رہے اور یہی نہیں کہ صرف اپنے ہی شوق اور جذبہ کے ماتحت یہ کام کیا بلکہ نظام جماعت کی پوری پابندی کرتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے تو آپ فرمانبردار تھے ہی سلسلہ کے دیگر افسروں اور ذمہ دار کارکنوں سے بھی آپ نے ہمیشہ تعاون فرمایا۔ کارکنوں کی ادنیٰ ادنیٰ خدمات کی بھی آپ بڑی قدر فرماتے تھے اور شاید یہی وجہ تھی کہ اکثر احباب جو بھی کوئی دینی کام کرتے اس کی رپورٹ آپ کی خدمت میں ضرور کرتے جماعتی معاملات میں آپ اس قدر دلچسپی لیتے تھے کہ بعض اوقات بیماری اور پریشانی کی حالت میں بھی اپنے نفس پر جبرکر کے رپورٹیں سنتے اور مفید اور کار آمد مشوروں سے نوزاتے تھے۔

محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال قادیان لکھتے ہیں:

''حضرت میاں صاحبؓ کی وفات سے تین ہفتہ قبل مجھے چند روز کے لئے لاہور اور ربوہ جانے کا اتفاق ہوا ان دنوں آپ کی تشویشناک بیماری کی خبریں روزانہ اخبار میں آ رہی تھیں۔ خاکسار نے لاہور میں اپنے بعض دوستوں سے جب اس بات کا اظہار کیا کہ میں حضرت ممدوح کی مزاج پُرسی اور بعض جماعتی معاملات پیش کر کے آپ سے ہدایت اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں تو کئی ایک احباب نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ حضرت میاں صاحبؓ کی موجودہ بیماری کی حالت میں آپ سے ملاقات کر کے آپ کو کسی جماعتی معاملہ کے

متعلق مشورہ کے لئے تکلیف دینا مناسب نہیں ہے۔ خود مجھے بھی اس بات کا خیال تھا کہ حضرت ممدوح سے کوئی ایسی بات نہ کی جائے جو آپ کے لئے کوفت کا موجب ہو۔

حضرت ممدوح ڈاکٹری ہدایت کے ماتحت چند یوم گھوڑا گلی گذار کر وہاں افاقہ اور طبیعت میں سکون نہ ہونے کی وجہ سے ۷راگست کی شام کو واپس لاہور تشریف لائے۔ خاکسار آپ کی زیارت اور مزاج پُرسی کی غرض سے آپ کی قیامگاہ ریس کورس روڈ پر ۸راگست کی صبح کو قریباً نو بجے اس وقت پہنچا جب کہ محترم ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب آپ کے کمرہ سے باہر تشریف لا رہے تھے اور حضرت میاں صاحب کی حالت کے پیش نظر انہیں ملاقاتوں سے بچنے کا مشورہ دے کر واپس جا رہے تھے۔ جب خاکسار کی آمد کی اطلاع حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں بھجوائی گئی تو آپ نے ازراہ نوازش شرف ملاقات کی اجازت کا پیغام بھجواتے ہوئے اپنے خادم کے ذریعہ سے یہ بھی کہلوا بھیجا کہ ''صرف دومنٹ کے لئے'' آپ کے اس پیغام کا مفہوم بھی واضح تھا اور میں حضرت ممدوح کے کمرہ میں اس ارادے سے داخل ہوا کہ صرف کھڑے کھڑے زیارت اور سلام کر کے واپس لوٹ آؤں گا۔

خاکسار جب کمرہ میں داخل ہوا تو اس نورانی وجود نے جو لمبی بیماری کی نقاہت کے علاوہ گذشتہ رات ہی سفر کی کوفت سے چور صاحب فراش تھا۔ میرے السلام علیکم عرض کرنے پر اپنی نیم وا آنکھوں کے ساتھ مصافحہ کے لئے اپنے دست مبارک بڑھائے۔ خاکسار نے کھڑے کھڑے درویشان قادیان کی خیریت عرض کی اور ان کی طرف سے حضرت میاں صاحبؓ محترم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور اپنی چند روز کے لئے آمد کی غرض اور ایک جماعتی معاملہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ربوہ جانے کے پروگرام کے متعلق عرض کیا تو حضرت ممدوحؓ نے کمال شفقت سے خاکسار کو بیٹھ کر تفصیلی حالات بتانے کا ارشاد فرمایا اور کافی دیر تک بعض جماعتی معاملات کی تفصیلات معلوم کر کے ایسے رنگ میں دلچسپی لی اور اپنی قیمتی ہدایات سے نوازتے رہے جس طرح کہ آپ پوری صحت و توانائی کی حالت میں معاملات کی

پوری گہرائی تک پہنچ کر ہدایات صادر فرمایا کرتے۔ حضرت میاں صاحبؓ نے مجھے ربوہ سے واپسی پر قادیان جانے سے قبل دوبارہ ملنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ آپ کی اس ملاقات کے بعد جب میں حضرت ممدوح کے کمرے سے باہر نکلا تو میرے دل ودماغ میں بار بار یہ خیال آیا کہ حضرت ممدوح نے کس طرح میری توقع سے بہت بڑھ کر باجود بیماری اور ضعف کے شرف ملاقات بخشا اور جونہی جماعتی معاملہ کا ذکر آیا آپ ان باتوں میں اس قدر محو ہو گئے کہ گویا اپنی بیماری کی تکلیف کو بالکل فراموش کر دیا۔

ربوہ سے واپسی پر قادیان کے لئے روانہ ہونے سے قبل جب خاکسار مورخہ ۱۲راگست کی صبح کو دوبارہ حضرت میاں صاحبؓ کی قیامگاہ پر زیارت اور سلام کے لئے حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت ممدوح کی تکلیف پہلے سے بہت بڑھ چکی ہے۔ آپ کو رات بھر بے چینی کی وجہ سے نیند نہیں آئی اور صبح آنکھ لگی تھی۔ اس لئے آپ کے بیدار ہونے تک ایک گھنٹہ انتظار کے بعد قریباً دس بجے حضرت صاحب سے ملاقات کے لئے موقعہ میسر آیا۔

حضرت میاں صاحبؓ کے چہرہ پر پہلے سے بہت زیادہ کمزوری کے آثار تھے۔ جب خاکسار نے السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو حضرت میاں صاحبؓ نے ایک عجیب محبت اور شفقت کے انداز میں کئی لمحوں کے لئے خاکسار کے ہاتھوں کو اپنے دست مبارک میں رکھا اور دو تین مرتبہ رقت آمیزلہجہ میں فرمایا کہ

"میرا ضعف بڑھ رہا ہے۔ کمزوری زیادہ ہو رہی ہے۔ تمام درویشان کو میرا سلام پہنچا کر دعا کے لئے تحریک کریں۔"

خاکسار نے عرض کیا۔ حضرت! درویشان متواتر حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور آں مکرم کی صحت کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ اور قادیان میں درویشان کی ایک کثیر تعداد محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی مبارک تحریک میں شامل ہو کر باقاعدگی سے نماز تہجد اور درود شریف کا ورد کر رہی ہے تو میرے اس بیان پر حضرت میاں صاحبؓ کے نورانی چہرہ پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور اپنی

زبان سے بھی حضرت ممدوح نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔'' ۸۶

حضرت میاں صاحب کی جماعتی امور سے دلچسپی کے بارہ میں یہ واقعہ بطور مثال عرض کیا گیا ہے۔ ورنہ بیسیوں ایسے واقعات ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شدید علالت میں بھی آپ نے کوئی موقعہ جماعتی معاملات سے دلچسپی کا ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

عدل وانصاف کا جذبہ

عدل و انصاف کا جذبہ بھی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ تقسیم پنجاب سے قبل ایک سکھ اخبار ''شیر پنجاب'' کے ایڈیٹر نے جماعت احمدیہ کو ہوشیار کیا کہ مسلمان گذشتہ زمانہ میں آپ لوگوں پر بہت ظلم کرتے رہے ہیں۔ اس لئے اب آپ کو مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونے کی بجائے سکھوں کے ساتھ اتحاد کر لینا چاہیے۔ اس پر آپ نے اُسے مخاطب کر کے لکھا کہ

'' ہماری گھٹی میں یہ تعلیم پڑی ہوئی ہے کہ مخالفت میں فرد کی طرف نہ دیکھو بلکہ اصول کی طرف دیکھو اور دشمنی انسانوں کے ساتھ بھی نہ رکھو بلکہ بُرے خیالات کے ساتھ رکھو کیونکہ کل کو یہی مخالف لوگ اچھے خیالات اختیار کر کے دوست بن سکتے ہیں۔ چنانچہ احمدیوں کا پچانوے فیصدی حصہ دوسرے مسلمانوں میں سے ہی نکل کر آیا ہے۔ پس اگر گذشتہ زمانہ میں کسی نے ہم پر ظلم کیا ہے تو اس وقت ہم اس کے ظلم کو حوالہ بخدا کر کے صرف یہ دیکھیں گے کہ انصاف کا تقاضا کیا ہے اور افراد کے متعلق ہم بہر حال عفو اور رحم کے عنصر کو مقدم کریں گے۔'' ۸۷

اسی طرح ۱۹۴۶ء میں جب جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال تحصیل بٹالہ کے مسلم حلقہ کی طرف سے پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے تو آپ نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

''وہ صرف انہیں لوگوں کے نمائندہ نہیں ہیں جنہوں نے ان کے حق میں ووٹ دیے ہیں بلکہ ممبر ہو جانے کے بعد وہ ان لوگوں کے بھی نمائندہ ہیں جو الیکشن میں ان کے مخالف رہے ہیں۔ پس گو طبعًا ان کی دلی محبت اپنے ان مؤیدین کے ساتھ زیادہ ہو گی جنہوں نے مشکل کے وقت میں ان کا ساتھ دیا ہے۔ مگر جہاں تک حقوق کا تعلق ہے انہیں اپنے مخالفین کے ساتھ بھی پوری طرح عدل و انصاف کا معاملہ کرنا چاہیے۔'' ۸۸

قومی اور ملی مفاد کا تقدم

قومی اور ملی مفاد کا احساس آپ کے اندر ایسا پایا جاتا تھا کہ تقسیم ملک سے قبل ۱۹۴۶ء میں ایک سکھ لیڈر سردار وریام سنگھ صاحب نے آپ سے کہا کہ

''اب ملک بٹ رہا ہے اور آپ کی جماعت کی پوزیشن بہت نازک ہے۔ مسلمان آپ کو اپنانے کے لئے تیار نہیں۔ پس آپ ان کی وجہ سے سکھوں اور ہندوؤں سے نہ بگاڑیں۔ میں آپ کی ہمدردی کے خیال سے کہتا ہوں کہ آپ مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے ساتھ سمجھوتہ کر لیں ہم آپ کی جماعت کو قادیان اور اس کے ماحول میں ایک قسم کی نیم آزاد حکومت دینے کو تیار ہیں۔''

آپ نے اس پیشکش کا جو لطیف جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا:

''سردار صاحب! آپ ہمیں معاف فرمائیں۔ ہم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ غداری کر کے آپ کے ساتھ جوڑ نہیں ملا سکتے۔ پس میرا مشورہ آپ کو یہ ہے کہ آپ اس ناکام کوشش پر مزید اصرار نہ کریں۔'' ۸۹

شدید محنت کی عادت

جماعتی کاموں کے سلسلہ میں آپ کی مصروفیت اور شدید محنت کا یہ حال تھا کہ ہنگامی کاموں میں آپ نہ دن دیکھتے تھے نہ رات۔ اپنی صحت اور آرام کو بالکل نظر انداز کر کے کام میں مشغول ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ کھانے کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ جب خادم بار بار آ کر اطلاع دیتا کہ کھانا تیار ہے تو فرماتے:

''ہاں بھئی! میں نے سن لیا ہے۔ میں فارغ ہو کر آ جاؤں گا۔ آپ کھانا کھا لیں''

محترم سید مختار احمد صاحب ہاشمی ہیڈ کلرک دفتر خدمت درویشان کا بیان ہے کہ

''قافلہ قادیان کے انتظام ویزا کے سلسلہ میں قریباً روزانہ کراچی سے پاسپورٹوں کی اطلاع رات کو آیا کرتی تھی کہ اخبار الفضل کی شائع شدہ فہرست کے فلاں فلاں نمبر کے پاسپورٹ پہنچ گئے ہیں اور اس غرض کے لئے بعض اوقات رات بارہ بارہ بجے تک انتظار فرماتے۔ اگر میں اس وقت وہاں موجود نہ ہوتا تو اسی وقت فون کی اطلاع نوٹ کر کے مجھے بھجوا دیتے اور کبھی کبھی دفتر کے کارکنان میں جوش عمل پیدا کرنے کے لئے فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو بھئی! میں ستّر سال کا بوڑھا آدمی اتنے

گھنٹے روزانہ کام کر سکتا ہوں تو آپ نوجوان اس قدر کام کیوں نہیں کر سکتے؟‘‘

آپ کے دینی کاموں میں انہماک کا ذکر کرتے ہوئے محترم کیپٹن **ڈاکٹر محمد رمضان** صاحب پنشنر ربوہ فرماتے ہیں:

’’جب میں تندرست تھا اور ربوہ کے نور ہسپتال میں کام کرتا تھا تو آنمحترم نے حضرت اُمّ مظفر احمد صاحبہ کے علاج کے سلسلہ میں مجھے ایک دن یاد فرمایا جب میں اجازت لے کر آپ کے دفتر میں داخل ہوا تو عجیب ماجرا دیکھا۔ حضرت میاں صاحبؓ نے آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں۔ غالباً سر اور پاؤں ننگے تھے اور آپ خطوط یا دفتری تحریریں پڑھنے اور ان پر غور کرنے میں ایسے محو تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام جہان کا بوجھ آپ کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے اور آپ کا رؤاں رؤاں اس عظیم الشان بوجھ سے کماحقہ عہدہ برآ ہونے کے لئے حرکت میں آیا ہوا ہے۔ دل، دماغ اور چہرہ وغیرہ ایک دوسرے سے ایسا تعاون کر رہے ہیں اور اس کا نمایاں اظہار آپ کے جسم کے ذرہ ذرہ سے اس شدت سے ہو رہا ہے جیسے آپ خدا تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ غالباً یہ نظارہ میری زندگی میں پہلا تھا یعنی اپنی پوری شان کے ساتھ۔ پھر آپ کا مقدس وجود اس وقت ایمانی تاثرات سے اس طرح بھرپور تھا گویا ایک رُوحانی مقناطیس تھا جو ہر ایک پر اپنا اثر ڈال رہا تھا۔ میں کچھ دیر تک کھڑا محو نظارہ رہا کہ حضرت میاں صاحبؓ نے سر اُٹھایا اور مجھ سے گویا ہوئے۔‘‘ ۹۰

حضرت میاں صاحبؓ کی زندگی کے اس قسم کے واقعات میں یقیناً موجودہ اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بیش بہا اسباق ہیں۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا ہم اپنے روزمرہ کے مشاغل میں خدمت دین کا فریضہ ادا کر کے اپنے آپ کو اس رُوحانی ورثہ کا حقدار ثابت کر رہے ہیں یا اسے نظر انداز کر کے دنیوی تدابیر اور مشاغل کے پیچھے پڑ کر اپنے اوقات گرامی کو ضائع کر رہے ہیں؟

بزرگو! عزیزو اور دوستو! یہ وقت گذر جائے گا اور پھر کبھی واپس نہیں آئے گا یہ موقعہ ہے کہ خدمت دین کا فریضہ ادا کر کے کچھ سرمایۂ حیات جمع کر لو اور اس امر میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اپنے بزرگان سلف کی زندگیوں کے واقعات اور کارناموں کا بار بار مطالعہ کرو اور ان سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرو۔حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس جو خود بھی دینی کاموں میں

ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔ حضرت میاں صاحبؓ کی زندگی کے اُن ایام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جب کہ آپ جولائی ۱۹۴۷ء میں ضربۃ الشّمس (ہیٹ سٹروک) کی وجہ سے شدید بیمار تھے کہ

''آپ دفتر میں موجود تھے۔بخار تیز ہو رہا تھا اور خطوط کے جوابات لکھوا رہے تھے اور بیماری کا اثر آپ کی زبان پر بھی ظاہر تھا۔ لکھاتے وقت بعض وقت صحیح لفظ نہ بول سکتے تو پھر جیسے کوئی زور لگا کر تصحیح کرتا ہے آپ دوبارہ اور سہ بارہ وہی لفظ بولتے تو آپ کی زبان سے صحیح لفظ نکلتا۔'' ۹۱

گہرا غور وفکر

ایک خاص وصف آپ میں یہ پایا جاتا تھا کہ آپ مطالعہ کرتے وقت اس قدر گہرے غور وفکر سے کام لیتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ تقسیم ملک سے دس سال قبل کی بات ہے آپ نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھا

''آجکل میں تذکرہ کا کسی قدر بغور مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے بعض الہامات وغیرہ سے محسوس ہوتا ہے کہ شاید جماعت احمدیہ پر یہ وقت آنیوالا ہے کہ اسے عارضی طور پر مرکز سلسلہ سے نکلنا پڑے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال غالباً گورنمنٹ کی طرف سے پیدا کی جائے۔ اگر میرا یہ خیال درست ہے تو اس وقت کے پیش نظر ہمیں کچھ تیاری کرنی چاہیے۔ مثلاً مذہبی اور قومی یاد گاروں اور شعائر اللہ کی حفاظت کا انتظام وغیرہ۔ تا کہ اگر ایسا وقت مقدر ہے تو جماعت کے پیچھے اُن کی حفاظت رہے اور نشانات محفوظ رہیں۔ اسی طرح دوسری باتیں سوچ رکھنی چاہئیں۔''

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ

''میں تو بیس سال سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ حق یہ ہے کہ جماعت احمدیہ اب تک اپنی پوزیشن کو نہیں سمجھی ابھی ایک ماہ ہوا میں اس سوال پر غور کر رہا تھا کہ مسجد اقصیٰ وغیرہ کے لئے گہرے زمین دوز نشان لگائے جائیں جن سے دوبارہ مسجد تعمیر ہو سکے۔ اسی طرح چاروں کونوں پر دُور دُور مقامات پر مستقل زمین دوز نشانات رکھے جائیں جن کا راز مختلف ممالک میں محفوظ کر دیا جائے تا اگر ان مقامات پر دشمن حملہ کرے تو اُن کو از سرنو اپنی جگہ پر تعمیر کیا جا سکے۔ پاسپورٹوں کا سوال بھی اسی پر مبنی تھا۔'' ۹۲

حضرت میاں صاحبؓ کی اس تجویز سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ظاہری اور باطنی علوم سے پُر اور مؤیدمن اللہ تھے اسی طرح آپ بھی حضور کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔

مجھے یاد ہے۔ میرے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام تجویز کرنے کے لئے میں نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھا اور ساتھ ہی لکھا کہ اس سے بڑی لڑکیوں کے نام عایشہ صدیقہ اور مریم صدیقہ ہیں حضور نے تیسری بچی کا نام طاہرہ تجویز فرمایا۔ سال سوا سال زندہ رہ کر وہ بچی فوت ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور بچی عطا فرمائی۔ اس اثنا میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز چاقو کے حملہ کی وجہ سے صاحب فراش تھے۔ میں نے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں دونوں بڑی بچیوں کے نام لکھ کر تیسری بچی کا نام تجویز کرنے کی درخواست کی۔ عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے بھی ''طاہرہ'' نام ہی تجویز فرمایا۔ اسی طرح جب میرے لڑکے عزیز عبدالہادی نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا تو میری تحریک پر وہ زندگی وقف کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ اتفاق سے ان ایام میں حضرت میاں صاحبؓ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں اسے لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ بچہ واقف زندگی ہے اور گورنمنٹ کالج سے ایف ایس سی کا امتحان پاس کر چکا ہے۔ حضور ارشاد فرمائیں کہ اب اسے کس کالج میں داخل کیا جائے۔ آپ نے بلا توقف فرمایا اسے مغلپورہ انجینئرنگ کالج میں داخل کرا دو۔ مجھے چاہیے تھا کہ میں فوراً سرتسلیم خم کرتا۔ مگر میں نے کم فہمی کی وجہ سے عرض کی کہ حضور! یہ انجینئر بن کر کیا تبلیغ کرے گا۔ اگر اسے ایم ایس سی کرایا جائے تو اپنے کالج میں بھی لگ سکتا ہے اور بیرون پاکستان بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے تبلیغ کرنی ہے اس نے انجینئر بن کر بھی کرنی ہے اور جس نے نہیں کرنی اس نے مبلغ بن کر بھی نہیں کرنی۔ ساتھ ہی فرمایا کہ ربوہ چلے جاؤ اور ''میاں ناصر احمد صاحب'' سے مشورہ لو۔ (ان ایام میں حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر و وکیل الاعلیٰ تحریک جدید یورپ تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اگر وہ یہاں ہوتے تو تحریک کے انچارج ہونے کی وجہ سے مجھے ان کی خدمت میں بھی حاضر ہونا چاہیے تھا) میں ربوہ گیا۔ حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری ایڈیٹر رسالہ الفرقان کے دفتر میں جا کر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ حضرت میاں ناصر احمد صاحب سے ملاقات کرنے کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ میاں صاحب کراچی تشریف لے جا رہے ہیں اور

گاڑی آنے میں صرف چند منٹ باقی ہیں۔ اس لئے فوراً اسٹیشن پر جا کر میاں صاحب سے ملاقات کر لو۔ میں نے اسی وقت اسٹیشن کا رُخ کیا۔ ادھر میں پہنچا اُدھر حضرت میاں صاحب کی جیپ آ پہنچی۔ میں نے عرض کی۔ میاں صاحب! میرے ایک بچے نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا ہے اور وہ واقف زندگی ہے۔ مجھے لاہور سے حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے آپ کے پاس بھیجا ہے تا آپ اسکی آئندہ تعلیم سے متعلق رہنمائی فرمائیں۔ آپ نے میری بات سنتے ہی فرمایا اسے مغلپورہ انجینئرنگ کالج میں داخل کر دو اور سول انجینئر بناؤ۔ میں حضرت میاں صاحب کی یہ بات سن کر حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ کس طرح دونوں بزرگوں کی رائے میں اتفاق ہوگیا۔ چنانچہ اس کے بعد واپس لاہور پہنچ کر میں نے بچے کو کہدیا کہ انجینئرنگ کالج میں داخلہ لے لو۔ اس نے داخلہ لے لیا اور اب بفضلہٖ تعالیٰ تیسرے سال کا امتحان دے رہا ہے۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ مؤیدمن اللہ ہوتے ہیں چونکہ سرچشمہ ایک ہوتا ہے اس لئے اُن کی رائے میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے۔

قومی رواداری

حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ میں قومی رواداری کا جذبہ بھی نمایاں طور پر پایا جاتا تھا۔ محترمہ امۃ الشافی صاحبہ فرماتی ہیں:

''ایک دفعہ اس عاجزہ نے خط لکھ کر دریافت کیا کہ میں صدقہ دینا چاہتی ہوں مگر میرے اردگرد جو لوگ ہیں وہ ہیں تو مستحق مگر احمدی نہیں ہیں کیا میں ان کو صدقہ دے دیا کروں۔ میاں صاحب نے بڑے زور دار الفاظ میں تحریر فرمایا۔ ہمارا خدا تعالیٰ تو رازق ہے اور وہ رزق سبھی کو دیتا ہے اس نے مسلم اور غیر مسلم کی بھی کوئی شرط نہیں لگائی۔ ہمیں بھی احمدی اور غیر احمدی کا کوئی خیال نہیں کرنا چاہیے۔'' ۹۳

غرض آپ کا فیض عام تھا اس میں احمدی و غیر احمدی یا مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔

بہت محتاط

آپ اپنے ہر کام میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے اور ہر چیز کو قرینہ اور نہایت ہی سلیقہ سے رکھتے تھے محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ لکھتی ہیں:

''ایک مرتبہ گندم ہوا لگوانے کے لئے دھوپ میں پڑی تھی۔ میں نے کہا کہ گندم کو

تو کیڑا لگا ہی کرتا تھا یہاں تو چاولوں کو بھی لگ جاتا ہے۔ فرمایا ’’ہلدی اور نمک لگا کر رکھو پھر نہیں لگے گا‘‘ اسی طرح کھانوں اَور اچار مربہ وغیرہ تیار کرنے کے متعلق آپ سے استفادہ حاصل کیا۔‘‘ ؎۹۴

محترم میاں روشن دین صاحب صراف سکنہ اوکاڑہ ضلع منٹگمری فرماتے ہیں:

’’۱۹۴۷ء میں ہجرت کے موقعہ پر ہوشیار پور وغیرہ کے علاقہ سے کثیر تعداد میں لوگ قادیان آ گئے تھے اور لنگر سے ان لوگوں کو کھانا دیا جاتا تھا۔ ان دنوں قادیان کے عام ہندو اور صراف ضرورت مند لوگوں سے زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء نہایت سستے داموں خریدتے تھے۔ میں نے حضرت میاں صاحب سے عرض کی کہ اگر انجمن انتظام کرے تو آجکل ان لوگوں سے اگر سونا اسی روپے تولہ بھی خریدا جائے تو ان کو بھی فائدہ ہوگا اور انجمن کو بھی۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میاں روشن دین صاحب! ہم خرید تو لیں اور دونوں فریق کو فائدہ بھی ضرور پہنچے گا مگر اس طرح سے ہمارے جماعتی وقار کو سخت صدمہ پہنچے گا۔ کل یہ لوگ ہم پر اعتراض کریں گے کہ چار دن روٹی دے کر ہمیں لوٹ لیا۔‘‘

اللہ! اللہ! کس قدر دُور اندیشی اور احتیاط ہے کہ باوجود اس بات کے کہ قادیان اور بٹالہ میں یہ لوگ دو روپے تولہ سے لے کر دس روپے تولہ تک سونا عام فروخت کر رہے تھے مگر آپ نے اُن سے اسی روپے تولہ سونا خریدنا بھی گوارا نہ کیا۔ اگر خرید لیتے تو آج پاکستان میں یقیناً ہم پر یہ اعتراض ہوتا جس کا حضرت میاں صاحبؓ نے ذکر کیا ہے۔

محترم شاہد احمد صاحب بی اے فرماتے ہیں:

’’آپ کے نواسے میاں محمود احمد خاں ابن محترم نواب محمد احمد خاں صاحب نے سنایا۔ کہ آپ کی کوٹھی ’’البشریٰ‘‘ میں آپ کے ملاقات کے کمرے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اور بعض اور نادر فوٹو آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے لگائے ہیں اور آپ نے مجھ سے یہ کام بہت ہی توجہ سے کرایا اور جب تک تمام فوٹو اپنی اپنی جگہ پر بالکل فِٹ نہ ہوگئیں اس وقت تک آرام نہیں لیا۔ کئی دفعہ ارشاد فرمایا۔ ’’نہیں میاں! یہ میخ ٹھیک جگہ پر نہیں لگا۔‘‘ ’’فلاں فوٹو ایک طرف کو زیادہ جھکی ہوئی ہے۔‘‘ ’’ہاں اب ٹھیک ہے۔‘‘

یہ واقعات بتاتے ہیں کہ آپ ہر کام میں نہایت ہی احتیاط سے کام لیتے تھے اور جب تک کوئی کام ہر جہت سے مکمل نہ ہو جاتا اُسے نامکمل اور ادھورا نہیں چھوڑتے تھے۔

لین دین کے معاملات میں نمونہ

لین دین کے معاملات میں بھی آپ نے جماعت کے سامنے کامل نمونہ پیش فرمایا۔
محترم ڈاکٹر ممتاز احمد صاحب سکنہ لائل پور فرماتے ہیں:

’’ میں نے ایک پلاٹ دس مرلہ کا حضرت میاں صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ سے قادیان محلّہ دارالرحمت میں خریدا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت میاں صاحب مرحومؓ کو اسی پلاٹ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مجھے آپ نے پیغام بھیجا کہ وہ پلاٹ جو دس مرلہ کا ہے مجھے دے دیں اور اس کے بدلہ میں سات مرلہ کا پلاٹ میں آپ کو دیتا ہوں۔ وہ لے لیں۔ مجھے اس کی ذاتی ضرورت ہے۔

میں نے جواب دیا کہ حضور! سب پلاٹ آپ کے ہی ہیں۔ اگر آپ کے پاس تبادلہ میں دینے کے لئے کوئی پلاٹ نہیں ہے تو پھر بھی وہ پلاٹ آپ لے لیں۔ میں نہایت خوشی سے آپ کو دیتا ہوں۔ حضرت میاں صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ چند دن کے بعد آپ نے مجھے دفتر میں بلا بھیجا۔ میں دفتر گیا تو حضرت میاں صاحبؓ نے مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ میرا شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا چونکہ مجھے ذاتی ضرورت تھی۔ اس لئے میں نے وہ پلاٹ آپ سے واپس لے لیا ہے۔ اب آپ سات مرلہ والا پلاٹ لے لیں۔ یہ آپ کے نام منتقل کر دیا ہے۔ بقایا تین مرلہ کی قیمت بھی واپس لے لیں۔ اس پلاٹ کے ساتھ ایک ہندو کی زمین ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ اس کو کسی اور جگہ زیادہ زمین دے کر تبادلہ کر لوں۔ جس وقت بھی وہ زمین مجھے مل گئی۔ میں آپ کو جتنی زمین آپ لینی چاہیں گے دے دوں گا۔‘‘ میں نے عرض کی۔ حضور! اُس وقت زمین کی قیمت خدا جانے کیا ہو! کیونکہ یہ پلاٹ ایک سو بیس روپیہ فی مرلہ کے حساب سے خریدا تھا۔ لیکن اب جو پلاٹ میں نے دوکان کے لئے خریدا ہے تو وہ چھ سو اسّی روپیہ فی مرلہ کے حساب سے خریدا ہے۔ قادیان کی زمین کی قیمتیں تو دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ حضرت میاں صاحبؓ نے میری بات بڑے غور سے سنی اور ایک منٹ کی

خاموشی کے بعد فرمایا ''آپ کی بات تو معقول ہے اب اس کے متعلق تو مجھے وصیت کرنی پڑے گی۔'' اُس وقت اپنی ڈائری نکالی اور اس پر وصیت لکھ دی اور وہی وصیت میرے سات مرلے والے سرٹیفکیٹ پر اپنی قلم سے سرخ سیاہی سے لکھ دی جواب بھی میرے پاس موجود ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

'' نوٹ: اگر ان سات مرلوں کے ساتھ ملحق اراضی نکل آئے تو اس میں سے بھی تین مرلہ اراضی ڈاکٹر ممتاز احمد خاں صاحب کو اسی شرح -/۱۲۰ فی مرلہ پر دی جائیگی۔ مرزا بشیر احمد ۴۵-۱۱-۲۷''

اللہ اللہ کس قدر معاملات میں صفائی اور دوسروں کے حقوق کا خیال تھا۔

مکرم میاں روشن دین صاحب صراف سکنہ اوکاڑہ نے بیان کیا کہ

''میں جب قادیان میں ہجرت کر کے گیا اور صرافی کی دوکان کھولی تو حضرت میاں صاحب نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور فرمایا کہ جو شخص یہاں آتا ہے وہ اخلاص سے زیادہ کام لیتا ہے۔ اس لئے ہوشیار ہو کر رہنا چاہیے۔ خواہ کوئی میرا نام بھی آکر لے۔ میرے دستخطوں کے بغیر میرے نوکر کو بھی کوئی چیز نہ دیں ورنہ میں ذمہ دار نہیں ہوں گا۔''

لین دین کے معاملات میں بھی آپ دیگر امور کی طرح شریعت کی پابندی کا برابر خیال رکھتے تھے۔ میاں روشن دین صاحب ہی کا بیان ہے کہ

''ایک دفعہ محلّہ دارالعلوم میں کچھ زمین خریدنے کا خیال ہوا۔ حضرت میاں صاحب مسجد مبارک کی چھت پر مغرب کی نماز کے وقت ٹہل رہے تھے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا اور زمین کے متعلق بات شروع کی۔ آپ مجھے ایک کونہ میں لیجا کر فرمانے لگے کہ گو قادیان میں زمین خریدنا بھی دینی کام ہے مگر پھر بھی بیع کا معاملہ ہے اس لئے دفتر میں آ کر بات کرنا۔''

آپ کو اول تو خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی سے قرض لینے کی نوبت ہی بہت کم آتی تھی۔ لیکن اگر آپ قرض لیتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے روپیہ واپس کرتے وقت کچھ نہ کچھ زیادہ دیتے تھے اور معاہدہ کے اس قدر پابند تھے کہ ناممکن تھا۔ واپسی قرض کی تاریخ مقررہ سے ایک گھنٹہ بھی بعد میں قرض ادا کریں۔ اسی طرح آپ اس بات کے بھی متمنی

رہتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ سے قرض لے تو عین وقت پر واپس کرے۔

خاکسار کو ''حیات طیبہ'' کی تالیف کے زمانہ میں آپ سے بلاک بنوانے کے لئے بعض عکسی تصاویر لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ درخواست کرنے پر فرمایا کہ میں فوٹو عموماً دیا نہیں کرتا کیونکہ بلاک بنانے والے کوئی نہ کوئی داغ فوٹوؤں پر لگا دیتے ہیں۔ مگر آپ لے لیں۔ ساتھ ہی فرمایا۔ رسید بھی لکھ دیں کہ کب تک واپس پہنچا دو گے؟ چنانچہ خاکسار نے رسید لکھ دی اور وقت کے اندر فوٹو واپس بھی کر دیے۔

دوسری مرتبہ ضرورت محسوس ہونے پر بھی آپ نے رسید لی اور واپسی کے وقت کی بھی تعیین فرمائی۔ تیسری مرتبہ پتہ نہیں زیادہ مصروفیت کی وجہ سے یا کسی اور باعث سے رسید طلب نہیں فرمائی اور بغیر رسید کے ہی فوٹو دے دیے۔

غرض آپ کے عمل سے پتہ لگتا ہے کہ آپ لین دین کے معاملات میں شریعت کی سختی کے ساتھ پابندی فرماتے تھے۔

سلسلہ کے اموال کی حفاظت

سلسلہ کے اموال کی حفاظت کا بھی آپ کو حد درجہ خیال رہتا تھا اور آپ خود بھی اس پر سختی کے ساتھ کار بند تھے اور اپنی ذاتی ضروریات کے لئے دفتر کی سٹیشنری اور دیگر اشیاء استعمال نہیں فرماتے تھے اور کارکنوں کو بھی اس امر کی تلقین فرماتے رہتے تھے کہ بعض اوقات غیر ارادی طور پر بھی انسان دفاتر کی سٹیشنری وغیرہ سے فائدہ اُٹھا لیتا ہے اس لئے کبھی کبھی کچھ نہ کچھ رقم ضرور صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں داخل کروا دیا کرو۔ چنانچہ اس کے لئے آپ نے صدر انجمن کے خزانہ میں ایک مدّ بھی جاری کروائی ہوئی تھی۔

محترم مولانا محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری فرماتے ہیں:

> ''ایک دفعہ ربوہ کے ایک حلقہ کے صدر صاحب نے کسی ایسی درخواست پر امداد کے لئے سفارش کر دی جو فی الواقعہ منظوری کے قابل نہ تھی۔ اس پر حضرت میاں صاحب نے وہ درخواست اپنے نوٹ کے ساتھ بحیثیت صدر عمومی خاکسار کو بھجوا دی کہ متعلقہ حلقہ کے صدر صاحب کو سمجھایا جائے کہ سلسلہ کے اموال کی حفاظت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ پوری تحقیق کے بعد کسی کی درخواست پر سفارش کی جایا کرے۔'' ۹۵

امانتوں کا خیال

قادیان اور ربوہ میں گو صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں امانتوں کے رکھنے کا انتظام موجود ہے جو شخص چاہے ذاتی امانت کے طور پر اپنا کھاتہ کھلوا سکتا ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی بعض لوگ اپنی امانتیں حضرت میاں صاحبؓ کے پاس رکھا کرتے تھے اور سمجھا کرتے تھے کہ دفاتر کے تو اوقات مقرر ہیں مگر حضرت میاں صاحبؓ سے ہر وقت امانت واپس لی جا سکتی ہے۔

مکرم مولوی **محمد اسماعیل** صاحب ذبیح کا بیان ہے کہ

''قادیان دارالامان کے زمانہ میں جبکہ میں بسلسلہ ملازمت قادیان سے باہر تھا۔ میری بیوی نے کچھ رقم حضرت میاں صاحبؓ کے پاس امانت رکھی ہوئی تھی۔ میں چھٹی پر گھر گیا تو ایک دن اتفاق سے روپوں کی ضرورت پیش آ گئی۔ مگر وہ وقت ایسا تھا کہ آپ کی مصروفیات کے پیش نظر روپیہ کی واپسی کے لئے عرض نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ کلرک وغیرہ سب دفتر کا وقت ختم ہونے کی وجہ سے جا چکے تھے۔ اس لئے میں نے بیوی سے کہا کہ اس وقت تو جانا مناسب نہیں میری بیوی کہنے لگی۔ آپ بے خوف چلے جائیں۔ امانتوں کا حساب ہر وقت آپ اپنی جیب میں رکھتے ہیں۔ خیر میں بیوی کے اصرار پر حاضر خدمت ہو گیا اور روپوں کی ضرورت بتلائی۔ آپ نے فوراً اپنی جیب سے ایک بڑا سا کاغذ نکالا اور فرمایا پورا حساب تو دفتر میں ہے کیونکہ کبھی آپ کی بیگم صاحبہ نے رقم جمع کروائی اور کبھی واپس لی ہے۔ مگر اس وقت اتنی رقم باقی ہے وہ آپ لے سکتے ہیں۔''

اس واقعہ سے احباب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کو امانتوں کی واپسی کا کس قدر خیال رہتا تھا اور کس قدر احتیاط کے ساتھ آپ تمام لوگوں کی امانتوں کا حساب اپنی جیب میں رکھا کرتے تھے اور جس وقت بھی کوئی شخص مطالبہ کرتا تھا آپ اسی وقت اس کی امانت اس کے حوالہ کر دیتے تھے۔

مرکز سلسلہ سے محبت

مرکز سلسلہ سے آپ کو اس قدر محبت تھی کہ سوائے اشد مجبوری کے آپ مرکز سے باہر رہنا ہرگز پسند نہیں فرماتے تھے۔ مکرم سید مختار احمد صاحب ہاشمی فرماتے ہیں:

دو ایک مرتبہ جبکہ آپ لاہور میں تھے مجھے تحریر فرمایا کہ

''مجھے روزانہ ربوہ کے موسم کا حال لکھتے رہیں کیونکہ اب میں موسم کے بدلتے ہی

واپس آنا چاہتا ہوں مرکز سے غیر حاضری لمبی ہو رہی ہے۔''

اسی طرح ایک اور خط میں تحریر فرمایا

آج (۶۱-۰۲-۱۷) لاہور میں پہلا روزہ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ میں بوجہ علالت روزے سے محروم ہوں اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ لاہور میں ہونے کی وجہ سے نماز تراویح سے بھی محروم ہوں۔ لوگ غور کریں تو مرکز کی غیر معمولی برکات ہیں اور رمضان میں تو مرکز کی برکات بہت زیادہ ہو جاتی ہیں۔'' ۹۶

شرافت نفس

شرافت نفس کا یہ حال تھا کہ سوسائٹی کے عام آدمیوں سے بھی نہایت احترام سے پیش آتے تھے اور ان کی عزّت نفس کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔ مکرم سید **مختار احمد** صاحب ہاشمی لکھتے ہیں:

'' گذشتہ مشاورت کے موقعہ پر ایک صاحب کی طرف سے چند ایک تجاویز مجلس شوریٰ میں پیش تھیں اور ایک مرتبہ وہ اپنی بات کو طول دیتے ہوئے اپنے مؤقف پر اصرار کر رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب (جو اس وقت کرسی صدارت پر تشریف فرما تھے) نے وقت پر کنٹرول کرنے کی غرض سے فرمایا ''بیٹھ جائیں'' جب اس دن کا پہلا اجلاس ختم ہوا اور حضرت میاں صاحبؓ واپس تشریف لے جانے لگے تو مجھے ہال کی دوسری جانب سے آتے ہوئے دیکھ کر فرمانے لگے کہ آپ کو ایڈمٹ (Admit) کا ٹکٹ نہیں ملا۔ میں نے عرض کیا کہ سٹیج پر جگہ تنگ ہوتی ہے اس لئے میں دو سال سے زائر کا ہی ٹکٹ لیتا ہوں مگر مشاورت کی کارروائی میں نے پوری سنی ہے۔ فرمایا۔ پھر کوئی بات؟ میں نے عرض کیا کہ آپ نے اجلاس میں فلاں صاحب کو جب بیٹھ جانے کا ارشاد فرمایا تھا تو لہجہ کچھ سخت معلوم ہوتا تھا۔ جب آپ دوسرے اجلاس میں تشریف لائے تو آپ نے کارروائی شروع کرنے سے قبل اس پر معذرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے دفتر کے ایک کارکن نے مجھے اس طرف توجہ دلائی ہے جس پر میں دوستوں سے معذرت کرتا ہوں۔ میں جماعت کے دوستوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان کے اخلاص اور محبت کی قدر کرتا ہوں اور اُن کے لئے دعائیں بھی کرتا ہوں۔'' ۹۷

بدعات سے نفرت

بدعات سے آپ کی طبیعت میں سخت نفرت پائی جاتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ آپ کو قادیان میں ایک ایسی دعوت ولیمہ میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا جس میں کھانے کے دوران میں اندر سے باجہ کی آواز آنا شروع ہوئی جو غالباً گراموفون یا ریڈیو کی آواز تھی اور گانا عورتوں کا گایا ہوا تھا۔ یہ گانا عین دعا تک بلکہ دُعا کے ابتدائی حصے میں بھی جاری رہا۔ اس پر آپ کے دل کو سخت ٹھیس لگی اور آپ نے اسے ایک بدعت قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف پر زور آواز بلند کی اور لکھا کہ ایک مسنون رنگ کی دعوت میں جس میں مرد و عورت کا اس قدر قریب کا اجتماع تھا۔ باجے اور موسیقی کا پبلک مشغلہ اختیار کیا گیا جو ان حدود کے سراسر منافی ہے جو شریعت اسلامی ان معاملات میں قائم کرنا چاہتی ہے۔ ۹۸

باغات لگانے کا شوق

آپ کو باغات سے بھی خاص دلچسپی تھی چنانچہ ۱۹۲۷ء کے قریب آپ نے قادیان میں ایک احمدیہ فارم قائم کیا اور اس میں ہندوستان سے اعلیٰ قسم کے آموں کے پودے منگوا کر لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فارم کو اس قدر ترقی دی کہ اس کے آم ہندوستان بھر میں نمائش کے مواقع پر اول پوزیشن حاصل کرتے رہے۔ ان آموں سے آپ کو اس قدر دلچسپی تھی کہ آپ انہیں اپنے احمدی وغیر احمدی دوستوں اور عزیزوں کو بطور تحفہ بھیجا کرتے تھے اور بعض بے تکلف غیر احمدی دوست جو ہندوستان اور پاکستان میں حکومت کے اعلیٰ مناسب پر کام کرتے تھے آپ سے فرمائش کر کے بھی منگوالیا کرتے تھے بلکہ تقسیم ملک کے بعد بھی بعض احباب نے آپ کی معرفت قادیان سے آم منگوائے۔

فن عمارت سے دلچسپی

فن عمارت میں بھی آپ خوب دلچسپی لیتے تھے۔ چنانچہ قادیان میں ریلوے اسٹیشن کی تعمیر کے سلسلہ میں آپ روزانہ شام سے قبل وہاں تشریف لے جاتے اور ٹھیکیداروں کو ضروری مشورے دیتے تھے۔ ربوہ میں صدر انجمن کے دفاتر بھی آپ کی عمومی نگرانی میں تعمیر ہوئے اور بھی بہت سے احباب کو میں جانتا ہوں جنہوں نے اپنے مکانوں کی تعمیر کے ہر مرحلہ پر آپ سے مشورہ لیا۔ مگر تفصیل میں جانے کی نہ ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔

اہم تاریخی عکسی تصاویر محفوظ رکھنے کا شوق

زندہ قومیں اپنے بزرگوں کی یادگاروں کو محفوظ رکھنے میں خاص اہتمام کیا کرتی ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ بھی تاریخی اہمیت کی حامل یادگاروں سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ نے اس کمرہ کو بھی محفوظ کرنے کا اہتمام فرمایا۔ جس میں حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی کے آخری دن گذارے تھے۔ وہ کمرہ اب بھی تحریک جدید کے کواٹرز کے نزدیک محفوظ کھڑا ہے۔ اسی طرح جماعت کی اہم شخصیتوں کے فوٹو بھی آپ بڑے شوق سے رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ جب بھی آپ سے آپ کی ملاقات کے کمرہ میں ملاقات کا موقعہ ملتا تھا وہ فوٹو دیواروں پر آویزاں نظر آتے تھے۔

تبرکات کی حفاظت کا اہتمام

آپ تبرکات کی حفاظت کا بھی خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بعض تبرکات محفوظ کرنے میں آپ نے حتی المقدور سعی فرمائی اور وہ تبرکات اب آپ کے فرزند اکبر حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔

مذہبی تعلیم کی قدر و منزلت

آپ مذہبی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں اور بچیوں کو خاص قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ بلکہ بعض وقت فرمایا کرتے تھے کہ مجھے افسوس ہے کہ جو وقت میں نے دنیوی علوم کے حصول میں صرف کیا وہ بھی دینی علوم کے حصول میں صرف کرتا۔ گو آپ کا یہ فرمانا محض کسر نفسی کے طور پر تھا کیونکہ آپ نے دنیوی علوم کو بھی خدمت دین کا ہی ایک ذریعہ بنایا ہوا تھا۔ مگر بہر حال اس سے اس تڑپ کا اندازہ ہو سکتا ہے جو آپکو دینی علوم کے حصول میں تھی۔ ایک واقعہ بھی عرض کرتا ہوں۔ محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ لکھتی ہیں:

> ’’اس سال رمضان المبارک میں تعلیم القرآن کلاس کی طالبات کو لے کر ملاقات کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے باوجود خرابی صحت کے سب کو اپنے کمرہ میں بلا لیا اور ہر ایک کے متعلق دریافت فرمایا اور تعلیم حاصل کرنے کے متعلق بہت نصیحتیں فرمائیں اور پھر غیر معمولی لمبی دعا فرمائی۔‘‘ 99

عیسائیت کے مقابلہ کا جوش

جس یقین اور وثوق کیسا تھ آپ نے اپنی تحریرات میں اسلام کی فتح اور عیسائیت کی شکست کاذکر فرمایاہے اسے پڑھ کر دل میں عیسائیت کا مقابلہ کرنے کا ایک جوش پید اہو جاتاہے حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری فرماتے ہیں ''۱۹۶۲ کے شروع میں جب پادری عبد الحق صاحب سے مناظرہ کی شرائط طے کرنے کے لئے میں اور مکرم قاضی محمدنذیر صاحب فاضل لائلپوری آپ سے مل کر لاہور گئے اور میں نے آ کر آپ کو اطلاع دی کہ پادری صاحب مناظرہ کے لیے تیار نہیں ہوئے اور شرائط طے نہیں ہوسکیں تو آپ نے جواب میں مجھے ایک فقرہ یہ بھی لکھا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ اگر مناسب شرائط طے ہو جائیں تو اس معاند پادری سے ضرور مباحثہ ہو جائے بعد ازاں پادری صاحب کو خود یا دوسرں کے کہنے سے احساس ہؤا کہ ان کا مؤقف غلط تھا تو انہوں نے الوہیت مسیح پر تحریری مناظرہ شروع کردیا تو سیدی حضرت مرزابشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور دعا کی اللہ تعالیٰ اسلام کوغلبہ عطا فرمائے پھر جب دو پرچوں کے بعد پادری صاحب نے راہ فرار اختیار کی تو یہ امر بھی آپکی مزید خوشی کا باعث ہوا اور آپ نے اسے احمدیت کی ایک نمایاں فتح قرار دیا۔''۱۰۰

عیسائیت کے مقابلہ میں آپ کے دل کے جوش کا اندازہ ان کتب اور تحریرات سے بخوبی لگا یا جاسکتا ہے جو گذشتہ نصف صدی کے عرصہ میں آپ کے قلم سے نکلیں اس کتاب میں بھی آگے چل کر جو مکتوبات درج کئے جائیں گے ان میں سے بھی بعض اس جوش کا آئینہ دار ہیں۔

اسلام اور احمدیت کے شاندار مستقبل کے متعلق یقین

اسلام اور احمدیت کے شاندار مستقبل کے متعلق آپ ایک یقین اور بصیرت کی محکم چٹان پر کھڑے تھے آپ کی جملہ تحریرات مکتوبات اور زبانی گفتگو میرے اس بیان پر شاہد ناطق ہیں اور پھر آپ کا یہ یقین محض خوش فہمی پر مبنی نہیں تھا بلکہ قرآن کریم احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا گہرا مطالعہ ہونے کی وجہ سے ہر بات آپ باحوالہ بیان فرمایا کرتے تھے جماعت میں بہت سے اندرونی و بیرونی فتنے اٹھے لیکن جہاں آپ نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی سرکردگی میں اِن فتنوں کا ایک بیدار مغز جرنیل کی طرح محتاط اورچوکس ہو کر مقابلہ کیا وہاں ایک لحظہ کے لیے بھی کبھی آپ کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ فتنہ پرداز کامیاب ہو جائیں گے بلکہ جب بعض اوقات کمزور دل لوگ گھبرا اٹھتے تو ایک ہی فقرہ سے ان کی ایسی ڈھارس

بندھاتے کہ ان کی ساری گھبراہٹ دور ہو جاتی اور وہ مخالفین سلسلہ کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے۔ اسلام کے عالمگیر غلبہ کی تڑپ آپ میں اس قدر پائی جاتی تھی کہ ایک دفعہ جماعت کو تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا :

''ظاہر ہے کہ موجودہ رفتار سے اسلام اور احمدیت کے عالمگیر غلبہ کا مقصد ہر گز حاصل نہیں ہو سکتا اس لیے ایک طرف جماعت کی والہانہ جدوجہد اور دوسری طرف خدا کی معجزاہ نما نصرت کی ضرورت ہے مجھے اس وقت بچپن کا ایک شعر یاد آ رہا ہے جو میں نے جماعت کی موجودہ رفتار کے پیش نظر اپنی اوائل عمر میں کہا تھا ؎

سخت مشکل ہے اس چال سے منزل یہ کٹے
ہاں اگر ہوسکے پرواز کے پر پیدا کر

سو دوست خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمیں دکھاوے کے پر نہیں بلکہ پرواز کے پر عطا کرے اور ہمارے ہاتھوں سے دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو **ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم**'' [۱۰۱]

ابھی دور کی بات نہیں چند سال قبل مسٹر خروشیف روسی وزیر اعظم نے یہ بڑ ہانکی تھی کہ

''میں ساری دنیا پر اشترا کی جھنڈا لہراتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں اور مجھے اس وقت تک زندہ رہنے کی خواہش ہے۔ مجھے توقع ہے کہ میری اس کوشش کی تکمیل کا دن دُور نہیں۔''

مسٹر خروشیف کے یہ الفاظ پڑھ کر آپ کی غیرت جوش میں آئی اور آپ نے ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا

''غالب کون ہوگا
اشترا کیت یا اسلام''

اس مضمون میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں درج کرنے کے بعد لکھا:

''انسانی زندگی محدود ہے مسٹر خروشیف نے ایک دن مرنا ہے اور میں بھی اس دنیوی زندگی کے خاتمہ پر خدا کی ابدی رحمت کا امیدوار ہوں۔ مگر دنیا دیکھے گی اور ہم دونوں کی نسلیں دیکھیں گی کہ آخری فتح کس کے حق میں لکھی ہے۔ روس کا ملک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی دیکھ چکا ہے جو ان ہیبت

ناک الفاظ میں کی گئی تھی کہ

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

اب اسلام کے دائمی غلبہ اور توحید کی سر بلندی کا وقت آ رہا ہے اور دنیا دیکھ لے گی کہ مسٹر خروشیف کا بول پورا ہوتا ہے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کی فتح کا ڈنکا بجتا ہے۔'' ۱۰۲

افراد جماعت کی باہمی مخاصمت کو دور کرنے کی قابلیت

آپ کو ہر وقت یہ فکر دامنگیر رہتا تھا کہ سلسلہ کے افراد آپس میں صلح اور اتحاد سے رہیں اور بنیان مرصوص ہو کر سلسلہ کی ترقی اور مضبوطی کے لئے کوشاں ہوں۔

محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی فرماتے ہیں:

''کسی قضیے کو خوش اسلوبی کے ساتھ ختم کرنے اور کسی جھگڑے کو بہت سہولت سے طے کرنے کی حضرت میاں صاحبؓ میں حیرت انگیز قابلیت تھی۔ جب ۱۹۴۴ء میں مرکزی لائبریری کا لائبریرین بن کر میں قادیان آیا تو حکیم غلام حسین صاحب مرحوم وہاں پہلے سے لائبریرین تھے۔ میرے وہاں پہنچنے پر بجائے ایک کے دو آدمی لائبریرین کا کام کرنے لگے۔ حکیم صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ میں ان کا ماتحت ہوں اور میں خیال کرتا تھا کہ ہم دونوں مل کر لائبریرین کا کام انجام دے رہے ہیں کوئی کسی کا ماتحت نہیں اور ہم دونوں کے افسر حضرت میاں صاحبؓ ہیں اس بناء پر ہمیشہ آپس میں چپقلش رہتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم صاحب نے حضرت میاں صاحب سے جا کر میری شکایت کر دی کہ اسماعیل مجھ سے تعاون نہیں کرتا مگر حضرت میاں صاحب نے مجھ سے زبانی یا تحریری کچھ نہ فرمایا اور خاموش ہو رہے۔ کچھ دن بعد جب میں خود کسی دفتری ضرورت سے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت میاں صاحب نے بڑی ہی محبت اور نرمی کے ساتھ مجھے نصیحت کی کہ ''تم دونوں کو آپس میں جھگڑنا نہیں چاہیے اور باہم بہت سلوک اور رواداری کے ساتھ ہمدردی اور مروت سے پیش آنا چاہیے۔'' میں نے عرض کیا کہ ''حکیم صاحب مجھ سے ایسے کام کرنے کو کہتے ہیں جو میرے فرائض میں سے نہیں ہیں۔ اسی بنا پر جھگڑا رہتا ہے اور کوئی بات نہیں۔

حضرت میاں صاحب نے دو منٹ سوچنے کے بعد فرمایا کہ 'اچھا اگر لائبریری کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور دونوں حصے الگ الگ جگہ رہیں تو پھر تو کچھ جھگڑا نہیں ہوگا؟'' میں نے عرض کیا کہ پھر جھگڑا کیوں ہو گا؟ چنانچہ حضرت میاں صاحبؓ نے فوراً حکم دیا کہ لائبریری دو حصوں میں تقسیم کر دی جائے۔ ایک حصہ کا انچارج محمد اسماعیل رہے اور ایک حصہ کے لائبریرین حکیم غلام حسین رہیں۔ میرے حصہ کی لائبریری مسجد مبارک کے نیچے کے کمروں میں (بالمقابل بیت المال) آ گئی اور حکیم صاحب کے حصہ کی لائبریری ان کمروں میں رہی جو بک ڈپو تالیف و اشاعت کی پشت پر کنوئیں کے پاس تھے۔ اس طرح ان روز روز کے جھگڑوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔'' ۱۰۳

دُعاوں میں انہماک

دعاؤں میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ آپ نے متعدد مرتبہ جماعت کے تمام افراد کے لئے یہ دُعا کی کہ

''خدایا! تو ایسا فضل کر کہ ہمارے وہ سب عزیز جن کے ساتھ ہمیں محبت ہے اور وہ سب لوگ جنہیں تیرے ساتھ محبت ہے یعنی تیرے وہ بندے جو احمدیت کی پاک لڑی میں محبت اور اخلاص کے ساتھ پروئے ہوئے ہیں ان کی زندگیاں تیری رضا کے ماتحت گذریں اور (اگر) ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتو اے ہمارے رحیم و مہربان آ قا! تو اس وقت تک اُن سے موت کو روکے رکھ جب تک کہ تیری قدرت کا طلسمی ہاتھ انہیں اُن کے گناہوں سے پاک وصاف کر کے تیرے قدموں میں حاضر ہونے کے قابل بنا دے۔ تا کہ ان کی موت عروسی جشن والی موت ہو اور وہ تیرے دربار میں اپنے گناہوں سے دُھل کر اور پاک وصاف ہو کر پہنچیں۔ اے خدا! تو ایسا ہی کر۔ ہاں تجھے تیری اس عظیم الشان رحمت کی قسم ہے جو تیرے پاک مسیح کی بعثت کی محرک ہوئی کہ تو ایسا ہی کر ۔ آمین رب العالمین۔'' ۱۰۴

اسی طرح آپ نے ایک رمضان کے موقعہ پر یہ دعا فرمائی کہ

''اے ہمارے آسمانی آ قا! ہم تیرے بہت ہی کمزور اور نالائق بندے ہیں۔ ہم تیری طرف سے انعام پر انعام دیکھتے ہیں اور کمزوری پر کمزوری دکھاتے ہیں۔ تو ہمیں

اُوپر اُٹھاتا ہے اور ہم نیچے کی طرف جھکتے ہیں۔ تو احسان کرتا ہے اور ہم ناشکری میں وقت گذارتے ہیں مگر پھر بھی ہم بہر حال تیرے ہی بندے ہیں۔ پس اگر تو یہ جانتا ہے کہ ہم باوجود اپنے لا تعداد گناہوں اور کمزوریوں کے تیری حکومت سے باغی نہیں اور تیری اور تیرے رسول اور تیرے مسیح کی محبت کو خواہ وہ کتنی ہی کمزور ہے اپنے دلوں میں جگہ دیتے ہیں تو تو اس رمضان کو اور اس کے بعد آنیوالے رمضان کو ہمارے لئے اور ہمارے عزیزوں اور دوستوں کے لئے اور ہماری ان نسلوں کے لئے جو آگے آنیوالی ہیں مبارک کر دے اور ہمیں اپنا وفادار بندہ بنا اور ہمیں اسلام اور احمدیت کی ایسی خدمت کی توفیق عطا کر جو تجھے خوش کرنے والی ہو اور ہمارے انجام کو بخیر کر۔'' [۱۰۵]

قبولیت دعا کی ایک مثال

آپ کی دعاؤں کی قبولیت کی صرف ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ آپ کے خسر حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری ایک لمبے عرصہ تک غیر مبائعین کے ساتھ منسلک رہے مگر آخر آپ کی دعاؤں کی برکت سے انہوں نے صدق دل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کر لی۔ آپ فرماتے ہیں:

''جب میں نے کتاب ''سلسلہ احمدیہ'' لکھی تو اس تصنیف کے دوران جب میں سلسلہ کی تاریخ کے اس حصہ میں پہنچا جو غیر مبائعین کے فتنہ سے تعلق رکھتا ہے تو اس وقت یہ حقیقت اپنی انتہائی تلخی کے ساتھ میرے سامنے آئی کہ میرا ایک نہایت ہی قریبی بزرگ ابھی تک خلافت حقہ کے دامن سے جدا ہے اور میں نے اس رسالہ کے لکھتے لکھتے یہ دعا کی کہ خدایا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر تیری تقدیر مانع نہیں۔ تو انہیں حق کی شناخت عطا کر اور ہماری اس جدائی کو دور فرما دے۔ میں اپنے خدا کا کس منہ سے شکر ادا کروں کہ ابھی رسالہ کی اشاعت پر ایک مہینہ بھی نہیں گذرا تھا کہ ہمارے خدا کی مخفی تاریں حضرت مولوی صاحب کو کھینچ کر قادیان لے آئیں اور وہ چھبیس سال کی لمبی جدائی کے بعد بیعت خلافت سے مشرف ہوگئے۔ **فالحمدلله علیٰ ذلک ولاحول ولاقوۃ الا بالله العلّی العظیم۔**'' [۱۰۶]

آپ کی منتخبہ چالیس دعائیں

مکرم چوہدری مختار احمد صاحب ایاز ٹانگانیکا مشرقی افریقہ لکھتے ہیں کہ

''جولائی ۱۹۵۷ء میں خاکسار نے ادعیۃ الفرقان۔ ادعیۃ الرسول اور ادعیۃ المسیح الموعود کو ایک جلد میں مجلد کر کے سیّدی حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے پیش کیا آپ نے اس مجلد کے سرورق پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

آپ نے بہت اچھا کیا کہ ادعیۃ الفرقان اور ادعیۃ الحدیث اور ادعیۃ المسیح الموعود کے رسالہ جات جلد کرا لئے۔ اس مجلّد کو ہمیشہ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھئے اور مسنون دعاؤں پر زور دے کر اُن کی برکات سے فائدہ اٹھایئے۔ جو دعائیں یہ خاکسار زیادہ پڑھا کرتا ہے ان پر میں نے سرخی سے نشان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلب میں دعاؤں کا ذوق وشوق پیدا کرے اور انہیں قبولیت کے شرف سے نوازے کیونکہ دعا روحانیت کی جان ہے۔

والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۵/جولائی ۱۹۵۷ء''

ذیل میں ادعیہ کی وہ فہرست اختصاراً پیش کرتا ہوں جن پر حضرت میاں صاحب نے نشان لگائے تھے:

ادعیۃ الفرقان: ۱- سورۃ فاتحہ ۲- ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً ...... ۳- غفرانک ربنا ...... ۴- ربنا لا تؤاخذنا ...... ۵- ربنا لا تُزغ قلوبنا...... ۶- ربنا اغفرلنا ذنوبنا ......۷- ربنا اِنّنا سمعنا منادیاً...... ۸- ربّ اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ...... ۹- ربّ ارحمھما ...... ۱۰- ربنا اتنا من لّدنک رحمۃً...... ۱۱- رب اشرح لی صدری ...... ۱۲- ربّ زدنی علما ...... ۱۳- لا الٰہ الّاانت سبحانک ...... ۱۴- ربّ اغفر وارحم...... ۱۵- ربنا ھب لنا من ازواجنا...... ۱۶- ربّ اوزعنی ان اشکر...... ۱۷- ربّنا اتمم لنا

نورنا...... ۱۸ – سورۃ الفلق...... ۱۹ – سورۃ النّاس

ادعیۃ الرسول: ۱–اللّٰھم اجعل فی قلبی نورًا...... ۲–اذھب الباس...... ۳– بسم اللّٰہ اللّٰھم جنبنا الشیطٰن...... ۴– اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم...... ۵– سبحان الّذی سخر لنا ھٰذا وما کنّا لہٗ مقرنین. ۶–اللّٰھم رب السمٰوٰت السبع وما اظللن ...... ۷–اللّٰھم استر عور اتنا...... ۸–یا حیّ یا قیوم برحمتک استغیث ۹–اللّٰھم انّی اعوذبک من الھم والحزن......الخ . ۱۰ – اللھم باسمک اموتُ و احیٰ...... ۱۱ – لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم...... ۱۲ – اللھم اِنّی اعوذبک من جھدالبلاء...... الخ ۱۳ –اللّٰھم انّی استخیرک...... ۱۴ – اللّٰھم ارزقنی حُبّکَ......

ادعیۃ المسیح الموعود: ۱ – ربّ اذھب عنیّ الرجس...... ۲–سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم. اللھم صل علیٰ محمدٍ وال محمدٍ ۳–یاحیُّ یاقیوم برحمتک استغیث ۴– ربّ کل شیئٍ خادمک...... ۵– بسم اللہ الکافی بسم اللہ الشافی...... ۶ – رب توفنی مسلماً ...... ۷– رب ھب لی ذریۃً طیبۃً...... کل ۴۰ دعائیں'' ۱۰۷

کشف والہام

آپ صاحب کشف و الہام بھی تھے لیکن بیان کرنے کی عادت نہیں تھی۔ البتہ بعض اوقات جب کسی کو اہل سمجھتے تو کوئی تازہ الہام اور کشف وغیرہ بیان بھی فرما دیا کرتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ بیان فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ عین بیداری کے عالم میں جبکہ کوئی دوسرا پاس نہ تھا۔ غیب سے بالکل صاف آواز سنائی دی کہ'' السلام علیکم'' ۱۰۸

بعض الہامات ہماری جماعت کے مشہور صوفی حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی سے بھی بیان فرما دیا کرتے تھے جن کا ذکر انشاء اللہ آپ کے مکتوبات میں آئے گا۔

جذبہ شکر کی فراوانی

جذبہ شکر کی فراوانی آپ میں اس قدر پائی جاتی تھی کہ ایک دفعہ آپ اسلامی اخوت پر مضمون لکھ رہے تھے کہ اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث آ گئی کہ تمام مومن ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھنے اور ایک دوسرے کی طرف تعاون اور ملاطفت کی روح کے ساتھ جھکنے میں بالکل انسانی جسم کا سا رنگ

رکھتے ہیں کہ جب اس جسم کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو باقی ماندہ جسم بھی اس بیمار عضو کی ہمدردی میں بے چینی اور بخار اور سوزشِ اضطراب میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

یہ حدیث آپ نے لکھی ہی تھی کہ بغیر کسی سابقہ انتباہ کے آپ کو نقرس کے حملہ نے اچانک آدبوچا اور بائیں پاؤں کے ٹخنے میں اس شدت کا درد اُٹھا کہ چند منٹوں کے اندر اندر چلنا پھرنا تو درکنار بستر کے اندر پاؤں ہلانا بھی مشکل ہوگیا۔ آپ فرماتے ہیں میں نے دل میں کہا شاید نیرنگی قدرت کے اس فلسفہ کا پہلا سبق خدا مجھ کو ہی دینا چاہتا ہے اور مجھے کچھ عرصہ کے لئے بے چینی اور بخار کے لئے بھی تیار ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ درد تو صرف بائیں پاؤں کے ٹخنے میں تھا اور ماؤف مقام غالباً ایک انچ قطر سے زیادہ نہیں ہو گا مگر دیکھتے ہی دیکھتے جسم یوں تپنے لگا کہ جیسے قدرت کی کسی غیر معمولی بھٹی نے سارے جسم میں جلد کے نیچے دہکتے ہوئے کوئلوں کی تہہ بچھادی ہے اور اس کے ساتھ بے چینی اوراضطراب کا وہ عالم تھا کہ الاماں۔

اس شدید تکلیف کی حالت میں آپ فرماتے ہیں:

> ’’اس وقت میں یقیناً اس سوچ میں پڑ گیا کہ اس تکلیف دہ بیماری سے شفا پانے کی دعا پہلے کروں یا کہ اس تازہ بتازہ فطری سبق پر خدا کا شکریہ پہلے ادا کروں۔‘‘[۱۰۹]

رُبَّ اَشۡعَثَ اَغۡبَرَّ کے مصداق

حدیث میں آتا ہے بعض پراگندہ مو اور غبار آلودہ یعنے سادہ مزاج بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب وہ کوئی بات اپنی زبان سے نکالیں کہ یوں ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اُن کی زبان کی لاج رکھ لیتاہے اور ویسا ہی کر دیتا ہے حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی خدا کے بندوں میں سے تھے۔

محترمہ مبارکہ قمر صاحبہ اہلیہ محترم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب گولبازار ربوہ لکھتی ہیں:

> ’’میرے ہاں جب چھٹی بچی پیدا ہوئی تو میں (قادیان دارالامان سے) واپس پاکستان آچکی تھی۔ اطلاع ملنے پر حضور نے مجھے بڑا تسلی کا خط لکھا اور جب میں کچھ عرصہ بعد ملاقات کے لئے حاضر ہوئی تو تسلی دیتے ہوئے فرمانے لگے کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ ضرور لڑکا دے گا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! میری صحت اب بہت کمزور ہو گئی ہے۔ بلڈ پریشر کی بھی مریضہ ہو چکی ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اب بچہ پیدا نہ ہو۔ فرمایا ایسا مت کہو اور ناامید نہ ہو۔ پھر میں نے اصرار کیا اور کہا اب

میں کچھ نہیں چاہتی تو فرمانے لگے۔ میری یہ شدید خواہش ہے کہ تمہاری گود میں لڑکا دیکھوں اور میں دعا بھی کرتا رہتا ہوں۔ پھر ساتویں لڑکی پید ا ہوئی۔ تو حضور خاموش رہے اور کوئی ذکر نہ کیا۔ حضورؓ میرے لئے دعا کرتے رہے اور بعض مرتبہ ڈاکٹر صاحب ملنے کے لئے جاتے اور کوئی بزرگ پاس بیٹھے ہوتے تو مل کر دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو لڑکا عطا فرمائے آخر اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعائیں قبول فرمائیں اور عاجزہ کو لڑکا دیا۔ ڈاکٹر صاحب اطلاع دینے آپ کی خدمت میں گئے۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ میں مٹھائی دیکھ کر سمجھ گئے اور بیتابی سے پوچھا۔ جلدی بتاؤ کیا خبر لائے ہو؟ اور بغیر جوتا پہنے دروازہ تک جلدی قدم بڑھاتے آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے تو فرط انبساط میں ڈاکٹر صاحب کو سینہ سے لگا کر خوب بھینچا اور بار بار بغلگیر ہوتے اور فرماتے جاتے۔ الحمدللہ الحمدللہ اور مجھے نہایت ہی پُر زور شفقت بھرا مبارک باد کا خط لکھا کہ آخر خدا نے تمہاری سن ہی لی۔''

۲۔ ''جب ہم قادیان سے نو سال کی درویشی کے بعد ربوہ آئے تو ہمارا تمام اندوختہ ختم ہو چکا تھا۔ کچھ سرینگر رہ گیا کچھ قادیان کے زمانہ میں خرچ ہوگیا۔ ربوہ میں کرایہ کے مکان میں رہنا پڑا۔ پینتیس روپے کرایہ تھا۔ بڑی مشکل کے دن تھے۔ ربوہ میں زمین میں پہلے خرید چکی تھی۔ اس لئے اپنا مکان بنانے کا ارادہ کیا۔ مکان بنانے کے لئے روپیہ نہیں تھا۔ اس لئے زرعی زمین میں سے کچھ حصہ فروخت کر دیا۔ اور فروخت کا سودا کر کے بیعانہ بھی وصول کر لیا۔ میں حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت مبارک میں دعا کے لئے حاضر ہوئی۔ سب قصّہ عرض کیا۔ سن کر سختی سے منع فرمایا کہ زرعی زمین ہرگز فروخت نہیں کرنی چاہیے۔ یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ زمین بیچ کر مکان بناؤ۔ میں گھبرا گئی اور عرض کیا کہ ہمارے لئے ماہوار کرایہ دینا مشکل ہے اور اب تو سودا بھی پختہ ہو چکا ہے۔ بیعنامہ بھی لے چکے ہیں اور مقررہ تاریخ پر باقی رقم وصول کرنی ہے۔ حضور نے فرمایا ''مکان خود بخود بن جائے گا۔ زمین نہیں بیچنی'' میں بار بار عرض کرتی کہ اب تیر ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ آپ بار بار یہی فرماتے۔ نہیں! زمین نہیں فروخت کرنی مکان بن جائے گا۔ دعا

کرو اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔

یہ ایک معجزہ ہے۔ جو الفاظ قمر الانبیاء کی زبان مبارک سے نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت عظیمہ سے پورے فرمائے۔ الحمدللہ۔ زمین کے گاہک نے جس تاریخ کو روپیہ ادا کرنا تھا کسی وجہ سے وہ دن لیٹ ہو گیا اور بموجب معاہدہ سودا فسخ ہوگیا۔ گو معاہدہ کی رُو سے زربیعانہ ایک ہزار ہمارا حق تھا لیکن ہم نے یہ رقم بھی اسی خوشی میں گاہک کو واپس کر دی اور وہ بھی خوش ہوگیا۔ ہماری زمین ہمارے پاس رہی اور اللہ تعالیٰ کے پیارے کی بات پوری ہوئی۔

دوسرا مرحلہ مکان بنانے کا تھا۔ حضرت میاں صاحبؓ کی ہدایت کے بموجب -/۳۰۰۰ روپیہ انجمن سے قرض لیا اور مکان کی بنیادیں رکھ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ روزانہ مستری مزدوروں اور دیگر چھوٹے اخراجات کے لئے وہ رقم بھیج دیتا اور جب تک مکان بنتا رہا یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس سال زمین کی فصل سے بھی غیر معمولی آمد ہوئی اور مکان بنتے بنتے اچھی خاصی کوٹھی تیار ہو گئی۔ جو حصہ مکان اس وقت ہم نے نہ بنایا اب اکثر کف افسوس ملتے ہیں کہ اگر اس وقت بنا لیتے تو اللہ تعالیٰ کا فضل جاری تھا ضرور بن جاتا۔ اس وقت کی حالت یاد کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت یاد آتی ہے اور حیرانی ہوتی ہے کہ اتنا بڑا مکان بغیر ٹھوس سرمایہ کے کیسے بن گیا۔'' ۱۱۰؎

ان واقعات سے ظاہر ہے حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے ان خاص مقبول بندوں میں سے تھے کہ جن کی زبان سے اگر کوئی بات نکل جائے تو اللہ تعالیٰ اس بات کو پورا کرنا اپنے اوپر فرض کرلیتا ہے۔

جماعت کا نظام اخوّت

ایک نہایت ہی اہم اور قیمتی سبق آپ نے سلسلہ کے اعلیٰ کارکنوں کو یہ دیا کہ بے شک سُستیاں کرنے والوں اور غافلوں کو بیدار کرنے کے لئے اُن کے خلاف تعزیری کارروائیاں کرو لیکن اس امر کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ آخر وہ ہمارے بھائی ہیں اور ہمارا سارا نظام باہمی اخوّت پر مبنی ہے۔

محترم ہاشمی صاحب کا بیان ہے کہ

''حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا ہوا تھا کہ جو دوست قافلہ قادیان میں نام لکھانے اور منظور کئے جانے کے بعد قافلہ میں نہ جائیں تو اُن سے پندرہ روپے بطور حرجانہ وصول کئے جائیں۔ چنانچہ ایسے اصحاب سے دفتر وصولی کی کوشش کرتا رہا ہے۔اپریل ۶۱ء کی بات ہے کہ ایک صاحب سے اس سلسلہ میں متعدد خطوط کا تبادلہ ہؤا۔ اس پر میں نے حضرت میاں صاحب کی طرف سے جو خط ڈرافٹ کیا اس کے آخر میں لکھ دیا (اس سلسلہ میں آپ سے کافی خط و کتابت ہو چکی ہے اور اس خط کو آپ اس تعلق میں آخری سمجھیں۔ میرے ذمہ اور بہت سے اہم امور ہیں۔ جنہیں سر انجام دینا ہے) اس چٹھی پر حضرت میاں صاحبؓ نے دستخط تو فرما دیے۔ مگر میرے اس طرح لکھنے کو پسند نہ فرمایا اور مجھے دوسرے دن تحریر فرمایا:

''قافلہ میں شامل نہ ہونے پر آپ جو خطوط حرجانہ کے متعلق لوگوں کو لکھتے ہیں ان میں ضابطہ پرستی کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ جماعت کا انتظام اخوت پر قائم ہے۔ بیشک ضابطہ کا خیال رکھا جائے۔ مگر انداز تحریر برادرانہ ہونا چاہیے۔[111]

❁ ❁ ❁

حوالہ جات باب دوم

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۱	آئینہ کمالات اسلام حاشیہ صفحہ ۵۷۸
۲	سورۃ النساء رکوع ۹
۳	تذکرہ صفجہ ۷۹۵
۴	تریاق القلوب صفجہ ۴۲
۵	ایک غلطی کا ازالہ
۶	تریاق القلوب صفحہ ۴۲
۷	دی آفیشیل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف انگلیکن کمیونین ۱۸۹۴ء
۸	الفضل خاص نمبر مورخہ ۲۹؍اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۷
۹	الحکم ۱۴/ ۷جون ۱۹۱۰ء
۱۰	تعارف مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے
۱۱	منقول از الفضل خاص نمبر صفحہ ۶
۱۲	الفضل ۲۰؍نومبر ۶۳ء صفحہ ۷
۱۳	خالد ماہ فروری ۶۴ء
۱۴	الفضل ۱۸؍اکتوبر ۶۳ء
۱۵	مصباح قمرالانبیاء نمبر دسمبر ۶۳ء وجنوری ۶۴ء صفحہ ۱۹
۱۶	الفضل ۲۵؍اگست ۷۳ء صفحہ ۴
۱۷	الفضل ۲؍جولائی ۷۰ء صفحہ ۱
۱۸	الفضل ۱۳؍نومبر ۵۱ء صفحہ ۴
۱۹	الفضل ۲۰؍نومبر ۶۳ء صفحہ ۴
۲۰	الفضل خاص نمبر پرچہ ۲۹؍اکتوبر ۱۹۶۳ء
۲۱	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۷
۲۲	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۸۷
۲۳	خالد فروری ۱۹۶۴ء
۲۴	الفضل ۱۸؍ستمبر ۱۹۶۳ء
۲۵	الفضل ۱۸؍ستمبر ۱۹۶۳ء
۲۶	الفرقان قمر انبیاء نمبر صفحہ ۳۲
۲۷	الفضل ۱۹؍اکتوبر ۶۳ء
۲۸	الفضل ۲۰؍اکتوبر ۶۳ء
۲۹	الفضل ۱۶؍نومبر ۶۳ء
۳۰	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۱
۳۱	الفضل خاص نمبر ۲۹؍اکتوبر ۶۳ء صفحہ ۸
۳۲	الفضل ۲۰؍نومبر ۶۳ء
۳۳	مصباح قمرالانبیاء نمبر صفحہ ۷
۳۴	الفضل ۱۰؍نومبر ۶۳ء
۳۵	خالد فروری ۱۹۶۴ء
۳۶	خالد فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۷
۳۷	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۵۷
۳۸	الفضل ۱۳؍ستمبر ۶۳ء
۳۹	الفضل ۱۸؍اکتوبر ۶۳ء
۴۰	مکتوب گرامی ۶۰.۲.۴ مندرجہ الفضل ۲۶؍اکتوبر ۶۳ء
۴۱	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۳۸ تا ۴۰
۴۲	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۷۳
۴۳	الفضل خاص نمبر صفحہ ۱۶
۴۴	الفضل ۱۵؍دسمبر ۱۹۶۱ء بحوالہ الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۸۹
۴۵	الفرقان حضرت حافظ روشن علی نمبر دسمبر بحوالہ قمرالانبیاء نمبر صفحہ ۹۰
۴۶	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۵۳
۴۷	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۳۴ تا ۳۷

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۴۸	الفضل ۱۸/اکتوبر ۶۳ء
۴۹	الفضل ۱۶/نومبر ۶۳ء
۵۰	الفضل خاص نمبر ۲۹/اکتوبر ۶۳ء صفحہ ۳۶
۵۱	غیر مطبوعہ مضمون
۵۲	الفضل ۱۸/ستمبر ۶۳ء
۵۳	غیر مطبوعہ تحریری بیان
۵۴	الفضل ۲۰/اکتوبر ۶۳ء صفحہ ۴
۵۵	خالد فروری ۶۴ء
۵۶	الفرقان قمرالانبیاء نمبر صفحہ ۹۳
۵۷	درمکنون صفحہ ۲۳
۵۸	مصباح قمر الانبیاء صفحہ ۲۷
۵۹	الفضل ۱۵/مارچ ۶۳ء
۶۰	الفضل ۱۸/ستمبر ۶۳ء
۶۱	الفضل ۳۱/اکتوبر و یکم نومبر ۶۳ء
۶۲	الفضل ۱۸/اکتوبر ۶۳ء
۶۳	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۳۶
۶۴	غیر مطبوعہ مضمون
۶۵	غیر مطبوعہ مضمون
۶۶	الفضل ۱۲/مارچ ۴۴ء صفحہ ۳
۶۷	الفضل ۷/اپریل ۶۳ء
۶۸	الفضل ۲/مارچ ۳۳ء صفحہ ۴
۶۹	الفضل ۷/جنوری ۱۹۳۶ء بحوالہ مصباح قمرالانبیاء نمبر صفحہ ۲۱
۷۰	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۵
۷۱	خالد فروری ۱۹۶۴ء ۲۹-۳۰
۷۲	خالد فروری ۶۴ء صفحہ ۲۷-۲۸
۷۳	الفضل ۱۱/اپریل ۶۴ء صفحہ ۴
۷۴	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۵
۷۵	''بھیم پترکا'' جالندھر بھارت اکتوبر ۶۳ء بحوالہ الفضل خاص نمبر صفحہ ۲۳
۷۶	الفضل خاص نمبر صفحہ ۲۳
۷۷	الفضل ۱۶/نومبر ۶۳ء
۷۸	مکتوب نمبر ۵۱۵۷ مورخہ ۱۶/جنوری ۶۱ء
۷۹	اقتباس از مکتوب ۱۴۸۱ مورخہ ۳.۱۰.۶۱ مندرجہ الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۴۷
۸۰	الفضل ۵/ستمبر ۶۳ء صفحہ ۳
۸۱	الفضل ۲۶/اکتوبر ۶۳ء
۸۲	الفضل ۲۶/اکتوبر ۶۳ء
۸۳	'خالد' فروری ۶۴ء صفحہ ۳۳
۸۴	الفضل ۲۱/ستمبر ۶۳ء
۸۵	الفضل ۲۰/جون ۱۹۴۷ء صفحہ ۲
۸۶	الفضل ۲۲/فروری ۴۶ء صفحہ ۲
۸۷	الفضل ۲۱/اپریل ۵۵ء صفحہ ۵
۸۸	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۷۷
۸۹	الفضل ۹/جولائی ۱۹۴۷ء
۹۰	الفضل ۲۵/مئی ۱۹۴۸ء صفحہ ۳
۹۱	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۸
۹۲	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۷۵
۹۳	مصباح قمرالانبیاء نمبر صفحہ ۴۶
۹۴	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۷
۹۵	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۶
۹۶	الفضل ۲۹/ستمبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۳
۹۷	مصباح قمرالانبیاء نمبر صفحہ ۷۶
۹۸	الفضل ۱۳/اکتوبر ۱۹۶۳ء

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۹۹	تربیتی مضامین صفحہ ۱۹
۱۰۰	الفضل ۲۸؍جولائے ۶۰ء
۱۰۱	خالد ماہ فروری ۶۴ء
۱۰۲	الفضل ۹؍ستمبر ۴۱ء صفحہ ۳
۱۰۳	الفضل ۱۲؍اکتوبر ۴۱ء صفحہ ۵
۱۰۴	الفضل ۱۸؍فروری ۴۳ء
۱۰۵	مندرجہ بالا ہر سہ رسائل محترم میاں محمد یامین صاحب تاجر کتب ربوہ کے ہاں سے ایک جلد میں مل سکتے ہیں۔

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۱۰۶	خالد فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۵
۱۰۷	الفضل ۱۹؍دسمبر ۱۹۳۶ء ماخوذ از مضمون محترم مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ بحوالہ مصباح قمرالانبیاء نمبر صفحہ ۱۷
۱۰۸	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۴۱-۴۲
۱۰۹	الفضل خاص نمبر صفحہ ۲۴

تیسرا باب

اطاعت امام اور اس سے متعلقہ مسائل

اطاعت امام کا جذبہ

اسلام نے جن امور پر سب سے زیادہ زور دیا ہے ان میں سے ایک اہم امر اطاعت امام کا مسئلہ ہے۔ مسلمان کوئی عبادت نہیں بجا لا سکتے جس میں کوئی امام ان کی رہنمائی نہ کر رہا ہو۔ ہماری روز مرّہ کی نمازیں ہیں جمعہ کی نماز ہے۔ عیدین کی نمازیں ہیں۔ ہر نماز میں امام کا وجود ضروری ہے اور اس کی اطاعت ایسی لازم اور ضروری قرار دے دی گئی ہے کہ اگر وہ نادانستہ طور پر غلطی بھی کر رہا ہو تو ہم اُسے سبحان اللہ کہہ کر توجہ تو دلا سکتے ہیں لیکن اس کی اطاعت سے سرمو انحراف نہیں کر سکتے۔ اگر دو تین مسلمان سفر پر روانہ ہوں تو ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے میں سے ایک شخص کو امیر تسلیم کر کے سفر شروع کریں۔ اسی طرح جنازہ کی نماز ہے وہ بھی بغیر امام کے نہیں ہوسکتی۔ حج کی عبادت کیلئے بھی ایک امیر کا ہونا ضروری ہے۔ جہاد مسلمانوں پر فرض ہے وہ بھی بغیر امام کی سرکردگی کے نہیں ہوسکتا۔ یوں بھی مسلم قوم کیلئے فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہر زمانہ میں ایک امام کے تابع ہو کر زندگی بسر کریں۔ اگر وہ اُٹھنے کا حکم دے تو سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوں اور اگر بیٹھنے کا اشارہ کرے تو سب بیٹھ جائیں۔ چنانچہ تاریخ ادیان کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جتنی اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آپکے صحابہ کرامؓ نے کی ہے اس کی نظیر اور کسی نبی کے متبعین میں نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی بھی سب سے زیادہ صحابہ کرام نے ہی کی۔ اسلام سے قبل وہ وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد آپ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں انسان بن گئے اور جب فیض صحبت کا رنگ ان کے اُوپر چڑھا تو انسان سے با اخلاق اور با اخلاق سے با خدا انسان بن گئے اور دنیا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی کہ آنحضرتﷺ کی پیروی کے نتیجہ میں مسلم قوم کا زمین و آسمان بالکل بدل گیا ہے۔

مگر ظاہر ہے کہ ہر مومن کی اطاعت ایک جیسی نہیں ہوسکتی کم و بیش فرق لازمی اور ضروری ہے۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ جتنی اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت

ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے کی اس کی نظیر دوسرے صحابہ کرامؓ میں ہر گز نہیں پائی جاتی۔ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا تھا اور حضرت مولانا حکیم صاحبؓ کو جب اللہ تعالیٰ نے خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا تو آپ کے زمانہ میں یہ فخر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو حاصل ہوا۔ اور جب ہم حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے زمانہ خلافت کا مطالعہ کرتے ہیں تو واقعات کی شہادت سے یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں اس مقام کے حامل حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تھے۔

جولائی ۱۹۲۸ء کا واقعہ ہے جبکہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تبدیلیٔ آب وہوا کے لئے ڈلہوزی تشریف لے جاتے ہوئے اپنے بعد پہلی مرتبہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کو مقامی امیر مقرر فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

> ’’میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر دیا تھا کہ میں اپنی بہت سی کمزوریوں کی وجہ سے اس عہدہ کا اہل نہیں ہوں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے غالبًا میری بہت سی کمزوریوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اپنے اس فیصلہ میں تبدیلی مناسب نہ سمجھی اور مجھے یہ بار اُٹھانا پڑا۔‘‘

مقامی امارت کا عہدہ سنبھالنے کے بعد سب سے پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ ’’مقامی امیر کی پوزیشن‘‘ کے زیرِ عنوان آپ نے ایک مضمون لکھا جس میں جماعت پر یہ امر واضح فرمایا کہ گو قادیان کا امیر اپنے حلقہ میں حضرت خلیفۃ المسیحؑ کا قائم مقام ہوتا ہے مگر اس کی پوزیشن ایسی ہی ہے جیسا کہ دوسرے مقامات میں مقامی امیروں کی۔ اُسے کوئی زائد مقام یا زائد مرتبہ دوسرے مقامی امیروں پر حاصل نہیں۔ اسی طرح آپ نے بیرونی احباب کو توجہ دلائی کہ ان کا قادیان کے امیر کے ساتھ اُن امور میں خط وکتابت کرنا جن میں وہ پہلے حضرت صاحب کے ساتھ خط وکتابت کیا کرتے تھے کسی طرح بھی درست نہیں۔ [۱]

اب میں آپ کی زندگی کے ان چیدہ چیدہ واقعات کا ذکر کرتا ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اطاعت امام کے سلسلہ میں آپ کو ایک عدیم النظیر مقام حاصل تھا۔

۴۶ء کا واقعہ ہے کہ ایک دوست نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بسا اوقات اپنے ماتحت کارکنوں پر ایسی سخت گرفت فرماتے ہیں جو بظاہر درشتی

کا رنگ رکھتی ہے۔ حالانکہ آپ صرف خلیفہ وقت ہی نہیں بلکہ مصلح موعود بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا :

'' کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت عمرؓ کے متعلق بھی یہی اعتراض پید اہوا تھا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعتراض کبھی نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں سخت گیری کی پالیسی تو ایک طرح سے مصلح موعود کی نشانی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہاموں میں صاف آتا ہے کہ مصلح موعود ''جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔''
پس گھبراؤ نہیں اور اپنے دل کو ذرا کڑا کر کے رکھو کیونکہ یہ جلال الٰہی خدائی منشاء کے مطابق ہے اور جماعت کی بہتری کے لئے ہے۔''

آپ کا یہ جواب سنکر اس دوست نے کہا کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے دلی اخلاص اور عقیدت رکھتا ہوں صرف تشریح اور تسلی کے خیال سے پوچھتا ہوں کہ مصلح موعود کے متعلق ''حلیم'' کا لفظ بھی تو آیا ہے اور بظاہر یہ سختی حلم اور بردباری کے طریق کے خلاف نظر آتی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ الہامات میں آپ کے متعلق صرف حلیم کا لفظ نہیں آتا بلکہ آپ کو ''**دل کا حلیم**'' کہا گیا ہے۔ پس یقیناً یہ استعمال بے وجہ نہیں ہو سکتا۔ اس مختصر تشریح سے اس دوست کی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے زیرک تھے۔ آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے نہایت درجہ شکریہ کے رنگ میں کہا کہ آپ نے مجھے ایک بھاری خلجان سے بچا لیا ہے۔[۲]

حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ ایک مستجاب الدعوات اور صاحب کشف و رؤیا بزرگ تھے۔ انہیں ۱۹۵۱ء میں جبکہ وہ قادیان میں بصورت درویش مقیم تھے الہام ہوا کہ

'' سب کو چھوڑو۔ خلیفے کو پکڑو'' [۳]

یہ الہام انہوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو بھی لکھ دیا۔ اس پر آپ نے اُن کا یہ الہام ''الفضل'' میں شائع کرواتے ہوئے دوستوں سے اس امید کا اظہار کیا کہ وہ اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں گے۔ آپ کا اس الہام کو خاص طور پر شائع کروانا بتاتا ہے کہ آپ اطاعت امام کو ہی جماعتی ترقی کا واحد ذریعہ سمجھتے تھے۔

محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم کا بیان ہے کہ

''۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے خاکسار نے میٹرک کا امتحان پاس کیا تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے کالج میں مزید تعلیم حاصل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ والد

صاحب محترم نے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر مزید تعلیم کے متعلق مشورہ دینے کی درخواست کی۔ آپ نے والد صاحب کی مالی حالت کے پیش نظر اس مشورے کا اظہار فرمایا کہ کالج کی تعلیم دلانے کی بجائے بہتر ہے کہ عزیز کی زندگی کو کسی اور نہج پر کامیاب کیا جائے۔ آپ نے اس رائے کے حق میں کچھ دلائل بھی دیئے۔ لیکن جب والد صاحب نے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خط جس میں حضور نے میرے متعلق کالج میں مزید تعلیم دینے کا ارشاد فرمایا تھا۔ پیش کیا تو آپ نے احتراماً اپنے مشورہ کا رُخ فوراً بدل دیا اور مختلف کالجوں کے کوائف کا ذکر کرنے کے بعد رندھیر کالج کپورتھلہ کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کالج میں داخلہ لے لیا جائے۔ چنانچہ خاکسار رندھیر کالج میں داخل ہوگیا۔ سیدی المحترم نے اس طریق سے اطاعت (امام) کا جو نمونہ دکھایا وہ ہمیشہ کے لئے ہمارے واسطے مشعل راہ ہے۔‘‘ ۴

محترم پروفیسر بشارت **احمد** صاحب ایم اے فرماتے ہیں:

’’قادیان کے زمانے کا ذکر ہے۔ اسمبلی کے الیکشن کا موقعہ تھا۔ الیکشن کے سلسلہ میں قادیان پولنگ کا جملہ انتظام جس کارکن کے سپرد تھا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی پر خوش نہ ہوئے بلکہ ناراضگی کا اظہار کیا۔ اگلے روز ایک مجلس میں حضرت میاں صاحبؓ کے پاس خاکسار بیٹھا تھا۔ الیکشن کے سلسلہ میں ہی باتیں ہو رہی تھیں۔ میرے منہ سے کچھ اس قسم کے الفاظ نکلے کہ واقعی فلاں صاحب کی سستی یا غفلت کی وجہ سے کافی نقصان ہوا۔ حضرت میاں صاحبؓ کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور فرمایا ان کی جگہ اگر آپ ہوتے تو کیا وہ سب کچھ کر لیتے جو حضور چاہتے ہیں۔ پھر مشفقانہ لہجے میں نصیحت فرمائی کہ امام وقت کا حق ہوتا ہے کہ وہ ہماری کسی سستی و غفلت پر تنبیہ کرے لیکن ہر کس و ناکس کا حق نہیں کہ وہ حرف گیری کرے بلکہ اپنی فکر کرنی چاہیے کہ میں نے کیا کیا ہے۔‘‘ ۵

اس مواقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ کے دل میں امام وقت کی کس قدر عزت اور احترام تھا۔ ایک دوسرا واقعہ بھی محترم پروفیسر صاحب موصوف ہی کا ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ حضرت اقدس کی ناراضگی کو کس قدر وزن دیتے تھے۔ پروفیسر صاحب کا بیان ہے کہ

’’ اغلباً ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے۔ حضرت ام طاہر مرحومہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے آخری

ایام تھے۔ ابھی آپ کو لاہور نہیں لے جایا گیا تھا۔ ایک رات خاکسار بھی وہاں آن ڈیوٹی تھا۔ رات کے ایک یا دو بج چکے تھے تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مریضہ کی حالت کی رپورٹ بھجوائی جاتی تھی۔ اس وقت خاکسار کے منہ سے سادگی سے بعض الفاظ ایسے نکل گئے جنہیں ڈاکٹر صاحب نے (جو وہاں علاج معالجے کے سلسلہ میں آن ڈیوٹی تھے) گستاخی پر محمول کیا۔ حضرت میاں صاحب مرحوم و مغفور رضی اللہ عنہ بھی حضرت ام طاہرؓ کے بالائی صحن میں ٹہل رہے تھے۔ تھوڑا وقت ہی گذرا تھا کہ حضرت میاں صاحبؓ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ تم نے ڈاکٹر صاحب کو کیا کہا تھا خاکسار نے سارا واقعہ عرض کر دیا فرمایا ڈاکٹر صاحب ناراض ہو گئے ہیں۔ وہ دیکھو! انہوں نے وہ سامنے رقعہ لکھا ہے جس میں حضور کی خدمت میں تمہاری شکایت کی ہے۔ تم فوراً میرے سامنے ڈاکٹر صاحب کو پکڑ لو اور معافی مانگ لو۔ میں سفارش کروں گا۔ میرے ہوش اُڑ گئے کہ کہیں حضور کے پاس میری شکایت نہ ہو جائے۔ فوراً بصد منّت محترم ڈاکٹر صاحب سے معافی مانگی۔ حضرت میاں صاحبؓ نے سفارش کی اور آخر ڈاکٹر صاحب کو معافی دینے پر آمادہ کر لیا اور وہ رقعہ اُن سے لے لیا۔'' [۶]

محترم ملک حبیب الرحمٰن صاحب ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز سرگودھا ڈویژن تحریر فرماتے ہیں:

''ڈیڑھ دو سال کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز کو سلسلہ کی طرف سے کچھ سزا ملی۔ عزیز کو یہ گلہ تھا کہ سزا کی سفارش کرنے والے افسروں اور اداروں نے معاملات کی پوری تفتیش نہیں کی اور جانب داری سے کام لیا ہے۔ اس لئے وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت میاں صاحبؓ بحیثیت صدر نگران بورڈ تحقیقات کریں۔ انہوں نے مجھے اس امر پر مامور کیا کہ میں حضرت میاں صاحبؓ سے اس بارے میں تذکرہ کروں۔ اور لکھ کر بھی دیا۔ حضرت میاں صاحبؓ نے تمام واقعات سن کر فرمایا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس دوست کی اکثر باتیں درست ہیں اور تحقیقات پوری طرح ہونی چاہیے تھی لیکن چونکہ سزا امام وقت کی طرف سے ہے لہٰذا وہ دوست بلاشرط معافی مانگیں۔ اس کے بعد ان کے عذرات کی طرف توجہ دی جائے گی اور جب انہوں نے معافی نامہ لکھدیا لیکن آخر میں یہ بھی لکھا کہ معافی کے بعد وہ اس ادارہ کے برخلاف چارہ جوئی کا حق محفوظ

رکھتے ہیں۔ تو حضرت میاں صاحبؓ کی ایمانی غیرت اور اطاعت امام کے جذبہ نے اس آخری فقرہ کو بھی قبول نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ اس دوست نے بلاشرط معافی نامہ لکھ دیا اور آپ نے نہایت پیار بھرے دل کے ساتھ حضرت کے حضور سفارش کر کے انہیں معافی دلا دی۔

اس سے عزیز کی ایمانی حالت میں یقیناً بہت ترقی ہوئی اور انہیں جو گلہ تھا وہ بھی انہوں نے چھوڑ دیا۔''؎

حضرت صاحبزادہ **مرزا مظفر احمد** صاحب فرماتے ہیں:

(ابا جانؓ) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے بھی بیحد محبت کرتے تھے اور حضور کے خلافت پر فائز ہونے کے بعد اپنا جسمانی رشتہ اپنے نئے رُوحانی رشتہ کے ہمیشہ تابع رکھا۔ دینی معاملات کا تو خیر سوال ہی کیا تھا۔ دنیاوی امور میں بھی یہی کوشش فرماتے تھے کہ حضور کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ حضور کی تکریم کے علاوہ کمال درجہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ پیش کرتے تھے۔ میں نے اس کی جھلکیاں بہت قریب سے گھریلو ماحول میں دیکھی ہیں۔ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کا رنگ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ نبض دل کے تابع ہو۔ عمر بھر اس تعلق کو کمال وفاداری سے نبھایا۔ اور اس کیفیت میں کبھی کوئی رخنہ پیدا نہ ہونے دیا۔ مجھے یاد ہے۔ ایک مرتبہ میرے ایک بھائی پر حضور ناراض ہوگئے اور اس ناراضگی کا الفضل میں اعلان بھی فرمایا۔ ابا جانؓ نے مشورہ کے لئے ہم سب کو اکٹھا کیا بچوں کے علاوہ جو احباب اس وقت موجود تھے ان میں ہمارے چچا جان (حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ) اور غالباً مکرمی درد صاحب بھی شامل تھے۔ میں نے پہلی مرتبہ روتے ہوئے ابا جان کو اس مجلس میں دیکھا۔ بڑا کرب اور قلق تھا اور فرماتے تھے کہ مجھے اپنی اولاد کی دنیوی حالت کی نہ خبر ہے نہ فکر اور شاید میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مجھے کبھی یہ بھی دلچسپی نہیں پیدا ہوئی کہ مظفر کی تنخواہ کیا ہے۔ لیکن باوجود اس تکلیف کے حضور کی خدمت میں کوئی درخواست پیش نہ کی اور شاید اس جذبہ سے نہ کی کہ آپ کی طرف سے ایسی تحریر انتظامی اور جماعتی معاملات میں مداخلت تصور نہ ہو۔ البتہ میرے متعلقہ بھائی کو بار بار اور تاکیداً تلقین کی کہ حضور سے معافی کی درخواست اور استدعا کرتے

رہو اور اس معاملہ میں خود بھی دعا فرماتے رہے اور اپنے دوستوں اور بزرگوں کی خدمت میں بھی دعا کے لئے باقاعدہ لکھتے رہے۔

حضور کا سلوک بھی ابا جان سے بہت شفقت کا تھا اور ہمیشہ خاص خیال رکھتے تھے اور اہم معاملات میں مشورہ بھی لیتے تھے۔ ضروری تحریرات خصوصاً جو گورنمنٹ کو جانی ہوتی تھیں۔ ان کے مسودات ابا جانؓ کو بھی دکھاتے تھے اور اسکے علاوہ اہم فیصلہ جات اور سکیم پر عملدرآمد کا کام اکثر ابا جان کے سپرد کرتے تھے اور اس بات پر مطمئن ہوتے تھے کہ یہ کام حسب منشا اور خوش اسلوبی سے ہو جائے گا۔'' ۸

گو حضرت میاں صاحب کی طبیعت میں نرمی اور شفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی لیکن جہاں دین کا معاملہ آجائے وہاں سختی کرنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے تھے۔

حضرت میاں مظفر احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ

'' اپنے عمر بھر کے ایک دوست سے جن سے ہمیشہ بڑی شفقت سے پیش آتے اُن سے ایک مرتبہ حضور کسی جماعتی معاملہ میں ناراض ہوئے۔ اس دوست نے ابا جان کو ایک ذریعہ سے پیغام بھجوایا کہ میں ملنے آنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا حضرت صاحب اس سے ناراض ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ پہلے حضرت صاحب سے معافی لے۔ میں پھر ملوں گا۔ یوں نہیں مل سکتا۔'' ۹

اس واقعہ اور ایسے ہی بعض اور واقعات سے ثابت ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ جہاں محبت اور شفقت کے مجسمہ تھے وہاں اطاعت امام اور جماعتی شیرازہ بندی کے لئے بھی بہت بڑی غیرت رکھتے تھے۔ وہ گرنے والے کی دستگیری کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اور ٹھوکر کھانے والے اور روٹھے ہوئے کو منانے کے لئے آمادہ۔ لیکن اگر کوئی شخص نظام جماعت سے بغاوت اور سرکشی پر تُل جاتا تھا تو وہ آپ کی نظر میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا تھا۔

محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز حضرت میاں صاحبؓ سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ان کے فیصلہ جات اور مشورہ جات کا بہت احترام فرماتے۔ قادیان میں ایک دفعہ چند تبلیغی ٹریکٹ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے شائع فرمائے یعنی ندائے ایمان ، زندہ خدا کا زندہ نشان وغیرہ ان کے مضمون کو حضور

ایدہ اللہ بنصرہ لکھ کر ساتھ کے ساتھ دفتر بھجواتے اور ارشاد ہوتا کہ وہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو دکھائے جائیں اور پھر کاتبوں کے حوالے کئے جائیں۔ چنانچہ حضرت میاں صاحبؓ اپنے سب کاموں کو چھوڑ کر اس کام کو پورے انہاک اور توجہ سے سر انجام دیتے۔ اسی طرح جب کسی معاملہ کو حضور ایدہ اللہ بنصرہ تحقیق کے لئے آپ کے سپرد فرماتے۔ تو سب سے پہلے آپ اس کام کو سرانجام دیتے۔ خواہ اس کام میں رات کا کس قدر حصہ صرف ہو۔ بعض دفعہ رات کے ایک ایک دو دو بجے تک اس میں منہمک رہتے۔'' [۱۰]

حضرت **ڈاکٹر حشمت اللہ** خاں صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے بفضلہٖ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے منصب خلافت اور امامت کے لحاظ سے نہایت اطاعت گذاری میں عمر گذاری۔ میں اپنی بصیرت کی بنا پر کہتا ہوں کہ آپ کا وصال اس راہ اطاعت میں شہادت کا درجہ رکھتاہے۔ اس کا ثبوت خود حضرت میاں صاحبؓ کے ایک مکتوب سے بھی ملتا ہے جو آپ نے میرے نام تحریر فرمایا۔ آپ اپنے ایک خط محررہ ۵/جون ۵۷ء میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''اعصابی تکلیف بھی کچھ بڑھ گئی ہے اور گھبراہٹ رہتی ہے۔ آپ دعا فرماتے رہیں اور کبھی کبھی حضرت صاحب کی خدمت میں بھی عرض کر دیا کریں۔ مجھے اکثر یہ احساس رہا ہے کہ میں اپنی کمزوریوں کی وجہ سے حضرت صاحب کو اتنا خوش نہیں رکھ سکا جتنا کہ میرے دل کی خواہش ہے اور مجھے رکھنا چاہیے۔''

آگے چل کر محترم ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

'' آپؓ نہ صرف حضرت محمود ایدہ اللہ کے ہی جاں نثار تھے بلکہ آپ کی جاں نثاری حضرت محمود ایدہ اللہ کے بچوں کے ساتھ بھی تھی۔ آپؓ حضرت محمود ایدہ اللہ کے بچوں کے ساتھ اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے۔ آج کوئی حضرت محمود ایدہ اللہ کے بچوں کی دلفگاری کا جائزہ لے کر دیکھ لے وہ یقیناً میرے اس خیال کو انشاء اللہ درست پائے گا۔''

حضرت ڈاکٹر صاحب حضرت میاں صاحبؓ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت میاں صاحب نے **لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** کی قرآنی تعلیم کے مطابق اطاعت کامل کا نمونہ دکھایا۔ آپ نے اپنی غیر معمولی علمی قابلیت کے باوجود اور اعلیٰ درجہ کی قوت گویائی کی موجودگی میں اپنی آواز کو ہمیشہ اس طرح حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی آواز کے تابع رکھا جس طرح کہ ایک شاگرد اپنے اُستاد کے سامنے رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت خاص کے ماتحت گذشتہ دو تین سالوں میں حضرت میاں صاحب کی قابلیتوں اور قوت گویائی کو جماعت کے سامنے نمایاں کرنے کا موقع دیا۔ جیسا کہ احباب جماعت جلسہ ہائے سالانہ کے مواقع پر اپنی خوش قسمتی سے حضرت میاں صاحبؓ کی پُر سوز و دلربا آواز کو سن کر وجد میں آ جاتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے اندر بعض خاص علمی قابلیتیں رکھی تھیں۔ آپ کو دینی علوم پر وسیع عبور حاصل تھا۔ پھر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق ایم اے تک تعلیم پائی جس کے ذریعہ آپ کو جدید علوم کی بھی خاص قابلیت عطا ہوئی تھی۔ آپ نے اس قابلیت کو بھی ہمیشہ حضرت محمود ایدہ اللہ کی تائید و نصرت میں لگائے رکھا۔''[11]

صاحبزادہ حضرت **مرزا طاہر احمد** صاحب آپ کے اطاعت امام کے جذبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک طرف اطاعت کا یہ حال تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہر حکم پر **سمعنا و اطعنا** کی تصویر بنے رہتے تھے تو دوسری طرف صداقت کا یہ عالم تھا کہ ایک ایسی جرأت کے ساتھ جو صرف توحید پرستوں کو حاصل ہوتی ہے اپنی سچی اور سیدھی رائے دینے سے قطعاً نہیں ہچکچاتے تھے۔ خواہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی رائے اور مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ محض حضور ایدہ اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے اپنی دلی رائے کو بدلنا آپ کا شیوہ نہیں تھا۔ کئی مرتبہ آپ کو مسائل میں اختلاف ہوتا تھا کئی مرتبہ دوسرے امور میں۔ فرماتے تھے کہ رائے کے اختلاف میں انسان بے اختیار ہے۔ البتہ جب حضرت صاحب میری رائے کے خلاف فیصلہ فرما دیتے ہیں تو بے چون وچرا اس پر عمل کرتا ہوں۔ دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بے کم وکاست

اپنی صحیح رائے بیان کرے اور اطاعت کا تقاضہ یہ ہے کہ جب صاحبِ امر اس کے خلاف فیصلہ کر دے تو پوری تسلیم و رضا کے ساتھ اس پر عمل کرے۔ یہی مذہب تھا جس پر آپ ہمیشہ عمل پیرا رہے'' ۱۲؎

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے .... کہ خاکسار کے سامنے بھی ایک مرتبہ آپ نے جبکہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ سیر کو جانے کے لئے اپنی کوٹھی ''البشریٰ'' کے برآمدہ میں تیار ہوکر تشریف فرما تھے۔ یہی بات بیان فرمائی تھی۔

مکرم سید مختار احمد صاحب ہاشمی بھی اس بیان کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایک دن حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ جو شخص امام وقت کے ایسے حکم کی اطاعت کرتا ہے جس کو اس کا اپنا دل اور دماغ بھی تسلیم کرتا ہے تو یہ اطاعت در حقیقت امامِ وقت کی اطاعت نہیں کہلا سکتی بلکہ یہ تو اس کے اپنے دل و دماغ کی اطاعت ہے۔ دراصل امام وقت کی اطاعت یہ ہے کہ وہ امامِ وقت کے ایسے حکم کو انشراح صدر سے تسلیم کرے جس کو بظاہر اس کا دل اور دماغ ماننے کو تیار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت میاں صاحبؓ نے اسی مفہوم کو ایک موقعہ پر اپنی ایک چٹھی میں بھی بیان فرمایا ہے جس کا ضروری اقتباس درج ذیل ہے:

'' 'ہم نے تو روحانیت کا شروع سے یہی سبق سیکھا ہے کہ اگر امام کی طرف سے کسی غلط فہمی کے نتیجہ میں کوئی سزا دی جائے تو اُسے بشرح صدر قبول کرنے میں ہی برکت ہے۔ مجھے یاد ہے کہ خود مجھے بھی ایک دفعہ قادیان کے زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک معاملہ میں -/۳۲ روپے کا حرجانہ ڈالا تھا اور میں یقین رکھتا تھا کہ حضور کا یہ فیصلہ غلط فہمی پر مبنی ہے مگر میں خاموش رہا اور جرمانہ ادا کردیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے نتیجہ میں برکت دی پس آپ لوگ ان برکتوں سے کیوں اجتناب کرتے ہیں .... انسان کی تربیت کا یہ بھی ایک بھاری ذریعہ ہے کہ وہ بعض باتیں اپنے مزاج کے خلاف قبول کرنے کی عادت ڈالے۔'' ۱۳؎

محترمہ امۃ الشافی صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ پشاور آپ کی اطاعتِ امام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''ربوہ میں ایک خطبہ جمعہ میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو زندگیاں وقف کرنے کی طرف توجہ دلائی اور خدمت دین کی اہمیت کو ظاہر کیا اور ساتھ ہی خاندان کے بعض افراد کو تنبیہ فرمائی کہ انہوں نے خدمتِ دین کی اہمیت کونہیں سمجھا اور اپنی زندگیاں سلسلہ کے لئے پورے طور پر وقف نہیں کیں۔ یہ خطبہ ایسا تھا کہ سب کے دل دہل گئے۔ جماعت احمدیہ کے لئے عموماً اور حضرت میاں صاحب کے لئے خصوصاً یہ حادثہ بڑا سخت تھا۔

نماز کے بعدمیں حسب معمول حضرت میاں صاحب کے گھر گئی اور مجھے خیال آتا تھا کہ آپ ضرور اس خطبہ کے متعلق کچھ ذکر کریں گے۔ مگر میں نے آپ کی زبان مبارک سے ایک ایسا لفظ بھی شکوہ کا نہ سنا اور نہ ہی آپ نے ان عزیزوں کی برّیت کا اظہار کیا۔ وہ اس وقت صدق و وفا کا مجسمہ نظر آرہے تھے۔ جس کو دیکھ کر میرے اطاعت کے جذبہ میں ترقی ہوئی اور مجھے میرے دل نے کہا کہ یہ ہے اطاعت کا مطلب۔ ہروقت انسان اپنے آپ کو قربانی کا بکرا خیال کرکے در حبیب پر سرِتسلیم خم کئے رکھے۔

اسی طرح مجھے قادیان کے وہ دن بھی یاد ہیں۔ جب میں اپنی نانی اماں مرحومہ کے ہمراہ آپ کے گھر جاتی تو آپ سب سے پہلے میری نانی اماں مرحومہ کو مخاطب کر کے دریافت فرماتے۔ کیا حضرت صاحب سے مل آئی ہو؟ یہ ایک دفعہ نہیں بلکہ ہر دفعہ یوں ہی ہوتا۔ یعنی حضرت میاں صاحبؓ یہ بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ حضرت صاحب سے پہلے کوئی شخص مجھ سے آکر ملے۔ اللہ اللہ! یہ ہی جذبہ اطاعت تھا جس نے آپ کی ہستی کو چار چاند لگا دیے تھے۔'' [۱۴]

اسی قسم کا ایک واقعہ محترم **فیض الحق خاں** صاحب سکنہ کوئٹہ نے لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ بعض مصالح کی بناپر جن کا بیان کرنا ضروری نہیں جماعت کوئٹہ نے بعض معاملات کے متعلق حضرت اقدس کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اس خیال سے کہ یقینی طور پر حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہو جاوے۔ حضرت میاں صاحبؓ کی معرفت ارسال کر دیا۔ حضرت میاں صاحبؓ نے وہ خط جماعت کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ حضرت صاحب کا خط کسی کی معرفت ارسال کرنا خلاف ادب ہے۔'' [۱۵]

اس واقعہ سے جو قیمتی سبق آپ نے جماعت کو دیا۔ وہ ہمیشہ کے لئے جماعت کی رہنمائی کا کام دیتا رہے گا۔ اطاعتِ امام میں آپ کی محویت کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۶۲ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ کی طبیعت کافی مضمحل تھی اور ضعف اور ناطاقتی کے باعث جلسہ سے خطاب کرنے کی طاقت نہیں پاتے تھے۔ چنانچہ آپ نے جو مضمون ''ذکر حبیب'' کے موضوع پر جلسہ میں بیان کرنے کے لئے تیار کیا تھا وہ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کو سنانے کے لئے بھیج دیا۔ مگر جو پیغام سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اہل جلسہ کے لئے آپ کو بھیجا تھا وہ آپ نے خود جلسہ گاہ میں تشریف لے جا کر سنایا۔

محترم مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ نے فرمایا کہ حضرت میاں صاحبؓ کی اطاعتِ امام کا آپ اس امر سے اندازہ لگا لیں کہ تقسیم ملک کے بعد ایک لمبے عرصہ تک حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے خضاب لگانا ترک کر دیا تھا۔ ان دنوں حضور ایک اضطراب کے عالم میں شب وروز اس سرگرمی کے ساتھ کام میں مشغول رہتے تھے کہ بسااوقات رتن باغ (لاہور) میں اوپر سے ننگے پاؤں نیچے آجاتے اور گھنٹوں برہنہ سر اور برہنہ پاؤں ٹہلتے اور سوچتے اور دعائیں کرتے اور خدام کو ہدایات دیتے اور رپورٹیں منگواتے غرض ایک عجیب کیفیت تھی جو میں نے بھی حضور میں دیکھی۔ ان ایام میں آپ کو خضاب لگانے کا کیا خیال آ سکتا تھا۔ حضور نے خضاب لگانا بند کر دیا اور رات دن کام میں انہماک جاری رکھا۔ میں نے دیکھا کہ ان ایام میں حضرت میاں صاحبؓ نے بھی خضاب لگانا ترک کر دیا تھا۔ لیکن جب ایک لمبے عرصہ کے بعد حالات معمول پر آ گئے اور حضور نے دوبارہ خضاب لگوانا شروع کر دیا تو حضرت میاں صاحبؓ بھی خضاب لگانے لگ گئے۔ اس کے بعد جب موجودہ بیماری میں حضور نے خضاب ترک کیا تو حضرت میاں صاحبؓ نے بھی خضاب لگانا بالکل ترک کر دیا۔ یہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے اور مجھے کامل یقین ہے کہ یہ سب کچھ حضور کی متابعت کی وجہ سے تھا۔

میں سمجھتا ہوں۔ اطاعتِ امام کے بارہ میں جو چند مثالیں اوپر بیان کی گئی ہیں وہ جماعت کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے مشعل راہ کا کام دیں گی۔ احباب کو چاہیے کہ وہ خلیفہ وقت کی اطاعت اور احترام کے بارہ میں حضرت میاں صاحبؓ کے اسوۂ حسنہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔

آپ کی گرانقدر خدمات

خدمات کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو سلسلہ کے اخبارات خصوصاً ''الفضل'' اس امر پر شاہد ہے کہ آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرح ہوش سنبھالتے ہی خدمتِ دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ چنانچہ ابھی آپ ہائی سکول کے طالب علم ہی تھے کہ آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے جذبہ سے معمور ہو کر اپنے ہم عمر لڑکوں کو وعظ و نصیحت پر مشتمل خطوط لکھنے شروع کر دیے تھے۔ پھر جب کالج میں داخلہ لیا تو وہاں بھی آپ نے تبلیغ دین کے اہم فریضہ کو ادا کرنے میں کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ آپ کی اس وقت کی تبلیغ ہی کے نتیجہ میں بعد ازاں محترم چوہدری شمشاد علی خاں صاحب مرحوم ومغفور آف رہتک نے احمدیت قبول کی تھی۔ کالج کے زمانہ میں آپ اپنے غیر احمدی دوستوں کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی ملاقات اور قادیان کی زیارت کے لئے اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے جو وہاں سے بڑا عمدہ اثر لے کر لوٹتے تھے۔ ابھی کالج کی تعلیم مکمل نہ ہوئی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم پڑھنے کے جوش کے نتیجہ میں کالج کو خیرباد کہہ کر قادیان پہنچ گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ سے قرآن کریم پڑھا اور پھر وہاں ہی خدمتِ دین میں مصروف ہو گئے۔ انجمن کے کاموں میں دلچسپی لینی شروع کی اور الفضل میں مضامین لکھنے شروع کر دیے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے وصال پر جب بڑے بھائی کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کا جلیل القدر منصب عطا کیا تو آپ نے اپنے آپ کو حضور کی غلامی میں دے دیا اور ساری عمر نہایت ہی وفاداری کے ساتھ حضور کی منشاء کے ماتحت خدمات سلسلہ بجا لاتے رہے۔ حضور کی خلافت کے ساتھ ہی غیر مبائعین کا فتنہ اپنے پورے زور کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کو دبانے میں حضور ایدہ اللہ بنصرہٖ العزیز کے ساتھ ساتھ آپ نے بھی اپنا پورا زورِ قلم صرف کر دیا۔ مستریوں کا فتنہ اُٹھا تو اس کی سرکوبی میں بھی آپ پیش پیش تھے۔ جماعت کے جوش کو دبانے اور اسے صبر کی تلقین کرنے میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ تیسرا زبردست فتنہ ۱۹۳۵ء میں احرار نے اُٹھایا تھا اور وہ فتنہ اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ مفسدہ پردازوں نے گورنمنٹ کے بعض بڑے بڑے افسروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور جماعت کے لئے ایک زلزلہ کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔ اس زمانہ میں بھی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے اس فتنہ کے ازالہ کے لئے جو

انتظامات کئے گئے تھے۔ ان کے سرگرم رہنما بھی آپ ہی تھے۔ پھر مصری صاحب نے ایک فتنہ کھڑا کیا۔ اس فتنہ کے ازالہ کے لئے جو تدابیر اختیار کی گئیں اُن میں بھی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دستِ راست آپ ہی تھے۔ پھر ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم کے وقت جو زلزلہ عظیمہ آیا اور جس نے جماعت کو ایک سخت ابتلاء میں ڈال دیا بھارتی حکومت نے جماعت کے بعض لیڈروں کو گرفتار کر لیا اور بعض کی گرفتاری کے لئے مناسب موقعہ کی انتظار کی جانے لگی۔ اس وقت بھی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے لاہور تشریف لے جاتے وقت اپنے بعد قادیان کا مقامی امیر آپ ہی کو مقرر کیا تھا اور اس نازک دور میں ایک بیدار مغز اور چوکس لیڈر کی طرح جو خدمات آپ نے سر انجام دیں وہ آپ ہی کا حصہ تھیں حتیٰ کہ ایک دن جب یہ اطلاع ملی کہ آپ کی گرفتاری کے بھی احکام جاری ہو چکے ہیں تو آپ نے اپنے پیچھے حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ایم اے کو امیر مقرر کر کے انہیں ہر قسم کی ہدایات دے دیں اور تمام ضروری اشیاء ان کے حوالہ کر دیں اور قضاء و قدر کے احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے اپنی گرفتاری کے لئے بالکل تیار ہو گئے۔ مگر قربان جایئے اس احکم الحاکمین ذات پر کہ اس نے آپ کی حفاظت کے لئے یہ سامان کیا کہ شام سے قبل ایک کنوائے آپ کو لاہور پہنچانے کے لئے پہنچ گیا اور جب ریڈیو پاکستان پر آپ کے لاہور پہنچنے کا اعلان ہوا تو جملہ احمدیوں کے دل سکینت اور اطمینان سے لبریز ہو گئے۔ مگر لاہور پہنچ کر بھی آپ چین سے نہیں بیٹھے۔ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے مطابق حفاظت مرکز اور خدمتِ درویشان کے لئے جو محکمہ بنایا گیا اس کے انچارج بھی شروع سے لے کر تا یوم وصال آپ ہی رہے۔ اس زمانہ میں قادیان کے درویشوں کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ جو وفود قادیان بھجوائے جاتے تھے یا جن احباب کو قادیان سے پاکستان میں بلوایا جاتا تھا۔ اس سارے انتظام کا بار آپ ہی کے کندھوں پر تھا۔ پھر قادیان جانے کے لئے احباب کو تحریک کرنا، پاسپورٹس اور ویزے بنوانے میں امداد دینا، جلسہ سالانہ اور دیگر مواقع پر قادیان جانے آنے کا انتظام کرنا سب امور آپ ہی کے ذمہ تھے۔ درویشانِ قادیان کے اہل وعیال مقیم پاکستان کی خبر گیری کی ذمہ داری بھی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے آپ ہی کو سونپی گئی تھی۔

میں بھول گیا۔ مظلوم کشمیریوں کو مہاراجہ کشمیر سے انسانی حقوق دلوانے کے لئے مسلمانان ہند نے جو آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنائی تھی اور جس کی صدارت کے فرائض حضور ایدہ اللہ کو تفویض کئے گئے تھے اس وقت بھی حضور کے بہترین مشیر اور معاون آپ ہی تھے۔

۱۹۵۳ء کا حادثہ فاجعہ ابھی کل کی بات ہے جس میں پاکستان کے تمام احمدیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا اور سلسلہ کے معاند یہ سمجھتے تھے کہ پاکستان کے جملہ احمدی چند دن کے مہمان ہیں۔ ان ایام میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے جماعتوں کو اپنے اپنے مقامات پر تسلی اور اطمینان سے مقیم رہنے کے لئے جو ہدایات جاری ہوا کرتی تھیں اس انتظام میں بھی آپ نے حضور کے ساتھ ایک مدبّر وزیر کی طرح کام کیا۔ پھر جب حضور پر ایک بد باطن شخص کی طرف سے چاقو کا وار کیا گیا اور حضور شدید زخمی ہو گئے اور مسلسل بیماری کا دور شروع ہو گیا اس زمانہ میں تو جماعت کا رجوع اس کثرت کے ساتھ آپ کی طرف ہوگیا کہ آپ کے لئے اس بوجھ کا اٹھانا مشکل ہو گیا۔ دفاتر صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید اور وقف جدید کے کارکن آپ سے ہدایات حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ افراد جماعت نے اپنے ذاتی اور قومی کاموں میں مشورے لینے کے لئے آپ کو خطوط لکھنے شروع کر دیے پھر جماعت کی تربیت کی فکر آپ کو ہر وقت بے چین کئے ہوئے تھی۔ جماعت کی رُوحانی تربیت کا کوئی موقعہ بھی تو آپ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ رمضان کی آمد پر دوستوں کو روزے رکھنے اور صدقہ و خیرات کرنے کے بارہ میں مضامین لکھ رہے ہیں۔ لیلۃ القدر کی تلاش کے لئے تحریک فرما رہے ہیں۔ عیدین سے قبل احباب کو اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلا رہے ہیں جب ملک میں کوئی ایسی تحریک اُٹھتی ہے جس میں جماعت کی طرف سے رہنمائی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو آپ کا قلم فوراً جنبش میں آ جاتا ہے۔ چنانچہ فلسفہ قربانی اور ضبط تولید کے بارہ میں جو بے مثال رہنمائی آپ نے کی ہے وہ رہتی دنیا تک مشعل ہدایت کا کام دیتی رہے گی۔ ان ساری وقتی اور ہنگامی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ نے سلسلہ کی طرف سے مفوضہ فرائض کو بھی نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا۔ اور علاوہ ازیں اسلامی مسائل پر ایسا مفید، ضروری، شاندار اور ٹھوس لٹریچر تصنیف فرمایا جو ہر زمانہ میں اسلامیات کا مطالعہ کرنے والوں کی صحیح رہنمائی کرتا رہے گا۔

غرض آپ نے زندگی بھر اپنے آپ کو خدمت اسلام کے لئے وقف رکھا اور جو عہد اللہ تعالیٰ کے ساتھ ابتدائی زندگی میں کیا تھا اُسے خوب نبھایا۔ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دردؔ مرحوم کی وفات پر آپ نے اس عہد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''جب ہم شروع میں خدا کے ساتھ عہد باندھ کر سلسلہ کی خدمت میں آئے تو میری ہی تجویز پر ہم دونوں نے یہ عہد کیا تھا کہ خدا کی توفیق سے ہم ہمیشہ سلسلہ کی خدمت

میں زندگی گذاریں گے اور کبھی کسی معاوضہ یا ترقی یا حق کا مطالبہ نہیں کریں گے اور میرے لئے انتہائی خوشی اور درد صاحب کے خاندان کے لئے انتہائی فخر کا مقام ہے کہ درد صاحب نے اس عہد کو کامل وفاداری سے نبھایا۔ اور منھم من قضٰی نحبه۔ کے مقام پر فائز ہو گئے اور میرا انجام خدا کو معلوم ہے۔ گو میں اپنی کمزوریوں کے باوجود خدا کی رحمت کا امید وار ہوں۔'' ۱۶؎

جب شروع شروع میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نظارتیں قائم کیں تو جس اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ آپ نے کام کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب ابتداءً ۱۹۲۱ء* میں نظارتیں بنیں تو ابتدائی ناظروں میں چوہدری فتح محمد صاحب سیال مرحوم اور مولوی عبد الرحیم صاحب درد مرحوم اور سید ولی اللہ شاہ صاحب اور یہ خاکسار شامل تھے اور میری اور درد صاحب مرحوم کی عمر اس وقت ستائیس اٹھائیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ مگر ہم نے خدا کے فضل سے حضور کی قیادت میں نظارتوں کے کام کو اس طرح سنبھالا کہ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں (ولافخر) کہ اس وقت کی نظارت آج کل کی نظارت سے بحیثیت مجموعی زیادہ مضبوط اور زیادہ چوکس اور زیادہ متحد تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ مشاورت میں ایک ناظر کی رپورٹ پیش ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بڑی خوشی کے ساتھ فرمایا تھا کہ یہ رپورٹ ایسی ہے کہ بڑی بڑی حکومتوں کے تجربہ کار وزیروں کی رپورٹوں کے ساتھ مقابلہ کر سکتی ہے۔'' ۱۷؎

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو جب سے اللہ تعالیٰ نے خلافت کا منصب عطا کیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک جس قدر متفرق مگر اہم کام پیش آئے، قریباً قریباً ان سب کے انچارج حضور حضرت میاں صاحبؓ کو ہی مقرر فرماتے رہے۔ جیسے الیکشن کا کام ہے۔ اہم مسودات کی نظر ثانی ہے۔ حکام کے ساتھ خط و کتابت کا کام ہے۔ اپنے خاندان کی جائیداد کے بھی آپ ہی انچارج رہے اور یہ کام بھی نہایت اہم اور نازک تھا ان سب کاموں کے علاوہ تصنیفات کا کام بہت ہی اہمیت رکھتا تھا اور آخری سالوں میں تو شوریٰ کے اجلاسات بھی آپ ہی کی صدارت میں ہوتے رہے۔ جلسہ سالانہ میں بھی آپ ذکر حبیب کے موضوع پر اہم تقاریر فرماتے رہے اور ان

* حضرت میاں صاحبؓ نے بعد میں تصحیح فرمادی تھی۔ نظارتوں کا قیام ۲۱ء میں نہیں ۱۹۱۹ء میں ہوا ہے۔

سارے کاموں میں انتہائی محنت اور عرقریزی سے کام لینا پڑتا تھا۔
محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری لکھتے ہیں:

''قادیان میں الیکشن کا کام حضرت میاں صاحب ہی کی رہنمائی میں سرانجام پاتا۔ جب ایک مرتبہ اس ضمن میں آدھی رات کے قریب خاکسار باہر کے دیہات سے قادیان گیا تو دیکھا کہ آپ چارپائی پر لیٹے ہیں۔ سر پر سرخ رومال سے پٹی باندھی ہوئی ہے۔ لیمپ سرہانے رکھا ہے۔نزلہ سے بُرا حال ہے لیکن پھر بھی بدستور کام جاری ہے۔ کارکنوں کو پاس بٹھایا ہوا ہے۔ ان کی ضروریات کی طرف خاص توجہ اور ان کی سہولت کے لئے ہدایات دیتے ہیں اور خود اپنے وجود کو فراموش کیا ہوا ہے۔'' ۱۸

پھر آپ لکھتے ہیں کہ

''تھوڑے عرصہ کی بات ہے آپ کی طبیعت زیادہ خراب تھی۔ شوریٰ کی سفارشات جو آپ کی صدارت میں پیش ہوئی تھیں اُن کو آخری فیصلہ کے لئے بحضور ایدہ اللہ بنصرہ پیش کرنا تھا۔ خاکسار دو مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ طبیعت نہایت کمزور تھی۔ دو دن باوجود کوشش کے ملاحظہ نہ فرما سکے۔ آپ کی طبیعت پر خاص اثر تھا کہ سلسلہ کے کام کو دو دن دیر ہو گئی۔ بالآخر فرمایا کہ کل آنا لیکن ٹھیک ساڑھے دس بجے۔ خاکسار وقت سے چند منٹ پہلے آپ کی کوٹھی ''البشریٰ'' پہنچا۔ آپ کے دفتر کے کارکن سے حالات کا علم حاصل کیا۔ معلوم ہوا کہ طبیعت خراب ہی ہے لیکن اس کے باوجود ڈاک ساڑھے نو بجے ہی دیکھی ہے اور باقی کو اگلے دن پر ملتوی کیا ہے۔ مجھے خیال گذرا کہ شاید آج بھی موقعہ نہ مل سکے۔ اچانک ایک اور دوست آئے اور مجھ سے میرے کام کا اندازہ پوچھا۔ میں نے کہا۔ غالبًا آدھ گھنٹے کا کام ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت میاں صاحب سے صرف ایک منٹ کا کام ہے۔ اگر اجازت ہو تو پہلے میں ہو آؤں۔ میں نے مان لیا۔ لیکن انہوں نے دس منٹ لگا دیے۔ بالآخر خاکسار حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آج آپ نے اپنے قیمتی وقت میں سے دس منٹ ضائع کر دیے اور فرمایا کہ میں نے سلسلہ کے اس کام کیلئے اپنے دفتر کی ڈاک سے بھی وقت بچایا تھا اور پون گھنٹہ آرام کے لئے رکھا تھا کہ تازہ دم ہو کر یہ کام کر سکوں۔ آپ نے اپنی مرضی سے اپنا وقت ان کو دے دیا

اور افسوس کے رنگ میں فرمایا۔ اچھا! جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب پیش کرو۔ پھر لیٹے لیٹے
پوری توجہ سے آہستہ آہستہ سارا مسودہ سنا اور اصلاحات فرمائیں۔'' ۱۹

حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کی جن مصروفیات کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ بعض ایسے کام بھی آپ کو کرنا پڑتے تھے جن کو لوگ بظاہر معمولی سمجھتے ہیں لیکن ان میں وقت بھی کافی صرف ہوتا تھا۔ اور جسم میں کوفت اور دماغ میں تکان بھی خاصی ہو جایا کرتی تھی اور وہ کام یہ تھے:

۱- ملاقاتیں جو مساجد میں بھی ہوا کرتی تھیں اور کوٹھی پر بھی۔ ملاقاتوں کے بارہ میں تو مجھے خود کافی تجربہ ہے اور ملاقات کا ایک واقعہ تو میں ''حیات نورؓ'' کے عرض حال میں بھی درج کر چکا ہوں کہ:

''جس وقت میں نے آپ کی کوٹھی پر حاضر ہو کر اندر اطلاع بھجوائی تو بیماری کی وجہ سے آپ کی طبیعت نہایت ہی کمزور تھی اور ضعف کا یہ حال تھا کہ دیوار کے ساتھ سہارا لے کر نہایت ہی تکلیف کے ساتھ برآمدہ میں تشریف لائے مگر چہرہ ہشاش بشاش تھا۔ دو آدمیوں کے سہارے سے آپ کرسی پر تشریف فرما ہوئے..................''

۲- خط و کتابت ۔ یعنی باہر سے آمدہ ڈاک کا مطالعہ کرنا اور ان کے جوابات لکھوانا اور لکھنا۔

۳- جنازوں کا پڑھانا۔ کیونکہ حضرت اقدس کی بیماری کے بعد ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ آپ اس کے عزیز کا جنازہ پڑھائیں۔ اور آپ لوگوں کو مایوس نہیں کرتے تھے۔ بیماری کے ایام میں بھی آپ یہ فریضہ ادا فرماتے رہے۔

۴- ربوہ کے لوگ یہ بھی کوشش کرتے تھے کہ بیاہ شادی میں بھی آپ انکے شریک ہوں۔جب تک صحت اجازت دیتی رہی آپ حتی المقدور یہ کام کرتے رہے۔لیکن بیماری کے ایام میں تحریری طور پر معذرت فرماتے رہے اور اس کام پر بھی خاص توجہ دینا پڑتی تھی تاکہ کسی کی دلشکنی نہ ہو۔

غرض حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے ہوش سنبھالتے ہی مجاہدین کی صف اول میں کھڑے ہو کر خدمت دین کا فرض ادا کرنا شروع کر دیا اور تادم واپسیں اس پر کار بند رہے۔ بلکہ کام سنبھالنے کے بعد لحظہ بلحظہ آپ کا جوش عمل بڑھتا ہی چلا گیا۔

آپ کی خدمات بحیثیت صدر نگران بورڈ

اور آخری چند سالوں میں تو کام کا اس قدر آپ پر بوجھ تھا کہ صحت بھی جواب دے

گئی۔ مگر ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود آپ بدستور کام میں مصروف رہے۔ ان ایام میں جماعت کے احباب میں حضرت اقدس کی بیماری کی وجہ سے ایک قسم کی جو تشنگی پائی جاتی تھی وہ ایک حد تک آپ سے ملاقات کر کے دور ہو جاتی تھی اور آپ کی زیارت کر کے بڑی حد تک اطمینان اور تسلی ہو جاتی تھی کیونکہ آپ ہر شخص کے دُکھ درد میں برابر کے شریک ہو جاتے تھے۔ بیمار جو دعاؤں کے لئے زبانی عرض کرتے تھے یا بذریعہ خطوط دعا کی درخواست کرتے تھے وہ جب تک اچھے نہ ہو جاتے آپ ان کی برابر خبر گیری کرتے رہتے تھے۔

آپ نے اس عرصہ میں جس دلجمعی اور عمدگی کے ساتھ جماعتی کاموں کو سرانجام دیا اور جس خوبی کے ساتھ نگرانی کے فرائض ادا کئے اس سے جماعت کا کوئی باخبر انسان ناواقف نہیں ہو سکتا۔ جس معاملہ میں بھی آپ نے ہاتھ ڈالا اللہ تعالیٰ نے کامیابی اور کامرانی کے ساتھ آپ کی مساعی کو بار آور کیا۔ جس فتنہ نے سر اُٹھایا بحمد اللہ اُسے آپ نے کچل کر رکھ دیا۔ مثال کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کی ضبطی اور پھر بحالی کا معاملہ کوئی معمولی امر نہ تھا مگر جس دلسوزی کے ساتھ آپ نے اس بارہ میں کام کیا ہے وہ حیران کن ہے۔ دن اور رات برابر آپ اس سلسلہ میں مشغول رہے اور جب تک گورنمنٹ پاکستان نے اپنے اس آرڈر کو واپس نہیں لیا جس کے ماتحت کتاب مذکور ضبط کی گئی تھی آپ آرام سے نہیں سوئے۔

۱۹۶۱ء کی مجلس شوریٰ میں جماعتی اداروں کی نگرانی کے لئے ایک نگران بورڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اور اس بورڈ کی صدارت کے لئے ممبران شوریٰ کی طرف سے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں متفقہ طور پر یہ درخواست کی گئی تھی کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو اس بورڈ کا صدر مقرر کیا جائے چنانچہ جب حضور نے یہ درخواست منظور فرما لی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے جماعت کی تربیت اور ترقی کے لئے ایسے فیصلے نافذ فرمائے کہ جن کی وجہ سے جماعت کے افراد میں ترقی اور زندگی کا ایک نیا ولولہ پیدا ہو گیا۔

آپ نے اس امر پر بڑا زور دیا کہ جماعت کی تربیت کے لئے مرکز اور بیرونی جماعتوں کی مساجد میں قرآن کریم، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس ہونا چاہیے۔

بے پردگی کے انسداد کے لئے بھی آپ نے نگران بورڈ میں فیصلہ کروا کر تمام بڑی بڑی

جماعتوں کے امراء کو ہدایات بھجوائیں کہ وہ اس بارہ میں اپنے اثر ورسوخ سے کام لے کر خاص کوشش کریں اور جو لوگ اپنی بیویوں سے پردہ نہیں کرواتے انہیں اپنے عمل سے محسوس کروائیں کہ جماعت کے افراد آپ لوگوں کی اس بے راہ روی کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔

فیشن پرستی کی بڑھتی ہوئی وبا کو روکنے کے لئے بھی آپ نے پُرزور آواز اٹھائی اور خطوط اور مضامین دونوں ذرائع سے کام لے کر جماعتوں کو بار بار توجہ دلائی کہ اسلامی سادگی سے کام لے کر اپنے معاشرے کو پاک اور صاف رکھیں۔

آپ نے یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ مشرقی پاکستان کی جماعتیں مرکز سلسلہ سے دور ہونے اور اردو زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس امر کی مستحق ہیں کہ وہاں کم از کم سال میں دو مرتبہ مرکز سے علماء کے وفود جایا کریں جو ان جماعتوں میں دورہ کر کے ان میں بیداری پیدا کریں۔

لاہور چونکہ مغربی پاکستان کا ایک اہم مرکز ہے اور یہاں سینکڑوں احمدی طلباء مختلف کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن کی اکثریت ان کالجوں کے ہوسٹلوں میں رہنے کی وجہ سے اس دینی اور روحانی ماحول سے ناآشنا ہے جو تنظیم کے ماتحت ایک ہوسٹل میں رہ کر قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ جلد از جلد لاہور میں ایک احمدیہ ہوسٹل تعمیر کیا جائے جس میں طلباء کی کافی تعداد رہائش اختیار کر سکے اور جب تک وہ ہوسٹل تیار نہ ہو اس وقت تک کوئی کوٹھی کرایہ پر لے کر ہوسٹل کو جاری کر دیا جائے چنانچہ امید ہے کہ اس سال موسم گرما کی رخصتوں کے بعد یہ ہوسٹل جاری کر دیا جائے گا۔

آپ نے خدام الاحمدیہ کے تربیتی اجتماعات کو مفید قرار دے کر یہ فیصلہ فرمایا کہ خدام اور انصار کی تربیت کے لئے ایسے اجتماعات کثرت کے ساتھ ہر ضلع میں منعقد ہونے چاہئیں۔ نیز ضلعی امراء کو تحریک فرمائی کہ وہ ضلع بھر کے عہدیداروں کی تربیت کے لئے بھی اجتماعات مقرر کروایا کریں۔

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرکات کی حفاظت کے لئے ایک جماعتی میوزیم قائم کرنے کا بھی فیصلہ فرمایا اور اس کے لئے ایک کمیٹی قائم فرمائی جو آجکل کام کر رہی ہے۔

رشتہ ناطہ کی مشکلات ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے جماعت کے احباب کو پریشان کر رکھا ہے۔ ان مشکلات کا حل معلوم کرنے کے لئے آپ نے ایک کمیشن مقرر فرمایا جس نے جماعتوں کا دورہ کر کے بڑی محنت اور کاوش سے ایک ایسی جامع رپورٹ تیار کی کہ اگر اس پر جماعتیں عمل

کریں تو بہت حد تک ان مشکلات کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

آپ نے سینما بینی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو ختم کرنے کے لئے بار بار جماعتوں میں تحریک فرمائی۔ کہ خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف سخت اقدامات کئے جائیں ورنہ نوجوانوں کی تربیت پر اس کا بہت بُرا اثر پڑے گا۔

جماعت کی اقتصادی ترقی کے لئے آپ نے زرعی، تجارتی اور صنعتی امور سے تعلق رکھنے والے ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر فرمائی جو ایسی تجاویز جماعت کے سامنے پیش کرے گی جن پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جماعت اقتصادی لحاظ سے ترقی کر جائے گی۔

آپ نے ربوہ میں ایک دارالیتامیٰ قائم کرنے کا بھی فیصلہ فرمایا تا جماعت کے وہ بچے جو روشن دماغ تو ہیں لیکن اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے اپنی تعلیم کو جاری نہیں رکھ سکتے۔ اُن کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے۔

اسی طرح کے اور بہت سے مفید فیصلے آپ نے کئے اور پھر پوری پوری کوشش کی کہ جماعتیں ان پر عمل پیرا ہوں تا ان سے عملی رنگ میں فائدہ اُٹھایا جاسکے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ ان فیصلہ جات پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جماعت میں خاصی بیداری پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ مفید کام جو حضرت میاں صاحبؓ کے زمانہ میں جاری ہوا تھا بعد میں بھی کماحقہٗ جاری رہے اور اس ضرورت کو پورا کرتا رہے جسے مدنظر رکھ کر نگران بورڈ کا قیام عمل میں آیا تھا۔

سلسلہ کے کارکنوں میں اولوالامر کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش

آپ نے سلسلہ کے کارکنوں میں ایسی روح پیدا کرنے کی کوشش کی کہ وہ اولوالامر کی اطاعت کو ایک ثواب کا کام سمجھ کر فرض قرار دے لیں اور افسروں کو سمجھایا کہ وہ اپنے ماتحتوں پر سختی کرنے سے اجتناب کیا کریں اور درحقیقت اسلامی تعلیم کا منشاء بھی یہی ہے کہ ماتحت عملہ کو اپنے اندر یہ شعور پیدا کرنا چاہیے کہ وہ اپنے افسران کی کماحقہ اطاعت کریں اور افسروں کو یہ چاہیے کہ وہ ماتحتوں کو اپنا بھائی سمجھ کر ان سے تعاون کی اپیل کریں۔ اگر ہر فریق یہی سمجھے کہ اس نے اسلامی معاشرے کی رُوح کو زندہ کرنا ہے تو سلسلہ کا کام بڑی کامیابی کے ساتھ چل سکتا ہے۔

محترم مولوی محمد منور صاحب فاضل انچارج مبلغ ٹانگانیکا مشرقی افریقہ کا بیان ہے کہ

''مئی ۶۱ء میں جب مرکز نے خاکسار کو ٹانگا نیکا مشن کا انچارج مقرر کیا تو اپنی

نااہلیت کو دیکھتے ہوئے سخت خوف آیا کہ کہیں ادائے فرض میں کوتاہی جماعت کے نقصان کا باعث نہ ہو۔ خود بھی بہت دعا کی اور حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں بھی دعا کی درخواست کا خط نیروبی سے لکھا۔ میرے دارالسلام پہنچتے ہی آپ کا پانچ جون کا خط موصول ہوا۔ فرمایا:

'آپ کا محررہ ۶۳-۵-۳۱ موصول ہوا۔ تبادلہ مبارک ہو۔ مبلغ سپاہی ہوتا ہے۔ جہاں کا حکم ہو وہاں شوق اور جذبہ کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ اس میں برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اس زمانہ میں افریقہ میں صحیح رنگ کی تبلیغ بڑے ثواب کا موجب ہے۔''

کتنے مختصر الفاظ ہیں مگر ان میں دعا بھی ہے اور نصیحت بھی، رہنمائی بھی ہے اور حوصلہ افزائی بھی۔

ایسا ہی غالباً ۱۹۵۱ء کے آخر یا ۵۲ء کے شروع کی بات ہے۔ خاکسار مرکز میں نشرو اشاعت کے صیغہ کا انچارج تھا۔ خاکسار کا تبادلہ شیخو پورہ میں بحیثیت انچارج مربی کر دیا گیا۔ اور یہ ان ایام میں ہوا جبکہ بظاہر مجھے ربوہ میں رہنے سے بہت فائدہ کی توقع تھی۔ خاکسار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حالات عرض کئے۔ فرمایا:

''آپ فوراً حکم کی تعمیل کریں۔ میں شیخو پورہ کے امیر چوہدری محمد انورحسین صاحب کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ وہ بہت ہی اچھے آدمی ہیں۔ ان کے پاس آپ کا جانا بہت مبارک ثابت ہوگا۔''

میں جب شیخوپورہ میں آیا تو جو سلوک محترم چوہدری محمد انورحسین صاحب نے میرے ساتھ کیا اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت میاں صاحبؓ کے الفاظ ایک پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتے تھے۔ محترم چوہدری صاحب کے پاس آکر مجھے اسقدرفائدہ پہنچا کہ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا تھا۔

میرے اس بیان کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ ہرممکن کوشش فرماتے تھے کہ ماتحت عملہ اپنے افسروں کی حتی الامکان اطاعت کرے اور اگر بظاہر نقصان کا خدشہ بھی ہو تو ثواب سمجھ کر یہ کام کرے۔ اس میں علاوہ اطاعت کے ثواب کے ظاہری لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ برکات کا باب کھول دے گا۔

نظام سلسلہ پر نکتہ چینی کی ممانعت

نظام سلسلہ پر نکتہ چینی کو آپ ہرگز برداشت نہیں کرتے تھے۔ محترم سید داؤد احمد صاحب

پرنسپل جامعہ احمدیہ کا بیان ہے کہ:

''۱۹۴۷ء کی بات ہے ہجرت سے چند ہفتے قبل ایک دن میاں عزیز احمد صاحب کے ہاں تشریف لائے۔ اتفاق سے گھر پر میں اکیلا ہی تھا۔ فرمانے لگے۔بہشتی مقبرہ جانا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ چلیں میں ساتھ چلتا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں بہشتی مقبرہ گئے۔ جاتے ہوئے میں نے بعض انتظامی نقائص کا ذکر کیا تو فرمانے لگے۔ آدمی کو سوچ کر بات کرنی چاہیے۔ اصل کام انتظام کا امام کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اسی کی ہدایات کے ماتحت تدابیر اختیار کی جاتی ہیں جو بعض دفعہ بظاہر غلط نظر آتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد امام کو حاصل ہوتی ہے اور وہی درست ہوتا ہے اور انجام کے لحاظ سے وہی بہتر ہوتا ہے جو امام فیصلہ کرتا ہے۔ باقی لوگوں کو چاہیے کہ زور اس کی اطاعت پر دیں نہ کہ خود اپنی طرف سے تجویزیں تیار کریں۔ ظاہر ہے کہ امام کی اطاعت اور اس کے فیصلوں کی برکت کا خیال جتنا حضرت میاں صاحبؓ کے دل میں تھا اور کسی کے دل میں نہیں ہوسکتا۔'' [۲۰]

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ نظام سلسلہ پر نکتہ چینی کرنا کوئی مستحسن فعل نہیں۔ ہر احمدی کو چاہیے کہ خواہ اسے کوئی بات سمجھ آئے یا نہ آئے نکتہ چینی سے پرہیز کرے۔ بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اگر امام وقت کی طرف سے کوئی نئی تحریک جماعت میں کی جائے تو کمزور لوگ مرکز کے نمائندوں کے سامنے فوراً یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ پہلے تھوڑی تحریکیں تھیں جو یہ ایک اور کر دی۔ اگر پہلی تحریکوں میں ہی لوگ باقاعدگی کے ساتھ باشرح چندہ ادا کریں تو کسی اور تحریک کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ مگر ایسے لوگ بھول جاتے ہیں اس بات کو کہ یہ نئی تحریک سلسلہ کے کارکنوں کی طرف سے نہیں امام وقت کی طرف سے ہے اور امام وقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت ہوتی ہے۔ وہ کوئی ایسی تحریک نہیں کرتا جس کے پیچھے الٰہی منشاء کام نہ کر رہا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ایسی تحریک کو ضرور کامیاب کرتا ہے۔ مگر نکتہ چین لوگ نکتہ چینی کر کے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں مومن انسان کا کام ہے کہ امام وقت کی طرف سے کی گئی ہر تحریک پر فوراً لبیک کہے۔ اگر اسے توفیق ہے تو اپنی توفیق کے مطابق حصہ لے اور اگر توفیق نہیں تو اس تحریک کی کامیابی کے لئے دعا کرے۔ خواہ مخواہ نکتہ چینی کر کے اپنے اعمال نامہ کو داغدار نہ کر لے۔

اس واقعہ میں بیرونی جماعتوں کے افراد کے لئے بھی ایک سبق ہے اور وہ یہ کہ بعض لوگ

اپنے امراء اور دیگر عہدیداروں پر تنقید کرنا ایک معمولی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ امراء کا تقرر امام وقت کی منظوری کے بعد ہوتا ہے اور عہدیداروں کا نظارت علیا کی منظوری کے بعد۔ لہٰذا بالخصوص امراء پر تنقید کرنے کے معنے یہ ہوئے کہ ایسے افراد امام وقت کے مقرر کردہ عہدیداروں پر تنقید کرتے ہیں جس کے جواز کا انہیں کوئی بھی حق حاصل نہیں۔

اور یوں بھی اگر دیکھا جائے تو دنیاوی اصول کے لحاظ سے بھی کسی منتخب شدہ عہدیدار پر نکتہ چینی کرنا ایک خطرناک فعل سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تو محال ہے کہ کوئی ایسا امیر ہو جس پر سوفیصدی لوگ متحد ہوں۔ اور اگر انتخاب کے وقت اتفاق بھی ہو تو بعد ازاں کوئی نہ کوئی ایسی وجہ پیدا ہوسکتی ہے جس کے باعث بعض افراد کو اختلاف پیدا ہو جائے۔ اس لئے اگر وہ نکتہ چینی شروع کر دیں تو امن برباد ہو جائے گا۔ لہٰذا امن اور سلامتی کی راہ یہی ہے کہ نکتہ چینی سے پرہیز کیا جائے اور اگر کوئی ناواجب تکلیف پہنچے تو استغفار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ایسے مومن کی مخلصی کی کوئی صورت پیدا کر دے گا۔ جماعت کی شیرازہ بندی کو مضبوط کرنے کی یہی ایک راہ ہے۔ جسے اگر نظر انداز کر دیا جائے تو فتنوں کا ایک باب کھل سکتا ہے۔ اور الفتنة اشدّ من القتل کی وعید ہر مومن کو ہوشیار کرنے کے لئے کافی ہے۔

❋ ❋ ❋

حوالہ جات

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۱	الفضل ۱۷ر جولائی ۲۸ء
۲	الفضل ۴ر جون ۴۶ء
۳	الفضل ۹ر فروری ۵۱ء
۴	الفضل ۱۸ر اکتوبر ۶۳ء
۵	الفضل ۱۲ر نومبر ۶۳ء
۶	الفضل ۱۲ر نومبر ۶۳ء
۷	الفضل ۱۵ر نومبر ۶۳ء
۸	
۹	الفضل ۲۰ر نومبر ۶۳ء
۱۰	الفضل ۲۳ر نومبر ۶۳ء
۱۱	الفضل خاص نمبر صفحہ ۲۴
۱۲	خالد فروری ۶۴ء
۱۳	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۴
۱۴	مصباح قمر الانبیاء نمبر ۶۰
۱۵	غیر مطبوعہ مضمون
۱۶	الفضل ۱۴ر دسمبر ۱۹۵۸ء
۱۷	الفضل ۴ر نومبر ۶۱ء
۱۸	الفضل ۲۳ر نومبر ۶۳ء
۱۹	الفضل ۲۳ر نومبر ۶۳ء
۲۰	الفضل ۷ر ستمبر ۶۳ء

چوتھا باب

آپ کے خطوط اور پیغامات

باوجود اس بات کے کہ آپ معمورالاوقات تھے۔ ہزاروں انسانوں کے خطوط و مراسلات کا عمدگی اور باقاعدگی کے ساتھ جواب دیا کرتے تھے اور ایسے صائب اورصحیح مشورے دیا کرتے تھے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہر شخص کے ذاتی حالات سے آپ کو واقفیت تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے بعد ساری جماعت میں کم از کم میری نظر سے کوئی ایسا انسان نہیں گذرا۔ جس کے حافظہ اور ذہانت کا یہ حال ہو۔ آپ کے قلم سے جو تحریر بھی نکلتی تھی۔ خواہ مضامین کے رنگ میں ہو یا خطوط اور پیغامات کی صورت میں، ایسے جچے تلے الفاظ استعمال کرتے اور ایسی اعلیٰ ترتیب قائم رکھتے تھے کہ پڑھ کر آپ کے لئے دل سے دُعا نکلتی، اور یوں معلوم ہوتا جیسے آپ اپنی تحریر کے ہر مرحلہ پر اللہ تعالیٰ سے صحیح اور صائب راہ پر چلنے کی توفیق طلب کرتے ہوئے لکھتے تھے۔ خصوصاً واقفین زندگی اور مبلغین سے جب آپ خطاب فرماتے تھے تو آپ کا انداز تحریر اور طرز خطابت ایسا دلکش، محبت آمیز، سادہ اور ہمدردانہ ہوا کرتا تھا کہ پڑھنے والا یوں محسوس کرتا تھا کہ جیسے آپ کسی نہایت ہی عزیز و قریبی رشتہ دار کو لکھ رہے ہیں۔ ایسے خطوں میں آپ عموماً عزیزم مکرم، یا عزیزمولوی صاحب لکھ کر خطاب فرمایا کرتے تھے اور خطوط میں جہاں مبلغین کے کام کی قدردانی فرماتے تھے وہاں انہیں زیادہ محنت اور کوشش سے کام کرنے اور دعائیں کرنے کی بھی تحریک فرمایا کرتے تھے۔ سب سے زیادہ زور آپ اس امر پر دیا کرتے تھے کہ اپنا نمونہ نیک بناؤ اور نومبائعین اور زیرتبلیغ احباب کے سراپا ہمدرد بن جاؤ وغیرہ وغیرہ۔

ذیل میں ہم آپ کے کچھ خطوط اور مراسلات درج کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ آپ اپنی مختصر سی تحریر میں اتنی باتیں کہہ جاتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔

محترم سید **داؤد احمد** صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کو مخاطب کرکے تحریر فرمایا:

۱۔ ”مکرمی محترمی پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اہم ترین اغراض میں سے ایک غرض کسر صلیب ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی زندگی میں مسیحیت کے باطل خیالات

کے خلاف زبردست جہاد جاری رکھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن اور انجیل اور دیگر شواہد سے فوت شدہ ثابت کر دیا۔ مگر کچھ عرصہ سے بعض احمدی بھی اس غلط فہمی میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ گویا وفات مسیح کا مسئلہ صرف احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان تعلق رکھتا ہے حالانکہ اس کا زیادہ تعلق مسیحیت کے ساتھ ہے۔ آپ مہربانی کر کے اپنے طلبا میں اس مسئلہ کی اہمیت سمجھانے کی بار بار کوشش فرمائیں اور مسیحیت کے مقابلہ پر طلبا کی خاص ٹریننگ کا انتظام کریں۔ وفات مسیح کا مسئلہ دراصل دو دھاری تلوار ہے۔ ایک طرف وہ غیر احمدیوں کے باطل خیالات کا قلع قمع کرتی ہے اور دوسری طرف وہ مسیحیت کے قلعے پر ایک ایسی بمباری کا حکم رکھتی ہے جو گویا ایک ہی ضرب سے مسیحیت کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ آپ ضرور اس طرف خاص توجہ دیں اور اپنے طلبا کو اس مسئلہ کی اہمیت سمجھائیں تا کہ کسر صلیب کا کام تکمیل کو پہنچ جائے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مسیحی مشنریوں نے اپنا بوریا بسترا باندھنا شروع کر دیا تھا مگر اب پھر انہوں نے کچھ عرصہ سے نہ صرف ملک کے اندر بلکہ بیرونی ممالک میں بھی سر اُٹھانا شروع کر دیا ہے۔ آپ کی درسگاہ چونکہ جماعت کا آرسنل ہے اس لئے آپ کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔''

خاکسار مرزا بشیر احمد ۶۲-۴-۲۸

۲۔ ''عزیزم مکرم پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ

آپ کا مفصل خط ۶۲-۵-۲۴/۱۴۸ موصول ہوا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے مسیحیت کے متعلق آپ کا نصاب اور پروگرام بہت خوب ہے۔ اس میں حسب حالات توسیع ہوتی چلی جائے گی۔ مسیحؑ کی وفات کے مسئلہ پر خاص زور ہونا چاہیے نہ صرف اسلئے کہ اس سے صداقت مسیح موعود کا رستہ کھلتا ہے بلکہ اسلئے کہ مسیح کی وفات کے ساتھ ہی مسیحیت پر بھی موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک انسان رسول سے بڑھ کر مسیح کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی اور انسان رسول کی حیثیت میں بھی کئی دوسرے رسولوں سے کمتر۔ پس وفات مسیح کے عقیدہ کو نہ صرف قرآن مجید سے بلکہ انجیل سے اور تواریخی شواہد سے اس طرح قطعی طور پر ثابت کیا جائے کہ دنیا پر حیات مسیح کے عقیدہ کا پول کھل

جائے۔اسکے ساتھ ہی الوہیت مسیح اور تثلیث اور کفارہ کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے یہ ایک ایسا زبردست حربہ دیا ہے کہ جس کے سامنے مسیحیت بالکل بے دست وپا ہے۔ پس اس پر خاص زور دیا جائے۔

علاوہ ازیں جن قرآنی آیات سے مسیحی لوگ مسیحؑ کی افضلیت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی حقیقی تشریح واضح کی جائے۔ مثلاً مسیح کا بے باپ ہونا۔ مسیح کا کلمۃ اللہ ہونا۔ مسیح کا پرندے پیدا کرنا اور مسیح کا مردے زندہ کرنا وغیرہ۔ یہ سادہ سے مسائل ہیں۔ مگر مسیحی لوگوں نے ان سے نادان مسلمانوں کے سامنے بڑا فائدہ اُٹھایا ہے۔

آپ کے نصاب میں حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے رسالوں اور مولوی ابو العطاء صاحب کے رسالہ کا ذکر نہیں۔ یہ دونوں ٹھوس رسالے ہیں جن کے مقابل پر مسیحی منّاد تڑپتے ہوئے رہ جاتے ہیں۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ اپنے طالب علموں کے دلوں سے مسیحیت اور دجالیت اور مغربیت کا رعب مٹا دیں اور انہیں اسلام کے حق میں اور مسیحیت کے خلاف ایک سیف عریاں بنا دیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۶۳-۰۵-۲۷''

۳- مکرم پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ

آجکل ملک میں پھر مسیحی مشنریوں نے شور شروع کر رکھا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یہ بالکل دب گئے تھے............ اس کے لئے بعض اور تدبیریں بھی سوچی جا رہی ہیں۔ مگر آپ بھی جامعہ میں طلبہ پر زیادہ زور دیں کہ وہ مسیحیت کے مطالعہ کی طرف زیادہ توجہ دیں اور ان کے مقابلہ کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں مسیحیت کی موجودہ تعلیم محض تارعنکبوت ہے مگر عنکبوت کے جالے کو توڑنے کے لئے بالآخر ہاتھ ہلانا پڑتا ہے۔ آپ کا ہر مبلغ کاسرصلیب ہونا چاہیے۔ خدا کے فضل سے لٹریچر کی کمی نہیں۔

۲- نیز جب کوئی خاص مبلغ باہر دورے پر جایا کریں تو آپ اُن کے ساتھ باری باری بعض سینئر طلبہ کو ٹریننگ کے خیال سے بھجوا دیا کریں۔ شروع زمانہ میں اچھے مبلغ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے ساتھ دوروں پر ہم

سفر رہنے کے ذریعہ ہی تیار ہوئے تھے۔ خاکسار مرزا بشیر احمد۶۱-۱۱-۱۶'' [۱]

۴- رسالہ ''الفرقان'' کے ''حضرت میر محمد اسحاق نمبر'' کے متعلق تحریر فرمایا:

''رسالہ الفرقان کا ایک خاص نمبر نکلا ہے جس میں ہمارے چھوٹے ماموں حضرت میر محمد اسحاق صاحب مرحوم کے حالات درج ہیں۔ اور مختلف اصحاب نے ان کے ذکر خیر کے رنگ میں ان کے بعض دلکش اوصاف اور حالات تحریر کئے ہیں۔ الفرقان کا یہ نمبر خدا کے فضل سے بہت ہی مبارک ہے جس سے نہ صرف حضرت میر محمد اسحاق صاحب مرحوم کی یاد تازہ ہوتی ہے بلکہ ان کی بے شمار نیکیوں اور خوبیوں کی وجہ سے نیکی کی بھی غیرمعمولی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ حقیقتاً ''الفرقان'' کا یہ نمبر بہت ہی قابل قدر ہے اور جماعت میں اس کی جتنی بھی اشاعت ہو کم ہے۔ میں اس قابل قدر خدمت پر محترم مولوی ابو العطاء صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جزاہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۶۱-۱۱-۴'' [۲]

۵- ذیل کے چند خطوط ہجرت کے بعد حضرت میاں صاحبؓ نے محترم مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ مقیم دہلی حال امیر جماعت احمدیہ کلکتہ کو لکھے تھے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رتن باغ☆ ۴۸-۰۸-۲۴

مکرمی محترمی مولوی صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا خط محررہ ۴۸-۰۸-۱۶ موصول ہوا۔ اور اس کے ساتھ تار کی نقل بھی تھی۔ آپ کا خواب خدا کے فضل سے مبارک ہے۔ ایک بشیر نے خواب دیکھی اور دوسرے بشیر کو اپنے شہر اور مکان میں آتے دیکھا۔ پھر مکان میں سے بھی اوپر کی منزل میں جاتے دیکھا اور پھر یہ نظارہ بھی دیکھا کہ اوپر کے منزل کے ایک کمرہ کی جگہ دو کمرے ہو گئے۔ یہ سب نظارے مبارک ہیں اور اس میں جماعت کے لئے بشارت اور نصرت الٰہی اور توسیع کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے پورا فرماوے۔

☆ قادیان سے ہجرت کر کے لاہور آنے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز چند سال لاہور کی مشہور کوٹھی ''رتن باغ'' میں قیام پذیر رہے ہیں۔ مگر حضور کے مستقل طور پر ربوہ تشریف لے جانے پر حکومت مغربی پاکستان نے میو ہسپتال لاہور کی توسیع کے پیش نظر اس کوٹھی کو ہسپتال میں شامل کر لیا ہے۔ (مؤلف)

آپ اس وقت انڈین یونین (بھارت۔ناقل) میں رہتے ہیں اور اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے ماتحت آپ کو انڈین یونین کا ہر طرح وفادار اور پُر امن رہنا چاہیے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کا یہی مسلک ہو گا تبلیغ ضرور کریں اور اسلام اور احمدیت کی پُر امن تعلیم کو پر امن طریق پر لوگوں تک پہنچائیں۔ یہ وہ چیز ہے جس میں کسی حکومت کا قانون روک نہیں بنتا۔ مگر **جادلھم بالتی ھی احسن** کے اصول کے ماتحت حکمت اور موعظہ حسنہ سے کام لیں کیونکہ آجکل کے غیر معمولی حالات میں بعض جلد باز افسر بلاوجہ بدظنی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

قادیان کے ساتھ بھی تعلق رکھیں اور امیر جماعت مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل دارالمسیح قادیان کو خط لکھتے رہا کریں۔ آپ دونوں ایک ہی حکومت کے باشندے ہیں۔

دہلی کے سب دوستوں کو سلام مسنون پہنچا دیں اور اگر ممکن ہو تو مجھے مطلع فرمائیں کہ دہلی میں اس وقت کتنے احمدی دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۴۸-۰۸-۲۴'' [۳]

۶- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

رتن باغ لاہور ۵۰-۳-۱۲

مکرمی محترمی مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط موصول ہوا۔ ڈاکٹر شنکر داس صاحب مہرہ کے جذبات قابل قدر ہیں۔ گو ان کے خیالات میں بعض باتیں قابل اصلاح بھی ہیں۔لیکن یہ بات چنداں قابل اعتراض نہیں کیونکہ جو شخص اسلامی تعلیمات کی تفصیل سے آگاہ نہ ہو وہ بعض باتوں میں غلطی کر جاتا ہے لیکن اگر نیّت بخیر ہو تو توجہ دلانے پر اصلاح بھی کر لیتا ہے۔ میرے خیال میں آپ انہیں ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا ایک نسخہ دے دیں اور جب وہ اسے پڑھ لیں تو اس کے بعد ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کا ایک نسخہ دے دیں۔ انشاء اللہ مفید رہے گا۔ اور اُن کے ساتھ تعلقات بھی رکھیں۔ میں ان کے مضمون کو ایڈیٹر صاحب ''الرحمت'' کے پاس بھجوا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور حافظ و ناصر

رہے''۔ خاکسار مرزا بشیر احمد ۵۰-۳-۱۲ ؁ ۴

۷- پاکستان سے ۱۹۴۹ء کے جلسہ سالانہ قادیان کے لئے جو وفد روانہ ہونا تھا اس چٹھی میں اس کا ذکر ہے۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

رتن باغ لاہور ۴۹-۱۲-۲۰

مکرمی محترمی مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ابھی ابھی ملا۔ خدا کرے کہ اعظم صاحب کی فیملی کو پرمٹ مل جائے اور ان کی پریشانی دُور ہو۔ آپ کا کوئی خط مجھے اس سے پہلے نہیں ملا۔

پاکستان سے قادیان جانے والی پارٹی کے پچاس افراد ہوں گے اور اس پارٹی کے امیر شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور ہوں گے۔ میں اور عزیز مرزا ناصر احمد اس پارٹی میں نہیں ہوں گے اور نہ ہمارے خاندان کا کوئی اور فرد ہوگا۔ کیونکہ ان کے شامل کرنے سے دوسرے دوستوں کے حق پر اثر پڑتا تھا۔

پروگرام یہ ہے کہ ۲۵/دسمبر کی صبح کو یہ پارٹی رتن باغ لاہور سے دو عدد لاریوں پر روانہ ہوگی اور انشاء اللہ ۳۰/دسمبر کو پاکستان واپس آئے گی۔ لاریوں کے ڈرائیور اور کلینر پچاس کی تعداد سے علاوہ ہوں گے۔ میں انشاء اللہ اس پارٹی کو روانہ کرنے کے بعد ربوہ جاؤں گا۔

خدا کرے کہ پاکستان اور ہندوستان کے ہر دو احباب کا قادیان جانا خود ان کے لئے اور قادیان کے لئے اور جماعت کے لئے ہر جہت سے مبارک ہو۔

اس بات کا خیال رکھیں کہ اس سفر میں ہر بات باوقار رنگ میں ہو اور اخلاقی اور دینی رنگ میں بہتر سے بہتر اثر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور حافظ و ناصر رہے۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۴۹-۱۲-۲۰'' ؁ ۵

۸- ’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لاہور ۵۴-۱۰-۲۰

مکرمی محترمی مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا آپ کے مخلصانہ جذبات اور دعاؤں کا شکریہ جزاکم اللہ خیرا۔ مجھے منشی محمد صادق صاحب کا خط اپنی چوٹ کے متعلق آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ جلد شفا عطا کرے۔

یوپی کی جماعتوں کی حالت کی خرابی کا علم پا کر افسوس ہوا۔ یہ ایک عام گراوٹ کا وقت ہے مگر مایوس نہیں ہونا چاہیے۔قبض وبسط کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ آپ اپنی طرف سے اصلاح حالات کی کوشش کرتے رہیں۔ اس طرح کم از کم آپ خدا تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوں گے۔ وہاں کے دوستوں کی مالی حالت کا خراب ہونا ایک حد تک طبعی ہے مگر امید ہے آہستہ آہستہ بہتری کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اپنے ماحول میں تعلقات بڑہانے چاہئیں اور افسروں سے بھی تعلقات رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہو۔ لکھنؤ میں بعض احمدیوں کا کسی ایک فرد کی مخالفت میں جمعہ کی نماز میں شرکت ترک کر دینا نہایت معیوب بلکہ گناہ کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اور جماعت کا حافظ و ناصر ہو۔ فقط والسلام

مرزا بشیر احمد‘‘ ۶؎

۹- مکرم چوہدری **رشید الدین** صاحب مربی جماعت احمدیہ مقیم کوئٹہ نے مورخہ ۱۹؍اکتوبر ۵۹ء کو آپ کی خدمت میں چٹھی لکھ کر دریافت کیا کہ آج کل کئی لوگ یہ سوال پوچھتے ہیں کہ انسان کے چاند پر پہنچنے کے امکانات دن بدن روشن ہو رہے ہیں اور قرآن مجید بھی سورۃ رحمٰن میں زمین کے قریبی ستاروں تک پہنچنے کے امکان کو تسلیم کرتا ہے تو اس صورت میں قرآن مجید کی آیت **فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون** کی کیا تشریح ہو گی؟

حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے اس چٹھی کے جواب میں تحریر فرمایا کہ :

’’آپ کا خط ملا۔ اول تو ہنوز دلی دُوراست۔ جب لوگ چاند پر پہنچ جائیں گے اس وقت خدا اس سوال کا جواب پھر سمجھا دے گا۔ دوسرے یہ خیال بھی بالکل درست ہے کہ چاند دراصل زمین کا حصہ ہے اور اسکے اردگرد طواف کرتا رہتا ہے۔‘‘ ۷؎

۱۰- مکرم چوہدری مبارک علی صاحب راولپنڈی نے اپنے خط مؤرخہ ۵۹-۱۲-۱۲ میں دعوت ولیمہ کی فلاسفی کے متعلق دریافت کیا جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

''آپ کا خط ملا۔ دعوت ولیمہ ایک مسنون دعوت ہے جو شادی کے بعد خاوند بیوی کی خلوت پر دی جاتی ہے۔ اسلئے خلوت سے قبل دعوت مسنون دعوت ولیمہ نہیں سمجھی جاسکتی۔ دعوت ولیمہ کی غرض خلوت کا اعلان ہے اور دوسرے ایک خوشی کی تقریب بھی ہے۔'' ۸

۱۱- محترمہ امۃ الرشید صاحبہ بنت بابو محمد امین صاحب مرحوم سیالکوٹ نے اپنے خط مؤرخہ ۵۹-۱۲-۱۶ میں دریافت کیا کہ ان کی نانی صاحبہ (جو جناب خلیفہ نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ آف جموں کی ہمشیرہ اور مولوی اللہ دتا صاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں) ۴۹ء میں فوت ہو کر سیالکوٹ میں امانتاً دفن ہیں اور ان کی والدہ کو فوت ہوئے بھی ساڑھے چار سال ہو چکے ہیں اور وہ بھی سیالکوٹ میں امانتاً دفن ہیں۔ کیا اب ان کی نعشوں کو ربوہ لانے کے لئے قبریں اکھاڑی جائیں تو جائز ہے؟ اور پھر یہ بھی ڈر لگتا ہے کہ اگر صندوق خراب ہو چکے ہوں یا اندر کچھ بھی نہ ہو تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟

اس چٹھی کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

''آپ کا خط ملا۔ عرصہ گذر جانے کے بعد بھی لاش ربوہ لائی جا سکتی ہے۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں تو ایک دفعہ ایک بزرگ کی ہڈیاں نکال کر لائی گئی تھیں۔ اصل غرض ایک جگہ دفن کرنے سے دعا کی تحریک اور فوت ہونے والوں کے ساتھ عقیدت ہوتی ہے۔ آپ بے شک لا سکتی ہیں۔ لیکن اگر صندوق خراب نکلے تو نیا صندوق بنا لیں۔ لیکن کیوں نہ ایسا کریں کہ جہاں اتنا عرصہ گذر چکا ہے کچھ عرصہ اور انتظار کر کے قادیان کا راستہ کھلنے پر وہاں لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔'' ۹

۱۲- محترم چوہدری غلام قادر صاحب نمبردار اوکاڑہ ضلع منٹگمری نے اپنے خط مؤرخہ ۶۰-۳-۱۴ میں اپنی بہو کو طلاق دیے جانے کے متعلق تحریر کیا جسکے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

''آپ کی خدمت میں دو کاغذات ارسال کر رہا ہوں۔ کیا آپ اس معاملہ میں اپنی بہو یا سابقہ بہو کی کوئی مدد فرما سکتے ہیں۔ مجھے اندرونی حالات کا علم نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو ابغض الحلال قرار دیا ہے اور علیحدگی کی صورت میں حکم دیا

ہے کہ تسریح باحسان یعنی اگر جدا کرنا ناگزیر ہو جائے تو پھر نیکی اور احسان کے طریق پر جدا کر دو۔'' ۱۰؎

۱۳- مکرم چوہدری علی قاسم خاں صاحب آف ڈھاکہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اپنے خط مورخہ ۶۰-۴-۵ میں ایک مشورہ طلب کیا کہ کیا ان کے لئے اس وقت زندگی وقف کردینا مناسب ہوگا یا نہیں اگر بڑھاپے میں زندگی وقف کی جائے تو یہ ایک قسم کا Re-employment وقف کے بہانہ سے ہوگا اور اگر اب وقف کیا جائے تو اس صورت میں آمدنی بہت کم ہوجائے گی۔ اس صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ حضرت میاں صاحبؓ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

آپ کا خط موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کے تبادے والے معاملے میں ایسا رستہ کھول دے جو اللہ کے علم میں دین و دنیا کے لحاظ سے با برکت ہو۔آمین

جہاں تک وقف کا سوال ہے میں صرف اصولی مشورہ دے سکتا ہوں کہ یہ ایک بڑا نازک معاملہ ہے جس میں ثواب اور ترقی کی بھی بڑی گنجائش ہے اور ٹھوکر کھانے اور ابتلاء میں پڑنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے بڑے غور اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد قدم اُٹھائیں۔ بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنی موجودہ ملازمت کی میعاد پوری کر کے سلسلے کی خدمت کی طرف آئیں تو آپ کے حالات کے لحاظ سے بہتر ہوگا۔ ویسے مجھے آپ کا یہ جذبہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے والد مرحوم کا ورثہ پایا ہے۔ ان میں خدمت دین کا بڑا جذبہ تھا۔ اگر ان کی اولاد میں کوئی بچہ اس رستے کو اختیار کرے تو اس سے بڑھ کر برکت اور کیا ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کی زندگی میں اور آپ کے حالات میں اپنے فضل وکرم سے برکت ڈالے۔'' ۱۱؎

۱۴- مکرم مرزا مقصود بیگ صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور نے اپنے خط کے ساتھ اخبار ''امروز'' کا ایک تراشہ بھیج کر فتویٰ پوچھا کہ کتوں کی تجارت کے متعلق شریعت کی رُو سے کیا احکام ہیں۔ فرمایا:

''کتّا تو حرام ہے لیکن کُتّوں کو مارنا جائز ہے بلکہ بعض حالات میں ضروری ہو جاتا ہے کہ کیوں کہ اُن کے پھیلنے سے ''بیماریوں'' کا خطرہ ہوتاہے۔ آوارہ کتوں کو باہر بھجوانا بھی دراصل اُن کے مارنے اور تلف کرنے کے مترادف ہے۔ باقی اگر کوئی غیر مسلم

انہیں کھاتا ہے تو یہ اس کا کام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ایک زمانہ میں قادیان کے آوارہ کتے مروا دیے تھے۔ **انما الاعمال بالنیات** ۔ اس میں شبہ نہیں کہ پاکستان میں آوارہ کتوں کی بڑی کثرت ہے جو تکلیف اور خطرہ کا موجب ہے۔ اصل پہلو آوارہ کتّوں سے خلاصی پانا ہے۔ باقی بہر حال ہر مسلمان کے لئے کتّوں کا گوشت حرام ہے۔'' ۱۲

۱۵- مکرم مرزا **عبد الرشید** صاحب کارکن تحریک جدید ربوہ نے اپنے خط مورخہ ۶۰-۴-۲۷ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبرک حاصل کرنے کے لئے تحریر کیا۔ جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا کہ

''آپ کا خط ملا۔ تبرکات کا معاملہ اب بہت مشکل ہے۔ اگر نصف انچ کا ٹکڑا بھی اب بانٹا جائے تو جماعت میں پورا نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے ایمان اور اعمال سے مجسم تبرک بننے کی کوشش کریں۔ یہ تبرک سب تبرکوں سے بہتر ہے۔'' ۱۳

۱۶- مکرم ایڈیشنل ناظر صاحب اصلاح وارشاد نے اپنی چٹھی نمبر ۱۰/الف ۶۰-۵-۳ میں محترم مولوی قمر الدین صاحب فاضل اور خاکسار عبدالقادر کے دورہ ضلع منٹگمری کی رپورٹ درج کر کے بھجوائی جس میں یہ بھی ذکر تھا کہ ان کا وفد محترم مرزا احمد بیگ صاحب (ریٹائرڈ انکم ٹیکس آفیسر) کی معیّت میں محترمہ محمدی بیگم صاحبہ اور ان کے لڑکے محترم مرزا محمد اسحاق بیگ صاحب کو ملا اور محترم مرزا احمد بیگ صاحب نے محترمہ موصوفہ سے بات چیت کی اور ان کو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ میری انتہائی خوشی ہو گی کہ آپ بیعت کر لیں۔ اس پر محترمہ موصوفہ نے کہا کہ میں حکم کی منتظر ہوں اور اُجالا ہونے پر ربوہ آ جاؤں گی اور آپ جلد ہی خوش ہو جائیں گے۔ اس رپورٹ پر حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ

''محترمہ محمدی بیگم صاحبہ کو یہ بھی کہنا چاہیے تھا کہ ان کی والدہ اور بہن اور بہن کی اولاد اور خود ان کا اپنا ایک بچہ بھی احمدیت میں داخل ہو چکا ہے اور تحریک کرنی چاہیے کہ آپ خالی الذہن ہو کر استخارہ کریں۔'' ۱۴

۱۷- مکرم محمد اسرائیل احمد صاحب آف کراچی نے اپنے خط مؤرخہ ۶۰-۶-۱۰ میں لکھا کہ انہوں نے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر ایک بکری قربانی کے لئے خریدی لیکن وہ اس وقت دودھ دینے والی ثابت ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے اُسے قربانی میں دینے کا خیال چھوڑ دیا۔ اورپھر بچوں کی بیماری کی وجہ

سے ان کی اہلیہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ چلی گئیں۔ جس کی وجہ سے عید کے موقعہ پر دوسرا جانور لے کر قربانی نہ دی جا سکی۔ کیا اب قربانی کی قیمت آپ کے پاس بھجوادی جائے تا کہ وہاں یہ فریضہ ادا ہو سکے۔ جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

'' مجبوری کی صورت میں بعد میں بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ **انما الاعمال بالنیات** ۔اللہ تعالیٰ آپ کے بچوں کو شفا دے۔ رقم بھجوا دیں۔ قربانی ربوہ میں کرا دی جائیگی۔'' ۱۵

۱۸- مکرم مولوی محمد اسحاق صاحب سابق مبلغ نائیجیریا نے اپنے خط محررہ ۵۹-۱۲-۲۱ میں برتھ کنٹرول کے بارہ میں مسئلہ دریافت کیا جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

'' آپ کا خط ملا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ خاندانی منصوبہ بندی کا مسئلہ قومی لحاظ سے آجکل بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اب موجودہ متفرق نوٹ خفیف سے اضافہ کے ساتھ رسالہ کی صورت میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ مفصل رسالہ انشاء اللہ حسب توفیق بعد میں چھپے گا۔ (یہ رسالہ اب چھپ چکا ہے) فی الحال آپ اگر پسند کریں تو موجودہ رسالہ نظارت اصلاح و ارشاد سے منگوا سکتے اور تقسیم کر سکتے ہیں۔ جماعت کے موجودہ دور میں تو بہر حال **تزوجوا الولود الودود** والا پہلو ہی مقدم ہے۔

جہاں تک نطفہ کی جان کا تعلق ہے بیشک اس میں رُوح نہیں۔ مگر جان اور زندگی ضرور ہے اور اس جان اور زندگی کے پیش نظر ہی قرآن مجید نے نطفہ کے دانستہ ضائع کرنے کو قتل اولاد شمار کیا ہے۔ البتہ غیر ارادی اور غیر اختیاری ضیاع کا معاملہ جدا گانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکے ساتھ ہو اور مقبول خدمت کی توفیق دے۔'' ۱۶

۱۹- مکرم ملک بشارت علی خاں صاحب آف ایمن آباد سروے انجینئر مانسہرہ نے اپنے خط مؤرخہ ۶۰-۰۸-۰۶ میں اپنی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی۔ جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

'' آپ کا خط ملا۔ دنیا دارالابتلا ہے۔ اس میں مشکلات آتی رہتی ہیں جن سے انبیاء تک محفوظ نہیں۔ مگر صبر اور ہمت سے کام لینے والوں کے لئے بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات دور فرمائے۔ اور راحت اور برکت کی زندگی نصیب کرے۔'' ۱۷

۲۰- مکرمہ امۃ الرشید شوکت صاحبہ اہلیہ مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب ربوہ نے رسالہ مصباح کی ادارت سپرد ہونے پر حضرت میاں صاحبؓ سے ہدایات لینے کے لئے مؤرخہ ۶۰-۱۰-۱۲ کو خط

لکھا۔ جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

''آپ کا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ ایڈیٹر مصباح کے طور پر آپ کا تقرر مبارک کرے اور آپ کو اسلام اور احمدیت کے مفاد میں بہترین خدمت کی توفیق دے۔ دعا کر کے کام شروع کریں۔ رسالہ میں بعض مضامین مستقل نوعیت کے ہونے چاہئیں اور بعض وقتی حالات کے مطابق چند کالم سوال و جواب کے بھی رکھیں کہ مصباحی بہنیں آپ سے سوالات پوچھیں اور آپ ان کا مختصرسا جواب دیں۔ اس سے دلچسپی پیدا ہو گی۔ نیز خاص خاص جماعتوں کے ساتھ رسالہ کے متعلق خط و کتابت بھی رکھا کریں۔ اس سے ان کا ذوق و شوق ترقی کرے گا۔ جو غلط اور خلاف شریعت رجحانات آجکل عورتوں میں عموماً پیدا ہو رہے ہیں ان پر نگاہ رکھیں اور مضامین کے ذریعہ ان کا ازالہ کرتی رہیں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔'' ۱۸

۲۱- حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کی وفات پر مندرجہ ذیل چٹھی ان کی لڑکی مکرمہ امۃ الرحیم صاحبہ کو عراق کے پتہ پر لکھی۔

''مکرمہ ومحترمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

بڑے افسوس کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم اور مخلص صحابی اور آپ کے والد صاحب محترم حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ وفات پاکستان میں ہوئی اور نماز جنازہ ربوہ اور قادیان دونوں جگہ ہوئی۔ اور اپنی دلی خواہش کے مطابق دفن مقبرہ بہشتی قادیان میں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ اور حضرت بھائی صاحب کی نیکیوں کا ورثہ عطا فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی فوت ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت پر رحم فرمائے۔ بچوں کو پیار۔ تفصیل آپ کو الفضل سے معلوم ہو جائے گی۔ بہتر ہو گا کہ اب آپ اپنی والدہ صاحبہ اور بھائیوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کریں۔ زندگی کا اعتبار نہیں۔ مرزا صاحب کو سلام۔'' ۱۹

۲۲- مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کے خط مؤرخہ ۶۱-۱-۲۱ کے جواب میں تحریر فرمایا کہ

''آپ کا خط ملا۔ اگر کوئی متوفّی مخالف نہیں تھا اور مصدق تھا اور جماعت کے ساتھ

ملا جلا رہتا تھا تو اس کا جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔ دعا کرنے میں تو بہر حال کوئی حرج نہیں۔'' ۲۰

۲۳- مکرم محمد علی صاحب وانگ چینی نے ٹرکی سے اپنے خط مؤرخہ ۶۱-۳-۲۷ میں اپنے والد حاجی جلال الدین صاحب وانگ کی وفات کی اطلاع دی اور دعا کے لئے درخواست کی جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

''آپ کا خط محررہ موصول ہوا۔ آپ کے والد صاحب کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور آپ سب کا حافظ وناصر ہو اور ہرقسم کی مشکلات اور تکالیف سے بچا کر رکھے۔ میری نصیحت یہ ہے کہ آپ اس موقعہ پر صبر اور ہمت سے کام لیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مصیبت کے وقت صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے اور ان کی مدد فرماتا ہے۔ آپ بھی اگر صبر اور ہمت سے کام لیں گے اور خدا سے دعا کرتے ہوئے ضروری ظاہری تدابیر اختیار کریں گے تو انشاء اللہ آپ کو خدا کی نصرت حاصل ہوگی۔ انسانی زندگی بہر حال محدود ہوتی ہے اور ہر شخص نے آگے پیچھے سفر اختیار کرنا ہے۔ آپ مومنوں کی طرح بہادر بن کر اس صدمہ کو برداشت کریں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام مشکلوں کو اپنے فضل وکرم سے دور فرمائے اور آپ کے لئے سہولت کا رستہ کھول دے۔ آمین۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے دل کو مضبوط کر کے خدا پر بھروسہ رکھیں گے اور جو ظاہری تدبیریں آپ کے لئے ممکن ہیں۔ ان کی طرف سے کبھی غافل نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنی جناب سے راحت اور برکت عطا کرے۔'' ۲۱

۲۴- مکرم عبد الغفار خاں صاحب نے آسٹریلیا سے اپنے خط مؤرخہ ۶۱-۱-۱۸ میں لکھا کہ انہوں نے اپنے ایک دوست کی لڑکی کی شادی میں شامل ہونا ہے اور ساتھ ہی نکاح بھی پڑھانا ہے۔ اس لئے انہیں نکاح کی رسم ادائیگی کا طریقہ اور شرائط اور دعائیں جو ضروری ہیں خط کے ذریعہ تحریر فرما دیں اور کیا انگریزی زبان میں بھی خطبہ نکاح دیا جا سکتا ہے؟ جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ:

''آپ کا خط محررہ ۶۱-۱-۱۸ موصول ہوا۔ فکر کی ضرورت نہیں۔ بے شک نکاح کے موقعہ پر بعض آیات کا پڑھنا مسنون ہے۔ لیکن ضروری نہیں۔ معذوری کی صورت میں

آیات کی تلاوت ترک کی جا سکتی ہے۔ ان آیات میں تقویٰ کا ذکر ہے۔ آپ اس موقعہ پر خاوند بیوی کے حقوق سے تعلق رکھنے والی نصیحتیں دو چار منٹ کے لئے کر دیں اور اس سے پہلے برکت کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھ لیں۔ بس یہی کافی ہے۔ اسلام رسوم کا غلام نہیں بلکہ رُوح کی طرف دیکھتا ہے۔ بہر حال آپ اس قسم کی نصیحت کے بعد سب سے پہلے لڑکی کے ولی کو لڑکے اور لڑکی کا نام لینے کے بعد اور مہر کی مقدار بتانے کے بعد پوچھیں کہ کیا انہیں اپنی بیٹی یا بہن (جیسا بھی رشتہ ہو) کا نکاح اس قدر مہر پر فلاں شخص کے ساتھ منظور ہے؟ اور جب لڑکی کا ولی اپنی منظوری دیدے تو آپ لڑکے سے اسی طرح تفصیل بتا کر منظوری حاصل کر لیں۔ اور اس کے بعد رشتہ کے بابرکت ہونے کی دعا کرا دیں۔ بس یہی کافی ہے۔'' ۲۲

۲۵۔ مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے برٹش گی آنا سے اپنے خط مؤرخہ ۶۱-۲-۲۶ میں لکھا کہ یہاں ایک غیر مبائع ڈاکٹر آئے جنہوں نے بیان کیا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام بتایا تھا کہ وہ آپ کی دعاؤں کو جو آپ کے خاندان کے لئے ہوں گی قبول نہیں کرے گا۔ اس بارے میں میری رہنمائی فرمائی جائے تاکہ ڈاکٹر صاحب کو جواب دیا جا سکے جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ

''آپ کا خط ملا۔ جزاکم اللہ۔ آپ کو اس غیر مبائع نے دھوکا دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام یہ تھا کہ **اجیب کل دعائک الا فی شرکائک**۔ یعنی میں تیری ساری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ سوائے ایسی دعاؤں کے جو تو اپنے رشتہ داروں کے متعلق کرے۔ جو تیرے خلاف اور مد مقابل ہیں۔ پس آپ کو اس معاملہ میں اس غیر مبائع نے دھوکہ دیا ہے۔ اولاد کے متعلق تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ صالح ہوگی اور ترقی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور حافظ و ناصر رہے۔'' ۲۳

۲۶۔ مکرم چوہدری مبارک علی صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ نے میسور (ہندوستان) سے اپنے خط مؤرخہ ۶۱-۲-۲۶ میں تحریر کیا کہ ان کی عمر ۳۷-۳۸ سال کے درمیان ہے اور چند ماہ سے بڑی شدت سے یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ چالیس سال کی عمر کی حد بالکل قریب نظر آرہی ہے۔ جو عادت اور کمزوری اس عرصہ میں راسخ ہوگئی وہ اس کے بعد کہاں دُور ہو گی۔ اس خط کے جواب میں

حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ

''قرآن فرماتا ہے لَاتَیْئَسو امن رَوْحِ اللّٰہ۔ اپنی طرف سے ظاہر کوشش جاری رکھیں اور مایوس نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔'' ۲۴

۲۷- مکرم محمد علی صاحب گلبرگ لاہور نے اپنے خط مؤرخہ ۶۱-۵-۲۱ میں تحریر کیا کہ اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن ہوں تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ اس خط کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ:

''میری ذاتی رائے یہی ہے کہ اگر عید اور جمعہ جمع ہو جائیں تو دونوں پڑھنی چاہئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی اسوہ بھی یہی تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک دفعہ جمعہ ترک کرنے کی اجازت دی تھی (کیونکہ بعض حدیثوں میں اس قسم کا ذکر آتا ہے) مگر حضور کے زمانہ میں کثرت کے ساتھ عید اور جمعہ دونوں پڑھے گئے اور اس دفعہ بھی حضور نے یہی ارشاد فرمایا کہ دونوں پڑھے جائیں۔'' ۲۵

۲۸- مکرم نیاز احمد صاحب نے اپنے خط مؤرخہ ۶۱-۵-۱۳ میں دریافت کیا کہ کیا اسلام کسی صورت میں جھوٹ بولنے کی اجازت دیتا ہے؟ اس خط کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

''اسلام جھوٹ کا سخت دشمن ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو تیسرے درجہ کا بھاری گناہ شمار کیا ہے۔ اس کے متعلق آپ میرا رسالہ ''چالیس جواہر پارے'' اور دوسرا رسالہ ''اچھی مائیں'' مطالعہ فرمائیں البتہ جنگ وغیرہ کے حالات میں جہاں رازداری انتہائی طور پر ضروری ہوتی ہے وہاں اسلام نے اس قسم کی اجازت دی ہے کہ دشمن سے پردہ رکھنے کی غرض سے اپنی نقل و حرکت کے متعلق محتاط الفاظ بیان کر دیے جائیں مثلاً اگر انسان دور سے آرہا ہو تو رستے کے کسی قریب مقام کا نام لے دیا جائے یا روٹھے ہوئے میاں بیوی میں صلح کرانے کے لئے مناسب الفاظ ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لئے کہہ دیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھوں کو شفا دے۔ میں بیمار ہوں۔ اس وقت زیادہ نہیں لکھ سکتا۔'' ۲۶

۲۹- مکرم سردار امیر محمد خاں صاحب سکنہ کوٹ قیصرانی ضلع ڈیرہ غازیخاں نے اپنے خط میں لکھا کہ ان کے ایک احمدی دوست نے ان کے متعلق ایک منذر خواب دیکھا ہے جس کے متعلق دعا فرمائی جاوے۔ جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ

'' اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر بدلنے پر قادر ہے آپ کچھ صدقہ دے دیں۔'' ۲۷

۳۰- مکرم شیخ عبد الحفیظ صاحب (مدراس والے) کراچی نے اپنے خط میں دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ میری روحانی و جسمانی کمزوریوں کو دُور کر دے اور خدمت دین کے لئے لاکھوں روپے امام جماعت کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق دے۔ اس خط کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

'' نیت پاک رکھیں اور عزم پختہ۔ انشاء اللہ آپ کا مقصد آپ کو حاصل ہو جائے گا۔'' ۲۸

۳۱- حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب داماد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات مؤرخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء کو ہوئی جس پر جماعت کے دوستوں کی طرف سے تعزیتی خطوط آنے پر آپ نے دفتر کو مندرجہ ذیل جواب املاء کروایا۔

''مکرمی و محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط محررہ........... موصول ہوا۔ آپ نے اخویم مکرم میاں عبد اللہ خاں صاحب کی وفات پر جو اظہار ہمدردی فرمایا ہے اس کا شکریہ قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حسنات دارین سے نوازے۔ مومن کا مقام صبر کا ہے۔ کیونکہ

بلانے والا ہے سب سے پیارا............اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

ہماری ہمشیرہ کے لئے اور بھانجوں، بھانجیوں کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو اور نیکی کے رستہ پر قائم رکھے۔ والسلام مرزا بشیر احمد'' ۲۹

۳۲- حضرت نواب صاحب موصوف کی وفات پر سٹاف اور طلباء فضل عمر ہوسٹل ربوہ کی طرف سے تعزیت کا خط آنے پر حضرت میاں صاحبؓ نے انہیں مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا

''خدا کرے۔ آپ لوگ مرحوم جیسی نیکی اپنے اندر پیدا کریں۔ وہ ایک رئیس خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود بہت نیک متقی اور پابند نماز اور تہجد گزار اور دُعاؤں میں شغف رکھنے والے تھے اور سلسلہ کے ساتھ انتہائی اخلاص رکھتے تھے۔'' ۳۰

۳۳- مکرم محمد آفندی صاحب آف انڈونیشیا نے اپنے خط مؤرخہ ۶۱-۱۰-۲۴ میں تحریر کیا کہ انہیں ہائی بلڈ پریشر ذیابیطس اور دل کی دھڑکن کی تکلیف رہتی ہے ان کے لئے دُعا کی جائے۔ جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:

'' اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے شفا دے۔ آپ بلڈ پریشر اور ذیابیطس کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ انشاء اللہ اس کے نتیجہ میں دل کی دھڑکن کو بھی آرام محسوس ہو گا۔ کھانے کا پرہیز رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور صحت اور برکت کی زندگی نصیب کرے۔'' ۳۱

۳۴- حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات مؤرخہ ۲۶/دسمبر ۱۹۶۱ء کو ہوئی۔ جس پر جماعت کے دوستوں کی طرف سے تعزیتی خطوط آنے پر آپ نے انہیں مندرجہ ذیل خط سائیکلو سٹائل مشین پر طبع کروا کر بھجوایا:

''مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عزیزم میاں شریف احمد صاحب کی وفات پر آپ کی طرف سے ہمدردی کا خط موصول ہوا۔ میاں شریف احمد صاحب کی وفات ایک بڑا جماعتی اور خاندانی صدمہ ہے اور میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس صدمہ میں ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ ایسے موقعہ پر عزیزوں اور دوستوں کی ہمدردی اور دعا بڑے سہارے کا موجب ہوتی ہے۔ عزیز مرحوم ایک لمبے عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے اور گذشتہ سال انہیں دل کی بیماری کا حملہ بھی ہوا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے الہام کے مطابق اُن کو عمر دیتا رہا مگر آخر مقدّر وقت آ گیا اور ہم سے جدا ہو گئے۔ ''ہمارے دل کو حزیں بنا کر'' آپ ہم سب کے لئے عموماً اور میاں شریف احمد صاحب کی بیوی اور بچوں کے لئے خصوصاً دعا فرما تے رہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ صبر کے مقام پر قائم رکھے اور دین و دنیا میں ان کا حافظ و ناصر ہو اور اپنی رضا کے ماتحت خدمت دین کی توفیق دے یہ دنیا تو بہر حال عارضی ہے۔ انسان کی حقیقی خوشی اسی میں ہے کہ خدا اس سے راضی رہے اور اس کا انجام بخیر ہو کیونکہ ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

والسلام

(دستخط) مرزا بشیر احمد''

۳۵- مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم مبلغ سالٹ پانڈ (افریقہ) نے اپنے خط مؤرخہ ۶۲-۴-۲۴ میں یکم جنوری ۶۲ءء تا مارچ ۶۲ءء جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والے ۱۲۸ اصحاب کے متعلق رپورٹ بھجوائی جس کے جواب (میں آپ نے تحریر فرمایا) کہ

''آپ کا خط محررہ ۶۲-۴-۲۴ موصول ہوا۔ نو احمدیوں کی ۱۲۸ تعداد بہر حال قابل شکریہ اور قابل تعریف ہے مگر ہم تو **یدخلون فی دین الله افواجاً** کا نظارہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ قول اور عمل اور دعا کے ذریعہ خدا کی نصرتوں کو زیادہ سے زیادہ کھینچیں اور اس کے رستہ میں والہانہ جدوجہد کریں۔ انشاء اللہ نیت اور محنت کا پھل ضرور ملے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔'' ۳۲

۳۶- مکرم مولوی محمد منور صاحب مبلغ و امیر جماعتہائے احمدیہ ٹانگانیکا (مشرقی افریقہ) نے اپنے خط مؤرخہ ۶۲-۵-۲ میں یکم جنوری ۶۲ءء تا اپریل ۶۳ءء جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والے ۳۷ افراد کے متعلق رپورٹ بھجوائی جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا کہ

''آپ کا خط موصول ہوا۔ بیعت کی رفتار واقعی تسلی بخش نہیں۔ مگر موجودہ حالات میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے بہر حال جماعت کا قدم آگے کی طرف بڑھ رہا ہے اور صبر اور ہمت کے ساتھ کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک مکہ مکرّمہ میں تبلیغ کرتے رہے مگر بہت کم کامیابی ہوئی۔ لیکن پھر مدینہ میں پہنچنے کے بعد ترقی کے وسیع دروازے کھل گئے۔ پس آپ کوشش جاری رکھیں اور صبر و صلوٰۃ کے اصول پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور ٹانگا کے بعض ایسے علاقوں کی طرف توجہ دیں جہاں ابھی تک احمدیت کا پاؤں نہیں جما۔ مختلف زمینوں میں بھی حق کی قبولیت کے لئے علیحدہ علیحدہ صلاحیت ہوتی ہے۔ اپنا نمونہ ایسا بنائیں کہ لوگ دیکھ کر آپ کی طرف کشش محسوس کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔''

۳۷- مکرم میاں نسیم حسین صاحب مرحوم سابق سفیر پاکستان مقیم بیروت لبنان نے اپنے خط مؤرخہ ۶۲-۵-۱۲ میں تحریر فرمایا کہ بندہ اردن کے دورہ سے واپس آیا۔ حسب معمول بیت المقدس اور الخلیل پر بندہ نے حضرت صاحب، حضور، سلسلہ اور پاکستان اور اسلام کے لئے خاص طور پر دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشے۔ نیز عید کی تقریب پر ہدیہ مبارکباد پیش کیا

اور اپنے بچوں کی فیکٹری کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا کہ

'' عزیزم محترم میاں نسیم حسین صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

''آپ کا خط محررہ ۶۲-۵-۱۲ آج موصول ہوا۔ الحمدللہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے کہ خدا کے فضل سے آپ کو دعاؤں میں شغف ہے۔ دعا وہ زنجیر ہے جس کے ذریعے انسان کا دل اس کے خالق و مالک کے ساتھ بندھا جاتا ہے۔ اسی لئے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الدعاء مخ العبادة** یعنی دُعا نماز اور عبادت کے لئے ایسی ہے جیسی کہ ہڈی کے لئے اس کے اندر کا گودہ ہوتا ہے جو اس کی اصل جان ہے۔ قرآن مجید بھی فرماتا ہے **قل ما یعبؤا بکم ربی لو لا دعاؤ کم** یعنی اگر تمہاری طرف سے دعا نہ ہو تو خدا کو تمہاری کیا پروا ہے۔ یہ بھی آپ بہت اچھا کرتے ہیں کہ خاص مقدس مقامات میں زیادہ توجہ سے دعائیں کرتے ہیں۔ مقدس مقامات میں انسان کے دل میں زیادہ توجہ اور زیادہ سوز وگداز کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں آپ کے لئے اور آپ کی دعائیں ہمارے لئے قبول فرمائے اور سب کو اپنے فضل و رحم کے سایہ میں رکھے۔

آپ کے بچوں کے کارخانہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کارخانہ کو خیرو برکت کے ساتھ تکمیل تک پہنچائے اور کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آپ بچوں کے دل میں بھی دین کی محبت اور احمدیت کے ساتھ لگاؤ پیدا کریں تا کہ ان کے دلوں میں بھی وہی نیکی کی شمع روشن ہو جائے جو اللہ کے فضل سے آپ دونوں میاں بیوی کے دلوں میں روشن ہے۔ یہ آپ کی طرف سے اولاد کی سب سے بڑی خدمت ہو گی۔

عزیز نصیر احمد خاں صاحب (مبلغ اسلام) کو میرا سلام پہنچا دیں۔ وہ ایک مخلص خادم دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت دے اور اولاد سے بھی نوازے۔ عزیز مظفر احمد کا تبادلہ عنقریب سیکرٹری شعبہ تجارت کے طور پر راولپنڈی میں ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔''

۳۸- حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملک کے بعض ذی اثر احباب بھی خط و کتابت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ذیل میں جسٹس ایم-آر- کیانی صاحب چیف جج

مغربی پاکستان لاہور اور میاں عبدالباری صاحب ممبر قومی اسمبلی کی طرف سے خطوط آنے پر آپ نے جو جواب بھجوائے، درج کئے جاتے ہیں:

''مکرمی ومحترمی کیانی صاحب　　　　　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

''آپ کا مکتوب گرامی محررہ ۴؍جون ۶۱ءِ مجھے آج ۲۰؍جون کو موصول ہوا۔ تاخیر کی وجہ آپ نے خود تحریر فرما دی ہے کہ آپ اس عرصہ میں بیمار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے اور آپ کو ملک و ملت کی بیش از بیش خدمت کی توفیق دے۔

کسی امر میں رائے کا اختلاف جداگانہ بات ہے۔ مگر میرے دل میں آپ کی بڑی قدر ہے۔ باقی رہا اولوالامر کا سوال۔ سو یہ ایک قرآنی آیت ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو خدا اور رسول اور اولوالامر کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اسی آیت کا میرے مضمون میں حوالہ دیا گیا ہے۔ اس پر آپ نے جو سوال اُٹھایا ہے کہ اگر کسی اولوالامر کا حکم صریح طور پر غلط اور ظالمانہ ہو تو اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ سو اس بارہ میں بھی ہماری کامل شریعت خدا کے فضل سے خاموش نہیں۔ اس جگہ مختصر طور پر صرف دو حدیثیں آپ کے غور کے لئے لکھتا ہوں۔

حدیث اوّل: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **السمع والطاعة على المرء المسلم فيما اَحَبّ و كَرِهَ مالم يُومر بمعصيةٍ فاذا امر معصيةٍ فلا سمع ولا طاعة۔** یعنی ہر مسلمان پر امیر کا حکم ماننا فرض ہے خواہ وہ حکم اسے پسند ہو یا ناپسند ہو۔ لیکن اگر کوئی ایسا حکم دیا جائے جس میں خدا کے صریح قانون کی نافرمانی لازم آتی ہو تو ایسے حکم کا ماننا اس پر فرض نہیں۔

'' دوسری حدیث: **بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة فى منشطنا ومكرمنا و عسرنا ويسرنا و اثرةٍ علينا وعلىٰ الا ننازع الا مراهلهٖ الا ان تروا كفراً بوّاحا عند كم من الله فيه برهان۔**

یعنی ایک مشہور صحابی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بیعت کے وقت یہ اقرار لیا کرتے تھے کہ ہم ہر حال میں امیر کی اطاعت کریں گے خواہ اس کا حکم ہمیں پسند ہو یا نا پسند ہو اور خواہ اس حکم کے نتیجہ میں ہمیں تنگی پیدا ہو یا فراخی پیدا ہو اور خواہ ہمارے حقوق ہمیں ملیں یا ہم سے چھینے جائیں اور یہ کہ ہم کسی

حالت میں بھی امیر کے ساتھ امارت کے معاملہ میں تنازعہ نہیں کریں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اگر تم اپنے امیر کے رویہ میں کوئی ایسا حکم پاؤ جس میں خدا کے کسی صریح حکم کی اصولی نافرمانی ہو اور اس کے متعلق تمہارے پاس خدا کی طرف سے کوئی روشن اور قطعی دلیل موجود ہو تو پھر اَور بات ہے۔

فی الحال صرف یہ دو حوالے نقل کر کے بھجواتا ہوں۔ جو آپ جیسے ذہین اور زیرک اور معاملہ فہم بزرگ کے لئے کافی ہونے چاہئیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام انتہا درجہ نظم وضبط کا مذہب ہے۔ اسی لئے اس میں سوائے بالکل انتہائی حالات کے ملک کے اندرونی امن کو برقرار رکھنے اور مقدم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

میں بھی آجکل ہیٹ سٹروک کی وجہ سے علیل ہوں۔ اس لئے امید ہے آپ فی الحال اسی قدر جواب کو کافی خیال فرمائیں گے۔

۶۱-۶-۲۰ مرزا بشیر احمد''

۳۹- مکرم ومحترم میاں عبد الباری صاحب ممبر قومی اسمبلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے ہر دو خطوط موصول ہو کر باعث شکریہ ومسرت ہوئے۔ جزاکم اللہ خیراً۔ دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو ملک وملت کی بہترین خدمت کی توفیق دے اور روح القدس سے آپ کی نصرت فرمائے اسوقت ملک کو بڑے مخلص اور دلیر اور دیانت دار اور انصاف پسند اور سمجھدار قومی خادموں کی ضرورت ہے۔ آپ خاص کوشش سے اپنے ساتھ ایسے ممبر جمع کر لیں جو تمام دوسرے خیالات سے بالا ہو کر ان بنیادی نظریات پر بنیان مرصوص کی طرح اکٹھے ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

مرزا بشیر احمد ۶۲-۳-۲۵''

۴۰- ضلع لاہور کی ایک بچی .... کے والد صاحب اور بھائی احمدی نہیں ہیں۔ اس کی حضرت میاں صاحبؓ کے ساتھ خط وکتابت رہتی تھی۔ وہ اپنی مشکلات لکھ کر آپ کے حضور بھیج دیا کرتی تھی۔ خصوصاً جب جلسہ سالانہ کے دن قریب آتے تو وہ بہت پریشان ہو کر آپ کی خدمت میں لکھتی کہ ''حضور! میں کیا کروں جلسہ پر آنے کی اجازت نہیں ملتی۔ میرا دل آپ کی زیارت کے لئے تڑپتا ہے اور جلسہ سالانہ دیکھنے کے لئے بھی بے قرار ہوں۔ حضور میرے لئے دعا فرماویں کہ

اللہ تعالیٰ مجبوری کی زنجیروں کو توڑ دے اور میرے لئے دینی امور کی سر انجام دہی کے لئے سہولتیں پیدا ہو جائیں۔'' آپ کی طرف سے جو شفقت بھرے جوابات اسے ملتے ان میں سے دو حسب ذیل ہیں:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمد ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

عزیزہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط محررہ بلا تاریخ موصول ہوا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کی جملہ مشکلات کو دُور فرمائے۔ آپ کو احمدیت پر استقامت عطا فرمائے اور آپ کے والد اور تمام خاندان کو احمدیت کی سعادت سے نوازے اور ہر قسم کی مخالفت سے بچائے۔ آپ خود بھی دعا کرتی رہیں اور مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور میرا انجام بخیر ہو۔ آمین والسلام

مرزا بشیر احمد ربوہ''

حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے عزیزہ موصوفہ لکھتی ہیں:

''حضرت میاں صاحبؓ نے وقتاً فوقتاً میرے نام بہت سے خط تحریر فرمائے جن کا ڈھیر میرے پاس محفوظ ہے۔ میں انہیں کبھی بھی ضائع نہ کروں گی۔ آپ کا سب سے آخری خط جو آپ کی وفات سے چار پانچ دن قبل مجھے ملا حسب ذیل ہے۔

۴۱- ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمد ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

عزیزہ محترمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ الحمدللہ کہ اب آپ کی صحت اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور برکت اور راحت کی زندگی نصیب کرے۔ میری صحت بہت کمزور ہوگئی ہے۔ میں آجکل بغرض علاج لاہور میں مقیم ہوں۔ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

سردرد کے لئے آپ صبح صبح سورج نکلنے سے پہلے گل اسطخدوس کو گھوٹ کر اس کی ایک پیالی پی لیا کریں۔ آپ اسے رات کو بھگو چھوڑیں اور صبح گھوٹ کر کپڑ چھان کر کے پی لیا کریں۔ اگر ہوسکے تو تین دانے کالی مرچ کے بھی گھوٹ لیا کریں۔ آپ سردرد کے لئے عینک بھی لگوا لیں۔ وہ بھی مفید رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضل

سے شفا دے۔ آمین۔ مرزا بشیر احمد''

یہ خط درج کرنے کے بعد عزیزہ لکھتی ہیں:

''آہ! مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میرے آقا کا آخری خط ہے۔ اس کے بعد میں ہمیشہ ہمیش کے لئے آپ کے شفقت بھرے سلوک سے محروم ہو جاؤں گی۔ او فرشتہ سیرت انسان! آپ کی بتلائی ہوئی دوا سے میری بیماری دُور ہو گئی ہے لیکن مجھے اس کی اتنی خوشی نہیں جتنی مجھے آپ سے ملاقات کر کے ہوتی۔ مجھے ہرگز معلوم نہ تھا کہ میں آپ کا آخری دیدار نہ کر سکوں گی۔

میں دن رات روتی ہوں۔ تڑپتی ہوں اور تازندگی آپ کو یاد کر کے روتی رہوں گی اے اللہ! تیرے در کی سوالی تجھ سے بھیک مانگتی ہے۔ میری دعا ضرور قبول فرما۔ میں دنیا میں ترستی رہی اُن کے دیدار کو۔ مگر تجھے منظور نہ تھا نہ ہوا۔ اب مجھے آخرت میں اُن کے قدموں میں جگہ دینا۔ اُن کی خادماؤں میں شمار کرنا۔ یا اللہ! مجھے بخش دینا۔ میری دعا قبول کرنا۔ آمین ثم آمین۔''

بالکل اسی قسم کے جذبات کا اظہار اس نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس خط کو بھی یہاں درج کر دوں تا احباب اندازہ لگا سکیں کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کو کس قدر محبت اور اُنس تھا۔ وہ لکھتی ہیں۔

۴۲۔ ''عزت مآب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلامت باشد

'' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ دس روپے کی ناچیز رقم حاضر خدمت ہے ان میں سے پانچ روپے میری امی جان کی طرف سے ہیں۔ انہوں نے عید فنڈ کے لئے بھیجے ہیں اور پانچ روپے میری طرف سے ہیں۔ یہ میں نے غریب طلبا کی امداد کے لئے بھیجے ہیں۔ چونکہ الفضل میں اعلان آپ کی طرف سے تھا۔ اس لئے آپ کو بھیجے ہیں۔ قبول فرمائیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! میں عاجزانہ لہجے میں آپ سے ایک درخواست کرتی ہوں۔ میرے والد صاحب اور بھائی غیر احمدی ہیں................. نہ مجھے جلسہ سالانہ پر جانے دیتے ہیں۔ نہ ہی یوں کبھی ربوہ جانے کی اجازت دیتے ہیں۔ میں سخت گھبرائی

ہوئی ہوں۔ میری والدہ صاحبہ اور بہنیں بھی احمدی ہیں۔ میری ایک بہن شادی شدہ ہے۔ غیر احمدیوں کے گھر بیاہی ہوئی ہے۔ میں سخت ابتلاء میں پڑی ہوئی ہوں کیا کروں.................. حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ سے مجھے بے پناہ محبت تھی۔ میں ان کو اپنی ہر تکلیف لکھا کرتی تھی۔ وہ بہت شفقت سے تسلی سے بھرپور خط لکھتے۔ اب وہ بھی گئے۔ میری آنکھوں سے ہر وقت آنسو رواں ہیں۔ میں ہر وقت اُن کو یاد کر کے روتی رہتی ہوں کہ میرا واحد سہارا بھی گیا۔ حضرت میاں صاحب یقین کریں۔ میں سخت ابتلاء میں پڑی ہوئی ہوں۔ مجھے احمدیت سے بے پناہ محبت ہے لیکن ہم سب بہنوں کے رشتے غیر احمدیوں کے گھر ہونے ہیں ایسے میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں کیسے ربوہ آؤں۔ کیا کروں؟ میرے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے احمدیت میں استقامت عطا فرمائے۔ میرے والد صاحب کو (جو کہ علاقہ کے رئیس آدمی ہیں اور احمدیت میں داخل ہونا باعث ذلت سمجھتے ہیں) احمدیت میں داخل کرے اور مجھے کسی قسم کے امتحان میں نہ ڈالے۔ آمین ثم آمین۔

میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مصباح اور الفضل کی خریدار ہوں۔ الفرقان بھی ایک سال کے لئے جاری کرایا تھا۔ اب بند ہے۔

ایسے بھی غم وفکر میں میری صحت گرتی جارہی ہے۔ ہر وقت کے رونے سے سر میں بہت درد رہتا ہے۔ میری صحت کے لئے بھی دعا فرماویں۔

حضرت قمر الانبیاء کی وفات سے میری زندگی میں بہت بڑا خلا پڑ گیا ہے جو نہ پُر ہو سکتا ہے اور نہ میرے آنسو خشک ہوں گے۔ الفضل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی صحت ان دنوں اچھی ہے۔ خدا تعالیٰ حضور کا بابرکت وجود تا دیر ہمارے درمیان سلامت رکھے۔ آمین۔ آپ کے جوتوں کی غلام

..................''

۴۳۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی ایک صاحب کشف و الہام بزرگ تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ سے اکثر خط وکتابت رہتی تھی۔ ان خطوط میں عموماً روحانی اسرار و رموز کا تذکرہ ہوتا تھا۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند خطوط وہ بھی درج کئے جائیں۔ یہ خطوط حضرت مولانا موصوف کے لائق و فائق فرزند محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی

مرحوم نے الفضل کے خاص نمبر میں چھپوائے تھے۔

بخدمت حضرت مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط مل کر باعث مسرت ہوا کہ خدا کے فضل سے آپ معہ اہل وعیال بخیریت ہیں اور روزوں کی برکات سے متمتع ہونے کی توفیق مل رہی ہے۔ **وذالک فضل الله یؤتیه من یشاء** میں نے خدا کے فضل سے اس رمضان میں آپ کے واسطے دعا کی زیادہ توفیق پائی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور آپ کی تمام نیک مرادوں کو پورا کرے اور دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔ میں نے اپنی ذات کے لئے کبھی کوئی دنیا کی دعا نہیں کی اور میں سمجھتا ہوں کہ گو خدا بمنزلہ باپ ہے اور اولاد کا کام ہے کہ اپنی ہر ضرورت باپ سے مانگے لیکن شاید توکل کا بہترین مقام یہ ہے کہ انسان دین کی طرف توجہ رکھے اور اپنی دنیا کو خدا کے فضل اور رحم پر چھوڑ دے۔ میری زبان پر ایک دفعہ یہ الفاظ جاری ہوئے کہ

لا تخش من ذی العرش اقلا لاً

اور ایک دفعہ مجھے قرآن مجید کا ایک ورق دکھایا گیا۔ جس کے دائیں جانب یہ الفاظ تھے کہ ''بغیر حساب'' اور باقی سب ورق سفید تھا۔ سو آپ اپنی دنیا کو خدا کے سپرد فرمائیں۔ اس توکل میں برکت ہی برکت ہے۔ لیکن اگر دنیا کی کوئی چیز مانگیں تو قرآن وحدیث کی بیان کردہ دعاؤں سے کوئی زیادہ لفظ زبان پر نہ لائیں۔ میں اس بات کو تصور میں نہیں لا سکتا کہ بندہ خدا کے دین کے کام میں لگا ہوا ہو۔ اور وہ اسے دنیا میں پریشان ہونے دے۔ یہ خدا تعالیٰ کی محبت اور وفاداری کے سراسر خلاف ہے۔ حضرت داؤدؑ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ میں نے کسی خدا رسیدہ آدمی کی اولاد کو سات پشت تک بھیک مانگتے نہیں دیکھا۔ پس آپ ہرگز فکر مند نہ ہوں اور اپنے رستہ پر گامزن ہوتے جائیں۔ اگر خدا دنیا کی فراخی دے تو فبہا۔ اور اگر نہ دے تو ایک سچے مومن کے لئے ''الفقر فخری'' میں کیا کم تسلی ہے۔ تاہم میں نے آپ کے واسطے بہت دعا کی ہے۔ **وارجوا من الله خیراً** ۔ آپ بھی اس عاجز کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ان روزوں کے ایام میں آپ کی کتاب حیات قدسیہ کا پھر دوبارہ مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ خوب کتاب ہے اور اس انداز میں لکھی ہوئی ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل

رضی اللہ عنہ نے اپنے سوانح (مرقاۃ الیقین) املا کرائے تھے۔ اس کا مطالعہ بہت مفید ہو سکتا ہے۔

چند دن ہوئے صبح کے وقت میری زبان پر یہ عجیب و غریب الفاظ جاری ہوئے:

''محمدی اُٹھ تیری سر بلندی کا وقت قریب آ گیا ہے''

اس میں محمدی سے جماعت احمدیہ مراد معلوم ہوتی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام:

''بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد''

میں محمدی لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ بھی حضور کی وحی سے ملتے ہیں۔ سو کیا عجب کہ کسی درمیانی امتحان کے بعد اللہ تعالیٰ جماعت کی غیر معمولی ترقی کا زمانہ لے آئے۔ مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور برکت کی زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط'' ۴۳

۴۴۔ ''آپ نے میرے دوسرے خط کے جواب میں لکھا ہے کہ جب ہمارے آقا ﷺ خود فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹے تو خدا سے دعا مانگو تو ہم اپنی دنیا کی ضرورتیں کیوں خدا سے نہ مانگیں۔ حضرت مولوی صاحب! یہ بجا اور درست ہے اور یہ عاجز اس تعلیم سے غافل نہیں لیکن ہر انسان کا ایک مقام ہوتا ہے میں نے اپنے مقام کے لحاظ سے عرض کیا تھا کہ آپ فتویٰ کی بجائے تقویٰ کے پیش نظر صرف دین کی طرف توجہ دیں اور دنیا کو خدا کے لئے چھوڑ دیں کہ وہ جس صورت میں پسند کرے اور جہاں تک پسند کرے دے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تو یہ لکھا ہے کہ میں تمہیں اسباب کی رعایت سے نہیں روکتا لیکن اگر کسی کو توفیق ہو تو توکل کا مقام افضل ہے۔ بایں ہمہ یہ درست ہے کہ خدا کی طرف رجوع جس رنگ میں بھی ہو مبارک ہے۔ بہر حال آپ کے شایان شان بات عرض کی تھی لیکن **انما الاعمال بالنیات**۔ اگر آپ پاک نیت سے نعماء دنیوی کی طرف توجہ فرمائیں تو خوب ہے۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ خصوصاً اگر کوئی مشکل طبیعت میں انتشار پیدا کر رہی ہے تو اس کا ازالہ ضرور ہونا چاہیے۔ باقی آپ جانتے ہیں کہ قرآنی دعا **ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً** میں دنیا کی نعمت مراد نہیں بلکہ ایسی روحانی نعمت مراد ہے جو دنیا میں مل سکتی

ہے۔ قرآن نے فی الدنیا حسنةً فرمایا ہے نہ کہ حسنة الدنیا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہی مراد لیتے تھے۔

خدا کے فضل سے اس رمضان میں آپ کے واسطے دعا کی زیادہ توفیق پائی ہے۔ قبول کرنا خدائے ودود کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے بھی دعا کے واسطے عرض کیا تھا۔ تا کہ مجھ عاجز کے ذریعہ بھی شجر مسیحی زندہ اور بار آور رہے۔ **وذالک ظنی باللہ و ارجوا منه خَیُراً۔**

۴۵۔ ''ابھی ابھی آپ کے خط سے آپ کی بظاہر منذر خواب پڑھ کر بہت فکر لاحق ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور خدمت اور برکت کی لمبی زندگی عطا کرے اور حافظ و ناصر ہو۔ جماعت کو ابھی آپ جیسے بزرگوں کے بابرکت سایہ کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ نئی پود نے ابھی بہت کچھ درس وفا سیکھنا ہے۔ اس قسم کی خواب سے بسا اوقات زندگی کا کوئی انقلاب بھی مراد ہوتا ہے .... بلکہ بسا اوقات ایسی خواب میں یہ پہلو مضمر ہوتا ہے۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کے علم میں ہے کہ حقیقت الامر کیا ہے۔ میری بہر حال دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی اور آپ کے افاضات میں برکت عطا فرمائے اور جماعت کو آپ کے نیک اثر سے اتنی جلدی محروم نہ فرمائے۔ آمین یا ارحم الراحمین

ویسے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کسی شخص کا زندہ رہنا کس وقت تک بہتر ہے اور وفات کس وقت بہتر ہے اور پھر روحانی نظام کے علاوہ ایسے امور میں جسمانیات کا قانون بھی چلتا ہے۔ جو اپنی جگہ علیحدہ قانون ہے لیکن بہر حال ہمارا کام اپنے علم کے مطابق دعا کرنا اور خدا سے رحمت کا طالب بننا ہے۔

میں جب نو عمر تھا تو جبری قدری بحث میں جبریہ نظریہ والوں پر تعجب کیا کرتا تھا کہ یہ نظریہ کس طرح قائم کر لیا گیا ہے جبکہ انسان بظاہر آزاد وخود مختار ہے۔ لیکن عمر کی پختگی کے ساتھ یہ عقدہ بھی حل ہونا شروع ہوا کہ بہت سی باتوں میں خدائے علیم و قدیر کا جبر بھی چل رہا ہے۔ یہ جبر ظلم کا جبر نہیں بلکہ رحمت اور اصلاح کا جبر ہے لیکن ہے بہر حال جبر ہی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی کیا خوب فرماتے ہیں کہ

گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

آپ نے عرصہ ہوا۔ خواب دیکھی تھی کہ آپ کی عمر ۷۴ سال کی ہوگی۔ مگر خدائے

رحیم وکریم نے اُسے ٹال دیا یا یوں کہئے کہ خدا کے علم میں اس کی کوئی اور تاویل تھی۔
محترم مولوی برکات احمد مرحوم راجیکی نے لکھا ہے۔ یہ خواب بظاہر اس طرح پورا ہوُا کہ آپ کے فرزند مولوی مصلح الدین صاحب راجیکی ۴۷ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ سو اب بھی خدا کے حقیقی علم کو کون جانتا ہے۔ و نرجو امن اللہ خیراً اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی اولاد پر اپنے فضل و رحمت کا سایہ رکھے اور ہمیشہ رضا کے راستہ پر چلائے۔اور رضا پر موت دے۔آمین یا ارحم الراحمین۔ ۳۴

۴۶: ''امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔میں تین چار دن کے لئے ربوہ گیا تھا۔اور آپ کی ملاقات کی بہت خواہش تھی مگر کام کی پریشانی کی وجہ سے مل نہیں سکا۔البتہ آپ کی خدمت میں سلام اور دعا کا پیغام بھجوادیا تھا۔اس کے بعد مجھے جلدی ہی ام مظفر کی بیماری کی وجہ سے لاہور واپس آنا پڑا آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ ام مظفر کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔تا کہ یہ عاجز جلد ربوہ میں آکر سکون قلب کے ساتھ خدمت دین میں مصروف ہو سکے۔میں نے ایک دو منذر رؤیا بھی دیکھے تھے۔ان کی وجہ سے بھی دل پر بوجھ ہے۔

جلسہ سالانہ کے لئے ایک مضمون لکھ رہا ہوں۔اس کی کامیابی اور بابرکت ہونے کے لئے بھی دعا فرمائیں۔اللہ تعالیٰ اسے دوسروں کے لئے موجب رحمت و برکت وہدایت اور میرے لئے موجب ثواب بنائے۔آمین۔

آپ کی بابرکت اور کام کرنے والی لمبی زندگی کے لئے دعا کرتا ہوں۔اور اس میں لذت پاتا ہوں۔عزیز مظفر احمد کی اولاد کے لئے بھی دعا فرمائیں۔وہ اب تک اس نعمت سے محروم ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔'' ۳۵

۴۷: '' میں عید کے بعد تیسرے دن چند دن کی رخصت لے کر لاہور آیا تھا مگر آتے ہی شدید درد نقرس اور بخار میں مبتلا ہو گیا۔چند دن تو بہت تکلیف رہی مگر پرسوں سے کچھ افاقہ ہونے لگا تھا۔گذشتہ رات سے پھر دوسرے پاؤں اور ہاتھ میں تکلیف کا آغاز ہے۔ایسی تکلیفوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اور اس میں شاید کچھ مصلحت الٰہی ہو گی۔کہ انسان دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ رکھے گو جسم کی تکلیف بڑھنے سے بعض اوقات رُوح اس قدر بے چین ہونے لگتی ہے کہ دعا میں توجہ قائم رہنا مشکل ہو جاتا

ہے۔ایسی صورت میں میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہمارا رحیم و کریم آقا دل کے نیک جذبات اور خواہشات کو ہی دعا کا قائمقام سمجھ لیتا ہو گا۔بہر حال آپ سے دعا کا متمنی ہوں۔اللہ تعالیٰ صحت اور راحت اور خدمت اور برکت کی زندگی عطا کرے۔اور راضی ہو اور راضی رہے۔

میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ بعض لوگ کچھ جانور ذبح کر رہے ہیں۔اور گلے پر چھری پھیرنے کی بجائے ماتھے پر لوہے کا بھاری ہتھوڑا مار کر جانوروں کو مار رہے ہیں۔ کچھ مارے گئے کچھ اس انتظار میں پاس ہی کھڑے ہیں۔جانور خوب تندرست اور تن و توش والے ہیں۔اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

آپ نے خواب دیکھی تھی کہ عزیزہ امۃ القیوم بیگم سلمہا کے لڑکا ہوا ہے جو بہت خوبصورت اور چست ہے اور اس کی ولادت کے بعد قادیان کی واپسی مقدر ہے۔'' ۳۶

۴۸: ''مجھے کسی نے بتایا ہے کہ آپ نے قادیان کی واپسی کے متعلق کوئی تازہ خواب دیکھی ہے۔یا کوئی مکاشفہ ہوا ہے اگر یہ درست ہے تو مجھے بھی مطلع فرماویں۔ رات چوہدری عبداللہ خاں نے کراچی سے آکر ذکر کیا تھا۔ ۳۷

۴۹: '' اب رمضان کے آخری ایام ہیں ازراہ مہربانی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کی ترقی کا دن قریب لائے اور ہر جہت سے جماعت کا حافظ وناصر ہو۔نیز میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے صحت اور راحت اور برکت کی زندگی عطا کرے۔ اب صحت کافی گر گئی ہے۔لیکن اس کے ساتھ دل میں یہ خواہش اور حسرت بھی پیدا ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق دے اور زندگی کے بقیہ ایام کو ہر رنگ میں بابرکت کرے اور اطمینان قلب کے ساتھ انجام بخیر ہو ۔بلکہ ہمارے آقا ﷺ کے قدموں کے طفیل عاقبت اولیٰ سے بہتر ہو۔'' ۳۸

۵۰: ''آپکا خط موصول ہوا میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ کی خواب ٹل گئی ہے۔ میں خدا کے فضل سے اس فلسفے کو اچھی طرح جانتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ سچی خوابیں بھی مصلحت الٰہی کے ماتحت ٹل جایا کرتی ہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ واللہ غالب علیٰ امرہ۔ میری غرض صرف یہ تھی کہ آپ اس بارہ میں مزید دعا

اور توجہ فرمائیں۔ اس کے سوا کوئی غرض نہیں تھی۔جب نبیوں اور رسولوں کی خوابیں اور مکاشفات مصلحت الٰہی کے ماتحت ٹل جاتے ہیں۔تو پھر ہم لوگ تو بہر حال غلامان رسالت کے زمرہ میں ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کا اور ہم سب کا حافظ و ناصر ہو۔اور اپنی بہترین تقدیروں سے نوازے۔ میرے خط سے آپ نے کوئی غلط مطلب سمجھا ہو۔تو معاف فرمائیں۔میں نے اعتراض نہیں کیا تھا۔بلکہ مزید دعا کیلئے توجہ دلائی تھی۔'' ۳۹

۵۱:'' یہ عاجز آپ کے ساتھ قلبی محبت رکھتا ہے اور آپ کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتا ہے میں ایک مضمون سیرت مسیح موعود کے متعلق لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے رنگ میں مکمل کرنے کی توفیق دے جو اس کی رضا کے مطابق ہو اور اسے اپنی جناب سے اثر اور برکت عطا کرے۔اور جماعت کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔آمین یا ارحم الراحمین۔

نیز ایک مضمون ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے متعلق بھی لکھا ہے اس کے متعلق بھی دعا فرمائیں۔'' ۴۰

۵۲:'' حق یہ ہے کہ انسان کا عمل تو بظاہر ایک بہانہ ہی ہوتا ہے۔ورنہ سب دار ومدار اللہ کے فضل پر ہے۔اسی طرح ایک دفعہ غور کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو انعاموں کے حصول کے لئے جو دعائیں سکھائی ہیں۔ان میں عمل کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف ایمان اور اخلاص اور محبت پر بنیاد رکھی ہے۔پس اگر میں بھی اپنی بہت سی کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا وارث بن جاؤں تو یہ محض اسی کا فضل ہے۔ورنہ میرا عمل تو میری آنکھوں کے سامنے ہے......بہر حال آپ کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنی مخلصانہ اور محبانہ دعاؤں کو جاری رکھیں تا کہ ہماری آخرت ہماری اولیٰ سے بہتر ہو۔'' ۴۱

۵۳:'' اسی رمضان کی پچیس تاریخ کو جب یہ عاجز تقریباًڈیڑھ بجے شب سجدہ میں تھا تو مجھے ایک قلبی القاء کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ لیلۃ القدر ہے سو خدا کی طرف سے دعاؤں کی جو توفیق مل سکی۔اس کے مطابق دعائیں کی گئیں۔اسی شب کو میری لڑکی امۃ المجید سلمہا نے (جس کے معاملہ میں الجھن ہے اور میں آپ کو دعا کے لئے لکھتا رہا ہوں)خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے۔'' ۴۲

۵۴:''گذشتہ ایام میں آپ کے بعض رؤیا تشویشناک رہے ہیں۔ مگر میں ہمیشہ یہ یقین رکھتا ہوں کہ **واللہ غالب علیٰ امرہ** اور پھر جو رویا قبل از وقت دکھائی جاتی ہے۔ اس میں بالعموم اشارہ ہوتا ہے۔ کہ وہ دعا اور صدقہ سے ٹل سکتی ہے۔ آپ کی ۷ جون☆ والی رؤیا کا ابھی دل پر بوجھ تھا۔لیکن خدا کے فضل سے وہ ٹل گئی یا ملتوی ہو گئی۔ یہ سب ہمارے رحیم و کریم آقا کی رحمت کے کرشمے ہیں۔ گو اس رؤیا میں سال مذکور نہیں تھا اور غالبًا یہ صراحت بھی نہ تھی۔ کہ کسی اچھے واقعہ کی طرف اشارہ ہے یا کہ تکلیف دہ واقعہ کی طرف۔

حضرت صاحب کوچھوٹے قد میں دیکھنا جب کہ عمامہ بڑا تھا۔یہی تعبیر رکھتا ہے کہ خدا کے حضور سرگرم بدستور ہیں مگر بعض ظاہری حوادث کے نتیجہ میں جماعت کو وقتی صدمہ پہنچے گا۔بہر حال یہ بہت مبارک مہینہ ہے جسے اللہ تعالیٰ خاص دعاؤں کا موقعہ دے وہ بہت خوش قسمت ہے۔'' ۴۳

۵۵: ''آپکا خط موصول ہوا آپ کے دونوں الہام (**فی مقعد صدق** اور **ردُّ الیھا روحھا**) منذر ہیں لیکن ہمارا خدا اس امر پر بھی غالب ہے ۔خاص دعائیں جاری رکھیں۔ حضرت اماں جان کی کمزوری بہت بڑھ گئی ہے اور بیماری کے مقابلہ کی طاقت بہت کم ہو رہی ہے مگر خدا کو سب قدرت حاصل ہے۔'' ۴۴

۵۶: '' آپ نے عزیز مولوی برکات احمد صاحب سلمہ کی پریشانیوں کے متعلق لکھا ہے میں ایک عرصہ سے ان کی پریشانیوں کے متعلق بغیر اس کے کہ ان کی طرف سے کوئی خاص اظہار ہو۔محسوس کر رہا تھا اور اپنے طور پر دعا بھی کرتا رہا ہوں۔اور آپ کا خط آنے پر زیادہ توجہ سے دعا کی ہے۔لیکن میں نے دعا کے تعلق میں محسوس کیا ہے کہ یہ بھی ایک خدائی قانون ہے کہ جب تک کسی پریشانی کی وجہ اور تفصیل معلوم نہ ہو تو نہ تو دعا کرنے والا زیادہ توجہ سے دعا کر سکتا ہے اور نہ ظاہری اسباب کے ماتحت کوئی مشورہ دے سکتا ہے۔ایک حد تک میں اپنے قیاس سے سمجھتا ہوں اور یہ وہ بات ہے جس کا شروع سے مجھے اندیشہ تھا۔مگر اس معاملہ کا ماحول ایسا تھا کہ مجھے اس میں

☆ محترم مولوی برکات احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت والد صاحب نے بعض قرضوں کی ادائیگی کیلئے دعا کی تھی۔ چنانچہ ۷؍جون کو محترم سیّد عبد الرحمٰن صاحب نے ایک رقم کا چیک بھیجا جس سے پریشانی دُور ہو گئی۔

خاموش رہنا پڑا۔اب میرا خیال ہے کہ مولوی برکات احمد صاحب سلمہ کو اپنے ہاتھ سے خط لکھوں اور اس میں ان کی پریشانیوں کی وجہ دریافت کروں...... اگر مولوی برکات احمد صاحب کی طرف سے کوئی تفصیل معلوم ہوئی تو میں انشاء اللہ آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ اپنے گھر میں تسلی دلائیں کہ وہ پریشان نہ ہوں اور دعا فرماتی رہیں۔ پریشانیوں سے کامل طور پر آزاد زندگی تو حقیقتاً کسی کو بھی میسر نہیں آتی نہ دینداروں کو اور نہ دنیا داروں کو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پریشانی بھی دراصل انسانی زندگی کیلئے ایک تقدیری لازمہ ہے اور شاید دینداروں کیلئے بہت سی برکتوں کا باعث بن جاتا ہے۔'' [۴۵]

۵۷: ''امریکہ سے ایک دوست نے میرے روکتے روکتے ایک موٹر کار بھجوادی ہے اور لکھا ہے کہ اس کی قیمت کے متعلق جلدی نہیں۔جب بھی سہولت ہو ادا کر دی جائے۔ گو بظاہر میرے حالات موٹر کے رکھ رکھاؤ کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔یعنی قیمت کے علاوہ اس کا ماہواری خرچ بھی کافی ہوتا ہے۔لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں استخارہ کر کے مجھے اپنی رائے سے مطلع فرماویں کہ میں یہ موٹر رکھوں یا فروخت کردوں۔چونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔کہ سواری اور مکان اور عورت میں خاص برکت اور خاص نحوست کا پہلو ہوتا ہے۔اس لئے میں اس بارے میں بعد استخارہ و دعا قدم اُٹھانا چاہتا ہوں۔

میں یہ بھی عرض کر دوں کہ میری عادت ہے کہ پیش آمدہ امور میں خود بھی استخارہ کیا کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی کہا کرتا ہوں۔کیونکہ المومن یریٰ ویریٰ له.'' [۴۶]

۵۸: ''اب میری ساری اولاد خدا کے فضل سے صاحب اولاد ہے سوائے میرے بڑے لڑکے عزیز مظفر احمد کے جو سب سے زیادہ خدمت گذار اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی عزیزہ امۃ القیوم سلمہا (نواسی حضرت خلیفہ اولؓ) کے ساتھ شادی شدہ ہے۔دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اُسے بھی اپنے خاص فضل سے نوازے یہ بہت سعید اور دیندار اور خدمت گذار بچہ ہے۔ اسلئے اس کے ابھی تک اولاد نہ ہونے کا مجھے بہت احساس اور قلق ہے۔ اس کیلئے ضرور خاص توجہ سے دعا فرمائیں۔آپ کو اس کے متعلق بشارت بھی ہوئی ہے۔دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس بشارت کو قریب تر لائے اور میری ساری اولاد پر فضل اور رحمت کا سایہ رکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کا سچا وارث بنائے۔اور جماعت کی بہترین اور مقبول خدمت کی توفیق دے۔

میں آپ کے لئے آپ کی اولاد اور اہل خانہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ سب پر فضل و رحمت کا سایہ رکھے۔آمین۔'' ۴۷

۵۹: اخویم محترم حکیم مولوی عبداللطیف صاحب شہید کو جب حضرت میاں صاحبؓ نے اپنی طرف سے حج بدل کے لئے منتخب فرمایا تو انہیں ایک نہایت قیمتی اور زریں ہدایات پر مشتمل مکتوب لکھ کر دیا۔ اس مکتوب سے اس گہرے محبت وعشق کا اظہار ہوتا ہے جو حضرت میاں صاحبؓ کے دل میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ارض حرم کے متعلق موجزن تھا۔محترم مولوی صاحب فرماتے ہیں۔

''یہ محض اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ ان ہدایات کے وصول اور حصول سے پیشتر خاکسار جب کہ حج کے سلسلہ میں دعاؤں میں مشغول تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سیدی میاں صاحبؓ اعلیٰ اللہ مقامہ فی الجنۃ العلیا کی دعاؤں پر مشتمل ایک لمبی تحریر اخبار الفضل میں شائع ہوئی ہے جو موٹے اور نمایاں الفاظ میں ہے اور اس کے ساتھ ہی محترم مکرم برادرم شیخ عبد القادر صاحب فاضل مربی سلسلہ مقیم لاہور نے بھی کچھ عبارت☆ کا اضافہ فرمایا ہے۔ چنانچہ جس روز حضرت سیدی میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے ربوہ بس کے اڈہ سے مع احباب جماعت ربوہ مجھے حج کے لئے رخصت فرمایا۔ اور خاکسار آپ سے مصافحہ اور معانقہ کر کے آپ کی مستجاب دعاؤں کے بعد احباب سے مل کر رخصت ہونے کو تھا تو جناب شیخ صاحب موصوف نے رخصت ہونے سے پہلے حضرت اقدس سیدنا المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حج سے متعلق ایسی بیش قیمت تحریر نقل کر کے دی جو حج کی حقیقت کے بارہ میں حرف آخر کا حکم رکھتی ہے۔ وہ درج ذیل ہے۔

خاکسار حکیم عبداللطیف شہید

☆ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جس روز محترم حکیم صاحب کو الوداع کہنے کیلئے حضرت میاں صاحبؓ اڈہ پر تشریف لائے خاکسار بھی مع اہل وعیال اڈہ پر موجود تھا۔ اور اسی بس سے لاہور پہنچا تھا۔ حضرت میاں صاحبؓ کو محترم حکیم صاحب کی اس رویا کا پہلے سے علم تھا۔ چنانچہ جب آپ نے یہ تحریر پڑھی تو فرمایا کہ ''حج کی اصل حقیقت تو اس تحریر میں بیان کی گئی ہے'' خاکسار تحدیث بالنعمت کے طور پر یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ اس روز خاکسار کے بچوں نے حضرت میاں صاحبؓ کو خوب جی بھر کر دیکھا تھا اور اب تک اسکا ذکر کرتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ (عبدالقادر)

''ایسا ہی ایک عبادت حج کی ہے۔ مگر حج ایسا نہیں چاہیے کہ حرام اور حلال کا جو روپیہ جمع ہوا ہو اس کو لے کر سمندر کو چیرتا ہوا رسمی طور پر حج کر آوے اور اس جگہ کے کہلانے والے جو کچھ منہ سے کہلاتے جاویں وہ کہہ کر واپس آ جاوے اور ناز کرے کہ میں حج کر آیا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا جو مطلب حج سے ہے وہ اس طرح پورا نہیں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ سالک کا مرحلہ یہ ہے کہ وہ انقطاع نفس کر کے تعشق باللہ اور محبت الٰہی میں غرق ہو جائے۔ عاشق اور محبّ جو سچا ہوتا ہے وہ اپنی جان اور اپنا دل قربان کر دیتا ہے اور بیت اللہ کا طواف اس قربانی کے واسطے ایک ظاہری نشان ہے جیسا کہ ایک بیت اللہ نیچے زمین پر ہے ایسا ہی ایک آسمان پر بھی ہے۔ جب تک آدمی اِس کا طواف نہ کرے اُس کا طواف بھی نہیں ہوتا۔ اِس کا طواف کرنے والا تو تمام کپڑے اُتار کر ایک کپڑا بدن پر رکھ لیتا ہے۔ لیکن اُس کا طواف کرنے والا نزع ثیاب (کپڑے اتار کر۔ ناقل) کر کے خدا کے واسطے ننگا ہو جاتا ہے۔ طواف عشاق الٰہی کی ایک نشانی ہے۔ عاشق اس کے گرد گھومتے ہیں۔ گویا ان کی اپنی مرضی باقی نہیں رہتی۔ وہ اس کے گردا گرد قربان ہو رہے ہیں۔''[۴۸]

''مکرمی و محترمی مولوی عبداللطیف صاحب شاہد   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ا:- آپ میری طرف سے فریضہ حج ادا کرنے کے لئے ارض حرم میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے ذریعہ میری دیرینہ آرزو کو بصورت احسن پورا فرمائے اور آپ کے ذریعہ میرے حج کو بہترین برکات کے ساتھ قبول کرے۔ اور مجھے اس کے بہترین ثواب سے نوازے اور آپ کو بھی اس کے ثواب سے.................. حصہ عطا کرے۔ کیونکہ آپ میرے حج کا واسطہ بن رہے ہیں۔ **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ونرجوا منک خیر الثواب و خیر الدنیا والآخرۃ.**

۲:-جو ہدایات میں نے محترم شبیر احمد صاحب کو ام مظفر احمد کی طرف سے حج بدل کرنے کے موقعہ پر لکھ کر دی تھیں۔ان کو بھی غور سے پڑھ لیں اور انہیں ملحوظ رکھیں۔

۳:-سارا سفر درد و سوز کی دعاؤں میں گذاریں اور سورۃ فاتحہ اور درود پر بہت زور دیں اور اپنے قلب میں رقّت اور حضور کی کیفیت پیدا کریں۔اور ہر وقت یہ تصور رکھیں کہ آپ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں۔اور اس مقدس زمین میں جا رہے ہیں۔جو

خدا کے محبوب کی زمین ہے۔جس میں صحابہ جیسی مقدس جماعت نے جنم لے کر دنیا کو نورو برکت سے بھر دیا اور رات کی تاریکی کو دن کی روشنی سے بدل دیا۔

''۴:- پہلی نظر میں جو آپ کی بیت اللہ پر پڑے اس میں ذکر الٰہی کو بلند کرتے ہوئے یہ عرض کریں کہ اے ارض حرم اور اے بیت عتیق میں تجھے خدا کے عاجز بندے اور مسیح موعود کے ایک نالائق فرزند بشیر احمد کا سلام اور دعائیں پہنچاتا ہوں۔ خدا کا یہ عاجز بندہ اپنی بے شمار کمزوریوں کے باوجود اپنے خالق ومالک اور حضرت خاتم النّبیین ﷺ اور اس زمانہ میں رسول پاک کے نائب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ شدید محبت اور عقیدت رکھتا ہے۔سو اے آسمانی آقا!میں تیرے اس بندے کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ تو اس کی کمزوریوں سے درگزر فرما اور اس کا انجام بخیر کر اور قیامت کے دن اسے اس گروہ میں شامل فرما جو تیرے حبیب کی بشارت کے مطابق حساب کتاب کے بغیر بخشش پائے گا۔اور تیری رضا کا وارث بنے گا اور تو اسے اور اس کی نسل کو ہمیشہ اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں رکھ۔

۵:- جماعتی دعاؤں میں سورۃ فاتحہ اور درود کے علاوہ اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے بہت دعا کریں۔حضرت صاحب کی صحت کے لئے اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے لئے اور ام مظفر کے لئے اور عزیز مظفر احمد کی اولاد کے لئے اور میری جملہ اولاد کے لئے اور مرکزی کارکنوں کے لئے اور جماعت کے مبلغین کے لئے اور درویشوں کے لئے اور ربوہ اور قادیان کے لئے اور جماعت کے امراء کے لئے اور حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے لئے اورتمام جماعت کے لئے سارے سفر کے دوران میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں درد وسوز کے ساتھ دعائیں کریں۔

۶:- مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں عرب قوم اور عالم اسلام کے لئے بھی خاص طور پر دعا کریں کیونکہ ان کے ذریعہ ہمیں اسلام کا ابتدائی نور پہنچا ہے اور یہ بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو کمزوری کی حالت سے نکال کر پھر طاقت اور غلبہ اور روحانی نور کا جلوہ عطا کرے۔

۷:- جب آنحضرت ﷺ کے مزار کی زیارت حاصل ہو تو اس عاجز کا محبت بھرا سلام پہنچائیں اور حضور کے مزار مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر وہ سب دعائیں

دہرائیں جو اوپر لکھی گئی ہیں اور میرا دل حضور کے سامنے رکھ دیں۔

۸:- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ خاندان اور ہمارے ماموؤں اور ان کی اولاد کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ اولاد ذکور و اناث کے لئے بھی خاص دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھے اور جماعت کے لئے نمونہ بنائے۔اور ان کو دین کی نمایاں خدمت کی توفیق دے۔حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیکی کی توفیق دے اور غلطیوں کی اصلاح کا رستہ کھولے اور خلافت کے ساتھ مخلصانہ وابستگی نصیب کرے۔

۹:- یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری تمام دعاؤں کو قبول فرمائے۔اور ان تمام نیک خواہشات کو پورا کرے جو میرے دل میں بچپن سے لے کر اس وقت تک وقتاً فوقتاً پیدا ہوئی ہیں اور میرے نفس کو اس طرح اپنی محبت اور تقویٰ کے ذریعہ دھو دے **کما ینقی الثوب الابیض من الدنس.** اور مجھے قیامت میں آنحضرتﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرب اور حضور کی خوشنودی حاصل ہو۔ اور میرے جملہ عزیز بھی آخرت میں میرے ساتھ رہیں۔

۱۰:۔حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیک زندگیوں میں برکت دے اور ان کے روحانی فیوض کو لمبا کرے اور جماعت کے نوجوانوں کو توفیق دے کہ ان سے تقویٰ اور روحانیت کا سبق سیکھیں اور یہ نیکی کا ورثہ قیامت تک چلتا چلا جائے۔الغرض ارض حرم سے اپنی جھولی پوری طرح بھر کر واپس آئیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ میرے حج کو بہترین صورت میں قبول کرے اور آپ کو بھی ثواب سے نوازے۔آمین یا ارحم الراحمین۔

۱۱:۔اس کے علاوہ جو نیک دعائیں آپ کو یاد ہوں یا خیال میں آئیں وہ بھی سب کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو بہترین دعاؤں کی توفیق دے الغرض اس سفر میں اور ارض حرم میں مجسم دعا بن جائیں۔میں نے یہ مختصر نوٹ بیماری کی حالت میں لکھے ہیں مگر جو کچھ میں نے لکھا ہے میرے دل میں اس سے بہت زیادہ نیک آرزوئیں اور نیک حسرتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ میرے عمل کے مطابق نہیں بلکہ دل کی آرزوؤں کے مطابق مجھ سے سلوک فرمائے۔آمین۔

سپر دم بتو مایۂ خویش را۔تو دانی حساب کم وبیش را۔

والسلام خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۶۲-۳-۱۹''

۶۰:۔ برادرم محترم حکیم عبد اللیف صاحب گجراتی نے حج پر جاتے ہوئے ایک چٹھی آپ کو کراچی سے بھی لکھی تھی۔اس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ:

''آپ کا خط از کراچی محررہ ۶۲-۴-۳ موصول ہوا جزاکم اللہ احسن الجزاء الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ اس وقت تک حج کے تعلق میں سارا کام خیر وخوبی کے ساتھ چل رہا ہے۔اللہ تعالیٰ انجام تک خیر وخوبی کا سلسلہ جاری رکھے اور ہر جہت سے حج کو برکتوں اور فضلوں اور انعاموں سے معمور فرمائے۔آمین

میں اپنی دعاؤں کے متعلق صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ؎

وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے

زباں چلتی نہیں شرم وحیا ہے

پس جو دعائیں میں نے آپ کو لکھ کر دی ہیں یا شیخ عبدا لقادر صاحب نے رؤیا کی بناء پر نوٹ لکھا ہے یا خود آپ نے نوٹ کی ہیں ان سب کے علاوہ میری اپنے آسمانی آقا سے یہی آرزو ہے جو اوپر والے شعر میں درج ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔اور آپ کی زبان اور جوارح کو حق وصداقت کے راستہ پر چلائے۔اور خدا کی رضا کے ماتحت میرے دل کی آرزو پوری ہو۔آمین یا ارحم الراحمین۔فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۶۲-۴-۷ '' [۴۹]

اب ہم حضرت سیدی صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک اہم مکتوب درج کرتے ہیں جو آپ نے ان ایام میں لکھا جب کہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد غیر مسلم مسلمانوں کو مار مار کر بھارت سے نکال رہے تھے اور ضلع گورداسپور میں صرف قادیان ہی ایک ایسی بستی رہ گئی تھی جہاں گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے منارۃ المسیح سے اذان کی آواز گونجتی تھی۔یہ خط حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے نام ہے جو ان دنوں لاہور میں تھیں۔اس خط سے اس وقت کے نازک حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے اور حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کے پاک جذبات کا بھی اظہار ہوتا ہے۔احباب اس گرامی نامہ کو حضرت سیدہ موصوفہ کے مندرجہ ذیل نوٹ کی روشنی میں مطالعہ فرمائیں۔

''پارٹیشن کے وقت مسعود احمد خاں میرے لڑکے مالیر کوٹلہ میں تھے۔ اور حالات کی وجہ سے وہیں رکے رہے وہاں بھی مہاجرین کی خدمت اور لوگوں کو بچانے کا سلسلہ جاری تھا۔ مسعود احمد کے بچے چھوٹے۔ یہاں حالات سب کے خراب۔ میں نے منشی کو قادیان لکھا تھا کہ بچوں کے اور طیبہ بیگم کے گرم کپڑوں کا بکس ضرور نکال کر بھجوا دینا۔ اس نے شکایت کی کہ میں نے بکس بھجوانا چاہا تو اور لوگوں نے سامان اپنا رکھ دیا۔ مجھے بکس نہیں چڑھانے دیا میں نے حضرت منجھلے بھائی حضرت میاں بشیر احمدؓ صاحب کو لکھا چونکہ آپ کو احساس ذمہ داری بہت رہتا تھا۔ آپ نے اس شکایت کو اپنی جانب منسوب سمجھا۔ حالانکہ یہ بات ہرگز نہ تھی۔اس خط کے جواب میں یہ خط آیا تھا۔ جو درج ذیل ہے۔ مبارکہ

۶۱:'' عزیزہ مکرمہ ہمشیرہ صاحبہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکا خط ملا یہ بالکل غلط ہے کہ میں نے طیبہ بیگم کا سامان روکاہے مجھ سے کسی نے اسکے متعلق نہیں پوچھا۔ورنہ میں اس کی ضرور اجازت دیتا کیونکہ وہ اس کی مستحق ہیں۔ آپ کا خط ملتے ہی میں نے اسماعیل کو بلا کر سامان کے لئے ٹکٹ دے دیا تھا۔مگر باوجود اسکے میاں ناصر نے بتایا ہے کہ اس نے سستی کی اور جب آج ٹرک چلنے کو تیار ہوئے تو پوچھنے کیلئے آیا کہ سامان کہاں رکھوں حالانکہ اس وقت تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔اور لوگ صبح صبح ہی اپنا سامان لگا چکے تھے۔اب اسے انشاء اللہ آئندہ کانوائے میں موقعہ دوں گا۔مگر دن بدن سامان کی مشکل بڑھ رہی ہے کیونکہ جان کو سامان پر مقدم کرنا پڑتا ہے۔شروع شروع میں جب کہ خطرہ کم تھا لوگوں نے کافی فائدہ اٹھا لیا۔

قادیان کے حالات بدستور ہیں۔مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مکڑی اپنا جالا بنتی ہوئی مرکزی نقطہ کے قریب تر آرہی ہے۔مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤیا میں دیکھا۔انشاء اللہ یہی اس کی ہلاکت کا وقت ہے۔گو نہیں کہہ سکتے کہ جماعت کو اس امتحان میں کیا کیا تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔فی الحال تو قیامت کا نظارہ ہے اور سارے ضلع کے طول و عرض میں اس وقت قادیان ہی اکیلا مسلمانوں کا گاؤں باقی رہ گیا ہے۔☆ قادیان کے سوا تمام ضلع میں اس وقت اذان کی آواز غالباً کسی اور جگہ نہیں

☆ بعد میں جلد ہی ایسا وقت آگیا تھا جبکہ سارے مشرقی پنجاب میں صرف قادیان میں ہی اذان ہوتی تھی۔

بلند ہو رہی ہے۔یہ ایک بہت بڑا امتحان ہے لیکن اس کے پیچھے انشاء اللہ انعام بھی بڑا مخفی ہوگا ۔قادیان میں اس وقت پچاس ہزار پناہ گزیں ہیں اور قادیان کے سارے میدان اور رستے اور فیلڈیں اس طرح بھری پڑی ہیں کہ حشر کا نظارہ سا نظر آتا ہے۔دارالسلام کا باغ اور پورچ وغیرہ بھی اٹی پڑی ہیں۔اچھا ہوا آپ لوگ پہلے چلے گئے۔ورنہ یہ نظارے آپ کی طاقت سے باہر تھے۔

چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور سید ولی اللہ شاہ صاحب قتل عمد کے الزام میں گرفتار ہوچکے ہیں موجودہ فضا ایسی ہے کہ افسر جب چاہیں اور جس شخص کو چاہیں اور جو الزام چاہیں لگا کر کسی شخص کو گرفتار کر لیتے ہیں۔ایک دن میرے گھر کا محاصرہ ہو گیا۔اور تین طرف کی جگہوں میں پولیس اور ملٹری نے مشین گنیں لگا دیں حالانکہ بظاہر اس وقت یہاں کے تھانیدار مجھ سے شاہ صاحب کے متعلق حالات بتانے اور مشورہ لینے آئے تھے۔اس دن سے بعض بچے کچھ سہم سے گئے ہیں۔مگر خدا کے فضل سے سب کی ہمت اچھی ہے۔اور ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔آپ یہ باتیں دوسروں میں نہ پھیلائیں کیونکہ پریشانی ہوتی ہے البتہ دعائیں کریں اور خدا پر توکل رکھیں اور ام وسیم کو تسلی دلائیں کہ گھبرانے کی بات نہیں ہم شاہ صاحب اور چوہدری صاحب کو بچانے کے لئے پوری کوشش کر رہے ہیں یہ شکر کی بات ہے کہ ان کا لڑکا صفی اللہ، شاہ صاحب کی گرفتاری کے چند گھنٹے پہلے لاہور چلا گیا تھا۔اگر چوہدری صاحب کے بچے لاہور میں ہوں تو ان کو بھی تسلی دلائیں۔ان کی بیوی کو میں نے لاہور بھجوانا چاہا تھا۔مگر انہوں نے سستی کی اور نہیں گئیں۔

ہم قادیان سے احمدی عورتوں اور بچوں کو جلدی جلدی باہر نکلوا رہے ہیں تااگر کوئی خطرہ کی گھڑی مقدر ہے تو خدا کرے اس سے پہلے ہم اس ضروری فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ ورنہ بڑی پریشانی ہوگی۔

حضرت اماں جان کی صحت کی وجہ سے بہت فکر رہتا ہے۔ آپ میری طرف سے طبیعت پوچھیں اور دعا کے لئے عرض کریں اور آج کل ان کی کچھ زیادہ خدمت کریں تاکہ میرا بھی کچھ حصہ شامل ہو جائے۔

”امۃ الحفیظ بیگم کو السلام علیکم پہنچا دیں۔ اسی طرح ہر سہ ممانیوں کو اور سب بچوں کو

پیار۔ اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ والسلام مرزا بشیر احمد ۴۷-۹-۱۵

ڈیڑھ بجے شب'' ۵۰

ذیل کے دو خط جو پہلے خط کی طرح ہی اہمیت رکھتے ہیں۔ حضرت میاں صاحبؓ نے محترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ لائلپور خلف الرشید حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کپورتھلوی کے نام ۱۹۵۷ء میں تحریر فرمائے تھے۔ ان کا ایک ایک لفظ پوری توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے۔

۶۲- '' اخویم شیخ محمد احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل کسی نے ملک صلاح الدین صاحب کا مرتب کردہ رسالہ اصحاب احمد جلد چہارم لا کر دیا جس میں آپ کے والد محترم حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کے حالات اور روایات وغیرہ درج ہیں۔ رات بہت دیر تک پڑھتا رہا۔ کیا بتاؤں کہ دل پر کیا گذری۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ اور ان بزرگوں کی صحبت اور اخلاص اور عقیدت اور ازدیاد ایمان کو یاد کر کے رویا اور بہت رویا۔ اور حضرت منشی صاحب مرحوم کے لئے بہت دعا کی اور آپ کے لئے بھی دعا کی۔ حضرت منشی اروڑ اصاحبؓ بھی بہت یاد آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے دُرّ بے بہا عطا کئے تھے اب تو صف اول کے یہ بزرگ بہت ہی تھوڑے رہ گئے۔ حضرت عرفانی بھی گذر گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون و کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام** ۔اللہ تعالیٰ آں عزیز کی عمر میں برکت دے اور آپ کو اور آپ کی اولاد کو بہترین حسنات سے نوازے اور دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو۔ آمین

فقط والسلام مرزا بشیر احمد ربوہ ۵۷-۱۲-۸

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کی آپ کو اور ملک صلاح الدین صاحب کو جزائے خیر دے۔ اس قسم کے لٹریچر کی بہت ضرورت ہے۔''

۶۳- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

عزیزم مکرم شیخ محمد احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط محررہ ۵۷-۱۲-۱۷ موصول ہوا۔ الحمدللہ کہ اصحاب احمد جلد چہارم کے متعلق آپ کو میرے تأثرات والا خط مل گیا تھا۔ مجھے اس کی خوبیوں کی طرف نگاہ

ہے۔ جو خدا کے فضل سے بہت وسیع اور گہری ہیں اور دل پر روحانیت کا غیر معمولی اثر پیدا کرتی ہیں۔ آج ملک غلام فرید صاحب کا بھی خط آیا کہ وہ اس کتاب کو پڑھ کر کئی موقعہ پر روتے رہے۔ حضرت منشی صاحب مرحوم کی روایات کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا انسان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں پہنچ گیا ہے اور منشی صاحب مرحوم ایک عزیز بچے کی طرح آپ کے اردگرد گھوم رہے ہیں☆۔

آپ نے حضرت عرفانی کے جنازہ کے متعلق پوچھا ہے۔میں نے تو یہاں سے فوری طور پر تار بھجوائی تھی کہ جنازہ قادیان پہنچایا جائے مگر وہ اس سے پہلے حیدر آباد یا سکندر آباد میں دفن کر چکے تھے۔مگر یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ امانتاً دفن کیا ہے۔ جو تاریخی مواد عرفانی صاحب کے پاس تھا واقعی یہ ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ اس کے متعلق میں نے محترم سیٹھ عبد اللہ بھائی صاحب کو تاکیداً توجہ دلائی ہے کہ اس کی فہرست تیار کر کے اس کو محفوظ کر لیا جائے ملک غلام فرید صاحب نے اپنے خط میں ایک بات لکھی ہے جو مجھے بہت پسند آئی۔ وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اکثر صحابی تو ایسے تھے جنہوں نے گاہے گاہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کی اور حضور کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا۔ مگر بعض دوسرے صحابی گویا درباری صحابی تھے۔ جن میں سے آخر میں فوت ہونے والے عرفانی صاحب تھے۔

بہر حال موت ایک ناگزیر چیز ہے۔ اب خواہش ہے کہ احمدی نوجوان جو بعد میں آئے یا بعد میں پیدا ہوئے وہ قدیم درباری صحابیوں کا سا رنگ پیدا کریں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ فقط ۔ والسلام

(مرزا بشیر احمد)　　۵۷-۱۲-۱۹ ربوہ''

☆ یہاں پر مجھے ایک روایت یاد آ گئی جو مجھ سے محترم مولوی محبّ الرحمن صاحب نے بیان فرمائی تھی کہ حضرت منشی صاحب موصوفؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک مرتبہ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا کہ منشی صاحب! ہم آپ سے خوش نہیں کیونکہ آپ ہماری مجلس میں بہت کم بیٹھتے ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب جس کے لئے ہم آتے ہیں وہ تو ہم سے خوش ہیں آپ کی خوشی یا ناخوشی کو ہم کیا کریں۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائیں اور ہم حضور کی زیارت اور ارشادات سے مستفید ہوں۔ اس لئے ہمیں حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا بہت کم موقعہ ملتا تھا۔ چنانچہ جب میں نے حضرت مولوی صاحب کو مندرجہ بالا جواب دیا تو آپ فوراً معاملہ کی تہ تک پہنچ گئے اور اسی وقت کھڑے ہو کر مجھے گلے لگا لیا اور فرمایا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ (عبدالقادر)

یہاں تک تو میں نے آپ کے چند خطوط و مراسلات بطور نمونہ درج کئے ہیں جو کسی نہ کسی رنگ میں جماعتی تربیت کے لئے مفید ہیں۔ ورنہ میرے خیال میں اگر صرف آپ کے خطوط و مراسلات جمع کر کے شائع کئے جائیں تو ایک ضخیم اور مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

آپ کے پیغامات

اب یہاں آپ کے بعض ایسے پیغامات درج کئے جاتے ہیں جن سے احباب اندازہ لگا سکیں گے کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کو دنیا کی موجودہ بے اطمینانی اور اپنے خالق و مالک سے بیگانگی کا کس قدر غم تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان پیشگوئیوں پر کس قدر یقین تھا جو حضور نے احمدیت کے دنیا پر چھا جانے سے متعلق کی ہیں۔

۶۴- محترم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ حکومت کی طرف سے جماعت ہائے انڈونیشیا کو سالانہ جلسہ منعقد کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ جس کے لئے پیغام بھجوانے کی درخواست ہے۔

حضرت میاں صاحب نے مندرجہ ذیل خط جو پیغام پر مشتمل ہے تحریر فرمایا:

”مکرمی ومحترمی شاہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بڑے لمبے عرصے کے بعد آپ کی طرف سے آپ کا خط محررہ ۶۰-۶-۲۷ موصول ہوا۔ الحمدللہ کہ اب آپ کو صحت ہے اور جماعت کے احباب بھی خیریت سے ہیں۔ یہ بڑے شکر کا مقام ہے کہ آپ کو جلسہ کی اجازت مل گئی ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس جلسہ کو ہر جہت سے مبارک اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین۔ میری صحت آجکل اچھی نہیں رہتی اور کمزوری بہت بڑھ گئی ہے اور کام کی طاقت میں بھی فرق محسوس کرتا ہوں اس لئے آپ کے جلسہ کے واسطے کوئی لمبا پیغام بھجوانے سے محروم ہوں۔ البتہ جماعت انڈونیشیا کے اکرام اور ہمت افزائی کے خیال سے ذیل کا مختصر سا پیغام بھجواتا ہوں.............................

” برادران جماعت احمدیہ انڈونیشیا!

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو جماعت کے سالانہ اجتماع کی اجازت مل گئی ہے اور وہ ۲۲ تا ۲۴/جولائی ۱۹۶۰ء کو منعقد ہو رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس اجتماع کو ہر جہت سے کامیاب اور مبارک کرے اور

اس کے بہترین نتائج پید ا ہوں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں جماعت احمدیہ خدائی ارشاد کے ماتحت اسلام کی خدمت اور اسلام کی اشاعت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ کوئی نیا دعویٰ نہیں تھا۔ بلکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اورظلیّت میں آپ کے لائے ہوئے دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔ یہ خدمت تین طرح سے ادا کی جاسکتی ہے۔ اوّل اپنی زندگیوں کو اسلام کے طریق پر ڈھالیں۔اور اسلام کی تعلیم کے مطابق بنائیں تاکہ جماعت کا ہر فرد اسلام کی پاک تعلیم کا نمونہ بن جائے۔ دوسرے اس طرح کہ آپ لوگ اسلام کو دنیا میں پھیلانے اور ترقی دینے میں دن رات کوشش کریں۔ تیسرے اس طرح کہ اوپر کے دونوں کاموں کو سرانجام دینے کے لئے آپ لوگ اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے زیادہ سے زیادہ مالی قربانی سے کام لیں اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں کہ آپ کی زندگیاں اسلام اور احمدیت کے لئے وقف ہیں۔

اوپر کے تین کاموں کی تکمیل کے لئے دو باتیں خاص طور پر ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اپنی مستورات میں اسلام اور احمدیت کی تعلیم پھیلائیں اور ان کو تلقین کریں کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھالیں اور اسلام کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ اپنی آئندہ نسل کی اور بچوں کی ایسے رنگ میں تربیت کریں کہ وہ بھی آپ کی طرح اسلام کے خادم اور مجاہد بن جائیں۔ تاکہ یہ سلسلہ آپ ہی پر ختم نہ ہو جائے بلکہ نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک اپنی مقدس روایات کے ذریعہ چلتا چلا جائے۔

یاد رکھیں کہ اب خدا کی ازلی تقدیر اسلام کو غالب کرنے کے لئے حرکت میں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق وہ دن قریب آرہا ہے کہ اسلام اور مسلمان خدا کے فضل سے سارے دوسرے مذہبوں اور ساری دوسری قوموں پر غالب ہو جائیں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام پورا ہوگا کہ۔

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

یہ خدائی تقدیر ہے جو پوری ہو کر رہے گی۔ اور جو لوگ اس تقدیر کے پورا کرنے میں حصہ لیں گے وہ خدا کے غیر معمولی انعاموں کے وارث بنیں گے۔ حضرت مسیح

موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

والسلام خاکسار آپ کا دینی بھائی''

دستخط مرزا بشیر احمد ۶۰-۷-۶ از ربوہ مغربی پاکستان

۶۵- مکرم چوہدری عنایت اللہ صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ نے کمپالہ (افریقہ) سے اپنے خط مؤرخہ ۶۰-۹-۱۶ میں لکھا کہ ۱۱؍دسمبر کو یوگنڈا کی جماعتوں کا جلسہ سالانہ ہو رہا ہے جس کے لئے رہنمائی فرمائی جائے۔ اس پر حضرت میاں صاحب نے اس جلسہ کے لئے مندرجہ ذیل پیغام تحریر فرما کر وہاں بھجوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یوگنڈا کی جماعت کے لئے میرا پیغام

'' مجھے معلوم ہوا ہے کہ ۱۱؍دسمبر ۱۹۶۰ء کو یوگنڈا مشرقی افریقہ کی جماعتہائے احمدیہ کا سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے اور وہاں کے مبلغ چوہدری عنایت اللہ صاحب نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں اس موقعہ پر اس اجتماع کے لئے کوئی پیغام ارسال کروں۔ پیغاموں کا بھجوانا اگر محض رسم کے طور پر ہو تو کچھ حقیقت نہیں رکھتا بلکہ انسان کو ظاہر داری اور نام ونمود کی دلدل میں پھنسا دیتا ہے۔ مگر میں امید کرتا ہوں کہ آپ کے مبلغ کی یہ خواہش ایک رسم کے طور پر نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت اور اسی آرزو پر مبنی ہے اور پھر افریقہ کا براعظم بھی اس زمانہ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہاں کے لوگ صدیوں کی نیند کے بعد بیدار ہورہے ہیں اور وہ ان تحوت میں شامل ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہی ہوئی اقوام بیدار ہو کر اٹھیں گی اور ترقی کے رستہ پر قدم زن ہو کر دنیا میں غلبہ حاصل کریں گی۔ پس میں اپنے یوگنڈا کے بھائیوں کو اپنا محبت بھرا سلام پہنچاتا ہوں اور ان کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ اور اقوام عالم کی اصلاح اور ترقی کے کام میں ہمارا ہاتھ بٹاؤ۔ اب اسلام کے غلبہ کا دوسرا دور شروع ہو رہا ہے۔ اس دور میں آگے آکر السابقون الاوّلون میں جگہ لو۔ اور دنیا کو بتا دو

کہ آپ لوگوں کے اندر ترقی کا وہی جوہر موجود ہے جو یورپ و امریکہ کے لوگوں میں پایا جاتاہے۔ بلکہ جہاں یورپ و امریکہ کی قومیں رُوحانیت سے خالی ہیں اور محض دنیا کے علوم کو لے کو اُٹھی ہیں وہاں آپ لوگ خدا کے فضل سے اسلام اور احمدیت کے ذریعہ دین و دنیا کے زیور سے آراستہ ہوں گے اور حق و صداقت کے رستہ پر گامزن ہو کر ایک طرف دنیا کے لیڈر اور دوسری طرف آسمان کے ستارے بن جائیں گے۔ آپ کا پیوند دنیا سے بھی ملے گا اور خدائے عزوجل کے ساتھ بھی پیوست ہوگا اور ان دونوں نقطوں کے ملنے کے بعد دنیا کی کوئی طاقت آپ کی ترقی اور غلبہ کے رستہ میں روک نہیں بن سکتی۔

یاد رکھو کہ مغربی اقوام اپنی ترقی کا دور پورا کر چکی ہیں۔ اب آپ کی اور ہماری ترقی کا زمانہ آ رہا ہے۔ پس اٹھو اور اسلام اور احمدیت کے جھنڈے کے نیچے ہو کر اس کشتی کے چپوؤں کو سنبھالو جو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کیساتھ ہو اور آپ کو دین و دنیا میں ایسی ترقی عطا کرے کہ اس کے سامنے یورپ و امریکہ کی موجودہ ترقی ماند پڑ جائے۔ کیونکہ جب سورج چڑھتا ہے تو ستاروں کی روشنی خود بخود ماند پڑنی شروع ہو جاتی ہے بلکہ ہم تو یقین رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ جلد یورپ و امریکہ کی عیسائی اقوام بھی بالآخر اسلام قبول کرکے ہمارے ساتھ مل جائیں گی اور صداقت کا آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا جس طرح کہ وہ اب مشرق سے طلوع کر رہاہے۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

خاکسار دستخط مرزا بشیر احمد

۶۰-۱۲-۳ ربوہ

۶۶- محترم مولوی محمد حسین صاحب آف جھنگ (والد پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب لندن) نے لندن سے اپنے خط مورخہ ۶۰-۱۱-۲۹ میں درخواست کی کہ ایک چھوٹا سا خطاب مردوں اور عورتوں کو لکھ دیں تو ان کو پہنچا دیا جائے جس کے ذریعہ یگانگت محبت اور اخلاص کی طرف توجہ دلائی جائے۔ آپس کے جھگڑے مٹا دیے جائیں۔ یک جان ہو کر مادیت کا مقابلہ کرنے کے لئے انصار۔خدام۔اور اطفال ۔تمام بہنیں اور لڑکیاں کھڑی ہو جائیں اور اپنے اچھے نمونے اور علم سے دشمن پر فتح حاصل کرنے والے ہوں۔اس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے مندرجہ ذیل خط

جو پیغام پر مشتمل ہے تحریر فرمایا:

آپ کا خط ملا اس عمر اور صحت کی حالت میں آپ کی اس قدر محنت اور دینی امور میں شوق بہت قابل قدر ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور بیش از بیش خدمت دین کی توفیق دے۔

انگلستان کے احمدیوں کے لیے میرا پیغام یہی ہے کہ وہ ایک ایسے ملک میں بیٹھے ہیں جو توحید کا مدعی ہونے کے باوجود شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔اس کے علاوہ وہاں مادیت کا بھی بڑا زور ہے اس لئے انگلستان کے احمدیوں کو چاہیے کہ اپنے اندر سچی توحید کا تصور پیدا کریں۔اور خدا کو ہر رنگ میں واحد و یکتا جانیں۔جس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ اس کی ذا ت میں نہ اس کی صفات میں اور مادیت کے مقابلہ کے لئے اپنے اندر روحانیت پیدا کریں۔اور خدا کے ساتھ دعاؤں کے ذریعہ ذاتی تعلق کو ترقی دیں۔ اس کے علاوہ آپس میں کامل اتحاد اور محبت اور قربانی کے ساتھ رہیں۔مومنوں کے متعلق قرآن مجید میں بنیانٌ مرصوص کا لفظ استعمال ہوا ہے ۔اور بنیان مرصوص وہ ہوتی ہے جس میں کسی جہت سے کوئی رخنہ نہ ہو۔خدا کرے کہ میری یہ مختصر نصیحت آپ لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں جگہ پائے۔اور آپ لوگ ان سفید پرندوں کے پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں۔جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رؤیا میں دکھائے گئے تھے۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ

۶۰-۱۲-۱۴"

۶۷: مکرم ومحترم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے اپنے خط مؤرخہ ۶۱-۶-۱۸ میں درخواست کی کہ جماعت احمدیہ انڈونیشیا کا سالانہ جلسہ و مشاورت حسب پروگرام مورخہ ۲۱جولائی تا ۲۳جولائی ۱۹۶۱ء وسطی جاوا کے ایک شہر پورود کرتو نامی میں منعقد ہوگی۔اس موقعہ کے لئے اپنے پیغام سے نوازا جائے۔جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے مندرجہ ذیل خط جوپیغام پر مشتمل ہے تحریر فرمایا:

"عزیزم مکرم سید شاہ محمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"آپ کا خط محررہ ۶۱-۶-۱۸ موصول ہوا۔ آپ کی بیماری سے فکر ہوا۔اللہ تعالیٰ

آپ کو شفاء عطا کرے۔اور بیش از بیش خدمت کی توفیق دے۔میرے دل میں آپ کی بہت قدر ہے۔خدا کرے آپ کو ایسے موقع ملتے رہیں کہ اس قدر میں اضافہ ہو............

آپ نے جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی ہونے والی مشاورت کے لئے پیغام مانگا ہے۔پیغاموں کے معاملہ میں مَیں ڈرنے لگ گیا ہوں۔کہ وہ محض رسم بن کر نہ رہ جائیں۔جو فائدے کی بجائے نقصان کا موجب ہو۔فرائض کو چھوڑ کر دیگر نفلی باتوں میں کسی چیز کی پابندی کے ساتھ تکرار اپنے اندر خطرے کا پہلو رکھتی ہے۔لیکن آپ کی خاطر سے نیز اپنے دل میں دعا کی مزید تحریک کی غرض سے ذیل کا مختصر سا پیغام بھجوا رہا ہوں۔آپ اسے انڈونیشیا کی زبان میں ترجمہ کر کے سنا دیں:

بسم اللہ الرحمان الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

اے برادران انڈونیشیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے رئیس التبلیغ حبی فی اللہ سید شاہ محمد صاحب نے مجھے یہ اطلاع دی ہے۔کہ آپ کی مجلس مشاورت عنقریب منعقد ہونے والی ہے۔اور مجھ سے اس مجلس مشاورت کے لئے کوئی پیغام مانگا ہے۔سو میرا مختصر سا پیغام یہ ہے کہ ہماری جماعت کو قائم ہوئے اس وقت تہتر سال کے قریب گذرے ہیں اور گو اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل کے ماتحت ایک بیج کو درخت بنادیا ہے۔جس کی شاخیں دنیا بھر کے ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں مگر اس ترقی کو دیکھتے ہوئے جو آنحضرتﷺ کے زمانہ میں اسلام کو حاصل ہوئی تھی۔ابھی تک احمدیت کی ترقی کے متعلق ہماری آنکھیں اس حد تک ٹھنڈی نہیں ہوئیں۔جو صحابہ کی ترقی کو دیکھ کر ہوتی ہیں۔میں جانتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دور حضرت مسیح ناصری کی طرح جمالی ہے۔اور جمالی دور میں جیسا کہ قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے۔آہستہ آہستہ تدریجی طور پر ترقی ہوتی ہے کہ ایک بیج پھوٹ کر نرم نرم کونپلیں نکالتا ہے۔اور پھر وہ آہستہ آہستہ اپنے تنے پر کھڑا ہوتا ہے۔اور پھر آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے۔اور کافی وقت لے کر ایک مضبوط درخت کی صورت

اختیار کرتا ہے مگر میرے پیارے بھائیو! مسیح ناصری کی جماعت اور مسیح محمدی کی جماعت میں فرق ہونا چاہیے۔ اور آپ کی ترقیوں میں محمدی عروج کا نقشہ نظر آنا چاہیے۔ پس میری نصیحت یہ ہے کہ آپ آئندہ صداقت کی اشاعت میں اپنی کوششوں اور قربانیوں کو دو چند بلکہ سہ چند بلکہ چہار چند کر دیں۔اور صحابہ مسیح موعودؑ کی زندگیوں میں ہی دنیا میں روحانی انقلاب کا موجب بن جائیں اور اپنی زندگیوں میں ایسا اعلیٰ نمونہ دکھائیں۔اور اس قسم کی کشش پیدا کریں کہ لوگوں کے دل خود بخود آپ کی طرف کھچے چلے آئیں۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں اور بیویوں میں بھی نیکی کا جذبہ پیدا کریں۔تا کہ جماعت کی آئندہ نسل کا قدم آپ لوگوں کی نسبت بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اُٹھے اور جب آپ اس زندگی کا دور ختم کر کے اگلے جہان پہنچیں تو خدا اور محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوں اور آپ خدا کے خاص فضلوں کے وارث بنیں۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔آمین والسلام

دستخط مرزا بشیر احمد''

۶۸- مکرم محمود احمد صاحب قائمقام امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی نے اپنے خط مؤرخہ ۶۲-۴-۱۴ میں درخواست کی کہ جماعتہائے ضلع راولپنڈی کے عہدیداران کا ایک تربیتی اجتماع مورخہ ۴تا۶ رمئی ۶۲ء کو منعقد کیا جا رہا ہے۔ نیز ۶ رمئی بعد دوپہر ایک تبلیغی جلسہ بھی منعقد کرنے کا پروگرام ہے۔ اس تربیتی اجتماع کو اپنے پیغام و ہدایات سے نوازیں۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے مندرجہ ذیل خط جو پیغام پر مشتمل ہے تحریر فرمایا:

''مکرمی ومحترمی محمود احمد صاحب قائم مقام امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے ضلع راولپنڈی کے عہدیداروں کے اجتماع کے موقعہ پر میرا پیغام مانگا ہے۔ سو سب سے پہلے تو میں مسنون طریق پر آپ کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا پیغام بھیجتا ہوں۔ یہ پیغام بڑی رحمتوں اور برکتوں والا پیغام ہے۔ اور جو دوست اس پیغام کی حقیقت کو سمجھ کر اسے سچے دل سے قبول کریں گے وہ یقیناً خدا کے فضلوں اور رحمتوں سے بڑا حصہ پائیں گے۔

احمدیت جو خدا کی طرف سے ایک بھاری نعمت کے طور پر نازل ہوئی ہے اس کے چار بنیادی ستون ہیں۔ اوّل خدا پر سچا ایمان لانا اور اس کی توحید پر پختہ طور پر قائم رہنا اور کسی کو اس کا شریک نہ سمجھنا۔ نہ اُس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں اور ہر معاملہ میں اسی کی نصرت پر بھروسہ کرنا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہری تدابیر سے کام نہ لیا جائے۔ کیونکہ یہ تدابیر بھی خدا کی ہی پیدا کردہ ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ظاہری تدابیر اختیار کرنے کے باوجود یہ یقین رکھنا کہ جو کچھ ہوگا خدا کی نصرت سے ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا ایک پیارا خزانہ ہے جو آجکل کی مادی دنیا کی نظروں سے اوجھل ہے۔ آپ لوگ دعا اور عبادت اور محبت کے ذریعہ اس خزانہ تک پہنچنے کی کوشش کریں اور اسے اپنی تمام کوششوں کا سہارا بنائیں۔

دُوسرا رُکن احمدیت کی تعلیم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے۔ یعنی آپ کو افضل الرسل اور خاتم النّبیین یقین کرنا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت قرآن مجید کو آخری شریعت سمجھنا جس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں اور وہی ہمارے تمام دینی اور روحانی معاملات میں دائمی مشعل راہ ہے۔ دوستوں کو یقین کرنا چاہیے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر کسی احمدی کا ایمان پختہ نہیں ہو سکتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرو اور آپ کے احکام اور سنت کی اس طرح اتباع کرو کہ گویا آپ لوگ حضور کے وجود باجود کے ساتھ آہنی زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں اور ایک انچ ادھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔

تیسرا رُکن سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا ہے جو حضور سرور کائنات خاتم النبیین ﷺ کے دین کی خدمت کے لئے مبعوث ہوئے اور آپ کے مشن کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔کہ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف کھینچیں اور مسلمانوں کو جو اسلام کی تعلیم کی طرف سے غافل ہو چکے تھے۔پھر حقیقی اسلام پر قائم کریں۔اور اسلام کو تمام دوسرے مذاہب پر غالب کر کے دکھائیں۔اور خصوصاً مسیحیت کے غلط اور مشرکانہ خیالات دنیا پر ظاہر کریں۔

احمدیت کا چوتھا رکن خدمت خلق ہے یعنی آپ لوگ ساری دنیا کو اپنا بھائی سمجھیں اور ان کی ہمدردی اور خدمت میں اپنا وقت گذاریں اور ان کے دکھ کو اپنا دکھ خیال

کریں۔ اور ہر مصیبت زدہ کے دکھ کو دور کرنے کے لئے اس کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا سلوک کریں۔بے شک جو شخص قریب ہے وہ زیادہ قریب ہے۔ مگر سچے مومنوں کو کسی سے بھی دشمنی نہیں ہونی چاہیے۔ اور سارا کا م امن اور نصیحت کے رنگ میں ہونا چاہیے۔

اگر آپ ان چار باتوں پر پختہ طور سے قائم ہو جائیں گے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میں ایک خاص برقی طاقت پیدا ہو جائے گی اور آپ خدا کے پیارے بن جائیں گے۔اور خدا کی نصرتوں سے حصہ پائیں گے۔لیکن خدائی نعمتوں کو دائمی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنی عورتوں اور اپنے بچوں اور آئندہ نسلوں کی بھی اچھی تربیت کریں۔انسانی زندگی بہر حال محدود ہوتی ہے۔قومیں صرف اسی طرح زندہ رہ سکتی ہیں۔کہ اگر وہ اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں۔اور انہیں ایسا بنا دیں کہ جب ہم لوگوں اور آپ لوگوں کی واپسی کا وقت آئے تو وہ ہماری جگہ لینے کے لئے تیار ہوں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سلسلہ ختم نہ ہونے پائے۔بلکہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔آپ کو فدائی مسلمان اور اچھا فرض شناس احمدی بننے کی توفیق دے۔اور آپ کی اولادیں اس نو ر سے حصہ پائیں جس کی شمع آپ کے سینوں میں روشن کی گئی ہے۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔آمین یا ارحم الراحمین۔

فقط والسلام

دستخط مرزا بشیر احمد

۶۲-۴-۲۳"

۶۹: مکرم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ ممالک انڈونیشیا نے اپنے خط مؤرخہ۶۲-۶-۲۰ میں درخواست کی کہ جماعتہائے انڈونیشیا کا سالانہ جلسہ مؤرخہ ۱۹ تا ۲۲ جولائی ۶۲ء بوگر نامی شہر میں منعقد ہو رہا ہے جسکے لئے پیغام بھجوانے کا انتظام فرمایا جاوے۔ جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے مندرجہ ذیل خط جو پیغام پر مشتمل ہے تحریر فرمایا۔

عزیزم مکرم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ ممالک انڈونیشیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبر کا تہ

آپ کا خط محررہ ۶۲۔۶۔۲۰ موصول ہوا۔اللہ تعالیٰ آپ کے مجوزہ جلسہ کو کامیاب کرے۔اوراسے انڈونیشیا کی جماعت ہائے احمدیہ اور دیگر مسلمان بھائیوں کے لئے مفید اور بابرکت اور نتیجہ خیز بنائے۔آمین۔

انڈونیشیا وہ ملک ہے جس کی مسلمان آبادی پاکستان کے بعد دنیا بھر میں دوسرے نمبر پر ہے۔اس لئے وہ ہمیں طبعًا بہت عزیز ہے اور ہم اس کی دینی اور دنیاوی اور مادی اور روحانی ترقی کے لئے دن رات دعا گو ہیں۔اللہ تعالیٰ اس ملک کی بیرونی اور اندرونی مشکلات دور فرمائے۔اور اسے ہر قسم کی ترقی سے نوازے۔اور وہ اسلام کا ایک درخشندہ گہوارہ بن جائے مگر یہ نہ سمجھیں کہ ایسی ترقی صرف دل کی خواہش اور زبان کی دعا سے حاصل ہوسکتی ہے۔بلکہ اس کے لئے دن رات کی کوشش اور پسینہ بہانا لازمی شرط ہے۔یہ درست ہے کہ خدا کی اٹل تقدیر ہے کہ وہ اس زمانہ میں اسلام کو احمدیت کے ذریعہ پھر دوبارہ پہلے جیسی بلکہ اس سے بڑھ کر ترقی عطا کرے گا۔مگر یہ ترقی منہ کی پھونکوں سے حاصل نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے ایسی والہانہ کوشش کرنی ہو گی کہ جس سے جگر خون ہو جائے۔ اور دنیا میں اسلام کی تبلیغ کا وسیع نظام قائم ہو جائے۔ اور اسلام کے متعلق ان غلط فہمیوں کا قلع قمع کیا جائے جو مسیحی مشنریوں کی طرف سے پھیلائی جاتی ہیں۔بے شک تقدیر اٹل ہے مگر اس اٹل تقدیر کے حصول کے لئے انسانی کوششوں کو انتہاء پر پہنچا نا بھی ایک لازمی شرط ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا　　　بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

آپ جماعت کے دوستوں کو میری طرف سے نصیحت کریں کہ وہ سچا علم اور قوت عمل پیدا کریں۔ اور قربانی کی روح کے ساتھ قدم آگے بڑھاتے چلے جائیں۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اندر وہ مقناطیسی جوہر پیدا کردے جو دوسروں کو لوہے کے ذرات کی طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

دستخط مرزا بشیر احمد''

۷۰: مکرم ڈاکٹر بدر الدین صاحب مرحوم نے جیسلٹن (نارتھ بورنیو) سے اپنے خط مؤرخہ ۵۹-۱۲-۸ میں درخواست کی کہ جب سے نارتھ بورنیو میں جماعت قائم ہوئی ہے۔اب کے پہلی مرتبہ ۲۶، ۲۷ دسمبر یا ۲۷، ۲۸ دسمبر کو جماعت کے سالانہ اجتماع کا انتظام کیا جارہا ہے جس کے لئے پیغام بھجوا کر ممنون فرماویں۔ پیغام کا ملائی زبان میں ترجمہ کر کے سنا دیں گے۔اس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے مندرجہ ذیل خط جو پیغام پر مشتمل ہے تحریر فرمایا:

''آپ کا خط موصول ہوا۔اس وقت انتہائی مصروفیت کی وجہ سے میں کوئی لمبا پیغام نہیں دے سکتا۔ میرا مختصر پیغام یہی ہے کہ اس وقت زمین و آسمان کے خالق و مالک کی توجہ دنیا کی اصلاح کی طرف ہے تا کہ دنیا کے موجودہ مادی ماحول کی جگہ ایک روحانی ماحول قائم کیا جائے اور خالق و مخلوق میں سینکڑوں سا ل کی جدائی کے بعد پھر ملاپ ہو جائے۔سو آپ صاحبان اس طرف توجہ دیں۔خدا تعالیٰ آپ کو دنیاکے کاموں سے نہیں روکتا مگر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ضرور حکم دیتا ہے اور یہی غرض مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بعثت کی ہے۔پس اس طرف توجہ دیں کہ آپ لوگ دین و دنیا کی نعمتوں سے حصہ پائیں ۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔''

(مکتوب مؤرخہ ۵۹-۱۲-۲۴)

۷۱: مکرم قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے درخواست کی کہ مجلس خدام الاحمدیہ کراچی ہرسال اپنے مقامی سالانہ اجتماع کے موقع پر ایک سوونیئر شائع کرتی ہے۔اگست میں سوونیئر شائع کیا جائے گا۔جس کے لئے حسب سابق اپنے پیغام سے نوازا جائے۔

اس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے مندرجہ ذیل پیغام تحریر فرما کر بھجوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

'' مجھ سے قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے اپنے ساتویں سالانہ سوونیئر کے لئے ایک مختصر سا پیغام مانگا ہے۔مجھے خوشی ہے کہ کراچی کے خدام الاحمدیہ ہر سال اپنے سوونیئر کو ظاہری اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے کہ وہ اپنے قدم کو تیزی کے ساتھ ترقی کی طرف اٹھاتے چلے جائیں۔اور جس طرح خدا کے فضل وکرم سے جماعت احمدیہ مسلمانوں میں ایک مثالی جماعت ہے اسی طرح خدام الاحمدیہ کی مجلس اور اس کی

خدمات بھی مثالی رنگ اختیار کر لیں۔

ہمارے عزیزوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ جماعت احمدیہ جس کی مجلس خدام الاحمدیہ اپنے دائرہ میں نمائندہ ہے۔دنیا میں ایمان کی درستی اور اخلاق کی اصلاح اور علمی ترقی اور قرآنی اصول کے مطابق لوگوں کی بہترین تربیت کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔اور اسی مقصد کو لے کر ہمارے مبلغ دنیا کے مختلف حصوں میں بڑے اخلاص اور جانفشانی کے ساتھ کا م کر رہے ہیں۔اور حق یہ ہے کہ اس وقت اشتراکی ممالک کو چھوڑ کر دنیا کا کوئی ملک بھی ایسا نہیں جس میں ہمارے مبلغوں کی خادمانہ آواز براہ راست یا بواسطہ قریب کے ممالک کے پہنچ نہ رہی ہو۔ہم خدا کے فضل سے قرآنی شریعت کو جو حضرت خاتم النّبیینﷺ (فداہ نفسی) پر نازل ہوئی۔آخری شریعت یقین کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ہمارا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شریعت میں دنیا کی مادی کانوں (MINES) کی طرح ایسے خزائن مخفی کررکھے ہیں۔جو ہر زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے نکلتے رہے ہیں اور ہمیشہ نکلتے آئیں گے۔اسی لئے قرآن فرماتا ہے کہ ہمارے بعض احکام تو محکم ہیں جو اپنے مرکزی نقطہ پر پختہ اور مستقل طور پر قائم ہیں۔اور بعض متشابہ ہیں جن میں قرآن کی اصولی تعلیم کے ماتحت لچک رکھی گئی ہے۔اور وہ زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے قرآنی اصولوں پر قائم رہتے ہوئے تفصیلات میں مختلف صورت اختیار کرسکتے ہیں۔اسی لئے ہماری جماعت کے مقدس بانی نے قرآنی آیا ت کی بعض ایسی اچھوتی تفسیر کی ہے جو پہلی کتب میں نہیں پائی جاتی اور وہ موجودہ زمانہ کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والی ہے۔اور انشاء اللہ یہ سلسلہ آئندہ بھی قیامت تک چلتا چلا جائے گا۔

پس میرے عزیزو اور دوستو !آپ قرآنی تعلیم پر پختہ طور پر قائم ہو جائیں۔اور اسی کی طرف اپنی جماعت کے نوجوانوں کو بلائیں اور اسی کی طرف دنیا کو دعوت دیں۔کیونکہ یہ وہ مضبوط کھونٹا ہے جس کے ساتھ باندھا جا کر انسان بھٹکنے سے بچ جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔آمین۔‘‘

دستخط مرزا بشیر احمد‘‘

۷۲: مکرم قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے درخواست کی کہ انہیں سالانہ اجتماع کے

موقعہ پر اپنا سالانہ سوونیئر شائع کرنے کے سلسلہ میں اپنے پیغام سے نوازا جائے۔نیز پاسپورٹ سائز کا فوٹو بھی پیغام کے ساتھ بھجوایا جائے۔اس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے مندرجہ ذیل پیغام تحریر فرما کر بھجوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم
وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

خدام الاحمدیہ کراچی کا سالانہ سوونیئر

''کراچی کی بیدار مغز مجلس خدام الاحمدیہ ہر سال ایک سووینئر تیار کر کے شائع کیا کرتی ہے۔جو اپنی ظاہری اور معنوی خوبیوں اور دلکشیوں کے لحاظ سے حقیقتاً بہت قابل تعریف ہوتا ہے۔اس سوونیئر کے چار پہلوخاص طور پر قابل قدر دیکھے گئے ہیں۔ایک یہ کہ اس میں اسلام کی خوبیوں کے متعلق بعض بڑے دلچسپ مضامین ہوتے ہیں۔دوسرے یہ کہ جماعت احمدیہ اسلام کی اشاعت کے لئے اکناف عالم میں جو زبردست جد وجہد کررہی ہے اس کو بڑے دلکش رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔تیسرے ضمناًان غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کیا جاتا ہے جو ناواقف یا بے اصول لوگ جماعت احمدیہ کے خلاف پھیلاتے رہتے ہیں اور پھر چوتھے یہ کہ عمدہ عمدہ تصویروں کے ذریعہ اس کی خوبیوں کو جو چار چاند لگائے جاتے ہیں۔وہ مزید برآں ہیں۔ان مربع خوبیوں کی وجہ سے کراچی کا یہ سالانہ مرقع غیر معمولی کشش اور جاذبیت اختیار کر لیتا ہے۔

پس کراچی کے مخلص نوجوانوں سے میری یہی خواہش ہے کہ وہ اس سوونیئر کو بہتر سے بہتر بناتے چلے جائیں۔اور اس کے مضمونوں اور اس کی تصویروں کے لئے ایسا انتخاب کریں جو ساری دنیا سے تعلق رکھتا ہو۔کیونکہ احمدیت کا وطن کسی ایک ملک تک محدود یا محصور نہیں بلکہ ساری دنیا تک پھیلا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے مبلغ اشتراکی ملکوں کو چھوڑ کر دنیا کے قریباً ہر ملک میں پہنچے ہوئے ہیں اور ہر ملک میں اسلام کا جھنڈا بلند کر کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا بول بالا کر رہے ہیں۔ کاش اشتراکی ملکوں میں بھی یہ وسعت قلب پیدا ہو جائے کہ خواہ وہ ہماری بات مانیں یا نہ مانیں مگر ہمارے مبلغوں کو رستہ دینے اور ہماری باتیں سننے کے لئے تیار ہو جائیں تاکہ جس طرح خدا کا یہ مادی سورج ساری دنیا کو منور کرتا ہے اسی طرح وہ

زبردست روحانی سورج بھی جو آج سے چودہ سو سال پہلے عرب کے ملک میں طلوع ہوا تھا اور پھر اس زمانہ میں مقدس بانئے سلسلہ احمدیہ کی صورت میں اس کا روشن سیارہ پاک وہند میں ظاہر ہؤا۔ ان کی روشنی بھی سارے ملکوں تک پہنچ جائے۔ اسلام دین کے معاملہ میں جبر کی اجازت نہیں دیتا مگر یہ ضرور فرماتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو پُر امن تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی خوبیوں کو دنیا کے کناروں تک پھیلاتے چلے جاؤ اور اس میں ہرگز سستی نہ کرو۔ بس یہی میرا پیغام ہے۔

دستخط مرزا بشیر احمد ۹-۵-۶۳

ربوہ''

''نوٹ: آپ کے منشاء کے مطابق اپنی ایک تازہ فوٹو ارسال ہے۔''

❋ ❋ ❋

حوالہ جات

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۱	مجلّہ الجامعۃ صفحہ ۶ تا ۸
۲	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۹۰
۳	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۹۴
۴	ایضاً صفحہ ۹۴، ۹۵
۵	غیر مطبوعہ
۶	غیر مطبوعہ
۷	مکتوب مورخہ ۵۹-۱۰-۲۲ از الفرقان قمرالانبیاء صفحہ نمبر ۳۸
۸	مکتوب مورخہ ۵۹-۱۲-۱۴ از الفرقان قمرالانبیاء صفحہ نمبر ۳۸
۹	مکتوب مورخہ ۵۹-۱۲-۲۰ از ایضاً
۱۰	مکتوب مورخہ ۶۰-۳-۶
۱۱	مکتوب مورخہ ۶۰-۴-۱۶ از الفرقان قمرالانبیاء صفحہ ۳۸
۱۲	الفرقان قمرالانبیاء نمبر صفحہ ۴۰
۱۳	مکتوب ۵۶ مورخہ ۶۰-۵-۵ از الفرقان قمر الانبیاء نمبر
۱۴	مکتوب مورخہ ۶۰-۵-۵ از ایضاً
۱۵	مکتوب مورخہ ۶۰-۶-۱۳
۱۶	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۴۱-۴۲
۱۷	ایضاً صفحہ ۴۲
۱۸	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۴۲
۱۹	مکتوب مورخہ ۶۰-۱-۱۶ از ایضاً
۲۰	مکتوب مورخہ ۶۱-۱-۲۸ از ایضاً
۲۱	مکتوب مورخہ ۶۱-۴-۳ از الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۴۴
۲۲	مکتوب مورخہ ۶۱-۱-۳۱ از الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۴۴
۲۳	مکتوب مورخہ ۶۱-۲-۱۷ از الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۴۴
۲۴	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۴۶
۲۵	مکتوب مورخہ ۶۱-۶-۱ از ایضاً
۲۶	مکتوب مورخہ ۶۱-۶-۱۲ مندرجہ رسالہ الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۴۶
۲۷	مکتوب مورخہ ۶۱-۷-۱ از ایضاً
۲۸	مکتوب مورخہ ۶۱-۷-۸ از ایضاً
۲۹	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۴۶
۳۰	مکتوب ۶۱-۱۰-۳
۳۱	مکتوب مورخہ ۶۱-۱۱-۱۱ مندرجہ الفرقان قمرالانبیاء نمبر
۳۲	مکتوب نمبر ۹۶۵۱ مورخہ ۶۲-۴-۳۰
۳۳	مکتوب مورخہ ۵۱-۶-۱۶ الفضل خاص نمبر ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۱
۳۴	اقتباس از خطبہ مورخہ ۵۰-۱۱-۱۹ از الفضل خاص نمبر

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۳۵	اقباس از خط مورخہ ۶۰-۱-۱ از لاہور منقول از الفضل خاص نمبر
۳۶	اقتباس از خط مورخہ ۵۱-۷-۱۸ مندرجہ الفضل خاص نمبر صفحہ ۱۲
۳۷	اقتباس از خط مورخہ ۵۷-۳-۱۰ مندرجہ الفضل خاص نمبر صفحہ ۱۲
۳۸	از خط مورخہ ۵۶-۵-۹ مندرجہ الفضل خاص نمبر صفحہ ۱۲
۳۹	اقباس از خط مورخہ ۵۸-۱-۱۹ مندرجہ الفضل خاص نمبر صفحہ ۱۲
۴۰	اقتباس از خط مورخہ ۵۹-۱۱-۱۰
۴۱	اقباس از خط ۵۲-۷-۱
۴۲	ایضاً
۴۳	اقتباس از خط مورخہ ۵۲-۶-۹ مندرجہ الفضل خاص نمبر صفحہ ۱۳
۴۴	اقتباس از خط مورخہ ۵۲-۴-۲ ایضاً
۴۵	اقتباس از خط مورخہ ۵۱-۹-۳۰ مندرجہ الفضل خاص نمبر صفحہ ۱۳
۴۶	اقتباس از مکتوب مورخہ ۴۹-۱۱-۲۷ مندرجہ اخبار الفضل خاص نمبر
۴۷	اقتباس از خط مورخہ ۵۵-۱۲-۶ مندرجہ اخبار الفضل خاص نمبر
۴۸	منقول از بدر ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء
۴۹	الفضل مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۶۲ء
۵۰	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۱۳-۱۴

پانچواں باب

طالبعلموں اور دیگر احباب کو نہایت صائب مشورے

--------- اور ---------

زرّیں نصائح

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو احباب جماعت کی تربیت خصوصاً طالبعلموں کی فلاح و بہبود کی از حد فکر رہتی تھی۔ اس لئے اگر راہ چلتے بھی کوئی طالب علم آپ کو ملتا تو آپ اس کے تعلیمی حالات دریافت کر کے اسے مفید مشورہ دیتے تھے۔ طالبعلم بھی آپ کو اپنا حقیقی خیر خواہ سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنے مستقبل کے متعلق مشورہ حاصل کرنے کے لئے عموماً آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔

مکرم میاں نعیم الرحمٰن صاحب درد ابن حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب درد کا بیان ہے کہ

"میٹرک کا امتحان پاس کر لینے کے بعد میری اور بعض اور لوگوں کی خواہش تھی کہ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ کی بجائے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا جائے۔ والدہ صاحبہ محترمہ کے کہنے پر میں اس معاملہ میں مشورہ حاصل کرنے کے لئے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ میری ساری باتیں بڑی توجہ اور غور سے سنتے رہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے آپ میری ان باتوں سے متفق ہیں۔ جب میں سب کچھ کہہ چکا تو تھوڑے سے وقفہ کے بعد اپنے مخصوص انداز میں فرمانے لگے میری رائے یہی ہے کہ تم ربوہ میں پڑھو۔ ابھی تمہارا ذہن پختہ نہیں۔ جتنی تعلیم یہاں حاصل کر سکتے ہو یہیں حاصل کرو۔ چنانچہ میں نے آپ کے فرمان کے مطابق تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخلہ لے لیا۔ اگرچہ اپنی ناسمجھی کی وجہ سے شروع شروع میں افسوس بھی ہوا۔ کہ خواہ مخواہ حضرت میاں صاحبؓ سے اس کے متعلق بات کی۔ لیکن بعد میں مجھے خود اس کا شدت سے احساس ہوا کہ آپ ہی صحیح فرماتے تھے۔

آپ کی دوررس نگاہیں یہ جان گئی تھیں کہ لاہور کی گندی فضا ضرور اثر انداز ہوگی اور میں تعلیم صحیح معنوں میں جاری نہ رکھ سکوں گا۔''

میاں نعیم الرحمٰن صاحب ہی کا بیان ہے کہ:

''میں اپنے سالانہ امتحانات سے قبل ضرور حضرت میاں صاحب کی خدمت میں دعا کی غرض سے حاضر ہوا کرتا تھا۔ کتنی تسلی ہو جاتی تھی جب حضرت میاں صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ ضرور اپنا فضل نازل فرمائے گا۔ میں دعا کرتا ہوں۔'' آپ ہمیشہ یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ ''پرچہ شروع کرنے سے پہلے دعا ضرور کر لینی چاہیے۔'' ایک اور بات جس پر آں محترم بہت زور دیا کرتے تھے۔ یہ تھی کہ مقررہ وقت سے قبل کبھی کمرہ امتحان سے نہیں اٹھنا چاہیے اور پرچہ کو بار بار دہرانا چاہیے۔'' آپ کی شدید خواہش تھی کہ احمدی طالب علم اعلیٰ سے اعلیٰ پوزیشن حاصل کریں اور نمایاں اعزاز کے ساتھ امتحانات میں کامیاب ہوں۔ محض پاس ہونا آپ کی نظروں میں کوئی وقعت نہ رکھتا تھا۔ میں ایک دفعہ آپ کے پاس ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا۔ ہمارے سالانہ امتحانات قریب آ رہے تھے۔ میں نے حضرت میاں صاحبؓ سے عرض کی کہ آپ دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نمایاں کامیابی عطا فرمائے۔ اس پر آپ فرمانے لگے 'میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنا فضل اور رحم فرمائے۔'' اس کے بعد میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر فرمایا۔ اول آنے کی کوشش کرو۔ مقابلہ میں معمولی معمولی باتوں کا بہت فرق پڑ جایا کرتا ہے۔ آپ نے سُنا ہو گا۔ بعض اوقات گھوڑدوڑ میں ایک گھوڑا محض اپنی گردن لمبی ہونے کی وجہ سے دوسرے گھوڑے پر سبقت لے جایا کرتا ہے۔ اس لئے چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔'' ایک اور موقعہ پر آپ نے نہایت ہی سادہ اور پُر وقار انداز میں مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ ''آخر امتحان میں کسی ایک نے تو اوّل آنا ہی ہے تو وہ ایک آپ کیوں نہیں ہوتے۔''

چونکہ طالب علموں کی اعلیٰ کامیابی کا انحصار بہت حد تک سکولوں اور کالجوں کے نیک اور محنتی اساتذہ پر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ اساتذہ کو بھی اس امر کی تلقین فرماتے رہتے تھے کہ پوری کوشش اور توجہ کے ساتھ قوم کے نونہالوں کی تعلیم میں دلچسپی لیا کریں۔ چنانچہ آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے ہیڈ ماسٹر میاں محمد ابراہیم صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' مجھے تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ترقی اور نتائج کی بہتری کے ساتھ بے حد دلچسپی ہے کیونکہ میں خود اس سکول کا طالب علم رہا ہوں بلکہ اس سکول میں پڑھاتا بھی رہا ہوں اور کافی لمبے عرصہ تک مینیجر بھی رہا ہوں اور پھر ناظر تعلیم بھی رہا ہوں۔ میں ہمیشہ دعا کرتا ہوں لیکن جب بھی توفیق ملتی ہے تو دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس سکول کو ایسی ترقی دے کہ وہ ایک مثالی درس گاہ بن جائے۔ اس میں تعلیم پانے والے بچے اخلاق اور دینداری میں نمونہ بنیں۔ اس کے نتائج بہترین ہوں اور کمیّت اور کیفیت ہر دو کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی سنت کے ماتحت یہ بات صرف دعا سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس میں بہت سی دوسری باتوں کا بھی دخل ہوتا ہے اور خصوصاً اساتذہ کرام کی کوشش اور توجہ اور پھر طلبا کی کوشش اور توجہ کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔ بہر حال میں دعا کرتا ہوں اور انشاء اللہ کروں گا کہ اللہ تعالیٰ اس سکول کو ہر رنگ میں انتہائی ترقی دے اور ہماری یہ درسگاہ حقیقی معنوں میں اور ہر جہت سے ایک مثالی درسگاہ بن جائے۔'' [1]

آپ ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

'' ہم سکول کو ہر جہت سے ایک ماڈل سکول دیکھنا چاہتے ہیں۔'' [2]

اسی طرح آپ ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

''میں آپ کی مشکلات کو بھی جانتا ہوں مگر مشکلات پر قابو پانا بھی مرد مومن کا ہی کام ہے۔ آپ ہمت کریں اور سکول کو خدائی امانت سمجھ کر کام کریں اور عملہ میں بھی یہی رُوح قائم کریں۔ پھر انشاء اللہ برکت ملے گی۔'' [3]

ایک مرتبہ سکول کے نتائج اور تعلیمی کوائف سے نہایت ہی گہری دلچسپی لیتے ہوئے تحریر فرمایا:

'' ایسی کوشش فرمائیں کہ آپ کا قدم ہر سال آگے بڑھتا چلا جائے اور نہ صرف فیصدی کے لحاظ سے بلکہ کیفیت کے لحاظ سے بھی نمایاں ترقی نظر آئے۔ میں آپ کے سکول کے لئے بہت دعا کرتا ہوں اور اسے اپنی چیز سمجھتا ہوں۔'' [4]

محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے کا بیان ہے کہ

''خاکسار نے میٹرک میں ۷۱۱/۸۵۰ نمبر (۸۳ ۱/۲ فیصد) لئے تھے اور یونیورسٹی میں ممتاز پوزیشن حاصل کی تھی۔ مسلمان طلبا میں سے فرسٹ تھا۔ ایف اے کا نتیجہ نکلا تو

۶۵۰/۴۶۴ (۷۱٪) اور انعامی وظیفہ حاصل کیا۔دراصل یہ نتیجہ بہت افسوس ناک تھا کہ میٹرک کے ۸۳ ۱/۲ فیصد سے ایف ۔اے میں ۷۱٪ پر آ گیا۔

''جو کوئی مجھ سے ایف اے کے نتیجے کے متعلق سوال کرتا تو میں اپنی شرمندگی کو چھپاتا ہوا یہ کہہ دیتا کہ اچھا نتیجہ ہے۔ انعامی وظیفہ بھی مل گیا ہے اور فرسٹ ڈویژن آئی ہے۔ بہت سے بزرگ اس پر مجھے شاباش دے دیتے۔ ایک دن قادیان میں صبح ۹-۱۰ بجے کے قریب میں بڑے دفتر کے سامنے سے احمدیہ چوک کی طرف جارہا تھا کہ سامنے سے حضرت میاں صاحبؓ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپ کو دیکھتے ہی مجھے پسینہ آ گیا۔ دل چاہتا تھا کہ کہیں چھپ جاؤں۔ میاں صاحبؓ میرا نتیجہ سن کر کیا کہیں گے؟ قریب آتے ہی خاکسار نے السلام علیکم عرض کرتے ہوئے مصافہ کیا۔ حضرت میاں صاحب نے ایف اے کا نتیجہ دریافت فرمایا۔ میں نے وہی جواب دے دیا جو سب کو دتیا تھا۔ مگر یہاں دال نہ گلی۔ حضرت میاں صاحب مسکرائے مگر ایسی مسکراہٹ جس میں ناراضگی بھی مترشح ہوتی تھی۔ بے تکلفانہ مجھے گردن سے پکڑ لیا۔ اور فرمایا چلو اُوپر دفتر میں۔ دفتر میں جا کر دریافت کیا کہ تم اپنے نتیجہ پر خوش ہو؟ تم تو آسمان سے زمین پر آ گرے ہو۔ مومن کا قدم تو ترقی کی طرف اُٹھا کرتا ہے۔ پہلے کی نسبت خواہ ۱٪ ہی ترقی ہوتی مگر ہونی ترقی چاہیے تھی۔ خاکسار بُت بنا سامنے کھڑا تھا۔ میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ حضرت میاں صاحبؓ نہایت ہی پُر شفقت و محبت آمیز لہجے میں تنبیہہ فرما رہے تھے اور آپ کی وہ محبت آج بھی میرے تصور میں دائم و قائم ہے۔'' ۵

محترم ملک حبیب الرحمٰن صاحب ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز سرگودھا فرماتے ہیں:

''میرے ایک بچے نے ایف ایس سی کا امتحان تھرڈ ڈویژن میں پاس کیا تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لئے عرض کی اور بچے کی بے توجہی کا تھوڑا سا گلہ بھی کیا۔ آپ نے اپنی شدید بیماری کے باوجود مجھے فرمایا کہ بچے کو میرے پاس بھیج دیں اور جب وہ بچہ وہاں گیا تو اسے دیر تک سمجھاتے رہے چنانچہ منجملہ اور باتوں کے یہ بھی فرمایا اور بڑے دُکھ سے فرمایا کہ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش تھی کہ ہماری جماعت کے نوجوان ہر نیک امر میں دوسروں سے بڑھ جائیں۔ پھر آپ کیوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خواہش کو پورا کرنے والے نہیں بنتے۔ جب

میں دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ امید ہے وہ بچہ اب کام کرے گا۔ میں نے اس سے وعدہ لیا ہے۔'' ۶

محترم میاں عبد الرشید صاحب غنی ایم ایس سی لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ فرماتے ہیں کہ

''میں نے بی ایس سی کرنے کے بعد حضرت میاں صاحبؓ سے اپنی ایم اے کی تعلیم کے بارہ میں مشورہ چاہا۔ تو آپ نے تحریر فرمایا:

''آپ نے ایم اے کی تعلیم کے متعلق لکھا ہے۔ ایم اے ریاضی یا فزکس میں سے جس مضمون میں زیادہ دلچسپی ہو لے لیں۔ داخلہ نہ ملنے کی تو کوئی وجہ نہیں۔لیکن اگر خدا نخواستہ کامیابی نہ ہو تو لاء بھی اچھی لائن ہے۔ اس میں محنتی اور ذہین آدمیوں کے لئے اب بھی بڑی گنجائش ہے۔اور ابھی تک آپ کے خاندان میں کوئی لاء میں نہیں گیا۔ .... اللہ تعالیٰ آپ اور سب بھائیوں کے ساتھ ہو اور دین و دنیا میں حافظ وناصر رہے۔ ۷

مرزا بشیر احمد ۵۶-۵-۸ ''

حضرت میاں صاحبؓ نہ صرف اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے طالب علموں کی حوصلہ افزائی ہی فرماتے تھے۔ بلکہ اگر خدا نخواستہ کوئی طالب علم کسی امتحان میں فیل ہو جاتا تو اسے ایسا تسلی آمیز اور ہمدردی اور دعاؤں سے بھرپور خط لکھتے کہ اس کا سارا غم جاتا رہتا اور وہ ایک نئی امنگ اور نئے عزم کے ساتھ پھر اپنی تعلیم میں مصروف ہو جاتا۔ چنانچہ میاں عبدالرشید صاحب غنی ہی لکھتے ہیں کہ

''ایک دفعہ میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر عبدالشکور ایم بی بی ایس کے ایک امتحان میں فیل ہو گئے۔ انہوں نے ایک پُر از ندامت خط حضرت میاں صاحب کی خدمت میں لکھا۔ حضرت میاں صاحب نے جواباً تحریر فرمایا:

''ابھی ابھی آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ کے فیل ہونے کا افسوس ہوا۔ مگر آپ اس پر حد سے زیادہ غم نہ کریں۔ کئی ناکامیاں آئندہ ترقیوں کا پیش خیمہ بن جاتی ہیں۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُحد کے میدان میں ایک عارضی تکلیف پہنچی تھی جو بظاہر شکست کا رنگ رکھتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے عظیم الشان کامیابیوں کا پیش خیمہ بنا دیا۔ آپ گھبرائیں نہیں اور آئندہ امتحان کے لئے پوری توجہ اور محنت سے تیاری کریں۔ بعض

اوقات اچھے اچھے طالب علم بھی کسی وجہ سے فیل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
آپ کو اور عزیز احمد کو اپنے فضل سے کامیاب فرماوے اور دین و دنیا میں
حافظ و ناصر ہو۔ فقط

مرزا بشیر احمد ربوه ۵۶-۷-۵'' ۸

غور فرمایئے! اس خط میں ڈاکٹر صاحب کے فیل ہونے پر اظہار افسوس بھی ہے۔ احساس غم کو مٹانے کے لئے ایک عمدہ مثال بھی موجود ہے اور آئندہ کے لئے پوری توجہ اور محنت سے تیاری کرنے کی تحریک بھی کار فرما ہے۔ مزید برآں آپ کی تحریر کا ایک ایک لفظ ہمدردی اور شفقت سے بھر پور نظر آتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ احمدی بچے دنیا کے ہر میدان میں صف اول پر نظر آئیں۔ چنانچہ آپ اپنے ایک پیغام میں جو آپ نے ۱۴؍مارچ ۶۳ء کو دیا فرماتے ہیں:

''احمدی بچوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی ترقی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی بشارتیں دے رکھی ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری جماعت کے لوگوں کو علم و معرفت میں اتنی ترقی دے گا کہ وہ ساری دوسری قوموں کا منہ بند کر دیں گے۔ لیکن جیسا کہ سنت الٰہی سے ثابت ہے۔ خدا تعالیٰ کے کام تدریجی ہوا کرتے ہیں۔ شروع میں ایک حقیر سا بیج ہوتا ہے پھر وہ آہستہ آہستہ ترقی کر کے ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے۔ مگر چونکہ ہر تقدیر کے ساتھ تدبیر کا لازمہ ضروری ہے۔ اس لئے احمدی بچوں کو چاہیے کہ محنت اور جانفشانی اور عرقریزی کے ذریعہ اپنے لئے ترقی کا رستہ کھولیں اور امتحانوں میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کرنے کی کوشش کریں جو شخص کوشش کرتا ہے اور کوشش بھی صحیح طریق پر کرتا ہے۔ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے حصہ پالیتا ہے پس ضروری ہے کہ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے جس کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت دی گئی ہے احمدی بچے خاص کوشش اور توجہ اور محنت سے کام لیں۔''

پھر اسی طرح آپ احمدی بچوں کی اعلیٰ کامیابیوں کو سراہتے ہوئے اور ان کا حوصلہ بلند سے بلند تر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ کچھ عرصہ سے ہماری جماعت کے بچوں اوربچیوں کے نتائج اچھے نکل رہے ہیں اور ان کا معیار دن بدن بلند ہوتا جا رہا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام والی بشارت حاصل کرنے کے لئے میں کہتا ہوں۔ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز۔'' ۹

طالبعلموں کے لئے آپ کی یہ رہنمائی صرف درسگاہوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ زندگی کے عملی میدان میں بھی آپ کو ان کی ترقی اور کامیابی کا فکر رہتا تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع پر افتتاحی خطاب میں فرمایا:

'' آپ لوگوں میں سے کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہو گی جو ابھی سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پا رہے ہیں انہیں اس غلط فہمی میں نہیں مبتلا ہونا چاہیے کہ تعلیم پانے کا زمانہ صرف درسگاہوں کی چار دیواری تک محدود ہے۔ حق یہ ہے کہ درسگاہیں تو صرف علم کے دروازے تک پہنچاتی ہیں۔ اس کے آگے ایک بہت وسیع میدان ہے۔ ایسا وسیع جس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ اس میدان میں انسان سکول اور کالج سے فارغ ہونے کے بعد خود اپنی کوششوں اور اپنی آنکھوں اور کانوں کو کھلا رکھنے کے ذریعے علم حاصل کرتا ہے۔ پس درسگاہوں سے فارغ ہونے کے بعد تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھو اور ضرور جاری رکھو کیونکہ یہ وہ علم ہے جو درسگاہوں میں حاصل ہونے والے علم سے بہت زیادہ وزن رکھتا ہے۔ میرے آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت سے علم کے آسمان پر پہنچا دیا مگر پھر بھی آپ کی یہی پکار رہی۔ ربّ زدنی علماً ۔ یعنی خدایا! مجھے اور علم عطا کر۔'' ۱۰

امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے جہاں آپ یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ خوب محنت اور توجہ سے کام کرو وہاں ایک نصیحت آپ کی یہ بھی ہوا کرتی تھی کہ امتحان سے پہلے دعا ضرور کر لیا کرو۔

عزیزم عطاء المجیب صاحب راشد ابن حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری لکھتے ہیں کہ

'' گذشتہ سے پیوستہ سال جب خاکسار نے بی اے سال اول کا امتحان بفضلہٖ تعالیٰ نمایاں پوزیشن کے ساتھ پاس کیا تو حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں ایک عریضہ کے ذریعہ اس امر کی اطلاع دی نیز شیرینی بھی پیش کی۔ حضرت میاں صاحبؓ شفقت

اور محبت سے اندرونی کمرہ سے باہر بیٹھک میں تشریف لائے اور خط کے حاشیہ پر اسی وقت اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا:

''عزیز مکرم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کی نمایاں کامیابی بہت مبارک کرے اور دین و دنیا میں ترقی دے اور آپکا حافظ و ناصر ہو۔ اپنے والدین کو بھی میری مبارکباد پہنچا دیں۔

والسلام

مرزا بشیر احمد ۶۲-۸-۲۹'' [۱۱]

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ کو طلباء کی شاندار کامیابی پر بہت ہی خوشی حاصل ہوا کرتی تھی اور آپ انہیں اپنی دعاؤں سے بھی نوازا کرتے تھے۔

احمدی لڑکیوں کی تعلیم

احمدی لڑکیوں کے لئے بالعموم آپ کالج کی تعلیم پسند نہیں فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ لڑکیوں کے لئے میٹرک تک تعلیم کافی ہوتی ہے۔ چنانچہ محترمہ نظیر بیگم صاحبہ اہلیہ محترمہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب انورؔ پرائیویٹ سیکرٹری فرماتی ہیں:

''ایک مرتبہ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ تقریباً پون گھنٹہ سے ایک عورت کی باتیں آپ نہایت خاموشی سے سنتے رہے۔ بالآخر مجھے مخاطب کر کے فرمایا ''لڑکیوں کو تعلیم میٹرک تک ہی دلانی چاہیے۔ اس کے بعد گھر کا سلیقہ، بال بچوں کی طرف دھیان دلانا چاہیے اور ان امور سے واقف کرانا چاہیے۔ سوائے امراء کی بچیوں کے یا جن لڑکیوں کے ذہن خاص طور پر اچھے ہوں اور وہ تعلیم کا خاص شوق رکھتی ہوں۔'' [۱۲]

جامعہ احمدیہ کے طلباء کی علمی ترقی کا خیال

حضرت میاں صاحبؓ جامعہ احمدیہ کے طلبا کی علمی ترقی کا بھی خاص خیال رکھتے تھے اور ان کی ہر ممکن حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ مکرم محمد اکبر صاحب افضل مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ لکھتے ہیں:

''خاکسار نے غالباً ۱۹۵۵ء میں مسجد مبارک ربوہ میں لاوڈ سپیکر پر اذان کہنی شروع کی۔ اس وقت میں جامعۃ المبشرین کی شاہد کلاس کا طالب علم تھا۔ حضرت قمر الانبیاء

اپنے معمول کے مطابق مغرب کی نماز مسجد مبارک میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن جب میں نے مغرب کی اذان کہی تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ آپ اذان اچھی کہتے ہیں۔ ایک مضمون ''اذان کی حکمت اور فلسفہ'' پر لکھیں اور پھر مجھے دکھائیں چنانچہ خاکسار نے مضمون تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے مضمون کی اصلاح کرنے کے بعد اوپر لکھ دیا کہ اب اسے ''الفضل'' میں شائع کروا دیں۔ غالباً وہ مضمون جون یا جولائی ۱۹۵۵ء کے پرچہ میں شائع ہوا تھا۔'' ۱۳

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ آپ جامعہ احمدیہ کے طلباء کی علمی ترقی کا بھی خاص خیال رکھتے تھے اور ان کی ہر ممکن حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔

تربیت اولاد کی تلقین

تربیت اولاد کی آپ کو از حد فکر رہتی تھی اور آپ جماعت کے مردوں اور عورتوں کو اس امر کی تلقین فرماتے رہتے تھے کہ اپنے بچوں کی تربیت صحیح اسلامی طریق کے مطابق بچپن ہی سے شروع کیا کرو۔ انہیں ماحول کے بد اثرات سے بچانے کی کوشش کرو اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو کہ وہ اپنے فضل و کرم سے انہیں سچے مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے آپ نے ''اچھی مائیں'' کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ بھی رقم فرمایا تھا۔ جو اس سلسلہ میں ایک نہایت ہی مفید رسالہ ہے۔ کاش احمدی احباب خصوصاً مستورات اس رسالہ کو بار بار غور سے پڑھیں اور پھر اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی اولاد کی تربیت کی فکر کریں۔ اس رسالہ میں آپ نے اس امر پر بڑا زور دیا ہے کہ مردوں کو چاہیے کہ شادی کرتے وقت وہ اسلام کی تعلیم کے مطابق عورتوں کے اخلاق اور دین کے پہلو کو ہمیشہ مقدم کیا کریں۔ چنانچہ دیندار ماں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''خاکسار راقم الحروف نے بڑے غور کی نظر سے ہزاروں گھروں کے حالات کو دیکھا ہے اور گویا ان کے اندرون خانہ میں جھانک جھانک کر تجسّس کی نظر ڈالی ہے مگر میں اس کے سوا کسی اور نتیجہ پر نہیں پہنچا کہ نیک اولاد پیدا کرنے اور نیک بچے بنانے میں ظاہری اسباب کے ماتحت نوے فیصدی حصہ دیندار ماؤں کا ہوتا ہے۔ اچھی ماؤں کی نگرانی میں پرورش پانے والے بچے نہ صرف دن رات اپنی ماں کے نیک اعمال یعنی نماز، روزہ، تلاوت قرآن، صدقہ و خیرات، دین کی خدمت اور جماعتی کاموں کے لئے

مال اور وقت کی قربانی، خدا اور رسول کی محبت، دینی غیرت وغیرہ وغیرہ کے نظارے دیکھتے ہیں بلکہ جس طرح وہ اپنی ماں کے اعمال کو دیکھتے ہیں اسی طرح ان کی ماں بھی شب و روز اُن کے اعمال کو دیکھتی ہے اور ہر خلاف اخلاق بات اور ہر خلاف شریعت حرکت پر ان کو ٹوکتی اور شفقت و محبت کے الفاظ میں انہیں نصیحت کرتی رہتی ہے۔

''ماں کا یہ فعل جو اس کی اولاد کے لئے ایک دلکش و شیریں اسوہ ہوتا ہے اور ماں کا یہ قول جو اس کے بچوں کے کانوں میں شہد اور تریاق کے قطرے بن کر اُترتا چلا جاتا ہے اُن کے گوشت پوست اور ہڈیوں تک میں سرایت کر کے اور اُن کے خون کا حصہ بن کر انہیں گویا ایک نیا جنم دے دیتا ہے۔ کاش دنیا اس نکتہ کو سمجھ لے۔ قوموں کے لیڈر اس نکتہ کو سمجھ لیں۔ خاندانوں کے بانی اس نکتہ کو سمجھ لیں گھر کا آقا اس نکتہ کو سمجھ لے۔ بچوں کی ماں اس نکتہ کو سمجھ لے اور کاش بچے ہی اس نکتہ کو سمجھ لیں کہ اولاد کی تربیت کا بہترین آلہ ماں کی گود ہے۔ پس اے احمدیت کی فضا میں سانس لینے والی بہنو اور بیٹیو اور اے آج کی ماؤں اور کل کو ماں بننے والی لڑکیو! اگر قوم کو تباہی کے گڑھے سے بچا کر ترقی کی شاہراہ کی طرف لے جانا ہے تو سنو اور یاد رکھو کہ اس نسخہ سے بڑھ کر کوئی نسخہ نہیں کہ اپنی گودوں کو نیکی کا گہوارہ بناؤ۔ اپنی گودوں میں وہ جوہر پیدا کرو جو بدی کو مٹاتا اور نیکی کو پروان چڑھاتا ہے جو شیطان کو دور بھگاتا ہے اور انسان کو رحمان کی طرف کھینچ لاتا ہے۔'' [۱۴]

اس رسالہ میں آپ نے بچوں کی صحیح تربیت کے لئے اسلام کے بتلائے ہوئے دس سنہری گُر بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ آپ ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

اولؔ: مسلمان مرد دیندار اور بااخلاق بیویوں کے ساتھ شادیاں کریں تا کہ نہ صرف ان کا گھر ان کی اپنی زندگی میں جنت کا نمونہ بنے بلکہ اولاد کے لئے بھی نیک تربیت اور نیک نمونہ میسر آنے سے دائمی برکت کا دور قائم ہو جائے۔

دومؔ: ہر عورت خود بھی دیندار بنے۔ وہ دین کا علم سیکھے اور پھر دین کے احکام کے مطابق اپنا عمل بنائے تا کہ وہ گھر کی چار دیواری میں دین کا چرچا قائم رکھنے، دین کی تعلیم دینے اور دین کے مطابق عملی نمونہ پیش کرنے کے ذریعہ اپنے بچوں کی زندگیوں کو بچپن سے ہی دینداری اور نیکی کے رستہ پر ڈال سکے اچھی اولاد کے لئے

اچھی ماں کا وجود ایک بالکل بنیادی چیز ہے اور اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ کاش دنیا اس حقیقت کو سمجھے!

سوم: بچوں کی تربیت کا آغاز ان کی ولادت کے ساتھ ہی شروع ہو جانا چاہیے اور خواہ وہ بظاہر ماں باپ کی بات سمجھیں یا نہ سمجھیں بلکہ خواہ وہ بظاہر اپنی آنکھیں اور کان استعمال کر سکیں یا نہ کر سکیں ماں باپ کو یہی سمجھنا چاہیے کہ وہ ہمارے ہر فعل کو دیکھ رہے اور ہمارے ہر قول کو سن رہے اور ہماری ہر بات کا اثر لے رہے ہیں۔ اسلام نے بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اذان دلا کر اسی نفسیاتی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

چہارم: ماؤں کا فرض ہے کہ بچپن میں ہی اپنے بچوں کے دلوں میں ایمان بالغیب کا تصور راسخ کر دیں اور ان کی طبیعت میں یہ بات پختہ طور پر جما دیں کہ اس دنیائے شہود میں روحانی اور مادی نظام کی حقیقی تاریں ایک پردہ غیب کے پیچھے سے کھینچی جا رہی ہین جس کا مرکزی نقطہ خدا کی ذات ہے اور باقی ارکان فرشتے اور الہامی کتابیں اور رسول اور یوم آخر اور تقدیر خیر و شر ہیں۔ جس شخص نے اس نکتہ کو پا لیا اس کے لئے فلسفہ موت و حیات ایک کھلا ہوا منشور بن کر سامنے آجاتا ہے۔

پنجم: ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی نماز کا پابند بنائیں اور نماز کی روح اور حقیقت سکھائیں۔ کیونکہ عمل کی زندگی میں نماز خالق اور مخلوق کے درمیان کی وہ کڑی ہے جس سے دل کا چراغ روشن رہتا ہے اور انسان گویا روحانیت کی مخفی تاروں کے ذریعہ خدا کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ جس ماں نے اپنے بچوں کو نماز کا پابند بنا دیا اور ان کے دل میں نماز کا شوق پیدا کردیا اس نے ان کے دین کو ایسے کڑے کے ساتھ باندھ دیا جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ ایسے بچے خدا کی گود میں ہوتے ہیں اور ان کی مائیں خدا کے دائمی سایہ کے نیچے۔ عمل کے میدا ن میں یہ بچوں کا سبق نمبر ا ہے اور نتائج کے لحاظ سے پوری کتاب درس۔

ششم: ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں میں بچپن سے ہی انفاق فی سبیل اللہ یعنی دین کے لئے اپنا مال اور اپنا وقت اوراپنی طاقتیں خرچ کرنے کی عادت ڈالیں اور ان میں یہ احساس پیدا کرائیں کہ ہر چیز جو انہیں خدا کی طرف سے ملی ہے خواہ وہ

مال ہے یا دل و دماغ کی طاقتیں ہیں یا علم ہے یا اوقات زندگی ہیں۔ ان سب میں سے خدا اور جماعت کا حصہ نکالنا چاہیے اور خصوصاً انہیں بچپن میں ہی اپنے ہاتھ سے چندہ دینے اور غریبوں کی مدد کرنے اور جماعتی کاموں میں اپنی توجہ اور اپنے وقت کا کچھ حصہ خرچ کرنے کا عادی بنائیں۔ یہ حکم نماز کے بعد اسلام کا دوسرا ستون ہے اور اس کے بغیر کوئی شخص حکومت الٰہی کی لڑی میں پرویا نہیں جا سکتا۔

ہفتم: ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ہمیشہ شرک خفی کے گڑھے میں گرنے سے ہوشیار رکھیں۔ دنیا کی ظاہری تدبیروں کو اختیار کرنے کے باوجود ان کا دل ہر وقت اس زندہ ایمان سے معمور رہنا چاہیے کہ ساری تدبیروں کے پیچھے خدا کا ہاتھ کام کر رہا ہے اور وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

ہشتم: بچوں کو ماں باپ اور دوسرے بزرگوں کا ادب سکھایا جائے خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار، ہمسایہ ہوں یا اجنبی۔ ادب اسلامی طریقت کی جان ہے اور پھر بچوں کے اندر خصوصیت سے والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت و احترام کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اس کی طرف سے غفلت برتنے کو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں گناہ نمبر ۲ شمار کیا ہے۔

نہم: ہر احمدی ماں کا یہ فرض ہے کہ بچوں میں سچ بولنے کی عادت پیدا کرے۔ صداقت تمام نیکیوں کا منبع اور جھوٹ تمام بدیوں کا مولد ہے۔ سچ بولنے والا بچہ خدا کا پیارا اور قوم کی زینت اور خاندان کا فخر ہوتا ہے۔ اور قول الزور (جھوٹ) سے بڑھ کر اخلاق میں پستی پیدا کرنے والی اور بدی کے ناپاک انڈوں کو سینے والی کوئی چیز نہیں۔

دہم: ماں باپ کا فرض ہے کہ ہمیشہ اپنی اولاد کے لئے خدا کے حضور خاص طور پر دعا کرتے رہیں کہ وہ انہیں نیکی کے رستہ پر قائم رکھے اور دین و دنیا میں ترقی عطا کرے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔

یہ دس سنہری گر بیان فرمانے کے بعد آپ لکھتے ہیں:

”یہ وہ دس بنیادی باتیں ہیں جو اولاد کی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہیں اور یہ وہ بیج ہے جو احمدی ماؤں کے ہاتھوں سے ہر احمدی بچے کے دل میں بویا جانا ضروری

ہے۔ ورنہ گو خدا کے رسول تو بہر حال غالب ہو کر رہتے ہیں مگر کم از کم جہاں تک انسانی کوشش اور ظاہری اسباب کا تعلق ہے جماعت کی ترقی محال ہے۔'' ۱۵ؔ

آپ کی نصائح

آپ کی نصائح میں اہم خصوصیت یہ ہوا کرتی تھی کہ آپ ایسے لطیف اور مؤثر انداز میں بات کرتے تھے کہ وہ ساتھ ہی ساتھ ذہن میں اترتی چلی جاتی تھی۔ محترم محمد اجمل صاحب شاہد مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ پشاور کے ایک دوست کا واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''دو سال قبل کی بات ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ کی ملاقات کے وقت میرے ہمراہ پشاور سے ایک غیر از جماعت دوست تھے۔آپ کی کوٹھی ''البشریٰ'' زائرین سے بھری ہوئی تھی اور خوب گہما گہمی تھی تھوڑی دیر کے بعد حضرت میاں صاحبؓ اپنی بیماری کی حالت میں ہی باہر تشریف لائے اور دوست مصافحہ سے شرف یاب ہونے لگے۔خاکسار نے اپنے ہمراہی غیر از جماعت دوست کے مصافحہ کے وقت ان کا تعارف کرایا اور بتایا کہ یہ بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔اس پر حضرت میاں صاحبؓ نے تمام دوستوں کو عموماً اور اس دوست کو خصوصاً مخاطب کر کے فرمایا:

'''یاد رکھو کہ بیعت ایک دروازہ ہے کہ جس سے داخل ہو کر ایک انسان جماعت میں داخل ہوتا ہے۔اور بیعت کے بعد اصل کام کا وقت شروع ہوتا ہے۔بیعت ایک دارالعمل کا پیش خیمہ ہے۔اس لئے اس کے بعد جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ان کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔'''

اس پر اثر خطاب کا ذکر کرتے ہوئے محترم محمد اجمل صاحب فرماتے ہیں کہ

''البشریٰ'' سے نکلنے کے بعد وہ دوست بہت خوش ہوئے اور اسی وقت بیعت کا فارم پر کر دیا۔''۱۶ؔ

محترم بشارت احمد صاحب امروہی بیان فرماتے ہیں کہ جب وہ ۲۰ فروری ۱۹۶۳ء کو بورنیو کے لئے روانہ ہونے لگے تو روانہ ہونے سے قبل وہ آپ سے ملاقات کے لئے ''البشریٰ'' گئے۔آپ نے انہیں اندر ہی بلا لیا اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''مبلغ کو تین باتیں اچھی طرح ذہن نشین کرنی چاہئیں۔اول دعا۔دوم مطالعہ۔سوم محنت۔ان ہر سہ امور پر کار بند ہو کر ہی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔''۱۷ؔ

آپ فرمایا کرتے تھے کہ کام اگر محنت ۔دیانت اور غور وفکر کے ساتھ کیا جائے تو سوائے اس کے کہ

اللہ تعالیٰ کا عذاب ہو کامیابی یقینی ہوتی ہے۔

محترم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری انچارج احمدیہ مشن سنگا پور فرماتے ہیں:

''حضرت میاں صاحبؓ اپنے خطوط میں ایک نصیحت ہمیشہ بڑے تاکیدی طور پر فرمایا کرتے تھے۔کہ نو مبائعین او رخصوصاً نومسلمین کی دینی تعلیم و تربیت اور حضرت اقدس امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور مرکز سے براہ راست تعلق اور عقیدت ان کے دلوں میں قائم کی جائے۔اور اس میں قطعاً ذرہ بھر بھی کوتاہی نہ ہو۔افریقہ میں آپ نے متعدد بار مجھے یہ ہدایت فرمائی اور یہاں سنگا پور میں بھی گذشتہ سال ایک چینی دوست کے مسلمان ہونے پر دعا اور خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے یہی تاکید فرمائی کہ ان سے حسن سلوک ہو اور ان کی تربیت کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔چنانچہ آپ نے اپنے خط مؤرخہ ۶۳-۵-۲۰ میں اس عاجز کو فرمایا:

''جو چینی دوست مسلمان ہوئے ہیں ان کی تربیت کا خاص اور متواتر خیال رکھیں۔انہیں محبت اور نصیحت کے رنگ میں عملی زندگی کی طرف کھینچنا چاہیے۔ تاکہ ان کا اسلام نام کا اسلام نہ رہے بلکہ کام کا اسلام بن جائے۔'

'' اس کے بعد خود اس چینی دوست کو براہ راست بھی لکھا اور فرمایا:

''خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو سچے دین کی طرف ہدایت دی ہے۔اسلام ایک بڑا پاکیزہ مذہب ہے اور انشاء اللہ آپ کے لئے بڑی برکتوں کا موجب ہو گا مگر یاد رکھیں کہ صرف نام کا مسلمان بننا کافی نہیں ہے بلکہ اپنی زندگی میں عملی تبدیلی پیدا کرنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کے بیوی بچوں کو بھی قبول حق کی توفیق دے۔آمین۔'' خاکسار مرزا بشیر احمد ۶۳-۶-۵ [۱۸]

محترم مولوی صاحب موصوف ہی کا بیان ہے کہ

''یکم مئی کو سنگا پور آتے ہوئے خاکسار حضرت میاں صاحبؓ سے الوداعی ملاقات کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ اپنے کمرہ میں نہایت سادگی سے چارپائی کے پاس ہی ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے اور غالباً بعض خطوط کا جواب دے رہے تھے۔آپ باوجود نقاہت کے اٹھ کر دروازے پر تشریف لائے اور مصافحہ کے بعد بڑی شفقت سے پاس بٹھا کر گفتگو فرماتے رہے۔فرمایا اس مرتبہ آپ اس جگہ جارہے ہیں

جو کہ آپ کے لئے نئی ہے۔آپ کو معمول سے زیادہ دعائیں اور جدو جہد کرنی ہوگی۔اور فرمایا کہ سب سے پہلی اور بڑی تبلیغ ایک مبلغ کا اپنا نمونہ ہے۔اس کے بعد دعا ۔علم ۔حکمت اور تجربہ وغیرہ کا م آتے ہیں۔نیز فرمایا کہ اپنے نفس کا محاسبہٴ متواتر اور اپنے تبلیغی و تربیتی کا م اور اس کے نتائج کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔مبلغ کو ہر ایک شخص سے ایسا سلوک کرنا چاہیئے کہ ہر فرد جماعت اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بعد اسے اپنا سب سے زیادہ مدد گار معاون اور ہمدرد و شفیق اور مہربان باپ اور بھائی یقین کرے۔نیز حتی الوسع ان میں سے حاجت مند احباب پر ذاتی احسانات اورحسن سلوک محض للہ فی اللہ کر کے انہیں اپنا سچا دوست اور ہمدرد بنانا چاہیے۔ تا کہ کسی نا گہانی مصیبت یا بیماری کے وقت اپنے عزیزوں کی طرح وہ لوگ اپنا دست وبازو ثابت ہوں اور کام آسکیں۔اور یہ بات پیدا ہونی ایمان کے علاوہ ذاتی تعلقات محبت چاہتی ہے۔اسی طرح فرمایا کہ اپنے سے پہلے مبلغ کے طریق کار اور اس کی پالیسی اور اس کے جاری کردہ مفید کاموں یا پروگراموں کوحتی الامکان اسی طرح جاری رکھنا چاہیے۔اور بلاوجہ تبدیلیاں نہیں کرنی چاہئیں۔اور اگر تبدیلی کرنی بھی پڑے یا کوئی نیا طریق کا ر جاری کرنا بھی پڑے تو ایسے طریق پر کیا جائے کہ سابقہ کام یا طریق کار کے نقائص پبلک میں نہ آئیں۔ان کے کاموں اور کوششوں کی تعریف ہو اور ان کے لئے دعائیں جاری رہیں۔اور اس طرح باوجود مصروفیت کے حضرت میاں صاحبؓ کام چھوڑ کر قریباً دس منٹ تک مفید ترین نصائح سے نوازتے رہے۔'' 19

جماعت احمدیہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کو بہت بڑا مقام حاصل تھا۔حضرت امیر المؤمنین خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بعد آپ ہی معزز ومکرم سمجھے جاتے تھے۔اس لئے بعض اوقات غیر از جماعت دوست عدم معرفت کی بنا پر آپ کے پاس احمدی افسروں کے نام سفارشی چٹھیاں لینے کے لئے آ جاتے تھے۔مگر آپ کا یہ طریق تھا کہ مقدمات کے بارے میں آپ نے کبھی کسی فریق کوچٹھی نہیں دی اور نہ ہی زبانی سفارش کی مگر دو ٹوک جواب بھی نہیں دیتے تھے۔بلکہ نہایت ہی حکمت اور دانائی سے چٹھی لینے والے کو قائل کرتے تھے۔کہ تمہارا چٹھی لینے کا مطالبہ ان ان وجوہات کی بنا پر درست نہیں اور ساتھ بیش قیمت نصائح بھی فرماتے جاتے تھے۔اس لئے اکثر و بیشتر چٹھی طلب کرنے والا خود ہی کہہ اٹھتا تھا کہ حضرت میاں صاحب!ان حالات میں تو

پھر چٹھی لینے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

چنانچہ مکرم عبدالشکور صاحب ریڈیو الیکٹرک سنٹر ملتان چھاؤنی لکھتے ہیں کہ۔

''جب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ملتان میں محکمہ آبادی کے افسر تھے۔تحصیل کبیر والہ کے دو زمیندار غیر احمدی قادیان میں حضرت اباجان محترم چوہدری غلام حسین صاحب آف جھنگ کے پاس آئے اور خواہش کی کہ ان کے کسی مقدمہ میں بطور سفارش صاحبزادہ صاحب موصوف کے نام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے چٹھی لے کر دیں۔حضرت اباجان اسے پسند نہ فرماتے تھے۔انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ وہ مصر رہے ۔آخرانہوں نے مجھے فرمایا کہ تم انہیں درد صاحبؓ کے پاس لے جاؤ۔وہ کوئی ترکیب نکال لیں گے۔ میں نے دونوں کو ساتھ لیا اور حضرت درد صاحب کی خدمت میں دارالانوار پہنچا۔ عصر کا وقت تھا۔ درد صاحب نے مجھے علیحدگی میں فرمایا کہ حضرت میاں صاحب کو میں بھی اس کام کے لئے عرض کرنا مناسب خیال نہیں کرتا۔نہ ہی وہ چٹھی دیں گے۔مگر سائل چونکہ غیر احمدی معززین ہیں اور اتنی دور سے آئے ہیں۔ان کی بھی دلشکنی نہ ہو۔تم انہیں خود لے کر حضرت میاں صاحب کی خدمت میں چلے جاؤ۔حضرت ممدوح اس وقت سیر کے لئے تشریف لایا کرتے ہیں۔بس آتے ہی ہوں گے۔راستے میں ہی عرض کر لینا گویا انجام کار قرعہ فال میرے ہی نام پڑا میں نے دونوں کو ساتھ لیا اور جانب شہر چل کھڑا ہوا۔ہم ڈاکٹر حاجی خاں صاحب کی کوٹھی کے پاس ہی پہنچے ہوں گے کہ حضرت میاں صاحب موڑ سے دو تین خدام کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے سفید شلوار۔قمیض ۔سر پر پشاوری لنگی اور گلے میں وہی مانوس سرخ رومال قریب پہنچنے پر میں نے السلام علیکم عرض کیا۔ اور ساتھ ہی دونوں زمینداروں سے تعارف کرایا۔حاضری کی غرض بیان کی۔ ان دونوں نے یہ بات خاص طور سے زور دے کر عرض کی کہ ''ہم صرف اپنا حق مانگتے ہیں۔آپ بے شک یہ لکھ دیں کہ اگر ہمارا حق بنتا ہو تو ہمیں دیں ورنہ ہر گز نہیں'' حضرت نے قدرے توقف کے بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''ملک صاحب ! مجھے آپ کی خواہش پورا کرنے میں تو عذر نہیں۔میری عین خواہش ہے کہ آپ کا حق آپ کو ضرور ملے لیکن مشکل یہ آن پڑی ہے کہ مظفر احمد کو ایسی چٹھی لکھنے کے دو ہی معنی ہو سکتے

ہیں۔ اول تو یہ کہ مجھے تسلیم کرنا پڑے گا کہ مظفر احمد دیانتدار نہیں۔ آپ کا حق جانتے ہوئے بھی کسی سفارش کے تحت یا رشوت کھا کر آپ کو اس سے محروم کر رہا ہے۔ لہٰذا میں سفارش کر کے اسے بے انصافی سے باز رکھوں۔ کیا آپ مظفر احمد سے ایسی توقع رکھتے ہیں؟'' دونوں بیک وقت بول اٹھے نہیں حضور ہرگز نہیں وہ تو بڑے دیانتدار افسر ہیں۔ فرمایا ''اچھا یہ بات نہیں تو میرے چٹھی لکھنے کے دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ مظفر احمد ایسا جاہل ہے کہ اسے حق اور ناحق میں تمیز کرنا ہی نہیں آتا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ میں اسے حق کی طرف رہنمائی کروں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ صورت ہے؟'' دونوں پھر بول اٹھے نہیں نہیں حضرت !یہ بات بھی نہیں۔وہ تو بڑے بیدار مغز افسر ہیں۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا ''پھر اگر آپ مظفر احمد کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں تو اتنا میری طرف سے یقین کر لیجئے کہ اگر آپ کا حق بنتا ہو گا جیسا کہ آپ خود یقین رکھتے ہیں تو ضرور آپ کے حق میں فیصلہ ہو گا۔مظفر احمد کبھی بددیانتی نہ کرے گا۔وہ انشاء اللہ جرأت کے ساتھ حق کا ساتھ دے گا۔اور اگر بالفرض آپ کا حق نہیں بھی بنتا تو پھر آپ خود کہہ چکے ہیں کہ بے شک آپ کے خلاف فیصلہ ہو جائے۔اس صورت میں آپ مجھ پر بھی زور نہ دیں گے۔کہ میں مظفر احمد کو کسی ناجائز کام کے لئے کہوں اگر خدانخواستہ آپ کے خلاف بھی فیصلہ ہو جائے تو بھی میری نصیحت آپ کو یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں میں بھی انشاء اللہ آپ کے لئے دعا کروں گا۔اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی ہی قدرتوں کی مالک ہے۔ انسان اپنی نادانی کے باعث بچے کی طرح انگاروں کی چمک دمک دیکھ کر انہیں پکڑنے کی ضد کر بیٹھتا ہے مگر کیا کوئی ماں اپنے بچے کو ایسا کرنے دیتی ہے؟یہ بھی اس کی شفقت کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر ماں سے بھی زیادہ شفیق ہے پس آپ اطمینان رکھیں جو بھی فیصلہ ہوگا ۔آپ کے لئے اچھا ہی ہو گا......آپ کے حق میں ہو گیا تو سبحان اللہ ۔خلاف ہو گیا تو الحمدللہ۔ آپ کسی کا حق غصب کر کے آخرت کا عذاب خریدنے سے بچ گئے۔'' دونوں زمینداروں کے لئے اب اتنی گنجائش ہی کہاں رہ گئی تھی کہ مزید اصرار کرتے۔شکریہ ادا کرکے اجازت لی اور چلے آئے۔'' [۲۰]

دیکھئے کیسی عمدہ نصیحت فرمائی اور کس خوبی کے ساتھ انہیں سفارشی رقعہ نہ لینے پر آمادہ کیا ۔اگر کوئی

اور ہوتا تو ڈانٹ ڈپٹ کر کے انہیں اپنے سے دور بھگا دیتا۔مگر آپ نے اخلاق حسنہ اور معقولیت کا ایک ایسا درس دیا جو انہیں زندگی بھر یاد رہے گا۔اللہم صل علیٰ محمد و آل محمد۔

محترم ملک سیف الرحمان صاحب مفتی سلسلہ عالیہ ہمارے سلسلہ میں بہت دیر سے آئے مگر اپنی قابلیت متانت اور سنجیدگی کی وجہ سے بہت جلد ترقی کر گئے حتیٰ کہ حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مفتی سلسلہ کے منصب جلیلہ پر سرفراز فرمایا آپ فرماتے ہیں:

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جب اس عاجز کو سلسلہ کا مفتی مقرر فرمایا تو خاکسار ذمہ داری کے بوجھ سے سخت پریشان تھا۔تقسیم ملک کے اندوہناک اثرات نے الگ نڈھال کر رکھا تھا۔انہی ایام میں ایک دن سر راہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوامیری پریشانی کومحسوس کرتے ہوئے شفقت بھرا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا۔جس کا جذب آج بھی میں محسوس کرتا ہوں۔مسکراتے چہرے اور تبسم کناں لہجے میں فرمایا۔سلف کے نمونے کو پیش نظر رکھنے میں بڑی برکت ہے۔اس سے ساری مشکلات حل ہو جائیں گی۔ افتاء کے لئے ضروری ہے کہ احمدیت کی روح سے پوری پوری واقفیت ہو۔ آپ بعد میں آئے ہیں بچپن میں ماحول جو طبیعت بناتا ہے اس کا آپ کو موقع نہیں ملا، اس لئے آپ کو زیادہ محنت کرنا ہوگی۔ خصوصاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور آپ کے خلفاء کے طریق عمل کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کریں۔تب ہی آپ احمدیت کی روح کو اپنا سکیں گے۔ آپ اپنے ہر لفظ کی قیمت اور اس کے اثر کو سمجھیں کہ اس مقام پر آپ کے الفاظ سے ایک کثیر تعداد متاثر ہو گی۔ ذمہ داری بے شک بڑی ہے لیکن اسے پورا کرنے کی توفیق پانا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ آپ کا لہجہ نرم تھا۔ اس میں شفقت اور خیر خواہی تھی اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے راہ ورسم منزل سے واقف ایک شفیق مشیر اور ہمدرد رہنما میری مدد کو آن پہنچا ہے اور میں تنہا نہیں ہوں۔آپ کی یہ نصائح میرے لئے تسکین و سکون کا سر چشمہ تھیں۔اور ہر مشکل مرحلہ پر آپ کے مشورہ نے چراغ راہ بن کر میری رہنمائی کی۔''

محترم ملک سیف الرحمان صاحب کو جب صدر انجمن کا ممبر بنایا گیا تو یہ بھی چونکہ ایک اہم اعزاز تھا اور بہت بڑی ذمہ داری اپنے ساتھ رکھتا تھا۔اس بارہ میں بھی جو رہنمائی اور نصیحت حضرت میاں صاحبؓ نے آپ کو کی اس کا ذکر کرتے ہوئے ملک صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''ایک شام مسجد مبارک ربوہ میں آپ تشریف لائے۔خاکسار سامنے کھڑا تھا۔بلایا اور وہی گداز محبت بھرا ہاتھ کندھے پر رکھا اور حسب عادت آہستہ آہستہ چلتے ہوئے فرمایا۔''میں نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ کے ممبر بنائے جانے کی اس لئے حمایت کی تھی کہ آپ اس بات پر نظر رکھیں کہ انجمن کے فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔آپ کو کلمہ حق کہنے سے گھبرانا یا ہچکچانا نہیں چاہیے۔'' حضرت میاں صاحب کی توقع اور اپنی کمزوریوں کے احساس سے میرا دل ندامت محسوس کر رہا تھا۔لیکن آپ کی توقع کو آپ کی دعا سمجھ کر حصول توفیق کے لئے میرے دل سے آمین کی صدا بلند ہوئی اور اسی سے رہنمائی کی درخواست کی کہ وہی ہادی اور وہی سب کا مولیٰ ہے۔''

محترم ملک صاحب فرماتے ہیں:

''افتا کی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں بعض اوقات آپ بذریعہ خطوط بھی نصائح فرمایا کرتے تھے جن سے اصول اسلام اور حکمت احکام سے گہرا لگاؤ میسر آتا تھا۔ایک بار آپ نے لکھا۔

'مکرمی ومحترمی ملک سیف الرحمان صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

'مجلس افتا کے غور کے لئے مضامین کا انتخاب کرتے ہوئے آپ اس اصول کو مدنظر رکھیں کہ صرف ایسے مسائل پر غور کیا جائے جو پر زور صورت میں عملاً سامنے آچکے ہوں اور آرہے ہوں۔محض ذہنی طور پر علمی تحقیق کی بناء پر قبل از وقت مسائل پر غور نہ فرمائیں۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ **ماننزله الا بقدر معلوم**.

''اس آیت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی وقت کسی مسئلہ کے متعلق مومنوں کے دلوں میں روشنائی عطا کرتا ہے۔جب کہ کوئی مسئلہ عملی طور پر زندہ مسئلہ بن جائے اور کسی حقیقی ضرورت کا حامل ہو۔اس سے قبل غور کرنے کے نتیجہ میں انسان روشنی سے محروم رہتا ہے۔آخر کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مسائل کے بعض پہلو اندھیرے میں رہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی بعض پہلو مسائل کے اندھیرے میں رہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ کسی حقیقت کو قبل از وقت ظاہر نہیں فرماتا۔بلکہ وقت آنے پر اور ضرورت حقہ لاحق ہونے پر روشنی کا رستہ کھولتا ہے۔مسیح ناصری کی حیات ایک بڑی ٹھوکر اور ضلالت کا مسئلہ

تھا۔مگر اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ قدرت نے اسے کئی سو سال تک پردے میں چھوڑ دیا ہے۔سو امید ہے کہ آپ میرے اس اصولی مشورہ کوملحوظ رکھیں گے تا کہ آپ کو خدا کی طرف سے نصرت حاصل ہو اور کوئی مسئلہ محض ذہنی مشغلہ نہ بن جائے۔

فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۶۱-۷-۵''

ایک دفتری خط کے جواب میں فرمایا:

''مجلس افتاء کا فیصلہ دنیا کے مختلف علاقوں میں نماز روزہ کے اوقات کے متعلق موصول ہوا۔میں تو اس معاملہ میں سورۃ مزمل سے استدلال کیا کرتا ہوں کہ جب تک رات اور دن اٹھارہ اور چھ گھنٹے کی حدود کے اندر ہیں۔اس وقت تک مسئلے کی ظاہری صورت کے مطابق عمل ہونا چاہیئے۔اور جب فرق اس حد سے تجاوز کر جائے۔تو پھر تقدیر پر بنیاد رکھنی چاہیئے۔اس سے زیادہ باریک جانا عام لوگوں کی سمجھ اور ادراک سے بالا ہو جائے گا اور تکلیف مالایطاق کا موجب ہوگا۔اسلامی شریعت کی بنیاد سہولت عامہ کے اصول پر ہے اور تقدیر کے اصول کی طرف تو خود آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں اشارہ فرمایا ہے۔اس سے زیادہ تفصیل میں جانا عامۃ الناس کے دماغوں میں انتشار پیدا کرے گا۔ویسے بھی ابھی تک ان علاقوں میں مسلمان آبادی نہیں پائی جاتی جن میں دن رات کا فرق اس حد سے بڑھ جاتا ہے۔اس لئے یہ سوال دراصل ابھی تک محض علمی نوعیت کا ہے عملی میدان سے تعلق نہیں رکھتا۔اور عملی صورت پیدا ہونے سے پہلے کسی سوال کی بحث اٹھانا پسندیدہ نہیں ہوتا۔ والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد۶۲-۱۱-۱'' [۲۱]

ان مسائل کی تشریح و توضیح سے ظاہر ہے کہ فقہی مسائل میں بھی آپ کی رہنمائی اور نصائح مشعلِ راہ کا حکم رکھتی تھیں۔

حضرت مولانا ابو العطاء صاحب کی صاحبزادی عزیزہ امۃ الباسط ایاز صاحبہ کی شادی حضرت میاں صاحبؓ ہی کی منشاء کے مطابق مشرقی افریقہ میں ملازم ایک پاکستانی نوجوان محترم چوہدری افتخار احمد صاحب ایاز سے ہوئی عزیزہ موصوفہ نے افریقہ پہنچ کر جو پہلا خط آپ کی خدمت میں لکھا۔اس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے علاوہ اور باتوں کے یہ نصیحت بھی فرمائی کہ

''آپ اپنے میاں اور والدین کی پورے خلوص سے خدمت اور اطاعت کریں اور مرکز کا بہترین نمونہ پیش کریں۔اور مرکزی تعلیم وتربیت سے دوسری احمدی بہنوں کو بھی مستفید کریں۔اور کوشش کریں کہ ہر احمدی گھر احمدیت کا اعلیٰ نمونہ ہو اور مجسم تبلیغ ۔اللہ تعالیٰ توفیق دے اور نیکیوں پر عمل کرنے اور پھیلانے کی توفیق بخشے۔

والسلام مرزا بشیر احمد ۶۰-۵-۱۹'' ۲۲

پھر ایک دوسرے خط میں آپ نے تحریر فرمایا:

''لجنہ کا کام بڑا بابرکت ہے آپ اس کی طرف مسلسل توجہ دیں انشاء اللہ جماعت کے لئے برکت کا موجب اور آپ کے لئے ثواب کا موجب ہو گا۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور خدمت کی بیش از بیش توفیق دے۔'' ۲۳

پھر ایک مرتبہ آپ نے لکھا:

'' آپ کو چاہیئے کہ وہاں کی لجنہ میں خوب سرگرمی اور دلچسپی سے حصہ لیں۔اور عورتوں اور بچوں کی تربیت کی طرف خاص خیال رکھیں۔الٰہی جماعتوں کی ترقی میں عورتوں اور بچوں کی تربیت کو خاص مقام حاصل ہے۔اور اس سے آپ کی زندگی میں بیش از بیش برکت حاصل ہوگی۔'' ۲۴

عزیزہ موصوفہ نے مشرقی افریقہ سے ''زجاجہ'' نام ایک پرچہ بچوں کی تربیت کے لئے نکالا تھا۔ایک مرتبہ ان کی فرمائش پر حضرت میاں صاحبؓ نے اس پرچہ کے متعلق تحریر فرمایا:

''زجاجہ کا پرچہ ملا۔جزاکم اللہ ۔ابھی ابتدا ہے لیکن اس میں بچوں کے لئے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو بر لائے۔اور آپ کے رسالہ کو بچوں کے لئے مفید سے مفید تر بنائے۔'' ۲۵

آپ کے خطوط کو اگر غور سے پڑھا جائے تو ہر خط اس امر کی عکاسی کرتا ہے کہ آپ کا مطمح نظر ہمیشہ جماعت کی تعلیم وتربیت ہوا کرتا تھا۔خط کے ضروری اندراجات کا جواب دینے کے بعد آپ موقعہ کے مناسب مکتوب الیہ کو ضرور ہی کوئی نہ کوئی عمدہ نصیحت فرما دیا کرتے تھے۔

محترم پروفیسر بشارت الرحمان صاحب ایم-اے کا بیان ہے کہ

''ایک دفعہ تعلیم الاسلام کالج کے رسالہ ''المنار'' میں بعض خامیوں اور لغزشوں کی بنا پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے متعلقہ پروفیسر صاحبان کو زبردست تنبیہ کی جس کی بنا پر ان

پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔کیونکہ حضور کے خدام کے لئے حضور کی ناراضگی کا تصور ایک نہایت ہی تکلیف دہ اور المناک تصور ہے۔اس پر حضرت میاں صاحب نے تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں آئندہ کے لئے چوکس رہو۔امام وقت کی تنبیہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے مضمر ہوتے ہیں۔بشرطیکہ انسان اپنے آپ کو اس کی مرضی کے مطابق کما حَقّہٗ ڈھال لے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب کی یہ بر وقت تسلی وتشفی ہمارے لیے ایک عجیب ڈھارس کا موجب ہوئی۔'' ۲۶

رشتہ داروں سے حسن سلوک کی نصیحت

کتاب کا حجم بہت بڑھتا جا رہا ہے۔مگر حضرت میاں صاحبؓ میں خوبیاں اس قدر زیادہ تھیں کہ اگر ہر خوبی کی ایک ایک مثال بھی بیان کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔اس لئے یہی مناسب سمجھا گیا ہے کہ چیدہ چیدہ اوصاف کی بعض نمایاں مثالیں پیش کر دی جائیں۔حضرت میاں صاحب اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ جو سلوک کیا کرتے تھے۔اس کی بعض جھلکیاں تو گذشتہ اوراق سے بھی نمایاں طور پر نظر آ رہی ہیں۔اور آپ کے خاندان کا ہر فرد اس کا زندہ گواہ بھی موجود ہے۔مگر دوسری خوبیوں کی طرح یہ خوبی بھی صرف آپ کی ذات تک ہی محدود نہ تھی بلکہ جماعت کے بعض افراد کو بھی اس پر کار بند ہونے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے محترمہ امتہ الشافی صاحبہ پشاور سے تحریر فرماتی ہیں کہ میں:

''جب بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوتی تو سب خاندان والوں کے متعلق دریافت فرماتے اور تعلق رکھنے کی تلقین فرماتے ایک دفعہ میرے ایک عزیز ربوہ آئے اور مجھ سے ملے بغیر واپس چلے گئے اتفاق سے میں بھی اسی دن حضرت میاں صاحب سے ملنے گئی تو جاتے ہی فرمایا کہ تمہارے فلاں عزیز آئے تھے تم سے ملے؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا: ''معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے رشتہ داروں سے ملنا پسند نہیں کرتی ان کی ٹھیک طرح سے عزت و احترام نہیں کرتی جبھی تو تم سے ملے بغیر چلے گئے'' مجھے اتنی دفعہ تنبیہہ کی کہ میں رو پڑی اور کافی دیر تک روتی رہی مگر آپ مجھے نصیحت فرماتے رہے غرض مجھے بڑا دکھ ہوا خصوصاً حضرت میاں صاحب کی خفگی کا اور میرے دل میں اس خیال نے جنم لیا کہ شاید میرے عزیز میری شکایت کر کے گئے ہیں تبھی حضرت میاں صاحب اتنے ناراض ہوئے۔ چند دنوں بعد کیا دیکھتی ہوں کہ وہی

میرے عزیز میرے گھر چلے آرہے ہیں اور آتے ہی کہنے لگے اب تو تمہارے پاس حکماً آنا پڑا کرے گا میرے دریافت کرنے پر بتایا کہ حضرت میاں صاحب نے سخت سرزنش کی کہ تم آتے ہو اور اس سے ملے بغیر چلے جاتے ہو تب میرا دل میاں صاحب کیلئے عزت و احترام سے بھر گیا ورنہ پہلے میں اپنی کم علمی کی وجہ سے خیال کر رہی تھی کہ حضرت میاں صا حب نے نعوذ باللہ اس دن طرفداری کی تھی۔'' ۲۷

کسی کی موت کو بیوقت مت کہو

محترم چودھری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ ۱۹۳۱ء کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہندوستان کے ایک مسلم لیڈر فوت ہو گئے جماعت کی طرف سے ان کے ورثاء کو تعزیت کا تار جانا تھا میں نے ڈرافٹ بنایا اس میں untimely demise (بے وقت موت) کے الفاظ لکھ دیے جب میں اسے حضرت صاجزادہ صاحب کے پاس درستی کے لیے لے گیا تو آپ نے untimely کے لفظ کو اچھی طرح سے کاٹا اور فرمانے لگے کہ ہر انسان کی موت کا وقت معین ہے جو اللہ تعالی کے علم میں ہوتا ہے بعض اوقات وہ اپنے خاص الخاص بندوں کو بھی اس کا علم دے دیتا ہے جب بھی کوئی انسان موت سے ہمکنار ہوتا ہے تو وہ اپنے مقررہ وقت پر ہی مرتا ہے اس لئے کسی کی موت کو بے وقت کہنا درست نہیں۔'' ۲۸

❁ ❁ ❁

حوالہ جات

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۱	مکتوب محررہ ۵۶-۷-۲۶ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۶؍اکتوبر ۶۳ء
۲	مکتوب ۵۹-۹-۲۹ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۶؍اکتوبر ۶۳ء
۳	مکتوب گرامی ۶۰-۷-۱۱ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۶؍اکتوبر ۶۳ء
۴	مکتوب گرامی ۶۰-۷-۸ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۶؍اکتوبر ۶۳ء
۵	الفضل ۱۲؍نومبر ۶۳ء صفحہ ۵
۶	الفضل ۱۵؍نومبر ۶۳ء صفحہ ۵
۷	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۸
۸	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۸
۹	الفضل پرچہ ۶۳-۳-۱۶ صفحہ ۳۸
۱۰	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۸
۱۱	الفرقان، قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۵۵
۱۲	مصباح بابت ماہ جون ۶۴ء
۱۳	مضمون غیر مطبوعہ
۱۴	رسالہ ’’اچھی مائیں‘‘ صفحہ ۶،۷
۱۵	رسالہ ’’اچھی مائیں‘‘ صفحہ ۲۶ تا ۳۰
۱۶	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۸۸
۱۷	مضمون غیر مطبوعہ
۱۸	الفضل ۱۵؍مئی ۱۹۶۴ء
۱۹	الفضل پرچہ ۱۶؍مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
۲۰	الفضل پرچہ ۱۸؍اپریل ۱۹۶۴ء
۲۱	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۳۲ تا ۳۴
۲۲	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۵۷
۲۳	ایضاً
۲۴	الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۸
۲۵	ایضاً صفحہ ۶۰
۲۶	ایضاً صفحہ ۶۷
۲۷	مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۵۸-۵۹
۲۸	الفضل خاص نمبر صفحہ ۴۰

چھٹا باب

آپ کی علمی خدمات

تبحرِ علمی

صحیح اور حقیقی علم کا سرچشمہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے اس لئے جب اللہ تعالیٰ کے انبیاء دنیا میں آتے ہیں تو معلّم ازلی کی گود میں تربیت پانے کی وجہ سے جو بات اُن کے قلم یا مونہہ سے نکلتی ہے بعد میں آنے والوں کے لئے وہ ایک سند کا حکم رکھتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ''سلطان القلم'' کا خطاب دیا تھا اور حضرت صاحبزادہ صاحبؓ آپ کے صلبی بیٹے اور رُوحانی شاگرد تھے۔ آپ کی علمی اور فکری خصوصیات اس قدر اعلیٰ اور نمایاں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً فرمایا تھا کہ '' یُنَیّرُ بُرْھَانَکَ '' یعنی یہ شخص اس قدر شاندار دینی خدمات سرانجام دے گا کہ اس کے افاضاتِ قلم کے ذریعہ جو مضامین صفحہ قرطاس پر آئیں گے ان سے آپ کی برھان واضح اور روشن ہو جائے گی۔ عربی زبان میں بُرہان کے معنی ہیں ''حجت قاطعہ'' یعنی ایسی حجت جس کے پیش کرنے سے زیرِنظر مسئلہ ایسے دلائل اور براہین کے ساتھ واضح اور روشن ہو جائے کہ نہ صرف یہ کہ قاری کے دل میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے بلکہ اس کی پوری طرح تسلی اور تشفی ہو جائے سو اس پہلو کے لحاظ سے جب ہم حضرت میاں صاحب نورّ اللہ مرقدہٗ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ جس مسئلہ پر بھی آپ نے قلم اُٹھایا ہے اسے ایسے آسان اور دلنشین پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے آسان مسئلہ کوئی دنیا میں ہے ہی نہیں۔ پھر آپ کی تحریر میں اس قدر جذب اور اثر پایا جاتا ہے کہ جو بات آپ بیان فرماتے ہیں وہ دل کی گہرائیوں میں اُترتی چلی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جو بیش قیمت لٹریچر اپنے پیچھے چھوڑا ہے وہ رہتی دنیا تک لوگوں کو درس ہدایت دیتا رہے گا۔

سیرۃ خاتم النّبیین

آپ کی سب سے شاندار اور اہم تصنیف '' سیرۃ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے۔ اس بے نظیر تصنیف کو گو مکمل طور پر آپ دنیا کے سامنے پیش نہیں فرما سکے مگر جس قدر حصہ بھی آپ نے

لکھا ہے وہ ایسا مکمل اور جامع ہے کہ آج تک آنحضرتﷺ کی سیرت پر جتنی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں وہ ان خصوصیات سے یکسر خالی ہیں جن سے یہ کتاب مرصع و مزیّن ہے۔ اس کتاب کا کمال یہ ہے کہ اس میں واقعات بھی ہیں، سیرت بھی ہے اور تمام ان اعتراضات کا مکمل طور پر ردّ بھی موجود ہے جو یورپین مستشرقین اور دیگر غیر مسلم مصنفین کی طرف سے آنحضرتﷺ اور اسلام پر کئے گئے ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اور حضور کے خلفاء کے علم کلام کی روشنی میں لکھی گئی ہے اس لئے اس میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی گئی جو کمزور اور بودی ہو جس پر دشمن گرفت کر سکے۔ سچ تو یہ ہے کہ غیر اسلامی حکومتوں خصوصاً یورپ اور امریکہ میں اسلام کا پیغام پہنچانے والے مبلغین کے ہاتھوں میں آپ نے یہ ایک زبردست ہتھیار دے دیا ہے جس سے اگر صحیح رنگ میں فائدہ اُٹھایا جائے تو سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ سے یہ ایک کتاب بے نیاز کر دیتی ہے۔ آپ کا استدلال ایسا قوی اور آپ کی گرفت ایسی مضبوط ہوتی ہے کہ جہاں اپنے عش عش کر اٹھتے ہیں وہاں بیگانوں کو بھی یہ بات تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ جو اعتراض اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا گیا تھا وہ بالکل لچر اور بیہودہ تھا اور اسلام کی تعلیم تو ایسی عمدہ اور اعلیٰ ہے کہ اس پر کوئی معقول اعتراض پڑ سکتا ہی نہیں۔ انداز بیان آپ کا ایسا سادہ اور دلکش اور تکلفات سے مبّرا ہوتاہے کہ پڑھنے والے کے دل پر ذرا بھی بوجھ نہیں پڑتا بلکہ وہ ایک قسم کی جاذبیت محسوس کرتا ہے۔ کتاب ختم ہو جاتی ہے مگر اس کا جی نہیں بھرتا۔ یہی خواہش رہتی ہے کہ کاش! یہ کتاب ابھی ختم نہ ہوتی اور میں اس گلستان میں ذرا اور سیر کر لیتا۔ اس کتاب میں جہاد سے متعلق اصولی بحث، مسئلہ غلامی سے متعلق اسلام میں تعلیم، تعدد ازدواج کی حکمتیں، اسلامی قانون ورثہ،فلسفہ حرمت شراب ، پردہ کی حکمتیں، حقیقت معجزہ اور اسلامی طرز حکومت اور مختلف تاریخی۔ علمی اور اقتصادی مسائل پر ایسی سیر کن بحثیں کی گئی ہیں کہ انہیں پڑھ کر بے اختیار آپ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں آپ کے درجات بلند کرے اور آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جن کے عشق و محبت میں آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بسر ہوا قدموں میں رکھے۔ آمین ثم آمین

سیرت المہدی

دوسری بے نظیر کتاب آپ کی ''سیرت المہدی'' ہے۔ اس کتا ب کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن میں نو سوپچھتر روایات ہیں۔ چوتھی جلد بھی آپ نے مرتب فرما لی تھی۔ لیکن افسوس وہ

آپ کی زندگی میں شائع نہ ہوسکی۔ اس کتاب میں نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا مضمون ہی بیان کیا گیا ہے بلکہ سلسلہ احمدیہ کی مستند ترین تاریخ بھی ہے۔

سلسلہ احمدیہ

تیسری کتاب جس کا نام ہے ''سلسلہ احمدیہ'' یہ آپ نے جلسہ خلافت جوبلی کے موقعہ پر ۱۹۳۹ء میں لکھی تھی اس کتاب کی تیاری کے لئے گو آپ کو وقت نہایت ہی قلیل ملا تھا لیکن آپ کی خداداد قابلیت سلسلہ کے لٹریچر پر عبور اور تاریخ احمدیت سے پوری پوری واقفیت کے باعث یہ بے نظیر علمی تحفہ نہایت ہی ٹھوس اور مستند معلومات کا مجموعہ بن گیا ہے۔ اس کتاب میں کیا لکھاہے اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''جماعت کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے پیش نظر یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایک ایسا رسالہ لکھ کر شائع کیا جائے جس میں اختصار اور وضاحت کے ساتھ بانی سلسلہ کے مختصر حالات،سلسلہ کی مختصر تاریخ، سلسلہ کے مخصوص مذہبی عقائد، سلسلہ کا نظام، سلسلہ کی موجودہ وسعت اور سلسلہ کے مستقبل کے متعلق امیدیں وغیرہ بیان کی جائیں۔ تاکہ اگر خدا چاہے تو یہ رسالہ دو رنگ میں مفید ہو سکے۔

'' اول: وہ ان غیر احمدی اور غیر مسلم محققین کے کام آ سکے جو سلسلہ کے متعلق مذہبی اور علمی بحثوں میں پڑنے کے بعد عام تاریخی رنگ میں مختصر مگر صحیح اور مستند معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

دوم: وہ ان نو احمدیوں اور نو عمر پیدائشی احمدیوں کے لئے بھی مفید ہو سکے جو سلسلہ احمدیہ میں نئے نئے داخل ہونے کی وجہ سے یا اپنی کم عمری یا مطالعہ کی کمی کی وجہ سے ابھی تک سلسلہ کی اصل غرض و غایت اور اس کے مخصوص مذہبی عقائد اور اس کی تاریخ سے ناواقف ہیں۔'' [1] یہ کتاب ۴۴۲ صفحات پر مشتمل ہے

تبلیغ ہدایت

اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کے وہ مسائل بیان کئے گئے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی صداقت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اس کتاب کے خاص اور اہم عنوانات یہ ہیں:

اسلام میں مجددین کا سلسلہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ اور اس کے دلائل، نزول مسیح اور ظہور مہدی کی بحث، وفات مسیح، مسیح و مہدی کی علامات، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کام،

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ مذاہب عالم تک پیغام حق پہنچانے کی کوشش اور اس میں کامیابی، مسیح موعود کی علامات پر اصولی اور تحقیقی نظر اور مسئلہ ختم نبوت کی حقیقت پر نہایت عمدہ روشنی ڈالی گئی ہے اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر قبولیت عطا فرمائی ہے کہ یہ مصنف کی زندگی میں چھ مرتبہ چھپ چکی ہے۔ ایک چھوٹی سی جماعت میں جسکی قوت خرید بھی بہت کم ہو کسی کتاب کا مصنف کی زندگی میں چھ مرتبہ شائع ہو جانا کتاب کے مقبول عام ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی تھی اور آخری مرتبہ ۱۹۵۸ء میں۔ اس کتاب کے کل صفحات ۳۸۰ ہیں۔

ہمارا خدا

بڑی تقطیع کے ۲۷۱ صفحات کی یہ کتاب ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت پر ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے یہ کتاب دسمبر ۲۷ء میں شائع ہوئی تھی۔اس کتاب میں جہاں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے دلائل اور فوائد پر بحث کی گئی ہے۔وہاں دہریت کے دلائل اور ان کا ردّ بھی نہایت شاندار طریق پر کیا گیا ہے۔

کلمۃ الفصل

یہ کتاب چھوٹی تقطیع کے ۱۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کی تصنیف کا سن ۱۹۱۵ء ہے اور یہ آپ نے اس وقت لکھی تھی جب کہ آپ ایم ۔اے کی تیاری میں مصروف تھے۔اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۴۱ء میں ''مسئلہ کفر و اسلام'' کے نام سے چھپا تھا۔

الحجة البالغه

یہ کتاب حضرت ممدوح نے ۱۹۱۷ء میں ایم ۔اے کے امتحان سے فارغ ہو کر لکھی تھی۔مسئلہ وفات مسیح علیہ السلام کے ہر پہلو کی اس میں مکمل اور جامع رنگ میں وضاحت کی گئی ہے۔اور جس قدر اعتراضات مخالفین کی طرف سے اس مسئلہ پر کئے جاتے ہیں ان کا تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔اس کتاب کے ۹۶ صفحات ہیں دوسری مرتبہ یہ کتاب فروری ۵۵ء میں اور تیسری مرتبہ جون ۵۵ء میں شائع ہوئی تھی۔

ختم نبوت کی حقیقت

جماعت احمدیہ پر ایک اہم الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ وہ ختم نبوت کی قائل نہیں۔اس افتراء کا اس کتاب میں نہایت ہی مدلّل جواب دیا گیا ہے۔اور ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کی امت میں ایسے انسان پیدا ہو سکتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ مکالمہ و مخاطبہ کرے اور

کثرت کے ساتھ اخبار غیبیہ ان پر ظاہر ہوں اور وہ امتی نبی کہلا سکیں۔اس مدعا کے اثبات کے لئے پہلے آپ نے قرآن مجید اور احادیث سے دلائل پیش کئے ہیں۔پھر مخالفین کے دلائل کا ردّ کیا ہے۔اور جس قدر اعتراضات اس مسئلہ پر کئے جاتے ہیں ان کا نہایت ہی تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔اور اپنے غیر از جماعت بھائیوں سے اپیل کی گئی ہے کہ تعصب کو بالائے طاق رکھ کر سوچیں۔کہ کیا آنحضرت ﷺ کے کسی غلام اور امتی کا ماموریت کے مقام پر فائز ہونا حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بڑھاتا ہے یا گھٹاتا ہے؟۱۷۶ صفحات کی یہ کتاب ۳۰ اپریل ۵۳ء کو شائع کی گئی تھی۔ختم نبوت کا مسئلہ باوجود مشکل اور علمی مسئلہ ہونے کے اس کتاب میں ایسے عام فہم اورسادہ رنگ میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص کے لئے اس کا سمجھنا آسان ہے۔

چالیس جواہر پارے

ایک سو اکتالیس صفحات کی یہ دلآویز کتاب آنحضرت ﷺ کی نہایت بیش قیمت اور اہم چالیس احادیث پر مشتمل ہے۔آپ نے پہلے ہر حدیث کا ترجمہ درج کیا ہے۔پھر ضروری مگر مختصر تشریح درج فرمائی ہے۔اس کتاب کے ایک ایک لفظ سے اس عشق ومحبت کا پتہ چلتا ہے جو حضرت میاں صاحبؓ کے دل میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا۔یہ کتاب دسمبر ۵۰ء میں شائع کی گئی تھی۔

ذکرِ حبیب پر چار تقاریر

جلسہ سالانہ کے مختلف مواقع پر آپ نے ’’ذکر حبیب‘‘ کے موضوع پر چار نادر اور اچھوتی تقریریں فرمائی ہیں جو’’سیرت طیبہ‘‘ دُرّ منثور‘‘ دُرّ مکنون‘‘ اور آئینہ جمال‘‘ کے ناموں سے شائع ہو چکی ہیں۔

پہلی تقریر ۱۹۵۹ء کے جلسہ سالانہ پر فرمائی تھی جو کتابی سائز کے ۱۰۸ صفحات پر شائع شدہ موجود ہے۔یہ تقریر تین حصوں پر مشتمل ہے۔اول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت الٰہی کے روح پرور واقعات۔ دوم آپ کے عشقِ رسول ﷺ کے محیر العقول واقعات۔ سوم آپ کے شفقت علیٰ خلق اللہ کے نہایت ہی ایمان افروز نمونے۔

دوسری تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۶۰ء کے موقع پر ارشاد فرمائی۔اس تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک اور مطہر زندگی کے واقعات اور روحانی کمالات کے حالات اپنے عجیب اورمخصوص رنگ میں بیان کئے گئے ہیں۔یہ تقریر بھی ۱۲۰ صفحات پر مشتمل کتابی سائز میں شائع شدہ موجود ہے۔ان دونوں تقریروں کا انگریزی اور عربی زبانوں میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

تیسری تقریر ذکر حبیب کے موضوع پر آپ نے ۱۹۶۱ء کے جلسہ سالانہ میں فرمائی جس کا عنوا ن آپ نے ''درمکنون'' رکھا یعنی غلافوں میں لپٹے ہوئے موتی۔اس نام میں یہ اشارہ کرنا مقصود تھا کہ گو اس وقت دنیا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کو قبول نہیں کیا۔لیکن وقت آتا ہے کہ آپ کے لائے ہوئے بیش بہا موتیوں پر سے پردے اترنے شروع ہوں گے اور دنیا ان کی قدر و قیمت کو پہچانے گی۔کیونکہ یہ الٰہی تقدیروں میں سے ہے۔ اس تقریر کے چھیانوے صفحات ہیں اور بے حد دلچسپ اور ایمان افزا واقعات پر مشتمل ہے۔

ذکر حبیب کے موضوع پر چوتھی اور آخری تقریر ۱۹۶۲ء کے جلسہ سالانہ پر سنائی گئی تھی۔آپ کی طبیعت چونکہ بیماری کی وجہ سے بہت حد تک کمزور ہو چکی تھی۔اس لئے آپ کے ارشاد کے ماتحت یہ تقریر حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے سنائی تھی۔مجھے خوب یاد ہے جب میں حضرت ناظر صاحب کے ارشاد پر آپ کو لینے کے لئے آپ کی کوٹھی ''البشریٰ'' میں گیا تو آپ نہایت ہی آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر اپنے فرزند ارجمند حضرت میاں مظفر احمد صاحب اور داماد محترم میاں وقیع الزمان خاں صاحب کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے باہر تشریف لائے۔خاکسار جو اس وقت کار کے ساتھ کھڑا تھا آپ کی علالت کے پیش نظر مصافحہ کے لئے جرأت نہ کر سکا۔مگر حضرت ممدوح نے خود ہی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ازراہ شفقت خیریت بھی پوچھی اتنے بڑے انسان کا ایسی حالت میں ایک خادموں کے خادم کو مصافحہ کا شرف بخشنا عجیب رنگ رکھتا تھا۔آپ کے پاکیزہ اخلاق کا یہ روح پرور نظارہ مجھے زندگی بھر نہیں بھولے گا۔

خاندانی منصوبہ بندی

کچھ عرصہ ہوا آپ نے ایک چھوٹا سا رسالہ ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے نام سے تحریر فرمایا تھا۔اور اس میں ملک کے مفکرین کے ان خدشات کا جواب تھا جو ان کے دلوں میں انسانوں کی شرح پیدائش اور شرح اموات اورزمین کی اوسط پیداوار سے پیدا ہورہے تھے۔وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر ضبط تولید پر عمل نہ کیا گیا تو ملک کا غذائی مسئلہ نہایت نازک صورت اختیار کر جائے گا۔جس کے عواقب خطرناک اور اثرات المناک ہو سکتے ہیں۔آپ نے اس مسئلہ کے روحانی اور اخلاقی پہلو کو ایسے ٹھوس اور ناقابل تردید دلائل سے مبرہن فرمایا کہ وہ لوگ جن کو اس مسئلہ نے پریشان کر رکھا تھا۔جب انہوں نے آپ کا یہ رسالہ پڑھا تو آپ کے علم اور وسیع نظر کو دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے۔آپ نے مختلف ممالک اور اپنے ملک کی زرعی پیداوار کا مقابلہ و موازنہ کیا۔اور وہ دلائل جو

ضبط تولید کے حق میں دیئے جاتے تھے ان میں سے بھی ایک ایک کو لے کر ان کا مدلّل ومسکت جواب دیا۔غرض یہ رسالہ اس مسئلہ کے حل کے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔

عید کی قربانیاں

ایک رسالہ آپ نے ''عید کی قربانیاں'' کے نام سے لکھا تھا۔اس رسالہ میں ان علماء اور اقتصادیات کے نام نہاد ماہرین کے سوالات کا جواب ہے۔جنہوں نے عید کی قربانیوں کو روک کر وہ روپیہ غربا و مساکین فنڈ میں دینے کی تحریک جاری کر رکھی تھی۔مثلاً یہی سوال کہ **لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماء ھا ولٰکن ینالہ التقویٰ منکم** (۲) کہ اے مومنو!قربانیوں کے جانوروں کا گوشت اور خون خدا کونہیں پہنچتا۔ بلکہ تمہاری طرف سے تقویٰ کی وہ روح پہنچتی ہے جس کے ماتحت تم یہ قربانیاں کرتے ہو' سے ظاہر ہے کہ قربانی کی ظاہری صورت کوئی چیز نہیں بلکہ تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسرے رنگ میں خرچ کرنا بھی کافی ہے۔اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

''یہ استدلال کتنا غلط کتنا بے بنیاد اور قرانی محاورہ کے خلاف ہے ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا یہی منشا تھا جو بعض جلد باز لوگوں نے اس آیت سے سمجھا ہے یعنی صرف قربانیوں کی روح مدنظر تھی تو پھر اس آیت کے ساتھ لگتی ہوئی آیت میں انہی قربانیوں کے متعلق یہ کیوں فرمایا کہ **فکلوا منھا و اطعمو القانع والمعتر** (۳)یعنی اے مسلمانو تم ان قربانیوں کا گوشت خود بھی کھاؤ اور پھر ایسے لوگوں کو بھی کھلاؤ جو غریب اور پریشان حال ہیں خواہ وہ سائل ہوں یا غیر سائل۔'' (۴)

آپ نے اس مسئلہ کے اقتصادی پہلو پر بھی سیر کن بحث فرمائی ہے اوراعداوشمار پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ جو خطرہ محسوس کیا جارہا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔

اس قسم کے آپ نے بیسیوں ٹریکٹ اور مضامین لکھے جو جماعت کے روزنانہ اخبار''الفضل'' اور سلسلہ کے دوسرے رسالوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔''الفضل'' کے مضامین کی فہرست تو کتاب کے آخر میں لگا بھی دی گئی ہے تا جو لوگ ان سے فائدہ اٹھانا چاہیں ان کے لئے آسانی ہو۔

بسم اللہ لکھنے کا اہتمام

محترم سید مختار احمد صاحب ہاشمی ہیڈ کلرک نظارت خدمت درویشاں تحریر فرماتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر دفتر کی ڈاک لے کر حاضر ہوا آپ نے کام کے اختتام پر فرمایا کہ میرے قلم کا نِب خراب ہو گیا

ہے۔ آپ مجھے بازار سے کوئی اچھا سا قلم خرید کر لادیں۔ چنانچہ میں بازار سے دو تین نمونے لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے ایک کاغذ پر باری باری ہر قلم سے کچھ لکھا اور بالآخر ایک قلم پسند فرما لیا۔ آپ نے مجھے اس قلم کی لکھائی بھی دکھائی۔ جب میں نے کاغذ دیکھا تو اس پر کئی مرتبہ ''بسم اللہ'' لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جب کبھی بھی نیا قلم خرید کیا ہے تو اس سے ہمیشہ پہلے ''بسم اللہ'' ہی لکھی ہے۔ جب قلم کا خط اور روانی دیکھنے کے لئے کچھ لکھنا ہی ہے تو بجائے کچھ اور لکھنے کے یا یونہی لکیریں ڈالنے کے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اسے اللہ کے نام سے شروع کیا جائے۔''

السلام علیکم لکھنے کی تلقین

اسی طرح قافلہ قادیان کے سلسلہ میں جو خطوط سرکاری دفاتر کو انگریزی میں بھجوائے جاتے اُن کے بارہ میں آپ نے دفتر کو مستقل ہدایت دے رکھی تھی کہ ان کی ابتداء میں

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم لکھا جائے اور جہاں خطاب کیاجائے وہاں السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ لکھا جائے۔ چنانچہ دفتر کی طرف سے اس کی پوری پابندی کی جاتی رہی ہے۔'' [۵]

مضامین کی صحت کے متعلق احتیاط

آپ اس امر کو خوب سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرزند اور قمر الانبیاء کا مصداق اور آسمان روحانیت کا ایک درخشندہ گوہر ہونے کی وجہ سے بعد میں آنے والے لوگ آپ کی تحریرات کو سند کے طور پرا ستعمال کریں گے اس لئے آپ حتیٰ الامکان اپنی تصنیفات کی صحت اور درستی کے بارہ میں نہایت ہی احتیاط برتتے تھے حوالجات ہر مرتبہ اصل کتابوں سے دیکھنے کا التزام فرماتے تھے اور کتابت کی غلطیوں کو بہت اہتمام سے درست کرواتے تھے۔ ربوہ میں آپ کی کتابوں کی کتابت عموماً مکرم میاں نور الدین صاحب خوشنویس کرتے تھے۔ وقتاً فوقتاً آپ انہیں بعض ہدایات بھی لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ یہاں آپ کی چند چٹھیاں اس لئے درج کی جاتی ہیں کہ تا احباب اندازہ لگا سکیں کہ آپ کو کتابت کی صحت اور درستی کا کس قدر خیال رہتا تھا۔

۱۔ مکرم میاں نورالدین صاحب کاتب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ بعض جگہ اپنی طرف سے بعض ناموں کے ساتھ رضؓ کا لفظ لکھ دیتے ہیں۔ آئندہ

صرف اس جگہ ایسا لفظ لکھا کریں جہاں میں نے خود لکھا ہے ورنہ پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔ خاکسار

مرزا بشیر احمد ۲۴-۲-۶۰

۲- مکرم میاں نورالدین صاحب کاتب السلام علیکم و رحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

۱) میں نے پہلی کاپی سرسری طور پر دیکھی ہے۔ ایک جگہ آپنے سلسلہ احمدیہ کی جگہ صرف سلسلہ لکھ دیا ہے چند ایسی غلطیاں تو بعض اوقات رہ جاتی ہیں۔ احتیاط رکھیں۔

۲)مگر بعض جگہ عبارت زیادہ گنجان ہو گئی ہے مثلاً ایک جگہ آپ نے برسر اقتدار کے الفاظ بہت گنجان کر دیئے ہیں۔

۳) نیز ایک جگہ فقرہ ختم ہونے کی علامت الٹے کامے "،" کی صورت میں ڈالی ہے۔ میں اس کے بہت خلاف ہوں۔ جہاں ایسی ضرورت ہو وہاں سادہ ڈیش "۔" ڈالنا چاہیے................. ان باتوں کا خیال رکھیں۔اللہ آپ کی نصرت فرمائے۔ خاکسار

مرزا بشیر احمد ۱۶-۲-۶۰

۳- ۱۳-۲-۶۰ کو ایک ہدایت میں تحریر فرمایا:

مکرم میاں نورالدین صاحب کاتب السلام علیکم و رحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

۱) آپ "سیرت طیبہ" کی کاپی لکھتے وقت یہ خیال رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ لکھتے ہوئے "الصلوٰۃ" کا لفظ نہ بڑھایا کریں بلکہ صرف " علیہ السلام" لکھا کریں۔☆

۲) نیز جہاں میں نے خالی مسیح موعود لکھا ہے اور اس کے ساتھ علیہ السلام کے الفاظ نہیں لکھے وہاں آپ بھی صرف حضرت مسیح موعود کے الفاظ لکھیں۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد ۱۳-۲-۶۰

☆ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مجھ سے بھی دریافت فرمایا تھا کہ "آپ حضرت مسیح موعود کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا کرتے ہیں یا "علیہ الصلوٰۃ والسلام؟" میں نے عرض کیا کہ حضور! میں تو "علیہ الصلوٰۃ والسلام" لکھا کرتا ہوں۔ فرمایا "میں تو علیہ السلام" لکھا کرتا ہوں۔ کیونکہ جب ہم آنحضرتﷺ کے نام کے ساتھ صرف "صلعم" لکھتے ہیں تو حضرت مسیح موعود جو حضور کے غلام ہیں آپ کے نام کے ساتھ " الصلوٰۃ والسلام" دو الفاظ کیوں لکھیں۔صرف علیہ السلام ہی کافی ہے۔ (عبدالقادر مؤلف)

۴- میاں نورالدین صاحب کاتب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبر کاتہٗ

چھ کاپیاں ارسال ہیں۔ احتیاط سے درست کر کے مجھے واپس بھجوائیں۔ لفظ ایک دوسرے کے اوپر نہ چڑھائے جائیں۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۵۹-۶-۲۶

۵- مکرمی میاں نورالدین صاحب کاتب السلام علیکم و رحمتہ اللہ وبر کاتہٗ

آپ بیمار تھے۔ اب کیا حال ہے؟ رسالہ ''عید کی قربانیاں'' کی کتابت جلد ختم کریں۔ کیونکہ اس کے بعد ایک اور رسالہ بھی آ رہا ہے۔ عید کی قربانیاں والا رسالہ بڑی احتیاط سے لکھیں کیونکہ مسودّہ بہت کٹا پھٹا ہے۔ کوئی غلطی نہ رہ جائے۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۵۹-۱۰-۱۸

۶- مکرمی منشی نورالدین صاحب کاتب السلام علیکم و رحمتہ اللہ وبر کاتہٗ

مجھے مسودّہ ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے صفحہ ۱۵ اور صفحہ ۴۲،۴۳،۴۴ اور تتمہ والے حصہ میں سے کچھ تبدیلی کرانی ہے۔ مہربانی کر کے پندرہ بیس منٹ کے لئے مجھے مسودّہ بھجوا دیں۔ امید ہے آپ نے سترہ سطری مسطر شروع کی ہوگی۔ خط بہت صاف اور عمدہ ہونا چاہیے۔ یہ رسالہ اچھے طبقے میں جانا ہے۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۵۹-۱۲-۳۱

۷- ایک اور چٹھی میں دیگر ہدایات کے علاوہ تحریر فرمایا کہ

(الف) عربی اشعار اور عربی عبارت بڑی خوبصورت اور صاف صاف لکھی جائے۔ (ب) پیروں کا بہت خیال رکھا جائے۔ میں نے نشان لگا دیئے ہیں۔ (ج) اقتباسات دونوں طرف جگہ چھوڑ کر لکھے جائیں۔ (د) حوالے جو سرخ خطوط وحدانی کے اندر ہیں۔ فٹ نوٹ کی صورت میں لکھے جائیں۔ (ذ) اگر کتابت میں کوئی غلطیاں رہ جائیں تو وہ چیپی لگا کر درست کی جائیں اور خط میں سرمو فرق نہ آنے دیا جائے۔ (ر) میں اس کتاب کی خدا کے فضل سے بہترین کتابت اور بہترین طباعت چاہتا ہوں۔ اگر مہاشہ صاحب (فضل حسین صاحب) یا کاتب صاحب اس کے لئے تیار نہ ہوں تو ابھی سے جواب دیدیں۔ (ز) میاں نور الدین صاحب کو ساری کتابت خود کرنا ہو گی

اور تصحیح بھی خود کرنی ہوگی☆۔ (س) ہماری کوئی کتاب تو شاندار نکلنی چاہیے۔ (ش) کاغذ بھی اعلیٰ لگایا جائے۔"

مرزا بشیراحمد ۶۰-۲-۱۱

مضمون نگاری سے متعلق ہدایات

محترم سید فضل الرحمان صاحب فیضی آف منصوری حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے احسانا ت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"مضمون نگاری کے سلسلہ میں بھی ایک موقعہ پر قادیان میں حضرت میاں صاحبؓ نے اس عاجز کمترین کو ایک نہایت بیش بہا نادر اور مستحکم ہدایت سے مستفیض فرمایا تھا۔یہاں اس کا ذکر ہمارے ان عزیز نوجوانوں کے لئے جو سلسلہ کے لئے مضامین لکھنے کا شوق رکھتے ہیں۔انشاء اللہ مفید وبابرکت ثابت ہو گا۔اوائل ۱۹۴۶ء کی بات ہے کہ میرے ایک تعلیم یافتہ غیر احمدی دوست نے ذکر کیا کہ آج کل جمہوری نظام حکومت پر بڑی گرما گرم بحثیں ہو رہی ہیں۔کانگرسی علماء خالص جمہوری نظام کو تعلیم اسلام کے عین مطابق فرماتے ہیں۔تعلیم یافتہ مسلمان بھی اس کے حامی ہیں۔اُن کے مقابل بعض علماء حکومت الٰہیہ کا نعرہ بلند کرنے میں مصروف ہیں۔اس کے بارہ میں جماعت احمدیہ کا نقطہ نظر کیا ہے؟میں نے جواب میں قرآن مجید اور تاریخ کی روشنی میں "نظام خلافت" کو بالوضاحت ان کے سامنے بیان کر دیا۔جس کو سن کر وہ بہت متأثر ومحظوظ ہوئے اور پر زور مطالبہ کیا کہ میں اپنے خیالات قلم بند کر کے اخبار میں شائع کرا دوں۔تمام احمدی دوست جنہوں نے "تفسیر کبیر" کا مطالعہ کیا ہے جانتے ہیں کہ اس میں حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے متعدد مقامات پر بڑی شرح وبسط سے نظام خلافت کو بیان فرمایا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے تو یہ مضون بفضلہٖ تعالیٰ بالکل صاف ہے اور کسی قسم کی پیچیدگی یا ابہام نہیں رکھتا۔تاہم موازنہ کی خاطر میں نے مضامین لکھنے سے قبل دنیا کی مختلف جمہوریتوں کے مروجہ آئین کا بھی مطالعہ کر لیا۔اور پھر قادیان میں ایک مضمون زیر عنوان"جمہوریت اور اسلامی طرز

☆ یہ آپ نے اسلئے لکھا کہ میاں نورالدین صاحب کا ایک لڑکا بھی کتابت کرتا ہے اور مہاشہ فضل حسین صاحب کا ذکر اس لئے کیا کہ مہاشہ صاحب اس کتاب کے پبلشر تھے۔

حکومت‘‘اخبار الفضل کے لئے لکھ دیا۔اتفاق سے ان دنوں چیف ایڈیٹر الفضل مکرم خواجہ غلام نبی صاحب مرحوم رخصت پر گئے ہوئے تھے اُن کی غیر موجودگی میں اسسٹنٹ ایڈیٹر صاحب کام کر رہے تھے۔انہوں نے میرا مضمون دیکھا تو کچھ گھبرائے اور فرمایا کہ میں اس کی اشاعت کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔البتہ قادیان کے دو تین اہل علم و قلم حضرات اگر اس مضمون سے اتفاق فرمائیں تو شائع ہو جائے گا۔موصوف کی گھبراہٹ پر مجھے کچھ شبہ سا ہوا۔تا ہم ان کی تسلی کے لئے میں نے مکرم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل اور مکرم مولانا ابولعطاء صاحب کو وہ مضمون دکھا دیا۔انہوں نے پڑھ کر نفس مضمون سے اتفاق فرمایا۔پھر میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں بھی برائے مشورہ وہدایت حاضر ہوا۔ آپ نے اس مضمون کے پہلے چند پیرا گراف ملاحظہ فرما کر ازراہ تلطف اپنے مخصوص دلآویز انداز میں فرمایا۔ یہ ہمیشہ یادرکھیں کہ مضمون کو کئی جگہ دکھانا اچھی بات نہیں۔اس سے خود اعتمادی کی روح مجروح ہوتی ہے۔ہر انسان جدا گانہ خیال رکھتا ہے۔دوسروں کی آراء وترمیمات کا دخل لازماً اصل مضمون کی ہیئت بدل دیتا ہے۔اور پھر وہ اپنا مضمون نہیں رہتا۔بلکہ دوسروں کے خیالات کا مرقع بن جاتا ہے۔یہی بات خود اعتمادی کے منافی ہے اس لئے اصولاً اتنا ضرور دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ جس موضوع پر مضمون لکھنا ہے وہ حتی الوسع پہلے اچھی طرح سمجھ لیا گیا ہے اور پھر دیانتداری سے قال اللہ و قال الرسول کی روشنی میں ہی اس کولکھا ہے۔ان دوباتوں پر جب دل گواہی دے دے تو پھرمضمون اخبار کے حوالہ کر دیناچاہیے۔‘‘اسٹنٹ ایڈیٹر صاحب نے مذکورہ بالا کوائف معلوم کر کے پھر میرا مضمون الفضل مجریہ ۲۱/اکتوبر ۱۹۴۶ء میں شائع کر دیا۔‘‘ [۶]

دوستوں کوعلمی اور تحقیقی مضامین لکھنے کی دعوت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو جماعت کی روحانی تربیت عملی اصلاح اورعلمی ترقی کا ہر گھڑی خیال رہتا تھا۔آپ نے مقدور بھر اس سلسلہ میں رہنمائی فرمائی ہے۔اور نوجوانوں کوہر موقعہ پر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ ہر میدان میں دوسروں کے لئے نمونہ ثابت ہوں۔آپ کو ۱۹۵۸ء میں رؤیا میں تحریک کی گئی کہ احمدی نوجوانوں کوتحقیقی مضامین لکھنے اور اسلام و احمدیت کی تائید میں علمی لٹریچر تصنیف کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔اس پر آپ نے الفضل

کے سالانہ نمبر ۱۹۵۸ء نیز ۲ جنوری ۱۹۵۹ء میں دو پر زور مقالے رقم فرمائے جن میں تحریر فرمایا کہ

"قلم علم کی اشاعت اور حق کی تبلیغ کا سب سے اہم اور سب سے مؤثر ترین ذریعہ ہے اور زبان کے مقابلہ پر قلم کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس کا حلقہ نہایت وسیع اور اس کا نتیجہ بہت لمبا بلکہ عملاً دائمی ہوتا ہے۔زبان کی بات عام طور پر منہ سے نکل کر ہوا میں گم ہو جاتی ہے۔سوائے اس کے کہ اسے قلم کے ذریعہ محفوظ کر لیا جائے۔مگر قلم دنیا بھر کی وسعت اور ہمیشگی کا پیغام لے کر آتی ہے اور پریس کی ایجاد نے تو قلم کو وہ عالمگیر پھیلاؤ اور وہ دوام عطا کر دیا ہے جس کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں کیونکہ قلم کا لکھا ہوا گویا پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔جسے کوئی چیز مٹا نہیں سکتی اور قلم کو یہ مزید خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اسے اپنے منبع کی نسبت کے لحاظ سے کامل یقین کا مرتبہ میسر ہوتا ہے۔ہمیں بعض اوقات کسی شخص کی طرف سے کوئی بات زبانی طور پر پہنچتی ہے مگر اس کے سننے والوں کی روایت میں اختلاف ہو جاتا ہے مگر جب کسی شخص کے قلم سے کوئی بات نکلے تو پھر اس بات کے منبع اور مآخذ کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔بہر حال اس زمانہ میں جب کہ اسلام کے دشمن اسلام کی تعلیم اور حضرت سرور کائناتﷺ کی ذات والا صفات کے خلاف ہزاروں لاکھوں رسالے اور کتابیں شائع کر رہے ہیں۔قلم سے بڑھ کر اسلام کی مدافعت اور اسلام کے پر امن مگر جارحانہ علمی اور روحانی حملوں سے زیادہ طاقتور کوئی اور ظاہری ذریعہ نہیں۔

پس اے عزیزو اور میرے دوستو! اپنے فرض کو پہچانو سلطان القلم کی جماعت میں ہو کر اسلام کی قلمی خدمت میں وہ جوہر دکھاؤ کہ اسلاف کی تلواریں تمہاری قلموں پر فخر کریں۔ تمہارے سینوں میں اب بھی سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اور دیگر صحابہ کرام اور قاسم اور قتیبہ اور طارق اور دوسرے فدایان اسلام کی روحیں باہر آنے کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ انہیں رستہ دو کہ جس طرح وہ قرون اولیٰ میں تلوار کے دھنی بنے اورایک عالم کی آنکھوں کو اپنے کارناموں سے خیرہ کیا۔اسی طرح اب وہ تمہارے اندرسے ہو کر (کیونکہ خدا اب بھی انہیں قدرتوں کا مالک ہے) قلم کے جوہر دکھائیں اور دنیا کی کایا پلٹ دیں۔"

"۲:مضمون کے انتخاب کے متعلق میرا یہ مشورہ ہے کہ صرف ان مضمونوں کو چنا جائے

جو حکیمانہ طریق پر وقت کی کسی اہم ضرورت کو پورا کرنیوالے ہوں۔اوردنیا ان مضمونوں کے لئے پیاسی ہو۔اوراس تعلق میں یہ خیال روک نہیں بننا چاہیے کہ کسی مضمون پر کچھ عرصہ پہلے لکھا جا چکا ہے کیونکہ زمانہ کے حالات بدلتے رہتے ہیں ۔کئی مضامین حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں لکھے گئے اور انہوں نے دنیا کی پیاس بجھائی۔ مگر آج ان مسائل کے نئے نئے پہلو پیدا ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے ان پر سوچنا اور ان کے متعلق قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لٹریچر اور دیگر بنیادی لٹریچر سے اصولی روشنی حاصل کر کے زمانہ کے نئے مسائل کو حل کرنا یا پرانے مسائل کی نئی گتھیوں کا سلجھانا جماعت کے خادم دین علماء کا کام ہے۔ اقوام عالم کی رُوحیں دلوں کو منور کرنے والی نئی روشنی کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ صدیوں کے تعصب کی وجہ سے وہ اسلام کے نام سے تو ابھی تک بیشتر صورت میں متنفر ہیں۔ مگر اسلام کی حقیقت کو اپنانے کے لئے بیچین بھی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ نبوت سے معمور کلام جو آج سے پچپن سال پہلے کہا گیا۔ آفتاب عالمتاب کی طرح افق مشرق سے بلند ہو کر مغرب کے مرغزاروں میں بزبان حال گونج رہا ہے کہ

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

” یہی حال احمدیت کا ہے اور جماعت کو برا بھلا کہتے ہوئے بلکہ ہرقسم کے فتوے لگاتے ہوئے بھی غیر احمدی دنیا جماعت احمدیہ کے خیالات اور نظریات کو مسلسل اپناتی چلی جاتی ہے۔ یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم کا کرشمہ ہے۔ جس کے پیچھے خدا کی عظیم الشان نصرت اور رُوح القدس کی زبردست تائید کام کر رہی ہے۔ پس اے عزیزو اور دوستو! آگے آؤاوراپنی قلموں کو اسلام کی تائید میں حرکت دو کہ اس سے بڑھ کر تمہارے لئے کوئی برکت نہیں۔ اس وقت بہت سے اچھوتے اورنیم اچھوتے مضمون تمہاری قلموں کی جنبش کا انتظار کر رہے ہیں اور ساغرحسن صرف ایک انگلی کے اشارے پر چھلکنے کے لئے تیار ہے اور تمہارے لئے صرف مفت کا اجر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اس وقت جو مضمون زیادہ توجہ طلب نظر آتے ہیں وہ میرے خیال میں یہ ہیں۔
۱-بین الاقوامی تعلقات کے متعلق اسلامی تعلیم۔ ۲-بین الاقوامی مصالحت کی شرائط ۳- ملکی اور قومی معاہدات۔ ۴- مذہبی رواداری۔ ۵- دوسری قوموں کے مذہبی پیشواؤں کے متعلق اسلامی تعلیم۔ ۶- یہ مضمون کہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہر قوم میں رسول آئے ہیں۔ ۷- اسلام اور دیگر شرائع کی باہمی نسبت اور ان کا مقابلہ۔ ۸-یہودیت او ر اسرائیلیت کے متعلق اسلامی پیشگوئیاں۔ ۹- مسیح ناصریؑ کے حقیقی اور مزعومہ معجزات۔ ۱۰- وفات مسیح از رُوئے انجیل و تاریخ۔ ۱۱- اشتراکیت اور سرمایہ داری اور نظام اسلامی کا مقابلہ۔ ۱۲- وحی والہام کی حقیقت اور اس کا اجراء۔ ۱۳-ختم نبوت کی حقیقت۔ ۱۴- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عدیم المثال مقام اور آپ کا افضل الرسل ہونا۔ ۱۵- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات۔ ۱۶- مسیح کے نزول ثانی کا وعدہ۔ ۱۷- مسیح موعود کے نزول کی حقیقت۔ ۱۸- حضرت مسیح موعودؑ کے لٹریچر کی اہمیت اور یہ کہ دوسرے مسلمانوں نے بلکہ دوسری قوموں نے اسے کس طرح غیر شعوری طور پر اپنایا ہے اور اپنا رہے ہیں۔ ۱۹- اسلام میں روحانیت۔ ۲۰- اسلام کی اخلاقی تعلیم۔ ۲۱- اسلام میں جہاد کی حقیقت۔ ۲۲- ضبط تولید کا مسئلہ۔ ۲۳- اسلامی پردہ کی حقیقت اور یہ کہ کس طرح پردہ کے باوجود عورتیں ترقی کر سکتی ہیں۔ اور قومی زندگی میں حصہ لے سکتی ہیں۔ ۲۴- تعدد ازدواج اور یہ کہ یہ تعلیم خاص انفرادی اور قومی ضروریات کے لئے ہے اور اس کی خاص شرائط ہیں۔ ۲۵- خلافت کی حقیقت اور اس کی ضرورت اور اہمیت ۔ ۲۶- اسلام کا اقتصادی نظام اور سود اور بیمہ وغیرہ کے مسائل۔ ۲۷- اسلام کا تعزیری نظام۔ ۲۸- ہستی باری تعالیٰ منقولی اور معقولی طریق پر ۲۹- یوم آخرت اور بعث بعد الموت۔ ۳۰-جنت و دوزخ کی حقیقت۔ ۳۱- فرشتوں کا وجود اور ان کا کام۔ ۳۲- تناسخ اور اس کے مقابل پر اسلامی تعلیم۔ ۳۳- حضرت مسیح موعود کا کرشن ہونے کا دعویٰ۔ ۳۴- ہندوؤں میں آخری زمانہ میں ایک اوتار کی بعثت

کی پیشگوئی۔ ۳۵- حضرت بابا نانک کا روحانی مقام‘‘

قارئین کتاب ہذا پر واضح رہے کہ آپ کا اپنا یہ حال تھا کہ آپ تربیتی اور اصلاحی نیز علمی مضامین لکھنے کا کوئی موقعہ بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ مرکز سلسلہ سے یا بیرونی دنیا سے احمدیوں کے جتنے پرچے بھی نکلتے ہیں۔ تمام کے اہم نمبر نکلنے پر آپ سے تقاضا ہوتا تھا کہ آپ ازراہ نوازش اس پرچہ کے لئے کوئی مضمون دیں اور آپ اس قسم کے مطالبات کو پورا کرنے میں ایک گونہ خوشی محسوس فرماتے تھے۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی علمی معاونت

حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ کو معلوم ہوتا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ آجکل کوئی خاص تحقیق فرما رہے ہیں تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آپ اپنی رائے یا تحقیق بھی پیش فرما دیتے تھے تاکہ حضور کے کام میں آسانی ہو۔ چنانچہ ذیل کے تین خطوط اس امر پر شاہد ناطق ہیں:

۱- سیدنا السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور ایامیٰ کے معنی کے متعلق تحقیق فرما رہے ہیں۔ سو اس وقت جو لغت کی کتابیں میرے پاس ہیں ان میں اس لفظ کے یہ معنی لکھے ہیں:

۱- مفردات راغب: الایامیٰ جمع الا یّم وھی المرأ ۃ التّی لا بعل لھا وقد قیل الرجل الذی لا زوج لہٗ

۲- نہایہ ابن اثیر: الایّم فی الا صل التی لا زوج لھا بکرا کانت اُوثیّباً. مطلقّاً کانت او متوفیّٰ عنھا.

۳- فتح القدیر شوکانی: الا یمّ التی لا زوج لھا بکراً کانت اوثیّباً. قال ابو بکر ولکسائی اتفق اھل اللغۃ علیٰ ان الا یمّ فی الاصل ھی المرأۃ التی لا زوج لھا بکرا کانت او ثیبا وقال ابو عبید یقال رجل ایم والمِرأۃٌ ایّم واکثر ما یکون فی النساء.

۴- منجد: اٰم الرجل من زوجتہٖ اوالمرأۃ من زوجھا فقدھا او فقد تہ فھو وھی ایّم.

اس وقت تک یہی معلوم ہوا ہے ہم ترجمہ قرآن کریم انگریزی تک یہی سمجھتے تھے کہ ایامیٰ سے صرف بیوگان مراد ہیں۔ لیکن جب ان دنوں میں تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس

سے مراد ہر غیر شادی شدہ عورت ہے خواہ بیوہ ہو یا باکرہ بلکہ غیر شادی شدہ مرد بھی اس میں شامل ہیں۔ والسلام

۵۰-۱۰-۸ خاکسار مرزا بشیر احمد

۲- سیّدنا السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

نخلہ سے کوئی صاحب پیغام لائے ہیں کہ حضور سے کسی نے میرے متعلق عرض کیاہے کہ مجھے حضرت ماریہ قبطیہ کے متعلق ایسا حوالہ یاد ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لونڈی نہیں تھیں بلکہ منکوحہ بیوی تھیں۔ سو رپورٹ کرنے والے صاحب کو غلطی لگی ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا بلکہ یہ کہا تھا۔ کہ بلاواسطہ تو کوئی حوالہ نہیں ملتا مگر بالواسطہ بعض ایسے حوالے ملے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ کو آزاد کرکے اپنے نکاح میں لیا تھا۔ یہ حوالے حسب ذیل ہیں۔حضور غور فرما لیں۔

۱- آنحضرت ﷺ نے شروع سے ہی حضرت ماریہ کو پردہ کرایا تھا۔ (زرقانی جلد ۳ صفحہ۲۷۲ بحوالہ ابن سعد) اور پردہ کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ صرف آزاد عورتیں اور ازواج ہی کرتی تھیں چنانچہ روایت آتی ہے کہ جب غزوہ خیبر میں آنحضرت صلعم نے حضرت صفیہ کو پردہ کرایا تو اس قرینہ سے صحابہ نے سمجھ لیا کہ وہ زوجہ ہیں۔ نہ کہ ملک یمین (زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۵۷، ۲۵۸ بحوالہ بخاری)

۲- یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کوئی ذاتی غلام نہیں رکھا بلکہ جو لونڈی غلام بھی آپ کے قبضہ میں آیا آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ (سیرۃ خاتم النّبیین حصہ دوم بحوالہ بخاری)

ان دو بالواسطہ قرائن سے میں نے استدلال کیا تھا کہ حضرت ماریہ زوجہ تھیں نہ کہ ملک یمین۔ اور اسی بات کا میں نے بعض دوستوں سے ذکر کیا تھا کہ بالواسطہ دلائل سے اُن کا زوجہ ہونا ثابت ہے ورنہ مجھے کوئی بلاواسطہ حوالہ یاد نہیں۔ **واللّٰہ اعلم بالصواب.** فقط

والسلام خاکسار مرزا بشیر احمد

۵۷-۸-۲۳ ربوہ

لفافہ کے اوپر حضرت صاحب کا ایڈریس یوں لکھا ہے:

بابت حضرت ماریہ قبطیہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ

کیمپ نخلہ

مرزا بشیر احمد

۲۳-۸-۵۷

نوٹ: لفافہ کے دوسری طرف لکھا ہے۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فصل الخطاب اورنورالدین میں حضرت ماریہ قبطیہ کو ام ولد بیوی لکھا ہے

۳- ۱۹۴۶ء کے ابتدا میں جب حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تفسیر القرآن کا دیباچہ لکھوانا شروع کیا تو اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے قرآن کریم سے تعلق رکھنے والے بعض ضروری مضامین کی ایک فہرست مرتب فرما کر حضور کی خدمت میں اس غرض کے لئے بھجوائی کہ اگر حضور مناسب خیال فرمائیں تو دیباچہ میں ان امور پر مختصر بحث فرمائی جائے۔

یہ فہرست چونکہ قرآنی مطالب پر غور وفکر کرنے والوں کے لئے اپنے اندر مفید معلومات رکھتی ہے اس لئے اسے شائع کیاجاتا ہے تاکہ وہ دوست جنہیں مذہبی معلومات حاصل کرنے کا شوق ہو۔ ان عنوانات پر غور فرما کر اپنے علم میں اضافہ فرما سکیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

یادداشت متعلق جنرل انٹروڈکشن ترجمہ قرآن کریم انگریزی

تفسیر کی ابتدا میں ایک عام تمہید (جنرل انٹروڈکشن) ہوگی جس میں ایسے اہم مضامین پر روشنی ڈالی جائے گی جو قرآن شریف اور اسلام کے مطالعہ کے لئے اصولاً ضروری ہیں یعنی:

۱- نزول و جمع و ترتیب قرآن

۲- اسلام کا تعلق دوسرے مذاہب سے اور قرآن کا تعلق دوسری کتب سماویہ سے

۳-سارے مذاہب سچے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ہر مذہب پر چلنے سے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے،

۴- بنی نوع انسان کے لئے مذہب کی ضرورت

۵- کیا مذہب کا بنی نوع انسان کے تمدنی اور اقتصادی اور سیاسی امور میں دخل دینا مناسب اور مفید ہے یا کہ مذہب صرف خدا کے عقیدہ تک محدود رہنا چاہیے۔

۶- شریعت لعنت نہیں بلکہ رحمت ہے۔

۷- قرآن کے لئے عربی زبان کے انتخاب میں حکمت

۸-حفاظتِ قرآن ۹- قرآنی تفسیر کے اصول

۱۰- اسلامی تعلیم کا خلاصہ: خدا ، فرشتے ، کتابیں ، رسول ، یوم آخرت ، جزا سزا ، جنت و دوزخ ، حقوق اللہ، حقوق العباد

۱۱- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور آپ کے ذریعہ قرآنی علوم کا احیاء

۱۲۔قرآنی معانی کی وسعت اور قرآن کا ایک روحانی عالم ہونا۔

۱۳- قرآن کے متعلق اصولی اور اہم اعتراضوں کا جواب

۱۴- مقطعات کی بحث ۱۵-قسموں کی بحث ۱۶- اَعوذ اور بسم اللہ کی بحث

۱۷- قرآن کریم کی معروف تفسیریں۔تفسیر کبیر

۱۸- اس ترجمہ کی ضرورت اور اس ترجمہ اور تفسیر کا اصول اور خصوصیات

۱۹- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر لائف

۲۰- عرب قوم کے قرآنی تعلیم کا پہلا حامل بنانے میں حکمت

۲۱- ارض القرآن یعنی قرآنی بلاد اور اقوام پر مختصر نوٹ:

۲۲- Cross References, Bibliography, Transliteration پر تشریحی نوٹ

۲۳-ختم نبوت اور قرآنی تعلیم کا سارے زمانوں کے لئے ہونا

۲۴- نظامِ خلافت ۲۵- قرآن کا مقام بالمقابل سنت وحدیث وفقہ وغیرہ

۲۶- خاص مسائل پر اصولی نوٹ مثلاً

الف) جہاد۔ (ب) کثرت ازدواج۔ (ج) پردہ۔ (د) غلامی۔ (ہ) سزائیں۔

(و)سود۔ (ز) وراثت۔ (ح) جنت و دوزخ۔ (ط) بین الاقوامی تعلقات۔ (ی) لیبرو سرمایہ داری۔ (ک) اسلامی نظام حکومت۔ (ل) معجزات

۲۷- قرآنی تعلیم کا ظاہر و باطن۔تصوف

۲۸- قرآن کی تقسیم سورتوں ، پاروں، رکوعوں اور آیتوں میں

خاکسار مرزا بشیر احمد قادیان

۱۹۵۳ء کے فسادات کے بعد جب لاہور میں تحقیقاتی عدالت کام کر رہی تھی تو ان دنوں مکرم و محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کی درخواست پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے احمدی وکلاء کی آخری بحث کے لئے بعض اہم اور ضروری عنوانات کی ایک فہرست مرتب فرما کر حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ العزیز کی خدمت اقدس میں بغرض ملاحظہ پیش کی تھی تا کہ احمدی وکلاء ان لائنوں پر اپنی بحث کی تیاری کر لیں۔ یہ فہرست چونکہ مخالفین کے اعتراضات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے اندر بہت بڑی جامعیت رکھتی ہے اس لئے اسے بھی احباب کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب کا نوٹ
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کیلئے

’’شیخ بشیر احمد صاحب نے مجھے کہا تھا کہ آخری بحث کے لئے قابل توجہ امور کے عنوانات اپنی طرف سے نوٹ کر دوں جسے وہ پھر باہم مشورہ سے بڑھا گھٹا لیں گے سو اس تعلق میں یہ عنوانات لکھے ہیں۔

’’ کل حضور کو غلط فہمی ہوئی تھی کہ گویا میں نے حضور کے استفسار کے جواب میں یہ نوٹ کئے ہیں۔‘‘

خاکسار مرزا بشیر احمد ۵۴-۱-۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

عدالتی کمیشن کیلئے بحث کی لائن کا مختصر خاکہ

۱- اسلام اور احمدیت کی باہمی نسبت کیا ہے؟ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ اسلام ہی کے احیاء اور تجدید کا دوسرا نام ہے۔

۲- بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا منصب اور جماعت کے عقائد (مسیح اور مہدی کا عقیدہ) بانی سلسلہ کی بعثت قرآن وحدیث کی پیشگوئیوں کے مطابق ہوئی ہے۔

۳- بانی سلسلہ احمدیہ نے کب دعویٰ کیا۔ جماعت احمدیہ کے آغاز کی تاریخ اور مولویوں کی مخالفت کی ابتداء اور ناگوار فتویٰ بازی

۴- امت محمدیہ میں وحی اور الہام کا سلسلہ

۵- نزول جبریل اور وحی کی اقسام

۶- بانی سلسلہ احمدیہ کا ظلّی اور امتی نبوت کا دعویٰ اور عقیدہ ختم نبوت کی تشریح

۷- سابق علماء اسلام کی طرف سے ختم نبوت کی تشریح ہر زمانہ سے مثالیں پیش کی جائیں۔

۸- مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کی بنیاد بغاوت اور تشریعی نبوت کا دعویٰ تھا نہ کہ کچھ اور

۹- کفر اور اسلام غیر احمدیاں کی حقیقت   اسلام اور کفر کی دو تعریفیں ہیں۔ ایک ظاہری اور ایک حقیقی

۱۰- کفر کے فتویٰ میں غیر احمدیوں کی طرف سے ابتداء ہوئی

۱۱- خدا کے نزدیک آخرت میں قابلِ مؤاخذہ ہونے کا اصول۔ محض عقیدہ کا غلط ہونا نہیں بلکہ صاحب عقیدہ پر اتمام حجت اور عقیدہ میں دیانتداری ہے۔

۱۲- اقتداء نماز کا مسئلہ اور اس میں بھی غیر احمدیوں کی طرف سے ابتداء ہوئی

۱۳- جنازہ کا مسئلہ اور اس میں بھی غیر احمدیوں کی طرف سے ابتدا ہوئی

۱۴- احمدیوں کے جنازوں کے ساتھ غیر احمدیوں کا اخلاق سوز سلوک

۱۵- رشتہ ناطہ کا مسئلہ اور اس میں بھی غیر احمدیوں کی طرف سے ابتدا ہوئی۔ رشتہ میں عقائد اور خیالات کی ہم آہنگی دیکھی جاتی ہے۔

۱۶- جہاد کے مسئلہ کے متعلق جماعت احمدیہ کا عقیدہ جماعت احمدیہ کے نزدیک کوئی اسلامی

حکم منسوخ نہیں اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔
۱۷- سخت کلامی کے الزام کی تردید اور تشریح اور اس بارہ میں خود بانی سلسلہ احمدیہ کا اعلان
۱۸- حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہتک کا غلط الزام اور اس کی تشریح
۱۹-آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت کا مفتریانہ الزام۔ آپ کے مقابل پر بانی سلسلہ احمدیہ کا مقام خادم اور شاگرد کا تھا۔
۲۰- ملک میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کا باطل الزام اور اس کی تردید
۲۱- کوئٹہ کا خطبہ اور ملازمتوں پر قبضہ کرنے کا غلط الزام اور اسکی تشریح
۲۲- حکومت برطانیہ کے ساتھ ساز باز کا اتہام اور برطانیہ کی وفاداری کی تشریح اور اس بارے میں جماعت کا اصولی نظریہ
۲۳- پاکستان بننے کی مخالفت کا الزام جماعت نے ہر حال میں مسلمانوں کا ساتھ دیا
۲۴- متوازی حکومت قائم کرنے کا الزام ۔ جماعتی تنظیم سے غلط استدلال
۲۵- ربوہ کا مرکز علیحدہ قائم کرنے کا سوال مرکز کا قیام جماعتی تنظیم کا حصہ ہے۔ مگر پھر بھی ربوہ کی رہائش مقررہ شرائط کے ماتحت دوسروں کے لئے بھی کھلی ہے
۲۶-قتل مرتد کا مسئلہ۔ مرتد کے لفظ کی تشریح
۲۷- جماعت احمدیہ کا حق شہریت اور حقوق شہریت کا اسلامی نظریہ
۲۸- ہر جماعت کو اپنے عقائد کی اور خیالات کی تبلیغ کا حق ہے۔ تبلیغ کے متعلق جماعت احمدیہ کا پُر امن نظریہ خیالات کا پُر امن تبادلہ ملک کی ذہنی اور علمی ترقی کے لئے مفید ہے۔
۲۹- جماعت احمدیہ کی شاندار اسلامی خدمات (اندرون ملک میں اور بیرون ملک میں)
۳۰- جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کے متعلق غیر از جماعت لوگوں کے تعریفی اعلانات
۳۱- جماعت احمدیہ کی مخالف پارٹیاں اور ان کی ہم آہنگی
۳۲- جماعت اسلامی کے نظریات اور امن شکن کاروائیاں
۳۳- احرار اور مجلس عمل کے نظریات اور امن شکن کاروائیاں
۳۴- راست اقدام کے نظریہ کی حقیقت اور اسلام کی رُو سے اس کا عدم جواز
۳۵- گذشتہ فسادات میں جماعت اسلامی اور احرار اور مجلس عمل کی ذمہ داری

۳۶- فسادات کا بروقت انسداد نہ کرنے کے متعلق حکومت کی ذمہ داری (اور صوبہ کی حکومت کی خاص ذمہ داری)

۳۷- فسادات ایک منظّم اور سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت ہوئے۔

۳۸- فسادات کا بھیانک نقشہ اور اگر خدا نخواستہ یہ فسادات کامیاب ہوتے تو ان کے نتائج ملک کے لئے تباہ کن ہوتے

۳۹- اگر حکومت وقت پر اپنی ذمہ داری کا احساس کرتی تو سول انتظام کے ماتحت بھی فسادات کا انسداد کر سکتی تھی مگر حالات پیش آمدہ میں مارشل لاء کا نفاذ ناگزیر ہوگیا۔

۴۰- اس قسم کے فسادات کا بیرونی دنیا پر انتہائی طور پر ناگوار اثر

محترم مولانا محمد یعقوب صاحب کے خط کا جواب

ذیل میں خط محترم مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ کے اس سوال کے جواب میں ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ انبیاء ایک لاکھ بیس ہزار یا ایک لاکھ چوبیس ہزار گذرے ہیں۔ اس کی سند کیا ہے؟ اسی طرح نبی اور رسول میں فرق کے متعلق بھی ایک سوال ہے۔ اس کا جو جواب آپنے دیا وہ درج ذیل ہے:

رتن باغ لاہور

۵۰-۳-۱۹ مکرمی محترمی مولوی محمد یعقوب صاحب فاضل

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط موصول ہوا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ یعنی جہانتک مجھے یاد ہے

قال ابو ذر قلت یا رسول الله کم وفا. عدة الانبیاء قال مائة الف و عشرون الفا الرسل من ذلک ثلاث مائة خمسة عشر جمّا غفیراً

(مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ کتاب بدء الخلق و ذکر الانبیاء)

غالبًا اسی قسم کے الفاظ ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ایک حوالہ تھا جو اس وقت یاد نہیں۔ اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ حوالہ کہ نبی اور رسول ایک ہی ہے صرف جہت کا فرق ہے۔ غالبًا ایک غلطی کا ازالہ میں ہے۔ مگر وہ اس وقت میرے پاس موجود نہیں اور نہ الفاظ یاد ہیں۔

اس قسم کا خیال کہ نبی اور رسول ایک ہی ہیں۔ صرف جہت کا فرق ہے۔ حضرت

خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے بھی کسی جگہ ظاہر کیا ہے۔مگر اس وقت اس کا بھی حوالہ یاد نہیں مگر لکھا ضرور ہے۔اس وقت تفصیل سے نہیں لکھ سکتا۔طبیعت اچھی نہیں۔

فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد

رتن باغ لاہور ۵۰-۳-۱۹

ایک اور زبردست علمی کارنامہ

ایک اور زبردست علمی کارنامہ آپ کا یہ ہے کہ آپ آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ اور اقوال بزرگان وغیرہ کا اردو ترجمہ ایسا صاف اور سلیس فرمایا کرتے تھے کہ مشکل سے مشکل عبارتوں کا مفہوم معمولی پڑھا لکھا انسان بھی بآسانی سمجھ جاتا تھا۔مثال کے طور پر چند آیات اور احادیث کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱:ھو الذی بعث فی الا میین رسولا منھم یتلواعلیھم اٰیاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین.واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم ۔(۷) یعنی خدا نے عربوں میں انہیں میں سے اپنا ایک رسول بھیجا ہے جو انہیں خدا کی آیا ت پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک وصاف کرتا اور کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔اگرچہ اس سے قبل وہ کھلی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔اورایک دوسری جماعت بھی انہی کے ساتھ کی ہے۔جس کی ہمارا یہ رسول (اپنے ایک ظل اور بروز کے ذریعہ)تربیت فرمائے گا۔مگر یہ جماعت ابھی تک دنیا میں ظاہر ہوکر صحابہؓ کی جماعت سے ملی نہیں۔لیکن آئندہ ایک زمانہ میں ضرور ظاہر ہو جائے گی۔

۲:یا بنی ادم لما یا تینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی فمن اتّقیٰ واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون. ۸

یعنی اے بنی آدم اگر آئندہ تمہارے پاس تمہیں میں سے خدا کے رسول آئیں جوتم پر خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں۔تو تم ہرگز انکار نہ کرنا بلکہ ایمان لے آنا۔کیونکہ جو لوگ رسولوں کی آمد پر تقویٰ اختیار کرتے اور اپنی اصلاح کرتے ہیں۔وہ خوف اور حزن سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔

۳:انّا اعطیناک الکوثر.فصل لربک وانحر انّ شانئک ھو الابتر. ۹

یعنی اے محمد ہم نے تجھے عظیم الشان نعمتیں عطا کی ہیں پس تو ان انعاموں کی شکر گذاری میں خوب عبادت بجا لا اور خدا کے رستہ میں بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کر کیونکہ دعاؤں اور قربانیوں کے نتیجہ میں تو اور ترقی کرے گا۔اور یقیناً تیرا دشمن جو تجھے ابتر کہتا ہے وہ خود ابتر اور بے ثمر رہے گا۔

۴:ماکان محمدٌا ابا احد من رجالکم ولٰکن رسو ل اللّٰہ و خاتم النبیین.۱۰

جاننا چاہیے کہ لفظ خاتم کی دو قرأتیں آئی ہیں۔مشہور قرأت جو قرآن کیرم میں درج ہے وہ خاتم کی زبر کے ساتھ ہے لیکن ایک دوسری قرأت جو شاذ کے طور پر ہے گو وہ قرآن کریم میں تو نہیں لیکن تفاسیر میں ت کی زیر کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔پہلی قرات کے لحاظ سے قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آیت محولہ بالا کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ

''اے لوگو! محمدﷺ تم میں سے کسی مرد یعنی نرینہ اولاد کے جسمانی باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہونے کے لحاظ سے مومنوں کے روحانی باپ ہیں۔بلکہ وہ نبیوں کی مہر ہیں اور اس لحاظ سے گویا نبیوں کے لئے بھی بمنزلہ باپ کے ہیں۔اور آئندہ کوئی نبی آپ کی تصدیق مہر کے بغیر سچا نہیں سمجھا جاسکتا۔

دوسری قرأت کے لحاظ سے آپ نے آیت مذکور بالا کے یہ معنی کئے ہیں

''اے لوگو! محمدﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ رسول ہونے کے لحاظ سے مومنوں کے باپ ہیں اور رسول بھی اس شان کے کہ ان پر تمام کمالات نبوت ختم ہیں۔یعنی وہ افضل ترین نبی ہیں۔۱۱

نوٹ : یاد رہے کہ خَاتَم کے معنی عربی زبان میں مہر کے ہوتے ہیں۔اور خَاتَم کے کسی امر کو کمال تک پہنچانا۔ چنانچہ لغت کی مشہور کتاب اقرب الموارد میں لکھا ہے ختم اللہ لہ الخیر اتمہ یعنی جب یہ کہا جائے کہ خدا تعالیٰ نے فلاں شخص کے لئے خوبیوں کو ''ختم'' کر دیا تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ انہیں کمال تک پہنچا دیا۔

۵:وعد اللہ الذین اٰمنو امنکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم

الفاسقون. [۱۲]

یعنی اے امت محمدیہ کے لوگو۔اللہ تعالیٰ تم میں سے کامل ایمان رکھنے والوں اور اعلیٰ اعمال بجا لانے والوں کے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ وہ انہیں اسی طرح دنیا میں خدمت دین کے لئے خلفاء مقرر کریگا جس طرح کہ اُس نے تم سے پہلے نبیوں کی قوموں میں خلفاء مقرر کئے اور خداتعالیٰ ان خلفاء کے ذریعہ اس دین اسلام کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے دنیا میں محفوظ و مستحکم کر دے گا۔اور ان کی خوف کی حالت کو امن کی حالت سے بدل دے گا۔یہ خلفا خالص میری ہی عبادت کریں گے۔اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے مگر اس انتظام کے ہوتے ہوئے بھی جو شخص انکار اور ناشکری کا راستہ اختیار کرے گا وہ خدا کے نزدیک بدعہد سمجھا جائے گا۔[۱۳]

احادیث

ا: والذی نفسی بیدہٖ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عد لاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیہ......کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔[۱۴]

یعنی مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ضرور ضرور مسیح ابن مریم (اپنے ایک مثیل کے ذریعہ) نازل ہو گا۔ وہ تمام دینی اختلافات میں حَکَم بن کر فیصلہ کرے گا۔اور اس کا فیصلہ حق وانصاف کا فیصلہ ہوگا۔وہ صلیبی فتنہ کے زور کے وقت آئے گا۔اور اس فتنہ کو پاش پاش کر دے گا اور اس وقت دنیا میں خنزیری گندوں اور پلیدیوں کا بھی زور ہوگا اور مسیح ان پلیدیوں کو تباہ کرکے رکھ دے گا۔مگر یہ سب کام دلائل اور براہین اور روحانی نشانوں کے ذریعہ ہو گا۔کیونکہ مذہبی جنگ اور جذبہ اس زمانہ میں موقوف ہو جائے گا۔......ہاں ہاں اس وقت تمہاری کیسی اچھی حالت ہوگی۔جب مسیح تم میں نازل ہوگا۔اور وہ تمہیں میں سے تمہارا ایک امام ہوگا۔ [۱۵]

۲:تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یر فعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ ماشاء اللہ ان تکون ثم یر فعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکاعاضا فتکون ماشا ء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکا جبریۃ فتکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یر فعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ ثم سکت۔

یعنی اے مسلمانو! تم میں یہ نبوت کا دور اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ خدا چاہے گا کہ وہ قائم رہے اور پھر یہ دور ختم ہو جائے گا۔اسکے بعد خلافت کا دور آئے گا جو نبوت کے طریق پر قائم ہوگی۔ (اور گویا اس کا تتمہ ہوگی۔) اور پھر کچھ وقت کے بعد یہ خلافت بھی اٹھ جائے گی اس کے بعد کاٹنے والی (یعنی لوگوں پر ظلم کرنے والی) بادشاہت کا دَور آئے گا۔جو خواہ ظلم کے طریق سے اجتناب کرے مگر وہ جمہوریت کے اصول کے خلاف ہوگی اور اس رنگ کی حکومت بھی اٹھ جائے گی۔اس کے بعد پھر دوبارہ خلافت کا دور آئے گا جو ابتدائی دور کی طرح نبوت کے طریق پر قائم ہوگی ۔اس کے بعد راوی کہتا ہے آنحضرتﷺ خاموش ہوگئے۔ [۱۶]

۳:عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال تنكح المراۃ لاربَع لما لها و لحسبها و لجما لها و الدينها فا ظفر بذات الدين تربت يداک. [۱۷]

ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ فرماتے تھے کہ بیوی کے انتخاب میں عموما چار باتیں مد نظر رکھی جاتی ہیں۔ بعض لوگ تو کسی عورت کے مال ودولت کی وجہ سے اس سے شادی کرنے کی خواہش کرتے ہیں اور بعض لوگ عورت کے خاندان اور حسب ونسب کی وجہ سے شادی کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔اور بعض لوگ عورت کے حسن وجمال پر اپنے انتخاب کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور بعض لوگ عورت کے دین و اخلاق کی وجہ سے بیوی کا انتخاب کرتے ہیں۔سو اے مرد مسلم تو دیندار اور بااخلاق رفیقہ حیات چن کر اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کر ورنہ تیرے ہاتھ ہمیشہ خاک آلود رہیں گے۔ [۱۸]

۴:عن ابی بکرة قال قال رسو ل الله ﷺ الاانبئكم باكبر الكبائر ثلاثا قالوابلىٰ یا رسول الله قال الا شراک بالله وعقوق الوالدين و جلس وكان متكئاً فقال الا وقول الزُّور فما زال يكرّ رها حتى قلنا ليته سكت. [۱۹]

ترجمہ:حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں پر مطلع نہ کروں؟اور (صحابہ کو متوجہ کرنے کے لئے) آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ ضرور ہمیں مطلع فرمادیں۔آپ نے فرمایا تو پھر سنو کہ سب سے بڑا گناہ خدا

تعالیٰ کا شرک ہے اور پھر دوسرے نمبر پر سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی اور ان کی خدمت کی طرف سے غفلت برتنا ہے۔اور پھر یہ بات کہتے ہوئے آپ تکئے کا سہارا چھوڑ کر جوش کے ساتھ بیٹھ گئے۔اور فرمایا پھر اچھی طرح سن لو کہ اس کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے اور آپ نے اپنے آخری الفاظ کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے آپ کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے دل میں کہا کہ کاش اب آپ خاموش ہو جائیں۔اور اتنی تکلیف نہ اٹھائیں۔۲۰

۵: عن عمر بن الخطاب قال قال الرسول ﷺ الایمان ان تومن بالله وملا ئکته وکتبه ورسله والیوم الاٰخر وتومن بالقدر خیرہٖ وشرہٖ۔ ۲۱

ترجمہ:حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور یوم آخر یعنی جزا وسزا کے دن پر ایمان لائے اور اس کے علاوہ تو خدا کی تقدیر خیر وشر پر بھی ایمان لائے۔۲۲

۶:عن ابن عمرؓ قال قال رسول ﷺ بُنی الاسلام علیٰ خمسٍ شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله واقام الصلٰوة و ایتاء لزکوة وحج البیت وصومُ رمضان. ۲۳

ترجمہ:عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے۔ا:اس بات کی دل اور زبان سے گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی ہستی قابل پرستش نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔۲:نماز قائم کرنا۔۳:زکوٰۃ دینا۔۴:بیت اللہ کا حج بجا لانا۔۵:رمضان کے روزے رکھنا۔۲۴

مندرجہ بالا تراجم سے ظاہر ہے کہ اگر ان تراجم کو قرآن کریم کی آیات اور احادیث سے آزاد ہو کر پڑھا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ کسی دوسری زبان کی تحریر کا ترجمہ نہیں بلکہ مستقل عبارتیں ہیں۔

❁ ❁ ❁

حوالہ جات

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۱	دیکھئے تمہید کتاب ''سلسلہ احمدیہ''
۲	سورۃ الحج آیت ۳۸
۳	سورۃ الحج آیت ۳۸
۴	عید کی قربانیاں صفحہ ۶۵-۶۶
۵	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۴
۶	الفضل یکم نومبر ۶۳ء
۷	سورۃ جمعہ آیت ۳،۴
۸	سورۃ اعراف آیت ۳۹
۹	سورۃ کوثر، ختم نبوت کی حقیقت صفحہ ۴۰
۱۰	سورۃ احزاب، آیت۴ ختم نبوت کی حقیقت صفحہ ۴۰تا۴۷
۱۱	ختم نبوت کی حقیقت صفحہ ۴۲
۱۲	سورۃ نور آیت ۵۶
۱۴	ختم نبوت کی حقیقت صفحہ ۳،۴
۱۳	صحیح بخاری کتاب البدء الخلق باب نزول عیسٰی بن مریم
۱۵	ختم نبوت کی حقیقت صفحہ ۴
۱۶	ختم نبوت کی حقیقت صفحہ ۶۰،۶۱
۱۷	صحیح بخاری
۱۸	چالیس جواہر پارے صفحہ ۷۰
۱۹	صحیح بخاری
۲۰	چالیس جواہر پارے صفحہ ۶۱،۶۲
۲۱	صحیح مسلم
۲۲	چالیس جواہر پارے صفحہ ۱۳
۲۳	صحیح بخاری
۲۴	چالیس جواہر پارے صفحہ ۱۶

ساتواں باب

آپ کی آخری علالت اور وفات

وہ دوست جن کو اکثر حضرت قمر الانبیاء رضی اللہ عنہ نور اللہ مرقدہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔ جانتے ہیں کہ آپ کو اپنی وفات سے اندازاً دس سال قبل جبکہ آپ پر دل کی بیماری کا شدید حملہ ہوا تھا اور آپ کئی ہفتے صاحب فراش رہے تھے۔مسلسل تکلیف چلی آتی تھی۔ علاوہ اس تکلیف کے جوڑوں کی درد تو بہت پُرانی تھی۔ قادیان میں بھی ہم دیکھتے رہتے تھے کہ یہ تکلیف آپ کو ہوجایا کرتی تھی۔ بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہمارے خاندان کے اکثر افراد کو ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز متعنا اللہ بطول حیاتہ اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو بھی یہ تکلیف ہوا کرتی تھی۔ پھر سات آٹھ سال سے ذیابیطس کی تکلیف بھی شروع ہو گئی تھی۔محترم ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب جو اکثر آپ کے معالج رہے ہیں۔ بیان فرماتے ہیں کہ

> ''ان تمام عوارض کی وجہ سے ہر پانچ چھ ماہ کے بعد آپ کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ دل کی کمزوری کی وجہ سے آپ کو کبھی تنفس کی تنگی یا دل کی درد (Angina) کا دورہ ہو جاتا تھا کبھی خون کا دباؤ بڑھ کر پریشانی اور بے خوابی کا باعث بن جاتا تھا پھر کبھی Congestive Failure کی وجہ سے پاؤں وغیرہ پر ورم ہو جاتا تھا۔ یہ دورے اکثر کثرت کار یا جماعتی تفکرات کی وجہ سے ہو جاتے تھے اور کچھ آرام اور علاج سے حالت بہتر ہو جاتی تھی۔ علاج اور آرام کے لئے آپ اکثر لاہور تشریف لے آتے تھے۔ گو یہاں مجبوراً ٹھہرتے تھے اور جلد ربوہ واپس جانے کی کوشش فرماتے تھے۔'' [1]

حضرت میاں مظفر احمد صاحب فرماتے ہیں:

> ''ابا جان کی موجودہ بیماری کا آغاز گذشتہ جون میں ہوا۔ جب ربوہ میں آپ نے نگران بورڈ کے ایک اجلاس کی صدارت فرمائی۔ طبیعت پہلے سے خراب تھی لیکن آپ

نے ہمیشہ دین کے کام کو ہر چیز پر ترجیح دی اور مقدم رکھا اور اسی جذبہ سے اس اجلاس میں شرکت کی اور باوجود ناسازی طبع اور کمزوری کے کئی گھنٹے تک اجلاس کو جاری رکھا۔ تا اکٹھا ہوا ہوا کام ختم ہو جائے☆۔ اصل میں چند سال ہوئے ابا جان کو Heat Stroke (ضربتہ الشمس) ہوگیا تھا اور اس کے بعد ہر موسم گرما میں ربوہ کی شدید گرمی میں یہ تکلیف کسی نہ کسی رنگ میں اُبھر آتی تھی۔ اس اجلاس میں شرکت کے بعد پھر آپ کی طبیعت پوری طرح وفات تک نہ سنبھلی۔

جون کے مہینہ میں میں اکثر ٹیلی فون پر طبیعت پوچھتا رہتا تھا۔ اس خیال سے کہ مجھے تکلیف نہ ہو یا میرے کام میں کوئی رکاوٹ نہ ہو یہی فرماتے تھے کہ طبیعت اچھی تو نہیں لیکن گھبراؤ نہ۔اس کے باوجود احتیاطاً میں نے لاہور سے ڈاکٹروں کو ربوہ لے جانے کا انتظام کیا۔Examination میں پہلی بیماریوں یعنی دل کی تکلیف ،ذیابیطس اور بلڈ پریشر کے علاوہ ڈاکٹروں نے یہ بھی تشخیص کی کہ Prostate کی تکلیف پیدا ہوتی معلوم دیتی ہے۔جس کا علاج آپریشن ہے جو اباجان کی باقی بیماریوں اور کمزوری کے مدنظر مشکل تھا۔یہ تشخیص مزید فکر کا باعث ہوئی اور یہی فیصلہ ہوا کہ مہینے کے آخر میں آپ لاہور تشریف لے جائیں۔تا علاج کے بارہ میں مشورہ ہو سکے اور اس کے

☆ خاکسار کی پہلی کسی تحریر میں یہ تذکرہ آچکا ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ لباس میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوری پوری اتباع فرمایا کرتے تھے۔ جون ۶۳ء میں خاکسار ایک روز ربوہ گیا۔ آپ باوجود کمزوری اور علالت کے عموماً مغرب کی نماز مسجد مبارک میں پڑھا کرتے تھے اورپھر اس کے بعد بالالتزام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی خیریت دریافت کرنے کے لئے قصر خلافت میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس روز جو مسجد میں تشریف لائے تو معمول کے خلاف کوٹ اپنے بازو پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے جب مصافحہ کیا تو فرمایا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اتباع میں گھر سے کوٹ پہنے بغیر نہیں نکلا کرتا تھا۔ مگر آج اسقدر شدید گرمی ہے کہ مجھ سے کوٹ برداشت نہیں ہو سکا۔ میں نے سوچا کہ پہن تو سکتا نہیں کم از کم اسے اپنے ساتھ تو لے لوں۔ اس لئے اس حالت میں آ گیا ہوں۔

جس میٹنگ کا اوپر ذکر ہوا ہے اس کے متعلق محترم جناب چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر جماعت احمدیہ شیخوپورہ ممبر نگران بورڈ نے اس اجلاس سے واپس آ کر بیان فرمایا تھا کہ میٹنگ میں بھی جب آپ تشریف لائے تو کوٹ بازو پر ہی رکھا ہوا تھا۔اور آتے ہی میز پر رکھدیا اور فرمایا کہ اب تو مجھ سے کوٹ پہننا بھی برداشت نہیں ہو سکتا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت کیوجہ سے ساتھ لایا ہوں

اللھم صل علیٰ محمد و اٰل محمد۔ (عبدالقادر ۶۴-۶-۱۰)

مطابق انتظام کیا جاسکے۔ چنانچہ جون کے آخر میں آپ لاہور تشریف لے گئے جہاں ہسپتال میں ایک کمرہ کا انتظام بھی کر لیا تھا۔لاہور میں بعض ٹیسٹ لئے گئے اور ڈاکٹری مشورہ سے طے پایا کہ فی الحال آپریشن کی کوئی فوری ضرورت نہیں اور اس تکلیف میں علاج سے افاقہ بھی ہوا لیکن طبیعت پوری طرح نہ سنبھلی۔'' ؎۲

لاہور جانے سے قبل کے حالات پر چونکہ محترم مختار احمد صاحب ہاشمی کے ایک مضمون سے کچھ روشنی پڑتی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس مضمون کا متعلقہ اقتباس بھی درج کر دیا جائے۔محترم ہاشمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''غالباً تین ساڑھے تین ماہ کی بات ہوگی کہ میں بعض دفتری امسلہ لے کر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ہاشمی صاحب! آپ کو علم ہے کہ مجھے ایک عرصہ سے منذر خوابیں آرہی ہیں۔آج صبح جب میں بیدار ہوا تو میری زبان پر یہ مصرعہ جاری تھا۔

آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا۔

میں آخر مئی ۶۳ء سے رخصت پر ربوہ سے باہر گیا ہوا تھا۔اس دوران میں مجھے دفتر کی طرف سے مکرم قریشی عطاء اللہ صاحب کے ذریعہ اطلاع ملی کہ حضرت میاں صاحب بغرض علاج لاہور جانے والے ہیں اور یہ کہ میں جلد واپس آجاؤں۔چنانچہ میں ۶۳۔۶۔۲۶ کو صبح آٹھ بجے کوٹھی ''البشریٰ'' حاضر ہوگیا۔اس وقت حضرت میاں صاحبؓ بستر پر آرام فرما رہے تھے۔میں نے سلام عرض کیا۔آپ نے مصافحہ فرماتے ہوئے حسب معمول خیروعافیت دریافت فرمائی اور فرمایا کہ میرا تو اب آخری وقت قریب آرہا ہے۔مجھے ایک عرصہ سے منذرخوابیں آ رہی ہیں۔ اور ان کی بناء پر میں ایسا سمجھتا ہوں میں نے عرض کیا کہ ان خوابوں میں وقت کی بھی تعیین ہے؟ممکن ہے کہ یہ واقعہ کئی سالوں کے بعد رونما ہو۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات رؤیاو کشوف تین سو سال تک پورے ہوتے رہیں گے۔فرمایا کہ وقت کی تعیین تو نہیں ہے مگر میں علم تعبیر کی رو سے سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔واللہ غالب علیٰ امرہ۔اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر پر غالب ہے۔یہ سنکر آپ کی آواز میں بلندی اور شوکت پیدا ہوگئی۔ فرمایا ہاشمی صاحب میرا اس آیت پر پورا یقین اور ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر پر غالب ہے اور اس کے سامنے عاجز

نہیں ہے وہ ماتحت اور محکوم نہیں ہے۔وہ پوری طاقت اور غلبہ رکھتا ہے۔وہ اس میں ترمیم و تنسیخ کر سکتا ہے وہ اسے بدل سکتا ہے۔مگر میں یہی سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آ رہا ہے۔میں نے عرض کیا کہ احباب جماعت آپ کی خدمت میں شکستہ حالت میں حاضر ہوتے اور حوصلہ مند ہو کر جاتے ہیں۔مگر آج آپ کی یہ کیفیت کچھ معمول کے خلاف ہے۔فرمایا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ عزیز میاں عبداللہ خاں صاحبؓ کی وفات کے صدمہ کو میں نے کس طرح برداشت کیا۔اور پھر عزیز میاں شریف احمد صاحبؓ کی وفات کے وقت کس طرح اپنے جذبات کو قابو میں رکھا۔حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں یہ اطلاع میں نے کس طرح کنٹرول کرتے ہوئے دی۔اور پھر جلسہ سالانہ کے سٹیج پر میں نے میاں شریف احمد صاحبؓ کی وفات کا اعلان کیا۔کیا آپ نے میرے کسی لفظ یا فقرہ یا کسی حرکت سے یہ محسوس کیا تھا کہ میں جذبات کی رو میں بہہ گیا ہوں۔اب میرا مقدر وقت آ گیا ہے جو بہر حال آنا ہی تھا۔پھر آپ نے فرمایا اگر آپ کے علم میں میں نے دانستہ یا نادانستہ طور پر دفتر کے یا کسی اور آدمی کے ساتھ جائز یا ناجائز سختی کی ہو تو آپ میری طرف سے معافی مانگیں۔میں چاہتا ہوں کہ اس دنیا کا حساب اسی دنیا میں ختم کر جاؤں۔میں نے عرض کیا کہ اگر آپ نے کبھی ایسا کیا بھی ہے تو اسمیں آپ کے مدنظر اس شخص کی اصلاح اور تربیت ہی مقصود تھی۔اس کے بعد آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر رقت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ہاشمی صاحب!آپ اس بات کے گواہ رہیں اور میں آپ کے سامنے اس امر کا اقرار اور اظہار کرتا ہوں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر اب تک میرے دل میں سب سے زیادہ حضرت سرور کائناتﷺ کی محبت جاگزیں ہے۔حدیث میں آتا ہے۔المرء مع من احب۔اس لحاظ سے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے تحت مجھے وہاں آنحضرتﷺ کے قرب سے نوازے گا۔اور پھر فرمایا کہ آپ اس بات کے بھی گواہ رہیں کہ میں آپ کے سامنے اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں۔کہ میں اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پر انشراح صدر سے راضی ہوں۔پھر فرمایا کہ میں ہمیشہ جماعت کے غریبوں اور نادار طلبا کی امداد کا خیال رکھتا ہوں۔میں دوستوں کو تحریک کر دیتا تھااور دوست مجھے روپیہ بھجوا دیتے تھے۔اور اس طرح غریبوں کی مدد کا سامان ہو جاتا

تھا۔آپ اس بات کو بھی ملحوظ رکھیں۔
پھر فرمایا کہ میں نے کل قریشی عطاء اللہ صاحب کو پانچ پانچ روپے کے سو نوٹ اور ایک ایک روپیہ والے سو نوٹ کل چھ سو روپیہ دیا ہے وہ روپیہ آپ دفتر میں رکھیں یا گھر میں یا اپنی امانت میں جمع کرلیں۔جب میری وفات کی اطلاع آئے تو ام مظفر احمد کو دے دیں اورپھر آپ نے خاموشی اختیار کرلی۔اس پر میں نے واپسی کے لئے اجازت چاہی تو مصافحہ کرکے فرمانے لگے کہ کل صبح چھ سات بجے لاہور جانے کا پروگرام ہے ۔ممکن ہے یہ میرا آخری سفر ہو۔آپ میرے انجام بخیر کے لئے دعا کرتے رہیں۔

حضرت میاں صاحبؓ کی طرف سے قریباً روزانہ ہی ایک خط آیا کرتا تھااور دفتر کی طرف سے بھی روزانہ ایک خط حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ان خطوط میں حضرت میاں صاحبؓ اپنی طبیعت کے بارہ میں اطلاع لکھواتے رہتے تھے۔حضرت میاں صاحب کی طرف سے ۶۳۔۸۔۹ کو جو خط موصول ہوا۔اس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

''آج دہلی کے مشہور حکیم محمد نبی صاحب نے دیکھا اور بعض دوائیاں تجویز کیں۔مگر دن بدن کمزوری زیادہ محسوس کر رہا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اب شاید میرا چل چلاؤ ہے اور میرا مقدر آ چکا ہے۔ آگے اللہ بہتر جانتا ہے۔'' ۳۱

لاہور پہنچنے کے بعد کی حالت کے متعلق محترم ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب لکھتے ہیں:

'' آپ کو دیکھنے کے لئے ڈاکٹروں کا ایک بورڈ بلایا گیا۔جس میں فزیشن اور سرجن دونوں شامل تھے۔چنانچہ کرنل ملک۔کرنل عطاء اللہ،ڈاکٹر مسعود احمد سرجن سول ہسپتال،کرنل مسعو الحسن سرجن ملٹری ہسپتال ،ڈاکٹر محمد اختر خاں فزیشن میو ہسپتال ،ڈاکٹر محمد رشید چودھری اور خاکسار اس مشورہ میں شامل تھے۔خون اور ایکس رے وغیرہ ٹسٹ کئے گئے اور پروسٹیٹ کو دوبارہ دیکھا گیا۔اس مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ۔

''چونکہ پروسٹیٹ کوئی زیادہ بڑھا ہوا نہیں اور بہت سی علامات اعصابی یعنی (Anxiety Neurosis) کیو جہ سے ہیں۔ اسلئے آپریشن کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ دوائیوں سے علاج کرنا بہتر ہو گا۔''سو مناسب دوائیاں اور ضروری ہدایات تجویز کی

گئیں۔کچھ علاج کے نتیجہ میں کچھ آپریشن کی بلاٹل جانے کی وجہ سے عوارض میں قدرے افاقہ ہوا۔'' ۴

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آپ کو اپنی وفات سے متعلق کچھ عرصہ سے منذر خوابیں بھی آرہی تھیں۔حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ان خوابوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

''چند ماہ سے اباجان کو متعدد منذر خوابیں اپنی وفات کے متعلق آرہی تھیں جن سے ان کی طبیعت میں یہ خیال راسخ ہو گیا تھا کہ ان کی وفات کا وقت قریب ہے۔اس کا پہلا اشارہ مجھے عید کے موقعہ پر شروع مئی میں کیا۔جبکہ میں واپس راولپنڈی کے لئے رخصت ہو رہا تھا۔فرمانے لگے کہ

مجھے کچھ عرصہ سے بعض منذر خوابیں آرہی ہیں۔تم بھی دعا کرنا۔

اور حسب معمول رخصت کرتے وقت فرمایا۔''اللہ حافظ وناصر ہو''

'' یہ خوابوں کا سلسلہ لاہور میں بھی جاری رہا اور میرے علاوہ دوسرے ملنے والوں سے بھی ان کا ذکر کیا۔گو تفصیل نہیں بتلاتے تھے۔نہ ہم میں اس کے دریافت کی ہمت پڑتی تھی۔میں نے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا۔ان کی رائے یہ تھی کہ اباجان کی بیماری کی تشویشناک صورت دل اور بلڈ پریشر کی طرف سے ہوسکتی ہے اور یہ دونوں بیماریاں خدا کے فضل سے کنٹرول میں تھیں۔چنانچہ ایک مرتبہ میں نے عرض بھی کیا کہ ڈاکٹر تسلی دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل بیماریاں کنٹرول میں ہیں اور باقی شدید بے چینی اور بے خوابی کی تکالیف عارضی ہیں جو انشاء اللہ جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔میرے یہ کہنے پر فرمایا۔

''ڈاکٹروں کی رائے پر نہ جانا۔'' ۵

اگلے حصہ کے حالات محترم ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب کے مضمون میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔لہٰذا وہاں سے درج کئے جاتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں

''ان دنوں گرمی جوبن پر تھی۔مشورہ ہوا کہ آپ کچھ ہفتے کسی ٹھنڈی جگہ تشریف لے جا کر آرام فرماویں اور علاج جاری رکھیں۔اس کے لئے گھوڑا گلی کا مقام تجویز ہوا جو کہ مری کے نزدیک اور اس سے کم بلندی پر واقع ہے۔پہلے تو حضرت میاں صاحب وہاں جانے پر رضامند نہیں تھے مگر ہمارے زور دینے پر آمادہ ہو گئے چونکہ اکیلا جانے

میں آپ کو گھبراہٹ تھی۔میں نے عرض کیا میں آپ کے ساتھ گھوڑا گلی جاؤں گا۔اور کچھ وقت ساتھ رہوں گا۔اس سے آپ کو اطمینان ہو گیا۔ہم ۱۷/ جولائی کو کار میں لاہور سے روانہ ہوئے میں حضرت میاں صاحبؓ کے ساتھ کار میں تھا۔راستہ میں جہلم ڈاک بنگلہ میں دوپہر کے وقت آرام فرمایا جہلم کے دوست ملاقات کے لئے آئے۔ان میں بیٹھ کر گفتگو فرماتے رہے۔رات راولپنڈی میں ٹھہر کر صبح گھوڑا گلی کے لئے روانہ ہوئے۔راولپنڈی کے احباب کی خواہش پر مری روڈ پر احمدیہ مسجد کے سامنے کار کھڑی کر کے دعا فرمائی☆ہم پہلے پہر ہی گھوڑا گلی پہنچ گئے۔آپ کی رہائش گاہ ایک پر فضا جگہ تھی آپ نے اسے پسند فرمایا۔میں وہاں آپ کے ساتھ ۵،۶ دن ٹھہرا۔ اس عرصہ میں آپ کی طبیعت نسبتاً بہتر تھی گو کسی حد تک بے خوابی اور کمزوری تھی اور کبھی کبھی گھبراہٹ ہو جاتی تھی مگر عموماً طبیعت پر سکون رہتی۔ ایک دن راولپنڈی سے بہت سے دوست ملاقات کے لئے آئے۔ان سے مختلف امور پر گفتگو فرماتے رہے۔سالمی سینی ٹوریم کے ڈاکٹر اور سول سرجن مری آپ کو دیکھنے کے لئے آئے اور انتظام کیا گیا کہ آپ کو باقاعدگی سے دیکھتے رہیں گے۔میں چند دن رہ کر واپس آ گیا۔آنے کے ہفتہ دس دن بعد رپورٹ ملنی شروع ہو گئی کہ حضرت میاں صاحبؓ کو پھر بے چینی کی تکلیف زیادہ شروع ہوگئی ہے۔اور رات کے وقت خصوصاً گھبراہٹ زیادہ ہو جاتی ہے۔پروگرام تو یہ تھا کہ آپ کم ازکم ۷،۸ ہفتے وہاں قیام فرماویں مگراس گھبراہٹ کی وجہ سے ۱۸،۱۹ دن رہنے کے بعد ہی آپ لاہور تشریف لے آئے۔اور غالباً۶ اگست کو واپس یہاں پہنچے۔“ ۶

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس سفر میں صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب بھی ساتھ تھے۔اور مقررہ پروگرام سے پہلے واپس آنے کی وجہ انہوں نے یہ لکھی ہے کہ۔

☆ روالپنڈی کے بعض احباب نے مجھے بتایا کہ ہم نے مسجد کے افتتاح کے لئے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں متعدد مرتبہ درخواست کی کہ آپ تشریف لا کر افتتاح کریں مگر آپ نے ہر مرتبہ انکار کیا۔ میں نے انہیں کہا کہ دراصل آپ لوگوں کو حضرت میاں صاحب کی طبیعت کا پتہ نہیں تھا۔ وہ تو حکم کے بندے تھے۔ اگر آپ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دراخوست کرتے کہ حضرت میاں صاحبؓ کو افتتاح کیلئے ارشاد فرما دیں تو حضور کے فرمان پر حضرت میاں صاحبؓ کے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا میری یہ بات سنکر انہوں نے افسوس کیا کہ انہیں یہ تجویز نہیں سوجھی۔ (عبدالقادر ۶۴-۶-۱۱)

''وہاں پھر پہلے کی طرح اپنے متعلق منذر خواب دیکھی اور اسی وجہ سے مقررہ پروگرام سے پہلے لاہورواپس تشریف لے گئے۔''

پھر فرماتے ہیں۔

''لاہور میں واپسی پر بھی منذر خوابوں کا سلسلہ جاری رہا۔چنانچہ ایک مرتبہ ۲۴ اگست کے قریب جب میں لاہور گیا تو فرمانے لگے کہ ''اب تو چل چلاؤ ہی ہے۔''خوابوں کی تفصیل نہیں بتلاتے تھے۔گھوڑا گلی میں میری چھوٹی ہمشیرہ عزیزہ امتہ اللطیف بیگم نے جب اس بارے میں کچھ دریافت کرنے کی کوشش کی تو فرمانے لگے:

''تم بچے ہو میں تفصیل نہیں بتلاتا تم لوگ گھبرا جاؤ گے۔''

ایک چیز جس کا بالوضاحت اپنے ایک خط میں ایک بزرگ کے نام ذکر فرمایا وہ یہ تھی کہ فرمایا میری زبان پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر جاری ہوا ۔

بھر گیا باغ اب تو پھولوں سے آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

ان خوابوں کی وجہ سے بہر حال آپ کی طبیعت پر یہ گمان بہت غالب تھا بلکہ یقین کی حد تک پہنچ چکا تھا کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔خودماہ جون کے آخر میں ربوہ سے روانگی کے وقت اپنی تجہیز وتکفین کے لئے علیحدہ رقم گھر دے دی پھر لاہور سے مزید رقم یہ کہہ کر والدہ کو ارسال کی کہ میری وفات پر دوست آئیں گے گھر کے عام خرچ سے زیادہ اخراجات ان دنوں ہوں گے۔اس لئے بھجوا رہا ہوں۔ایک روزایک خط بھی اپنے خادم بشیر احمد سے لکھوا کر بھیجا جو ایک قسم کا الوداعی خط تھا۔اسی طرح ایک بیرون از پاکستان کے خط کے جواب میں لکھوایا کہ آپ نے لکھا ہے کہ آپ لوگ اکتوبر میں پاکستان آئیں گے لیکن اکتوبر میں تو میں یہاں نہیں ہوں گا۔کچھ اس قسم کے الفاظ تھے۔'' ے

اب ہم پھر آپ کی بیماری کے حالات محترم جناب ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب کے بیان فرمودہ لکھتے ہیں محترم ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔

''پھر ڈاکٹری مشورہ شروع ہوا علاج کا دوبارہ جائزہ لیا گیا۔بعض نئی دوائیں تجویز ہوئیں۔مشورہ میں ڈاکٹر محمد اختر،ڈاکٹر محمد رشید چودھری،کرنل عطاء اللہ صاحب شامل تھے۔اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً مشورہ ہوتا رہا۔ان دنوں حضرت میاں صاحبؓ کو بے

بے چینی کی تکلیف اکثر رہتی تھی۔اور یہ خصوصاً دوپہر کے بعد اور رات کے پہلے حصہ میں زیادہ ہوتی تھی۔ایسے وقت میں اکیلے نہیں رہ سکتے تھے۔چاہتے تھے کہ عزیز آپ کے پاس رہیں۔اکثر فرماتے تھے کہ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی تکلیف کی وجہ سے سب کو بے آرام کرتا ہوں۔چھوٹی اور معمولی سی بات بھی آپ کی پریشانی کا باعث بن جاتی تھی۔مگر عجیب بات ہے کہ آپ کے پرانے عوارض میں سے کوئی عارضہ عود کر کے ہماری تشویش کا باعث نہیں بنا۔بلڈ پریشر خون کا دباؤ نبض اور دل کی عام حالت تسلی بخش رہی۔میں آپ کو دیکھنے کے لئے صبح و شام دن میں دو دفعہ حاضر ہوتا جب تکلیف زیادہ ہوتی تو بعض دنوں میں ۳،۴ دفعہ بھی جاتا۔بے چینی کے وقت آپ کی خواہش ہوتی کہ میں زیادہ دیر آپ کے پاس بیٹھوں۔اس سے بھی آپ کو کچھ سکون ہوتا اکثر دست مبارک بڑھا دیتے اور اشارہ فرماتے کہ میں کرسی نزدیک کر لوں۔ اکثر دفعہ میں جانے کا ارادہ کرتا تو فرماتے چند منٹ اور بیٹھیں۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ احساس کرتے ہوئے کہ میں دیر سے بیٹھا ہوا ہوں۔جانے کی اجازت فرماتے ۔مگر ضرور پوچھتے کہ آپ صبح آئیں گے نا؟ پھر خادموں کو حکم تھا کہ جب میں صبح آؤں اور آپ سوئے ہوئے ہوں تو بھی آپ کو جگا دیا جائے۔ایک دو دفعہ رات کو بے چینی کی وجہ سے جگانا مناسب نہ خیال کیا تو خادموں پر ناراض ہوئے کہ آپ کو کیوں اطلاع نہیں دی۔ان گھبراہٹ کے دنوں میں بھی دوست ملنے کے لئے آجاتے تھے۔بعض عیادت کے لئے اور بعض اپنے کاموں میں مشورہ کے لئے☆ باوجود بے چینی کے یہی کوشش فرماتے کہ ان

☆انہی ایام میں ایک روز خاکسار بھی نماز عصر کے بعد عیادت کیلئے حاضر ہؤا۔ اطلاع ملنے پر حضرت صاحبزادہ میاں مظفر احمد صاحب باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی کہ اگر ڈاکٹری مشورہ یہی ہے کہ ملاقات کی اجازت نہیں تو پھر کسی موزوں وقت میں میرا سلام عرض کر دیں۔ میں نہیں ملتا۔ فرمایا میں اندر سے دریافت کر کے بتاتا ہوں۔ پتہ چلا کہ ملاقات کی اجازت نہیں۔ مگر حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے مجھ ناچیز پر یہ احسان فرمایا کہ فرمایا آپ کل نو بجے آ جائیں۔ میں آپکی ملاقات ضرور کروا دُوں گا۔ چنانچہ دوسرے روز ۹ بجے میں محترم حافظ شیخ نیاز احمد صاحب مالک الفردوس انارکلی کو ساتھ لیکر حاضر ہؤا اس روز غالباً تکلیف زیادہ تھی۔ اطلاع ملی کہ آج تکلیف زیادہ ہے۔ میں نے کہا محترم میاں مظفر احمد صاحب نے کل فرمایا تھا کہ صبح ۹ بجے تمہاری ملاقات کروا دوں گا۔ یہ معلوم کر کے حضرت میاں صاحبؓ نے فرمایا۔ آپ آجائیں۔ چنانچہ کھڑے کھڑے ایک دو منٹ ملاقات کر کے ہم واپس آگئے۔ آہ! کسے معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے اور اس کے بعد زندگی میں پھر ملاقات کا موقعہ نہیں ملے گا۔ (عبدالقادر)

کومل لیں۔اگر بہت زیادہ تکلیف ہوتی تو کہلا بھیجتے کہ تکلیف ہے دعا کریں۔

اکثر جب آپ کو بلڈ پریشر اور نبض وغیرہ دیکھنے کے بعد بتایا جاتا کہ وہ نارمل ہیں تو فرماتے کہ آپ کہتے ہیں سب نارمل اور ٹھیک ہے۔مگر میں تو محسوس کرتا ہوں کہ اب میرے اندر کچھ باقی نہیں رہا۔پھر ان دنوں بہت تکرار کے ساتھ ذکر فرماتے کہ آپ کو بہت منذر خوابیں آئی ہیں۔اور آپ کا وقت نزدیک ہے۔پھر کئی دفعہ فرمایا کہ ایک ہی طرح کی خواب ربوہ سے چلتے وقت،گھوڑا گلی اور پھر لاہور میں آئی ہے۔پھر میری موجودگی میں میاں مظفر احمد صاحب کو فرمایا کہ ''مظفر!آپ ڈاکٹروں کی باتوں پر نہ جائیں۔اب مجھ میں کچھ باقی نہیں۔'' ایک دفعہ فرمایا کہ اب میری عمر ستر سال سے زائد ہوچکی ہے میں موت سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔''

میں نے اور بعض دوسرے دوستوں نے کئی دفعہ عرض کیا کہ خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں۔مگر ظاہر تھا کہ اس بات کا آپ پر اثر نہیں تھا۔آپ کو اپنی موت کے قریب ہونے کا پورا یقین تھا۔

ہمیں معلوم ہوا کہ ایک انگریز ڈاکٹر اعصابی امراض کا ماہر(Neurophysician) ڈاکٹر ملر (Miller) آسٹریلیا جاتا ہؤا لاہور ایک دو دن کیلئے آیا ہؤا ہے۔ اس سے مشورہ لینے کی تجویز ہوئی۔ چنانچہ ۲۸/اگست کو بعد دوپہر وہ حضرت میاں صاحبؓ کو دیکھنے کیلئے آیا آپ کے تمام معالج بھی موجود تھے۔ آپ نے خود اپنی بیماری کے تمام حالات اور نوٹ ترتیب وار لکھوائے ہم نے اس کو بیماری کی تمام سرگذشت سنائی اور حضرت میاں صاحبؓ والے نوٹ بھی دکھائے۔ پھر اس نے آپ سے خود بھی حالات سنے۔ اس نے آپ کے کام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ''میں زیادہ تر تصنیف اور لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہوں'' اس نے پوچھا کہ آپ کی آخری تصنیف کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا فیملی پلاننگ کے متعلق۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ اس کے حق میں یا اس کے خلاف تو آپ نے فرمایا کہ بعض حالات میں اس کے حق میں اور بعض حالات میں اس کے مخالف۔

تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد اسکی رائے تھی کہ آپ کی اعصابی تکلیف جس کو ہم طبی اصطلاح میں Involutional Depression کہتے ہیں کی وجہ سے ہے۔اس

میں عموماً تو Depression یعنی افسردگی اور چپ چاپ رہنے کی کیفیت ہوتی ہے مگر زیرک اور ذہین مریض جب اس افسردگی کو غیر شعوری طور پر دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔تو بے چینی اور گھبراہٹ کی علامات زیادہ نمایاں ہو جاتی ہیں۔

بہر حال اس کا خیال تھا کہ کوئی وجہ نہیں کہ میاں صاحب اس تکلیف سے صحت یاب نہ ہوں۔حضرت میاں صاحب کے سامنے اور علیحدگی میں ہمارے پاس بھی اسی رائے کا اظہار کیا۔ اس نے وثوق سے کہا کہ چند ہفتوں میں بہتری کا آغاز ہو جائے گا۔اور امید ہے کہ ۲،۳ماہ کے اندر آپ اس Neurosis کے حملہ پر قابو پا لیں گے۔سواس انگریز ماہر کی رائے بھی ہماری رائے کے عین مطابق تھی کہ آپ کا اعصابی مرض گو تکلیف دہ ہے مگر خطرناک نہیں ہے۔اس نے چندایک دوائیاں لکھیں وہ لاہور سے دستیاب نہ ہوسکیں۔اسی دن انگلستان سے بذریعہ کیبل گرام ان کے منگوانے کے لئے آرڈر بھیجے گئے۔ان حالات میں ہم مطمئن تھے۔'' ۸

حضرت میاں مظفر احمد صاحب نے اس انگریز ڈاکٹر کے متعلق ایک مزید بات یہ تحریر فرمائی ہے کہ

''اباجان کو دیکھ کرایک اوربات اس نے کہی جو احباب کی دلچسپی کے لئے لکھتاہوں۔

اباجان کو دیکھ کر ساتھ والے کمرہ میں آیا اور کہنے لگا:

He looks like Biblical Prophets.

یعنی آپ تورات میں مذکور انبیاء کے مشابہ معلوم ہوتے ہیں اسکی طبی رائے سے میری طبیعت کچھ اور مطمئن ہوگئی یہ شاید ۲۶یا ۲۷ اگست کا دن تھا۔لیکن اگلے چند روز نے ثابت کردیا کہ بات وہی درست تھی جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ آپ کو خوابوں کے ذریعہ دے چکا تھا۔اس طبی معائنہ کے ایک ہفتہ کے اندر نمونیہ کا حملہ ہوا۔اور ڈاکٹروں کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ایک رات بخار ۱۰۷ڈگری سے بھی اوپر چلا گیا۔اس کے بعد آخری دو تین روز اکثر وقت غنودگی میں گذرا۔اس حالت میں آپ کی زبان پر اکثر دعائیہ فقرات جاری تھے۔میری بیوی بتلاتی ہیں کہ کوئی کوئی لفظ سمجھ آتا تھا۔جیسے ربنا یا ایک لفظ ''طیر'' کا انہیں دھیما سا سنائی دیا۔ان کا کہنا ہے کہ ایک وقت میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی میں جیسے کسی سے لمبی گفتگو کر رہے ہیں۔'' ۹

محترم ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب ان آخری ایام کا ذکر کرتے ہوئے ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں کہ۔

''انسان بعض دفعہ پورے زور شور سے تدبیر کر رہا ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ کامیابی کے قریب ہے مگر تقدیر اس کی بے خبری اور لاعلمی پر خنداں ہوتی ہے۔ہم کو کیا علم تھا کہ اب بیماری کا ایسا طوفانی دور شروع ہونے والا ہے کہ جس میں ہمارا یہ محبوب اور قیمتی وجود ہم سے ہمیشہ کے لئے چھین لیا جائے گا۔دوسرے دن ہی یعنی ۲۹ اگست کی صبح کو آپ کو معمولی سی حرارت ہو گئی ۹۹ کے قریب پہلے بھی کبھی ایسا ہو جاتا تھا۔ اس کے لئے دوائی دی گئی مگر شام کو ٹمپریچر قدرے زیادہ ہوگیا یعنی ۱۰۰ رات کو کچھ دوائی کی وجہ سے یا کچھ حرارت کی وجہ سے غنودگی سی رہی بخار کیلئے مزید دوائی دی گئی ۳۰راگست کی صبح کو بجائے کمی کے بخار کچھ اور زیادہ تھا۔چھاتی میں کچھ Congestion کی علامات تھیں۔ پھر مشورہ ہوا خون ٹیسٹ کرایا گیا۔ جس سے چھاتی کی Infection کی تصدیق ہوئی۔مزید دوائیاں اور انجکشن دیئے۔مگر اسکے باوجود رات کو بخار ۱۰۲ کے قریب تھا۔ ۳۱ اگست کی صبح کو حرارت ۱۰۳،۱۰۲ کے درمیان تھی اور نیم غنودگی کی حالت تھی۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کا پروگرام راولپنڈی سے شام کو آنے کا تھا۔ مگر بخار کی زیادتی کی اطلاع ملنے پر ۱۲ بجے دن کے وقت ہی وہ پہنچ گئے۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ''مظفر! آپ آ گئے'' تقریباً سارا دن ٹمپریچر کو بڑھنے سے روکنے کے لئے جسم پر پانی اور برف سے مالش جاری رہی رات کو ایک پرائیویٹ نرس خدمت کے لئے رکھی گئی اور اس کو ہدایت تھی کہ ٹمپریچر ۱۰۲،۱۰۱ سے بڑھنے نہ پائے اور اگر کوئی علامت اور پیچیدگی ہو تو مجھے اطلاع دے۔ رات تو مجھے نہیں بلایا گیا۔ مگر فجر کی نماز کے بعد مورخہ یکم ستمبر کو اطلاع آئی کہ حضرت میاں صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ میں گیا تو ٹمپریچر زیادہ تھا۔ آپ پوری طرح بے ہوش تھے۔ آپ بلغم اور ہوا کی نالیوں کی رطوبت باہر نہں نکال سکتے تھے۔ اس لئے سانس میں کافی تنگی اور رکاوٹ تھی۔اسی وقت بلغم نکالنے کے لئے ہسپتال سے Electric Sucker کے منگوانے کا انتظام کیا گیا اور اس سے آپ کی سانس کی نالیوں کو صاف کیا گیا اور ناک کے راستے سے آکسیجن دینی شروع کی گئی۔ مگر ہمارے دیکھتے دیکھتے ٹمپریچر ۱۰۴ اور پھر ۱۰۵ اور۱۰۶ ہو گیا اور جلد ہی۱۰۷ کے قریب پہنچ گیا یہ بغل کا ٹمپریچر تھا چونکہ اندرونی حرارت اس سے ڈیڑھ یا دو ڈگری زیادہ ہوتی ہے۔اس

لحاظ سے آپ کا ٹمپریچر ۱۰۸ کے قریب ہوگا اس کو کم کرنے کے لئے جسم کو برف سے ڈھانپ کر ٹھنڈے کپڑوں سے نہایت تیزی سے رگڑا گیا۔ ڈیڑھ یا دو گھنٹے ایسا کرنے کے بعد ٹمپریچر کم ہونا شروع ہوا۔اور دوپہر تک تقریباً ۱۰۱ ۱/۲ تک آ گیا۔ اس کے کم ہونے پر غنودگی اور بے ہوشی بھی قدرے کم ہوئی۔ آواز دینے پر آپ آنکھیں کھولتے اور کچھ بولنے کی کوشش بھی فرماتے۔ سر میں گرانی کی شکایت کی ایک دفعہ اپنے خادم بشیر کو بھی بلایا۔ اور مجھے بھی یاد فرمایا۔

آپ کی نہایت درجہ تشویشناک حالت کے مدنظر دن میں کئی دفعہ مشورہ کیا جاتا اور بدل بدل کر بہت سی دوائیں استعمال کی گئیں۔پانی اور کچھ غذا معدہ میں نالی ڈال کردینی شروع کی گئی۔شام کے وقت برف کے بغیر آپ کا ٹمپریچر ۱۰۲تھا۔سانس کی حالت کافی بہتر تھی۔رات بھر یہی حالت رہی۔ ۱۰؎

حضرت میاں مظفر احمد صاحب حضرت میاں صاحبؓ سے اپنی آخری ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مجھ سے آخری ملاقات غنودگی سے پہلے ۳۰-۳۱/اگست کو ہوئی۔ میں بیماری کی شدت کا سن کر فوراً چند گھنٹوں میں لاہور پہنچ گیا۔ سیدھا ابا جان کے کمرے میں گیا۔لیٹے ہوئے تھے۔مجھے دیکھ کر فرمایا ’’مظفر! تم آ گئے‘‘ یہ فقرہ ایسے رنگ میں کہا جیسے کسی کو انتظار تھا۔ اس فقرہ میں ایک عجیب اطمینان اور سکون تھا جس سے مجھے کچھ گھبراہٹ ہوئی۔ میں ابا جان کا ہاتھ پکڑ کر سرہانے کی طرف بیٹھ گیا۔ پھر فرمانے لگے ’’کراچی کب جا رہے ہو؟‘‘ میرا کراچی جانے کا اس بیماری کی شدت سے پہلے کا پروگرام تھا۔ میں نے کہا ابھی تو میں نہیں جارہا۔فرمانے لگے ’’یہ بڑا اچھا فیصلہ ہے‘‘ اور اس فقرہ کو دوبارہ دوہرایا کہ ’’یہ بڑا اچھا فیصلہ ہے‘‘ اس کے بعد میں نے کھانے کے لئے عرض کیا۔ فرمانے لگے مجھے بھوک نہیں۔ میں نے کہا آپ کو دوائی دینی ہے۔ خالی پیٹ ٹھیک نہیں رہے گی کچھ کھا لیں۔اس پر تیار ہوگئے۔ سہارے سے بٹھایا اور اسی کیفیت میں سہارے سے بٹھائے رکھا کیونکہ لیٹ کر کھانا کھانا پسند نہ فرماتے تھے۔ کھانے کے بعد دوائی دی اور میں پاس ہی بیٹھا رہا۔ اتنے میں والدہ کا فون آیا۔ میں اُٹھ کر جانے لگا فرمانے لگے بیٹھے رہو۔ انہیں فون کا علم نہ تھا۔ میں نے عرض کی کہ اماں کا فون آیا

ہے۔ ابھی سن کر آ تا ہوں۔ واپسی پر پوچھا ''تمہاری اماں تھیں؟'' میں نے کہا جی۔ خود فون پر بول رہی تھیں۔ فرمانے لگے۔ میری حالت بتا دی ہے۔ میں نے کہا جی۔ وہ آنا چاہتی ہیں اور کار کا انتظام کر رہا ہوں تا صبح آ جائیں۔ اس کے بعد کچھ کپکپی سی شروع ہو گئی اور اس کے بعد پھر زیادہ تر غنودگی میں ہی وقت گذرا۔'' ۱۱

اگلے حالات پھر محترم ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب کے تحریر فرمودہ لکھے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''۲ر ستمبر کو تنفس میں پھر کچھ تنگی اور تیزی تھی اور حرارت بھی کچھ زیادتی پر تھی اور گردن میں قدرے اکڑاہٹ۔آپ کا چھاتی کا ایکسرے لیا گیا۔ جس سے نمونیہ اور پھیپھڑوں کی Infection کی مزید تصدیق ہوئی۔ خون بھی ٹسٹ کیا گیا۔ اکڑاہٹ کے مدنظر Lumbar Puncture اور Cerebro-Spinal Fluid بھی نکالا گیا۔ وہ بالکل صاف تھا اور اس طرح Meningitis یعنی دماغ کی جھلی کی سوزش کا شک بھی رفع کیا گیا۔ مگر حالت بگڑتی گئی۔ اس وقت اور ڈاکٹروں کو بھی مشورہ میں شامل کیا گیا۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد یوسف صاحب بھی آپ کو دیکھنے کے لئے آئے۔ باوجود تمام کوششوں کے سانس کی تکلیف اور غنودگی بڑھتی گئی۔'' ۱۲

حضرت میاں مظفر احمد صاحب آپ کی وفات کا واقعہ تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

'' ۲ر ستمبر کو جبکہ بہت سے احباب کوٹھی ۲۳ ریس کورس کے احاطہ میں مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ابا جان کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ آپ کو دو تین سانس کچھ اُکھڑ کر آئے اور ہم سے رخصت ہو کر اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ نماز کے معاً بعد دوڑ کر اندر گیا۔ آپ کا بازو اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے بوسہ دیا۔ اور اسی کیفیت میں کچھ لمحوں کے لئے دعائیں کرتا رہا اس کے بعد چونکہ سب عزیز ابا جان والے کمرے میں اکٹھے ہو رہے تھے میں والدہ کے پاس چلا گیا اور ان کے قدموں میں دیر تک بیٹھا رہا۔'' ۱۳

حضرت میاں صاحب کی وفات کی اطلاع آناً فاناً لاہور شہر کے تمام حلقوں میں پھیل گئی۔ ریڈیو پر بھی اعلان ہو گیا اور ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں گذرا تھا کہ کوٹھی کے سامنے کا تمام حصہ مردوں اور عورتوں سے بھر گیا۔ حضرت میاں صاحبؓ کی محبت کی وجہ سے بچے بھی کافی تعداد میں پہنچ گئے۔

اس وقت جو افسردگی احباب پر طاری تھی اس کا نقشہ الفاظ میں نہیں کھینچا جا سکتا۔ تمام احباب سر نیچے کئے ہوئے حیران و پریشان کھڑے تھے مگر بات کرنے کی طاقت نہیں پاتے تھے۔ میرا اپنا یہ حال تھا کہ ۲؍ستمبر کی صبح کو ہی نماز فجر سے پہلے متعدد بار میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ ''فُـعِـلَ مَـا قُـدِّرَ '' یعنی ''خدا تعالیٰ کی تقدیر وارد ہو چکی ہے'' حضرت میاں صاحبؓ کی بیماری گوتشویشناک تھی لیکن یہ سمجھا جا رہا تھا کہ کل کی نسبت آج مرض کی شدت میں کمی ہے۔ اس لئے ادھر ذہن نہیں جاتا تھا۔ لیکن جب یہ واقعہ ہو گیا تب پتہ لگا کہ یہ الفاظ اسی واقعہ سے تعلق رکھتے تھے☆۔ بہر حال کوٹھی کے دالان میں سینکڑوں انسان بت بنے کھڑے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام مردوں اور عورتوں کو آخری زیارت کا موقعہ دیا جائے۔ چنانچہ کوٹھی کے جس کمرہ میں آپ قیام فرمایا کرتے تھے اور جہاں متعدد بار ہم آپ کی زیارت سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ اس روز جب گئے تو اس نورانی وجود کی نعش پڑی تھی اور روح جسم عنصری سے پرواز کر کے اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور جا چکی تھی بے اختیار زبانوں سے پھر اناللہ وانا الیہ راجعون کی صدا بلند ہوئی۔ انتظام یہ تھا کہ احباب لائن کی صورت میں کمرہ میں داخل ہو کر چارپائی کے دائیں طرف سے گذریں اور سرہانے کے اوپر سے ہو کر دوسری طرف سے باہر نکل آئیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے بیان کے مطابق چونکہ گھوڑا گلی میں ہی آپ نے ایک منذر خواب کی بنا پر اپنے صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب کو فرمایا تھا کہ

> ''پرندہ اپنے گھونسلے میں ہی خوش رہتا ہے۔ میں تو ربوہ جانا پسند کروں گا۔ لیکن چونکہ وہاں بجلی کا انتظام ناقص ہے اور شاید طبی لحاظ سے بھی لاہور سے گذرنا مناسب ہو۔ اس لئے لاہور جانا پڑتا ہے۔ ایسی کیفیت کے پیش نظر میرے چھوٹے بھائی مرزا منیر احمد کو تاکیداً فرمایا کہ دیکھو میرا جنازہ بغیر کسی توقف کے لے جانا۔ چنانچہ اسی خواہش

محترم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب لکھتے ہیں:

☆آپ کی وفات سے ۴۸ گھنٹے پہلے بھی وہم وگمان نہیں تھا کہ آپ کی وفات اس قدر نزدیک ہے۔ آپ کی وفات نمونیہ اور پھیپھڑوں کی Infection اور تیز بخار کیوجہ سے ہوئی ہے جو کہ عام حالات میں علاج اور خصوصاً موجودہ Antibiotics علاج سے آسانی سے قابو میں آجاتی ہیں مگر باوجود تمام کوششوں کے کوئی دوائی ذرہ بھر اثر پذیر نہیں ہوئی۔ یہ تمام باتیں ہمیں اس نتیجہ پر مجبور کرتی ہیں کہ آپ کی وفات اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ اور تقدیر مبرم تھی جو اس کی مشیت کے مطابق پوری ہوئی۔ انـالـلـہ و انـا إلیـہ راجعون کل من علیھا فان ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال ولاکرام۔'' (الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۴)

کے مدنظر ہم رات کو ہی لاہور سے چل پڑے اور رات کے ساڑھے تین بجے ربوہ پہنچے۔'' ۱۴؎

حضرت مسیح موعودؑ سے مشابہت

یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے آقا و مطاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال بھی لاہور ہی میں ہوا اور آپ کے اس جلیل القدر فرزند قمر الانبیاء نے بھی لاہور ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال بھی منگل کے دن ہوا اور حضرت مرزا شریف احمدصاحبؓ کا بھی اور اب منگل ہی کی رات تھی جس میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور منگل کے دن آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

حضرت قمرالانبیاء نور اللہ مرقدہ کا جنازہ سوا دس بجے شب ایمبولینس کار میں ربوہ کے لئے روانہ ہوا۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ساڑھے تین بجے ربوہ پہنچا۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ افراد جو حضرت میاں صاحبؓ کی علالت کے پیش نظر پہلے ہی سے لاہور میں جمع تھے ایک درجن کے قریب موٹرکاروں میں جنازہ کے ہمراہ ربوہ پہنچے۔ اہل ربوہ کو وفات کے بعد ہی بذریعہ فون اطلاع کر دی گئی تھی۔ لیکن چونکہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب لاہورتشریف لائے ہوئے تھے۔ اس لئے رات کو سونے سے پہلے حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو حضرت میاں صاحبؓ کی وفات کی اطلاع عمداً نہ پہنچائی گئی۔ صبح جب حضور اُٹھے اور حضرت میاں صاحبؓ کے متعلق دریافت فرمایا تو حضرت اُم متین نے وفات کی اطلاع دے دی اور پھر بعد میں الفضل کا پرچہ بھی سامنے کر دیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب فرماتے ہیں:

''حضور کو اس کا بے حد صدمہ اور قلق تھا لیکن پہلے دو روز بہت ضبط فرماتے رہے۔ ذکر کرنے سے گریز فرماتے تھے لیکن ضبط کی وجہ سے چہرے پر سرخی آجاتی تھی ان دنوں میں بے چینی اور گھبراہٹ بھی بہت رہی ۔ میری بیوی سے فرمایا کہ مجھے بڑا کرب اور قلق ہے۔ پھر فرمایا مجھ سے چھوٹے تھے

ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا:

''دعا کرو قادیان واپس ملے تا یہ چکر ختم ہو'' ۱۵؎

اب ہم پھر پچھلے بیان کی طرف عود کرتے ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اہل ربوہ کو وفات

کے بعد ہی بذریعہ فون اطلاع کر دی گئی تھی اور یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ جنازہ بہت جلد ربوہ کے لئے روانہ ہو جائے گا۔ اس لئے رات کے پہلے حصہ میں ہی اہل ربوہ سارے کے سارے بسوں کے اڈہ پر جمع ہوگئے تھے اور جنازہ کے پہنچنے تک اڈہ اور حضرت میاں صاحبؓ کی کوٹھی پر جنازہ کے لئے چشم براہ تھے۔ جنازہ اڈہ سے سیدھا آپ کی کوٹھی ''البشریٰ'' لے جایا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی علی الصبح چار بجے نعش مبارک کو غسل دینے کا انتظام کیا گیا۔ غسل محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح و ارشاد، محترم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی اور محترم حکیم عبد اللطیف صاحب شاہد نے دیا۔ غسل دینے میں محترم مولوی محمد احمد صاحب جلیل ، مکرم سید مبارک احمد شاہ صاحب سرور اور مکرم حمید احمد صاحب اختر ابن مکرم عبد الرحیم صاحب مالیر کوٹلوی نے بھی حصہ لیا اور مذکورہ بالا ہر سہ اصحاب کا ہاتھ بٹایا یہ امر قابل ذکر ہے کہ جو کفن آپ کے لئے تیار ہوا تھا اس کا ایک حصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو صحابیوں حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب اور محترم خواجہ عبید اللہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے سیا تھا۔

آخری زیارت کا شرف

حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر ایک تو ریڈیو پاکستان کے ذریعہ دور و نزدیک کے علاقوں میں سنی گئی۔ دوسرے مرکز کی طرف سے اہم مقامات پر تاروں کے ذریعہ اطلاع کر دی گئی اور لاہور کی جماعت کے تو سامنے کا واقعہ تھا۔ اور پھر اس روز محترم صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب نے طارق بس کے ذریعہ ربوہ جانے والوں سے کرایہ وصول کرنے سے بھی مینیجر صاحب کو روک دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ لوگ بھی چلے گئے جو باوجود خواہش اور تڑپ کے نہیں جا سکتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ۳/ستمبر کی صبح تک لاہور سے ہی سینکڑوں لوگ مختلف سواریوں کے ذریعہ ربوہ پہنچ گئے تھے اور کوئٹہ اور کراچی اور بعض دوسری جگہوں کے لوگ تو ہوائی جہاز کے ذریعہ لاہور یا لائلپور ہوتے ہوئے ربوہ پہنچے۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل، محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی اور مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب اور بعض دیگر درویش قادیان سے تشریف لائے۔ مغربی پاکستان کا شاید ہی کوئی علاقہ ہوگا جہاں سے کافی تعداد میں احمدی بلکہ بعض غیر احمدی بھی جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے نہ پہنچے ہوں۔ نیز ایک خاصی تعداد میں مستورات بھی بیرونجات سے ربوہ آئیں۔ جنہیں لجنہ اماء اللہ کے ہال میں ٹھہرانے کا انتظام کیا گیا۔

اخبار الفضل مورخہ ۵/ستمبر میں نعش مبارک کی آخری بار زیارت جنازہ اور تدفین کے جو

حالات درج کئے گئے ہیں۔ ان سے کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ جماعت کو کس قدر گہرا تعلق اور لگاؤ تھا۔ الفضل لکھتا ہے:

''احباب کی اس قدر کثیر تعداد کے پیش نظر فیصلہ کیا گیا کہ احباب کو حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ مبارک کی زیارت کا موقعہ دینے کا انتظام اولین فرصت میں کیا جائے تاکہ سب احباب زیارت کا شرف حاصل کر سکیں۔ چنانچہ مستورات کے لئے صبح دس بجے سے لیکر بارہ بجے تک اور مردوں کے لئے اڑہائی بجے سے ساڑھے چار بجے تک کا وقت مقرر کیا گیا۔ لیکن یہ وقت ناکافی ثابت ہوا۔ مستورات نے ایک خاص نظام کے ماتحت دس بجے صبح سے ڈیڑھ بجے دوپہر تک زیارت کا شرف حاصل کیا۔ پھر بھی بہت سی مستورات کو قلت وقت کے ماتحت اس شرف سے محروم رہنا پڑا۔ نماز ظہر کے بعد دو بجے سے مردوں کو زیارت کو موقعہ دیا گیا۔سب سے پہلے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، ناظر و وکلاء صاحبان، امرائے اضلاع، ربوہ کے صدران محلّہ جات، مجلس انصار اللہ مرکزیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عہدیداران نے باری باری زیارت کی۔ بعد ازاں جملہ احباب باری باری ایک قطار کی شکل میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے پاس سے تیز رفتاری سے گذر کر زیارت کا شرف حاصل کرتے رہے۔ یہ سلسلہ ۲ بجے سے لے کر سوا پانچ بجے تک مسلسل جاری رہا۔ اس عرصہ میں تقریباً دس ہزار افراد چہرہ مبارک کی آخری زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس کے باوجود احباب کی ایک بہت بڑی تعداد ابھی باقی تھی۔ چنانچہ مجبوراً اس سلسلہ کو بند کرنا پڑا۔ اس موقعہ پر محروم دیدار احباب کی بیتابی اور اضطراب کی حالت قابل دید تھی۔ وہ ڈیوٹی پر مقرر افراد کی منّتیں کرتے بے حال ہوتے جارہے تھے کہ کسی طرح انہیں اپنے جان و دل سے عزیز مربی و محسن کے چہرہ مبارک کی آخری بار ایک جھلک نصیب ہو جائے۔ ادھر جن احباب کو آخری دیدار کا شرف حاصل ہوا۔ان کی حالت بھی کچھ کم غیر نہ تھی۔ کونسی آنکھ تھی جو آنسو نہ بہا رہی تھی اور کونسا دل تھا جو غم کی پوٹ نہ بنا ہوا تھا۔بعض احباب کی تو طبیعت پر ہزار ضبط کے باوجود چیخیں نکل گئیں۔ اس وقت بعض عمر رسیدہ احباب بچوں کی طرح روتے اور بلکتے ہوئے دیکھے گئے۔''

جنازہ اٹھانے اور کندھا دینے کا منظر

'' آخری زیارت کا سلسلہ مجبوراً بند کرنے کے بعد جنازہ حضرت میاں صاحبؓ کی کوٹھی سے ساڑھے پانچ بجے شام اُٹھایا گیا۔ کوٹھی کے احاطہ میں جنازہ خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے افراد ، صحابہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام، ناظرو وکلاء صاحبان ، امراء اضلاع، صدر صاحبان محلّہ جات، مجلس انصار اللہ مرکزیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی مجالس عاملہ کے ارکان نے اپنے کندھوں پر اٹھایا۔کوٹھی کے باہر سڑک کے ساتھ ساتھ بہشتی مقبرہ تک سڑک کے دونوں طرف احباب جماعت قطاریں باندھے کھڑے تھے۔ جنازہ جب کوٹھی سے باہر سڑک پر پہنچا تو تمام دیگر احباب کو کندھا دینے کی اجازت دی گئی۔ ہر چند اس خیال سے کہ سب دوستوں کو کندھا دینے کا موقعہ مل سکے۔ جنازہ کی چارپائی کے ساتھ دونوں طرف بہت لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے اور جنازہ کے ارد گرد خدام کی ڈیوٹیاں مقرر کر دی گئی تھیں کہ وہ بسہولت کندھا دینے میں لوگوں کی مدد کر سکیں۔ پھر بھی احباب کا ہجوم اس قدر تھا کہ کندھا دینے کی سعادت حاصل کرنے کی خاطر ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ اس طرح ہزارہا غمناک مخلصین کے کندھوں پر جنازہ چھ بجے شام کے قریب بہشتی مقبرہ پہنچا۔''

جنازہ

'' بہشتی مقبرہ کے وسیع احاطہ میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں قریباً پندرہ ہزار احباب شریک ہوئے۔ بہت سے احباب نے جو لاریوں کے ذریعہ اسی وقت ربوہ پہنچے تھے اڈہ سے سیدھے بہشتی مقبرہ پہنچ کر نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ نماز میں احباب پر رقت کا ایک ایسا عالم طاری تھا جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ نماز جنازہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے چار کی بجائے پانچ تکبیریں کہیں۔ کیونکہ بعض خاص مواقع پر آنحضرت ﷺ کا نماز جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہنا ثابت ہے ابتداءً بہشتی مقبرہ کے احاطہ میں سفیدی سے قبلہ رخ خطوط لگا کر ۲۱ صفوں کی گنجائش رکھی گئی تھی۔لیکن یہ انتظام ناکافی ثابت ہؤا۔ اور صفوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو گئی اور بعد میں آنیوالے احباب نماز میں شریک ہونے کی خاطر بعجلت احاطہ سے باہر ہی صفیں

بناتے چلے گئے۔‘‘

قبر کی تیاری اور تدفین

’’نماز کے بعد جنازہ حضرت اُم المومنین نور اللہ مرقدھا کے مزار اقدس والی چار دیواری کے اندر لے جایا گیا اس چار دیواری کا احاطہ محدود ہونے کے باعث خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کے علاوہ صرف صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ، ناظرو وکلاء صاحبان ، امراء اضلاع ، صدر صاحبان محلّہ جات اور انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے عہدیداران کو ہی جنازہ کے ہمراہ چار دیواری کے اندر جانے کی اجازت دی گئی۔ باقی احباب چاردیواری سے باہر بہشتی مقبرہ کے احاطہ میں کھڑے دعائیں کرتے اور درود شریف پڑھتے رہے۔

تابوت کو قبر کے اندر اُتارنے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادگان محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب اور محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کے علاوہ محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور بعض دوسرے صاحبزادگان نے حصہ لیا۔بعد ازاں چاردیواری کے اندر موجود احباب نے قبر کومٹی دی ۔اور قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے ایک پر سوز اور رقت آمیز دعا کرائی۔جس میں جملہ احباب شریک ہوئے۔حضرت میاں صاحبؓ کے جسد اطہر کو حضرت ام المؤمنین نوراللہ مرقدھا کے قدموں کی جانب چار دیواری کے جنوبی قطعہ میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔اس طرح ہزار ہا محزون و غمناک قلوب ،اشکبار آنکھوں اور سوز وگداز سے معمور درد مندانہ دعاؤں کے درمیان اس مقدس وبابرکت وجود کا جسد اطہر جوعظیم الشان خدائی نشانوں اور آسمانی بشارتوں کا مظہر ہونے کے باعث جماعت کے لئے ایک ستون کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور ابتلاؤں کے اوقات میں احباب جماعت کیلئے ایک ڈھارس کاکام دیتا تھا۔اور قدم قدم پر کمال دانشمندی اور غیر معمولی فراست کی بدولت بہ تائید وتوفیق الٰہی ان کی رہنمائی فرماتا

تھا۔سپرد خاک کر دیا گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔‘‘ ۱۶؎

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب حضرت میاں صاحبؓ کی دو دعاؤں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’ذاتی دعاؤں میں اباجان دو باتوں کے لئے بہت دعا فرمایا کرتے تھے۔اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے راستہ پر چلنے کی توفیق بخشے اور دوم انجام بخیر ہو۔اس آخری امر کیلئے بڑی تڑپ رکھتے تھے۔اور ہمیشہ اس پر زور دیا کرتے تھے۔مجھے کئی بار فرمایا کہ ایک انسان ساری عمر نیکی کے کام کرتا ہے لیکن آخر میں کوئی ایسی بات کر بیٹھتا ہے جو خدا کی ناراضگی کا مورد ہو جاتی ہے۔اور جہنم کے گڑھے کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ایک دوسرا انسان ساری عمر بد اعمالی میں گذارتا ہے لیکن آخر میں ایسا کام کر جاتا ہے جو خدا کی خوشنودی کا باعث ہو جاتا ہے۔سو اصل چیز انجام بخیر ہے اور اس کیلئے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہیے۔خود اپنے لئے اسکی ہمیشہ سے بہت دعا فرمایا کرتے تھے۔اور کسی سے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ بڑے اضطرار سے یہ دعا کی اور خدا سے درخواست کی کہ اسکے بارہ میں مجھے کوئی تسلی دے دے۔اس دعا پر جو اغلباً قرآن شریف کی تلاوت کے دوران میں کر رہے تھے۔یکدم قرآن شریف کے سامنے کے دونوں ورق سفید ہو گئے اور دائیں ورق پر موٹے الفاظ میں صرف یہ دو لفظ لکھے نظر آئے’ بغیر حساب۔‘‘

محترم صاحبزادہ صاحب موصوف آپ کی زندگی کے نمایاں پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’غرض تعلق باللہ،عشق رسولؐ اور عشق مسیح زمان سے گہری وابستگی،خلیفہ وقت کی بے مثال اطاعت اور فرماں برداری خلق خدا سے بے پایاں شفقت غرباء سے ہمدردی مرکز سے گہرا لگاؤ اور اسلام اور احمدیت کے مستقبل پر کامل یقین آپ کی زندگی کے خصوصی پہلو تھے۔اپنی ساری عمر اپنی تمام تر طاقت اس کوشش میں صرف کی کہ خدا کا نام بلند ہو اور اس کی مخلوق کی بھلائی ہو عین جوانی میں وقف دین کا عہد باندھا اور آخری سانس تک اسے بڑے ذوق اور شوق سے نبھایا۔احمدیت کی یہ مایہء ناز شخصیتیں زمانہ کے لحاظ سے ہمارے بہت قریب کھڑی ہیں اور ہم ان کی قدر ومنزلت اور مقام کا صحیح

اندازہ نہیں لگا سکتے۔لیکن اسلام اور احمدیت کا آنے والا مؤرخ ان کے خدو خال کو اجاگر کرے گا اور تاریخ کے اس دور سے نہیں گذر سکے گا جب تک وہ مسیح محمدی کے ان پروانوں کو خراج تحسین نہ ادا کرے۔یہ خوش قسمت لوگ مسیح محمدی کی فوج کے صف اول کے سپاہی ہیں جن کی زندگی کا مقصد ایک اور صرف ایک تھا کہ اسلام دوبارہ زندہ ہواور دنیا کو ایک زندہ خدا اور ایک زندہ نبی محمد (ﷺ) کی پہچان ہو۔ان بزرگوں نے اپنی تمام طاقتیں اور کوششیں اس مقصد کے حصول کے لئے بے دریغ خرچ کر دیں۔اور خدمت دین کا حق ادا کیا۔اسلام اور احمدیت کے پودے کی اپنے خون اور قربانی سے آبیاری کی۔اور دنیا کی کوئی کشش اس کے رستہ میں حائل نہ ہونے دی۔دین سے باہر کسی چیز میں کبھی دلچسپی لی تو فروعی اور وقتی طور پر اور زندگی اور ہر توجہ کا مرکزی نقطہ ہمیشہ خدمت دین رہا۔اپنی تمام زندگی کا یہی موٹو(Motto) رہا کہ دین دنیا پر بہر حال مقدم رہے اور اپنے پر ہر موت اس لئے وارد کی تا اسلام زندہ ہو۔مجھے یاد ہے ایک مرتبہ ایک بیماری کے حملہ کے دوران ڈاکٹروں نے اباجان کو مشورہ دیا کہ آپ کی صحت کی حالت ایسی ہے کہ آپ کام کم کیا کریں۔آپ نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمانے لگے۔میں تو یہی چاہتا ہوں کہ دین کی خدمت کرتے کرتے انسان جان دے دے۔چنانچہ ڈاکٹروں کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ اباجان کو کام سے نہ روکیں بلکہ یہ مشورہ دیں کہ آپ تھوڑے عرصہ کے لئے آرام فرما لیں تا پھر تازہ دم ہو کر پہلے کی طرح اپنا کام کرتے چلے جائیں۔چنانچہ یہ گُر کارگر ہوا۔اور کچھ عرصہ کے لئے آرام کا مشورہ آپ نے اس رنگ میں قبول فرمایا کہ کچھ دنوں کے لئے کام کو کچھ ہلکا کر دیا۔‘‘

آگے حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے والد مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی طرف سے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

’’اے جانیوالے تجھ پر خدا کی ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو عمر بھر اپنوں اور غیروں سب کیلئے ایک بے پایاں شفقت اور رحمت کا سایہ بن کر رہا۔ دیکھ میرا ہاتھ کانپ رہا ہے اور میری آنکھیں اشکبار ہیں اور میرا دل تیری محبت کی یاد میں بے قابو ہوا جاتا ہے۔ اے اللہ! رحم کر رحم میرے مولا ہم کون؟ جو تیری قضا کے فیصلہ کے سامنے کسی قسم کی چون وچرا کریں۔ تو گواہ ہے کہ باوجود اسکی تمام تلخیوں

کے ہم نے تیری تقدیر کو بانشراح صدر قبول کیا ہے۔ لیکن میرے مولا تیرے در کا سوالی تجھ سے ایک بھیک مانگتا ہے۔میرے ابا کا خاکی جسم تو ہم سے جدا ہو گیا۔ لیکن انکی برکات ہمارے ساتھ رہنے دیجیو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم سے وہ کام لے جس سے تو راضی ہو جائے۔ اور جو ہمارے باپ کی روح کیلئے تسکین کا باعث ہو۔''

شکریہ احباب

شکریہ احباب کے ضمن میں حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف لکھتے ہیں:

''بالآخر میں ان تمام احباب کا ممنون ہوں جنہوں نے اباجان کے لئے اور ہمارے لئے دعائیں کیں اور کر رہے ہیں۔اور پھر آپکے ان معالجوں کا جنہوں نے آپکی بیماری میں کمال محبت اور محنت سے علاج کی تکلیف اٹھائی ان ڈاکٹروں میں ربوہ میں عزیزم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور لاہور میں ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

مکرمی ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب نے اس آخری بیماری میں اور اس سے پہلے بھی ہر بیماری کے موقع پر بے حد محبت اور اخلاص سے علاج کیا۔ لاہور میں صبح اور شام کا آنا تو معمول تھا ہی اسکے علاوہ بھی ضرورت کے موقع پر بلا توقف تشریف لاتے تھے۔ اور دیر تک پاس بیٹھے رہتے تھے۔ اسی طرح ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور کرنل عطاء اللہ صاحب نے بھی بڑے اخلاص اور محبت سے علاج اور تیمارداری میں حصہ لیا......اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور جو آرام اور راحت انہوں نے میرے باپ کو پہنچانے کی کوشش کی ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو اَور ان کی اولادوں کو پہنچائے۔ خادموں میں سے سب سے اول بشیر احمد نے خدمت کی نہ صرف بیماری میں بلکہ گذشتہ قریبا بیس برس سے اس نے حد درجہ وفاداری اور جاں نثاری سے خدمت کی ہے اور ابا جان بھی اسکا خاص خیال رکھتے تھے۔ اور اس سے بچوں کی طرح محبت کرتے تھے۔''

جنازہ میں شامل ہونے والوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں:

''جنازہ کے موقع پر بھی احباب جماعت کثیر تعداد میں شریک ہوئے اور ایک اندازہ کے مطابق ۶،۷ ہزار لوگ باہر سے ربوہ تشریف لائے۔بعض ان میں دور دور کے مقامات سے باوجودیکہ وقت بہت کم ملا۔تکلیف اٹھا کر آئے مجھے شیخ فیض محمد صاحب

نے سنایا کہ وہ کراچی سے جنازہ میں شمولیت کے لئے آ رہے تھے کہ ایک دیہاتی ملتان سے ہوائی جہاز پر سوار ہوا۔اور ان کے ساتھ لائل پور اترا لائلپور اس نے دریافت کیا کہ آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں جب انہوں نے کہا کہ ربوہ تو اس نے درخواست کی کہ وہ اس کو بھی ٹیکسی میں ساتھ لیتے جاویں۔ان کے پوچھنے پر اس نے کہا کہ مجھے اپنے گاؤں میں حضرت میاں صاحبؓ کی وفات کی خبر ملی تو میں اسی وقت ریلوے اسٹیشن گیا تو گاڑی نکل چکی تھی بسوں کے اڈہ پر گیا۔لیکن وہاں سے بھی پہنچنے کی کوئی صورت نہ بنتی تھی۔میرے اس اضطراب پر کسی نے کہا کہ ہوائی جہاز پر جاؤ تو شاید پہنچ سکو سو یہ بے چارہ ہوائی اڈہ پر پہنچا اور وہاں سے ٹکٹ خرید کر لائلپور آیا۔شیخ صاحب کہتے تھے کہ اس کی حالت یہ تھی کہ شاید وہ اپنی کسی دنیوی ضرورت کے لئے اتنی رقم کبھی خرچ کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔جو اس نے تکلیف اٹھا کر جنازہ میں شمولیت کی خاطر برداشت کی اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔‘‘

تعزیت کے پیغامات

تعزیت کے پیغاموں کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

’’تعزیت کے پیغام اور خطوط بھی سینکڑوں کی تعداد میں دنیا بھر سے آ چکے ہیں اور ابھی چلے آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے جنہوں نے غم میں شریک ہو کر اس کے ہلکا کرنے کی کوشش کی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسے اپنا سمجھا۔بعض دوست یہ کہہ رہے تھے کہ ہم تعزیت کس سے کرنے جائیں ۔ہم تو کہتے ہیں لوگ ہم سے آ کر تعزیت کریں۔

متعدد احباب نے اپنے خطوط میں لکھا کہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم آج یتیم ہو گئے بعض دوستوں نے یہاں تک لکھا کہ ہمیں حضرت میاں صاحب کی وفات کا صدمہ اپنے والد کی وفات کے صدمہ سے زیادہ ہوا ہے اور ایک مخلص دوست نے مجھے بتایا کہ بیماری کی شدت کے ایام میں وہ خدا کے حضور یہ دعا کرتے رہے کہ اے اللہ! تو میری زندگی بھی حضرت میاں صاحب کو دے دے کیونکہ میری موت سے تو ایک خاندان پر مصیبت آتی ہے۔لیکن حضرت میاں صاحب کی وفات جماعت اور عالم اسلام کے لئے صدمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم سب

کو محبت اور اخوت کے اس رشتہ میں منسلک کردیا ہے کہ دوسرے کی تکلیف اپنی اور بعض حالات میں اپنے سے بڑھ کرمحسوس ہوتی ہے۔''

محترم چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا تعزیتی خط

محترم جناب چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے تعزیتی خط کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

'' ' ان تعزیت کے خطوط میں اباجان کی وفات سے ایک روز بعد کا امریکہ سے لکھا ہوا خط مکرم محترم چودھری محمد ظفراللہ خاں صاحب کی طرف سے بھی ملا۔جناب چودھری صاحب نے اپنے اس خط میں اباجان کی سیرت کا بڑا صحیح نقشہ کھینچا ہے اس لئے اس خط سے ایک اقتباس درج کرتا ہوں۔

'' میں ابھی تک اس قابل نہیں ہوا کہ اپنے خیالات کو پورے طور پر مجتمع کر کے آپ کو ایک مربوط خط لکھ سکوں۔آپ کے واجب الاحترام والد کی وفات نے میری زندگی میں خلا پیدا کر دیا ہے جیسا کہ آپ کو بخوبی علم ہے۔ہماری بہت قریبی اور گہری اور جہاں تک ان کا تعلق ہے ان کی جانب سے بہت ہی مشفقانہ وابستگی ۵۳ سال سے بھی زائدعرصہ تک جاری رہی۔اس تمام عرصہ میں کبھی اختلاف یا غلط فہمی کا شائبہ بھی پیدا نہیں ہوا۔فیض کا چشمہ ایک ہی سمت بہتا رہا۔یعنی ان کی جانب سے میری طرف ان کی محبت اور نوازشات کی کوئی انتہا نہ تھی۔ان محبتوں اور شفقتوں کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا تو صرف ان کی وفات پر ان کے لئے اور ان کے عزیزوں کے لئے مخلصانہ دعاؤں کے سوا میں ان کی کوئی خدمت بجا نہ لا سکتا تھا اور کسی لحاظ سے بھی ان کی پیہم نوازشات کا بدلہ نہ اتار سکتا تھا۔میں اس خیال سے کس قدر تسلی پاتا ہوں۔کہ مخلصانہ دعاؤں میں مجھ سے کبھی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔ اب وہ رحلت فرما گئے ہیں۔اور انہوں نے اپنے پیچھے جو خلا چھوڑا ہے اس سے آپ سب کی زندگیاں اور میری زندگی ہی متاثر نہیں ہوئی ہے۔بلکہ پاکستان میں بھی اور پاکستان سے باہر بھی ہر جگہ جماعت پر اس کا اثر پڑا ہے۔

حضرت صاحب کی علالت ان کے لئے مسلسل دکھ اور ملال کا موجب رہی۔اس کی وجہ سے ان کے کندھوں پر عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ آن پڑا اور بسا اوقات انہیں

پریشان کن اور بہت کٹھن حالات سے دوچار ہونا پڑا انہوں نے اس بارِعظیم اور مشکلات ومصائب کو بڑی سنجیدگی و وقار ،کامل وفاداری،اور بڑی جواں ہمتی اور مستقل مزاجی سے اٹھایا۔ہر لمحہ انہوں نے اپنے وجود کے ذرہ ذرہ کو خداتعالیٰ اور اس کے دین کی راہ میں وقف کئے رکھا۔اور اس راہ میں کئی موتیں اپنے پر وارد کیں۔ان کی جسمانی وفات ان کے لئے اس کمر جھکا دینے والے بوجھ سے جسے انہوں نے شکایت کا ایک لفظ بھی زبان پر لائے بغیر بطیّب خاطر دن اور رات اٹھائے رکھا خوش آئند رہائی کا درجہ رکھتی ہے خواہ دل نے کتنے ہی آنسو بہائے ہوں۔اور وہ کتنا ہی خون ہو ہو گیا ہو۔ان کی زبان سے اپنے خالق ومالک کے لئے محبت ،اطاعت ،وفاداری ،تسلیم ورضا اور تحمید وتمجید کے الفاظ کے سوا کبھی کوئی لفظ نہیں نکلا۔وہ ہم سب کے لئے ایک عظیم الشان اور درخشندہ و تابندہ اسوہ تھے۔''

'' میرے لئے یہ امر قدرے اطمینان کا باعث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اور میرے بھائی بہنوں کو بھی اپنے اپنے رنگ میں اباجان کی خدمت کی توفیق بخشی ۔میری کسی خدمت کی توفیق میں سب سے بڑا حصہ میری بیوی امتہ القیوم بیگم دختر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہے جنہوں نے ہر موقع پر خود تکلیف اٹھا کر ابا جان اور والدہ کی بڑے شوق اور محبت سے خدمت کی میرا دل ان کے لئے شکر کے جذبات سے لبریز ہے۔اباجان کی ایک امانت ہمارے سپرد ہے۔دوست جہاں ہم سب کے لئے اور دینی و دنیاوی امور کے لئے دعا فرماویں۔وہاں یہ بھی دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدہ محترمہ کی ایسی خدمت کی توفیق بخشے کہ وہ ہماری کسی حرکت سے غمگین نہ ہوں اور اباجان کی بے مثال تیمارداری کی کمی کو کسی رنگ میں محسوس نہ کریں۔خاکسار مرزا مظفر احمد'' ےا

حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے تعزیت کے خطوط کے جواب میں مندرجہ ذیل چٹھی احباب کوبھجوائی گئی۔

''بسم اللہ الرحمان الرحیم　　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

مکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات پر آپ نے جس گہری ہمدردی اور غم کے جذبات کا اظہار کیا ہے میں اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے آپ کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے اور دین و دنیا میں ہر قسم کی مکروہات سے بچا کر خیر وبرکت سے متمتع کرے۔عزیز مجھ سے چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت وہ پہلے اٹھا لئے گئے۔دل ان کی وفات سے زخم خوردہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں ہر چیز پر مقدم ہے اور اُسی کے آستانہ پر جھکنے سے ہماری نجات ہے۔اگر مومن اس قسم کے ابتلاؤں میں ثابت قدمی دکھائے اور خدا تعالیٰ کی رضا کی راہ پر پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے چلنے لگے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔لیکن اگر وہ سست ہو جائے تو اپنے پہلے مقام کو بھی کھو بیٹھتا ہے۔پس ابتلاؤں کا آنا مومنوں کے لئے بڑے فکر کا موجب ہوتا ہے اور جماعت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ایسے ابتلاؤں کے وقت پہلے سے بھی زیادہ جوش اور ہمت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے کھڑی ہوجائے۔اور اپنی آئندہ نسلوں کی درستی کی فکر کرے ہم میں سے کون ہے جس نے ایک دن اپنے رب کے حضور حاضر نہیں ہونا۔پھر کیوں ہم اپنے فرض سے غافل رہیں۔ہمیں ہمیشہ اپنے دلوں کو ٹٹولتے رہنا چاہیے۔اور اچھے قائم مقام اور اعلیٰ درجہ کی نیک نسلیں چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ کے تمام اعزہ ومتعلقین کے ساتھ ہو۔

خاکسار

مرزا محمود احمد''

آپ کی اولاد

آپ کی اولاد کے اسماء مع تاریخ پیدائش درج ذیل ہیں:

ا: صاحبزادی امتہ السلام بیگم صاحبہ۔پیدائش ۷ اگست ۱۹۰۷ء آپ حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے صاحبزادے مکرم مرزا رشید احمد صاحب سے بیاہی گئیں۔ ۱۸

۲: صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ۲۸ فروری ۱۹۱۳ء ۱۹

۳:صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب ۔۳ جنوری ۱۹۱۵ء ۲۰

۴:صاحبزادی امتہ الحمید بیگم صاحبہ ۔۱۶ اگست ۱۹۱۶ء۔ آپ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے صاحبزادے مکرم نواب محمد احمد خاں صاحب کے ساتھ بیاہی گئیں۔ ۲۱

۵:صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب ۔۲۶ اگست ۱۹۱۸ء۔ ۲۲

۶:صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب ۔۲۲ اگست ۱۹۲۲ء۔ ۲۳

۷:صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب ۔۱۸ جولائی ۱۹۲۴ء۔ ۲۴

۸:صاحبزادی امتہ المجید بیگم صاحبہ ۔۱۵ جنوری ۱۹۲۶ء آپ مکرم میجر وقیع الزمان صاحب کے ساتھ بیاہی گئیں۔ ۲۵

۹:صاحبزادی امتہ اللطیف بیگم صاحبہ ۴ نومبر ۱۹۳۵ء ۲۶

نوٹ: تاریخ احمدیت میں لکھا ہے کہ آپ کے دو بیٹے بچپن میں ہی فوت ہوگئے تھے۔اول مرزا حمید احمد صاحب متوفّی (۱۹۱۰ء) ۔دوم مرزا مبشراحمد صاحب اول متوفّی (۱۹۲۱ء) انہی ناموں پر بعد میں پیدا ہونے والے بچوں کے نام رکھے گئے۔

حضرت میاں صاحبؓ کی زندگی پر الفضل کا تبصرہ

الفضل لکھتا ہے:

''حضرت میاں صاحبؓ کا وجود بہت مقدس ومطہر اورعظیم الشان برکتوں کا حامل تھا۔آپ نے اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کئے رکھی اورعلمی اور انتظامی لحاظ سے وہ وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور خدمت کا ایک ایسا ریکارڈ قائم کر دکھایا کہ آنیوالی نسلیں قیامت تک اس پر فخر کرتی اور محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی بالغ نظری اور غیر معمولی فراست وذہانت کی وجہ سے اپنے عہد خلافت میں آپ کو صدر انجمن احمدیہ کا ممبر مقرر فرمایا۔بعد ازاں جب آپ نے ۱۹۱۶ء میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کر لی تو ہمہ تن آپ سلسلہ کے کاموں کے لئے وقف ہو گئے۔آپ نے مختلف اوقات میں مختلف علمی

اور انتظامی شعبوں میں نہایت شاندار خدمات سر انجام دیں۔جامعہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں آپ نے بطور استاد کام کیا۔ریویو آف ریلیجنز اور روزنامہ الفضل میں ادارت کے فرائض سر انجام دئے انگریزی تفسیر القرآن کے سلسلہ میں بھی آپ نے نہایت قابل قدر خدمات انجام دیں۔نیز ناظر تعلیم وتربیت ناظر تالیف وتصنیف،ناظر اعلیٰ اور ناظر خدمت درویشاں اور صدر نگران بورڈ کے طور پر آپ نے صدر انجمن احمدیہ کے انتظامی شعبوں کی نہایت درجہ کامیابی اورحسن وخوبی کے ساتھ رہنمائی فرمائی۔اور پھر ایسا گراں بہا لٹریچر اپنی یادگار چھوڑا کہ آنیوالی نسلیں قیامت تک آپ کی زیر بار احسان رہیں گی۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس ومطہر روح پر اپنے انوار وبرکات کی بے انداز بارش نازل فرمائے۔آپ کو اعلیٰ علیین میں اپنے خاص مقام قرب سے نوازے۔اور آپ کی برکات کو آپ کے بعد بھی قائم ودائم رکھے۔آمین ۔اللہم آمین۔''۲۷

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے اپنے منجھلے بھائی کا ذکر خیر

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا لعالیٰ نے حضرت میاں صاحبؓ کے وصال پر ''میرے منجھلے بھائی'' کے عنوان سے جو شذرہ سپرد قلم کیا۔ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں من وعن درج کیا جائے۔آپ تحریر فرماتی ہیں:

تمہیں کہتا ہے مردہ کون۔تم زندوں سے زندہ ہو
تمہا ری خوبیاں قائم۔تمہاری نیکیاں باقی۔

''وہ تو سال بھر سے کہہ رہے تھے کہ میں جارہا ہوں مگر دل ہمارے بھلاکب مانتے تھے۔اکثر میں نے کہا منجھلے بھائی!حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو فرماتے تھے خواب کا آ جانا بہتر نشانی ہے کہ دعا وصدقات سے بلاٹل جاتی ہے۔ناگہانی مصیبت سے خدا محفوظ رکھے۔جس میں دعا کی توفیق بھی نہیں مل سکتی۔بڑی معصومیت سے ''اچھا'' کہہ دیتے۔ مگر پھر جب ملو وہی اشارے رخصت ہونے کے۔وہی ذکر۔

مگر وقت آچکا تھا۔تقدیر مبرم تھی۔چودھویں کا چاند اُبھر رہا تھا کہ ہمارے گھر کا چاند ''قمرالانبیاء'' بعد غروب آفتاب اس دنیائے فانی سے غروب ہو کر اپنے بھیجنے والے اپنے مالک حقیقی کی آغوش رحمت میں طلوع ہوگیا۔اور ہم تکتے رہ گئے انا للہ و انا الیہ

راجعون۔

چھوٹے بھائی کا صدمہ ابھی تازہ تھا۔ابھی وہ زخم بھی بھرے نہ تھے کہ یہ ایک کاری تیر اور میرے دل پر لگا۔ہم نے بھی آگے پیچھے اب وہیں جانا ہے جہاں وہ گئے مگر درد جدائی کا احساس،خون کا جوش،دل کی جلن ایک قدرتی امر اور تقاضائے بشریت ہے۔زبان سے اُف نہ نکلے مگر دل کا کیا کیا جائے؟چھوٹے بھائی جان کا صدمہ کم نہ تھا بلکہ میری ایک بات کو سمجھنے والے سمجھ سکیں گے کہ ایک صورت سے ان کا غم ایک دردناک حسرت اور رحم اور دکھ کا زیادہ اثر چھوڑ گیا۔ وہ بھی کیسی نادر چیز تھے مگر نہ انہوں نے اپنی قدر پہچانی نہ اپنا خیال رکھا نہ بعض حالات ناگزیر کی وجہ سے ان کا خیال اتنا رکھا جا سکا۔ان وجوہ سے ان کے لئے اب تک دل میں دکھ رہتا ہے حسرت رہتی ہے ۔مگر گو منجھلے بھائی صاحب کا صدمہ چوٹ پر چوٹ ہونے کی وجہ سے محسوس اس سے بھی بڑھ کر ہوا۔ اور سب خاندان کے لئے جماعت کے لئے چونکہ ان کا وجود رحمت تھا تو اس سبب سے یہ سانحہ مزید غم وفکر کا موجب ہے۔ تا ہم جہاں ایک آہ پُر درد کے ساتھ قلب کی گہرائیوں سے اپنے مولا کے حضور دل و زبان سے نکلتا ہے اناللہ وانا الیہ راجعون ساتھ ہی میرے پیارے بھائی میری اماں جانؓ کے''بشریٰ'' (ان کو حضرت اماں جان ابتک پیار سے بشریٰ کہکر پکارا کرتی تھیں) کی کامیاب زندگی خدمات دینی اور بڑے بھائی کے حقیقی معنوں میں قوت بازو بن کر رہنے' تمام جماعت کے لئے مشعل راہ بننے' دلوں کی تسکین ثابت ہونے اور اپنی شان آب تاب سے دکھلا کر رخصت ہونے پر اس غم میں بھی بے اختیار دل کہتا ہے اور بیحد جذبہ شکر و امتنان سے کہتا ہے کہ الحمدللہ الحمدللہ میرے بھائی نے ناکام زندگی نہیں پائی۔ جیسا ہونا چاہئے تھا' جیسی مراد حضرت مسیح موعودؑ کی تھی ویسی ہی حیات مفید ومبارک گزار کر انجام بخیر پایا۔ یا اللہ! اپنی آغوش رحمت میں میرے حبیبؐ میرے آقاؐ کے قدموں میں بے حساب لے جانا میرے بھائی کو۔ میں نے کچھ سال گزرے خواب دیکھا تھا کہ میرا بھائی مبارک احمد مرحوم بیمار ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوا و علاج' کوشش اور دعا میں بے حد توجہ سے مشغول ہیں۔ اس کے پلنگ کے ہی گرد اسی سلسہ میں پھر رہے ہیں مگر اس کا انتقال ہو گیا۔ میں دروازے پر کھڑی ہوں' بہت گھبراہٹ کی

حالت میں۔ جب مبارک احمد کی وفات ہو گئی تو آپ دروازہ کھول کر میرے پاس آئے اور بڑی شاندار بڑی پر اثر آواز میں فرمایا کہ ’’مومن کا کام ہے کہ دوا علاج کوشش ہر طرح کی اور دعا میں آخر وقت تک لگا رہے۔مگر جب خدا تعالیٰ کی تقدیر وارد ہو جائے تو پھر اس کی رضا پر راضی ہو جائے۔‘‘یہی الفاظ تھے اور وہ عجیب نظارہ تھا جو میں نے دیکھااور دل پر نقش ہوگیا۔میں اپنی سمجھ کے مطابق اب سوچتی ہوں کہ یہ منجھلے بھائی صاحب کے لئے ہی خواب تھا کیونکہ میرے چھوٹے بھائی کے لئے تو کچھ بھی نہ ہو سکا تھا۔میرے منجھلے بھائی کے لئے آخر وقت تک ہر ممکن کوشش کی گئی۔نہ علاج میں کمی رہی نہ صدقات میں نہ دعاؤں میں ؎

کونسی کی نہ دوا کونسی مانگی نہ دعا ۔ہم نے کیا کیا نہ کیا تیرے سنبھلنے کے لئے۔

مگر آسمان پر فیصلہ ہو چکا تھا......اور......اس وقت خدا تعالیٰ کی تقدیر نے وارد ہی ہونا تھا......ہم راضی برضا ہیں۔مگر غمگین ضرور ہیں۔میرے خدا ہمیں معاف کر دینا۔یہ پیارو محبت بھی دلوں میں تو نے ہی تو ڈالا ہے۔

ایک زائد بات ضرور کہنا چاہتی ہوں۔میرے مخاطب محض احباب جماعت نہیں۔بلکہ اپنی اولادیں،اپنے بہن بھائیوں کی اولادیں۔سب عزیز سب صحابہؓ کی اولادیں بھی خصوصاً ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔’’**انی مھین من اراد اھانتک** ‘‘بے شک یہ آپ کی اہانت کرنے والے اعداء کیلئے خاص طور پر ہے اور بارہا پورا ہو چکا ہے۔مگر میرے عزیزو! میرے پیارو!ہوشیار باش!خدا تعالیٰ کا کلام بہت وسیع المعنیٰ اور بہت جگہ حاوی ہونے والا ہوتا ہے۔تقویٰ اختیار کرو۔نیک نمونے بنو۔ایسا نہ ہو کہ اتنا قرب پا کر اتنے عزیز و قریب ہوکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھنے والوں اور صحابہؓ کا زمانہ پانے والے ہوکر اپنے کسی عمل کسی غلطی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک نام پر دھبہ لگانے والے اور دشمنوں کو استہزاء اور طعن وشماتت کا موقعہ دینے والے بن جاؤ۔تمہاری کمزوریوں سے جو لوگ فائدہ اٹھا کر حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں توہین کے الفاظ کہنے والے ہوں گے صرف وہ نہیں پکڑے جائیں گے۔بلکہ خدا نہ کرے تم بھی پکڑے جاؤ گے۔جنہوں نے برا نمونہ دکھا کر آپؑ کی اہانت کروائی۔اللہ تعالیٰ نے

تو صاف کہہ رکھا ہے۔

''اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے۔''

پس بچ بچ کے چلو۔بچ بچ کے چلو۔ڈرڈر کر قدم اٹھاؤ ۔نیکی میں ترقی کرو۔دنیا دیکھ لے۔اور سمجھ لے کہ یہ پھل جس درخت کے ہیں وہ کیسا نہ ہو گا۔تم اللہ کے بن جاؤ۔تم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں ہزار گنا ہوکر لگیں گی۔تم ایک قدم بڑھاؤ گے تو خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے ہزار قدم بڑھائے گا۔

حضرت منجھلے بھائیؓ کے جانے سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کو ہر ایک پر کرنے کی کوشش کرے جو بوجھ وہ اتار چکے تم اٹھاؤ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا قدرت ثانی کا سلسلہ شروع ہوا۔مگر خلافت اولیٰ کے وقت سے ہی میرے بھائیوں نے اپنا فرض اولین جان کر خدمت دین کے لئے اپنے شب و روز وقف کر دیئے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمام زمانہ کیلئے رحمت تھے۔کیونکہ آپ سچے عاشق وخادم رحمۃ اللعالمین تھے۔آپ تمام جماعت بلکہ تمام مخلوق کے لئے باپ اور ماں کی مشترکہ محبت رکھتے تھے۔باپ کی طرح تربیت بھی تھی۔سختی اور نرمی بھی اور ماں کی طرح نرمی اور محبت ،مامتا کی طرح کا پیار بھرا سلوک بھی۔ آپ کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بھائیوں نے مل کر وہ کام بانٹ لیا۔بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کے شفیق باپ بنے مگر باپ آخر ازراہ تربیت کڑی نظر بھی رکھتا ہے۔ تا رعب قائم رہے۔اس لئے اس کو ذرا کبھی ریزرو بھی رہنا پڑتا ہے۔مگر ماں بچے کی غلطیوں پر پردے بھی ڈالتی ہے۔ چھپ چھپ کر سمجھاتی ہے۔ باپ کی ناراضگی کا خوف دلاتی ہے۔ مارتی ہے تو فوراً سینہ سے لگا کر پیار کرتی اور پیار سے کہتی ہے کہ دیکھو تمہارے بھلے کے لئے تو کہتی ہوں کہ اگر ابا تمہارے دیکھیں تو کیا کہیں۔غرض یہ ماں کا پیار سارے خاندان ساری جماعت کیلئے ایک قدرتی سمجھوتہ کے طور پر منجھلے بھائی صاحبؓ کے سپرد رہا اور ہمیشہ نبھاہا۔ خوب نبھاہا۔ وہ نیک نیت، خوش خلق اور منکسرالمزاج تھے۔ خود بہت حساس مگر دوسرے کے احساسات کا بھی بہت خیال رکھنے والے، خدا اور رسولؐ کے عشق میں سرشار، مگر ہر وقت ڈرنے والے۔ ہر وقت فکر تھا کہ گنہگار ہوں۔ غریب نواز، ہمدرد، غرض ایک خوبیوں کا مجموعہ تھا۔ ایک نیکیوں کا گلدستہ

تھا۔ جس کو اب اس کے خالق نے اپنی جنت اعلیٰ کے لئے پسند کرلیا۔ ہم اس کی رضا پر راضی ہیں مگر جب تک زندہ ہیں، یاد کرینگے۔ خدا تعالیٰ ہم کو اس یاد کے ساتھ ان کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کی توفیق دیتا رہے۔ خاص اپنے فضل و کرم سے اور ہماری دعاؤں کا ہدیہ اُن کو بلندیوں تک پہنچتا رہے۔ آمین

مبارکہ ۲۸؁

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اس مختصر سے نوٹ میں اپنے منجھلے بھائی صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کی طبیعت ، کارناموں ، اطاعت امام اور خدمت خلق کا ایک مجمل سا نقشہ کھینچ کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے اور ہمیں دعوت دی ہے کہ اگر ہم احمدیت کے پودے کو سرسبز اور بارآور دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس زندہ جاوید شخصیت کی خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کا ردعمل

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات پر کیا اثر پڑا؟ یہ ایک سوال ہے جس کے جواب کے متعلق ہم میں سے ہر شخص کو غور کرنا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ نہایت ہی عزیز، حد درجہ کے فرمانبردار ،آپ کے پسینہ کی جگہ خون بہانے والے اور آپ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے جان تک فدا کرنے والے ، ایسے جاں نثار بھائی ساتھی اور فدائی کی جدائی کوئی معمولی بات نہیں تھی! اس بھائی کی وفات پر آپکی طرف سے کسی بیان کا جاری نہ ہونا کچھ معنی رکھتا ہے! میرے دل میں بھی یہ سوال پیدا ہوا تھا اور میں حیران تھا کہ اگر کوئی سوال کر بیٹھے تو اسے کیا جواب دوں گا۔ خدا بھلا کرے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا کہ انہوں نے مشرقی پاکستان کے کسی جلسہ میں اس سربستہ راز کی نقاب کشائی کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی وفات کا سب سے زیادہ غم اگر کسی شخص کو ہوسکتا تھا تو وہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات تھی مگر آپ اس غم کو پی گئے اور چند دن کے اندر اندر ہی آپ نے جو تازہ پیغام جماعت کے نام دیا۔ وہ اس امر کی عکاسی کرتا ہے کہ جس مقصد کے لئے آپ کے اس بھائی نے کام کرتے کرتے اپنی جان تک قربان کر دی۔ جماعت کو بھی چاہیے کہ اس مقصد کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دے کہ اسی کام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ

تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔ اسی کام کے لئے میں کام کر رہا ہوں اور اسی کام کے لئے میرے بھائی نے زندگی قربان کی۔ پس اگر آپ لوگوں کو حضرت میاں صاحبؓ سے محبت تھی تو اس کا ثبوت اپنے اعمال سے دو تا اللہ تعالیٰ تم پر اپنے افضال و انوار کی بارش نازل کرے۔

اب میں حضور کا وہ تازہ پیغام درج کرتا ہوں اور احباب سے درد مند دل کے ساتھ گذارش کرتا ہوں کہ اسے پڑھیں اور پھر پڑھیں، غور کریں اور پھر غور کریں اور پھر اس کے مندرجات کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَالنّــــــــــــاصِرُ

برادران جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

’’ میں نے آپ لوگوں کو بار ہا توجہ دلائی ہے کہ ہماری جماعت کے قیام کا حقیقی مقصد صرف یہی ہے کہ ہم اسلام کو ساری دنیا میں پھیلائیں اور محمد رسول اللہ کی عظمت دنیا کے کونے کونے میں قائم کر دیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک جماعت نے اسبارہ میں اپنے فرض کو صحیح طور پر محسوس نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان میں عیسائیت نے اسلام کے خلاف اپنے حملہ کو تیز تر کر دیا ہے اور وہ لوگ اس کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کر رہے ہیں لیکن مسلمان کہلانیوالے جن کے نبی کی زبان پر خدا تعالیٰ نے یہ الفاظ جاری کئے کہ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور جن کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تا مرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

تم سب سے بہترین امت ہو جن کو تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم نیکی کو دنیا میں پھیلاتے اور بدی سے لوگوں کو باز رکھتے ہو۔ وہ سستی اور غفلت کا شکار ہو رہے ہیں لیکن دوسروں کا کیا گلہ۔ اگر آپ لوگ ہی اپنے فرض کو صحیح رنگ میں ادا کرتے تو میں سمجھتا ہوں آج دنیا میں رسول کریم ﷺ پر اعتراض کرنے والے کہیں نظر نہ آتے بلکہ ساری دنیا پر اسلام کی حکومت ہوتی اور تمام دل نگین محمدؐ سے

منقش ہوتے اور بجائے گالیوں کے اس مقدس انسان پر درود اور سلام بھیجا جاتا۔ اب بھی وقت ہے کہ اپنی پچھلی سستی کا کفارہ ادا کرو۔ اپنی غفلتوں کو ترک کرو۔ اور اس دروازہ کی طرف دوڑو جس کے سوا تمہارے لئے کہیں پناہ نہیں اور ایک پختہ عہد اور نہ ٹوٹنے والا اقرار اس بات کا کرو کہ تم اپنے مال اور اپنی جانیں اور اپنی ہر ایک چیز اشاعت اسلام کے لئے قربان کرنے پر تیار رہو گے اور اس مقدس فرض کی ادائیگی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دو گے۔ یہی وہ سچا اور حقیقی جواب ہے جو غیر مسلموں کے مقابلہ میں ہماری طرف سے دیا جا سکتا ہے۔ یہ امر یاد رکھو کہ ہماری عزت ہمارے اعلیٰ درجہ کے لباسوں اور بڑی بڑی جائیدادوں میں نہیں ہے۔ یہ لباس تو چوڑھے اور چمار بھی پہن لیتے ہیں اور بڑی بڑی جائیدادیں پیدا کر لیتے ہیں۔ ہماری عزت اس میں ہے کہ ہم اپنی زندگیاں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مطابق بنائیں اور دن رات آپ کے پیغام کی اشاعت کریں تا کہ ہماری شکلوں کو دیکھ کر ہی لوگ پکار اُٹھیں کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں اور ان کی موجودگی میں محمد رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔ دشمن اس لئے حملہ کرتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ ابتر خیال کرتا ہے لیکن اگر اسے معلوم ہو کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی ساری جان اور اپنے سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرّہ ذرّہ اس پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے تو پھر اس کی کیا طاقت ہے کہ وہ آپ پر حملہ کر سکے۔

پس تبلیغ کے لئے اپنے آپ کو وقف کرو اور اسلام کی اشاعت پر زور دو تا کہ وہ لوگ جو محمد رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتے ہیں وہ آپ پر درود اور سلام بھیجنے لگیں۔ مکہ کے لوگوں کی گالیاں آخر کس طرح دور ہوئیں۔ اسی طرح کہ وہ اسلام کو قبول کر کے محمد رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے لگے۔ پس اب بھی یہی علاج ہے اور یہی وہ تدبیر ہے جس سے ہر شریف الطبع انسان اسلام کی خوبیوں کا قائل ہو جائے گا اور ہر شریر الطبع انسان مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر مرعوب ہو جائے گا۔

میں امید کرتا ہوں کہ تمام جماعتوں کے امراء اور سیکرٹریان اس تحریک کے پہنچتے ہی اپنے اپنے علاقہ کے احمدیوں کو پوری طرح اس میں حصہ لینے کی تلقین کریں گے اور

صدر انجمن احمدیہ اس کی نگرانی اور انتظام کرے گی اور ان سے غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کرنے کے لئے اپنے اوقات وقف کرنے کا مطالبہ کریں گے۔ ہر احمدی کو سال میں کم از کم ایک ہفتہ غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے وقف کرنا چاہیئے۔ بیشک اس کے لئے انہیں ایک لمبی قربانی سے کام لینا پڑے گا۔لیکن یہی قربانیوں کی رات ہے جو ایک خالص خوشی کا دن ان پر چڑھائے گی اور دنیا محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ پھر زندگی کا سانس لینے لگ جائے گی۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ اسی لئے آئے ہیں کہ وہ دنیا کو زندہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں سے ان کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ **یاایھاالذین امنو استجیبو الله وللرسول اذا دعا کم لما یحییکم** اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو جب کہ وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے بلاتا ہے۔ پس دنیا کی زندگی محمد رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو قبول کرنے میں ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم احیاء دین اور اشاعت اسلام کے کام کو اس زور سے اختیار کریں کہ دنیا کے کونہ کونہ سے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آوازیں آنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ لوگوں کو اس امر کی سچی توفیق عطا فرمائے کہ قیامت تک اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہراتا رہے۔'' والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

۸رستمبر ۱۹۶۳ء

قارئین کرام! اس سارے پیغام کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھ جائیں۔کہیں آپ نے اپنے عزیز ترین بھائی کی وفات کا ذکر تک نہیں کیا۔ آپ کے پیغام کے ایک ایک لفظ سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ اگر آپ کو کسی چیز کی تڑپ اور جوش ہے تو یہی کہ اسلام کا جھنڈا تمام دنیا پر لہرائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حکومت سارے جہاں پر قائم ہو جائے۔ کیا اس سے بڑھ کر سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر اور کسی ثبوت کی ضرورت ہے؟

جماعت پر آپ کی وفات کا اثر اور تعزیتی قرار دادیں

جماعت احمدیہ کے لئے حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کوئی معمولی سانحہ نہیں تھا۔ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک مختلف ممالک اور مختلف سر زمینوں کی جماعت ہائے احمدیہ میں غم و اندوہ اور حزن و ملال کی ایک لہر دوڑ گئی۔ دنیا کے لئے حضرت میاں

صاحبؓ کا وجود اس قدر فیض رساں تھا کہ شاید ہی کوئی احمدی ہو گا جس نے آپ کی ذات سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا ہو۔ میری مراد فائدے سے کوئی دنیوی فائدہ نہیں بلکہ روحانی اور تربیتی فائدہ ہے۔ غالبًا کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہوگا جہاں جماعت قائم ہو اور اس کے مبلغین اور لوکل باشندوں کے ساتھ آپ کی خط وکتابت نہ رہی ہو اور سالانہ جلسوں کے لئے انہوں نے آپ سے کوئی پیغام حاصل نہ کیا ہو۔ جماعتوں کو بھی آپ سے اس قدر محبت تھی کہ غالبًا ہر ملک میں آپ کی تقاریر کے ریکارڈ محفوظ ہوں گے۔ آپ نے جو اپنے پیچھے قیمتی لٹریچر چھوڑا ہے وہ رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا کام دیتا رہے گا۔ آپ کی غرباء کے ساتھ ہمدردی، بے سہاروں کی مدد، یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی ، معاملات کی صفائی، مظلوموں کی تائید میں کمربستگی، ظالموں کو وعظ و نصیحت سے مظلوموں کے حقوق ادا کرنے کی تلقین، سادہ مزاجی ، خوش خلقی اور شیریں کلامی کوئی ایسی خوبیاں نہ تھیں جو جلد بھلائی جا سکیں۔ آپ کی توحید پرستی، خدا تعالیٰ پر توکل اور اتقاء، جرأت مندی اور سخاوت، ذہانت اور ذکاوت ، انکسار اور تواضع کے واقعات بھی ہمیشہ آنے والوں کے ایمانوں کو جلا دیتے رہیں گے۔ آپ وجیہہ تھے، باوقار تھے، صادق القول تھے، صادق الوعد تھے، غیور تھے، حیا دار تھے، قصورواروں کے قصور معاف کرنیوالے تھے اور عیب داروں کے عیب پوش تھے۔ آپ کے کلام میں اس قدر جذب اور شوکت پائی جاتی تھی کہ سامعین ہمہ تن گوش ہو کر سننے پر مجبور تھے۔ آپ حق اور انصاف کی تائید کرنے میں عزیز سے عزیز رشتہ دار کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ آپ کی وعظ و نصیحت کا رنگ دنیا سے بالکل نرالا تھا۔ حق بات کہہ بھی جاتے تھے لیکن سننے والا خفت بھی محسوس نہیں کرتا تھا بلکہ یوں محسوس کرتا تھا جیسے کسی نہایت ہی شفیق اور غمخوار انسان نے درد بھری نصیحت کر کے اس کی اصلاح کے لئے ایک بہترین درس ہدایت دیا ہے۔ آپ بالغ النظر، صائب الرائے اور نہایت ہی شفیق ومقدس وجود تھے۔ آپ کی وفات سے جہاں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک وفا شعار مشیر خاص سے محروم ہو گئے ہیں۔ وہاں جماعت ایک محسن و مربی ہمدرد و شفیق اور غمگسار کو کھو بیٹھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محض اپنے فضل وکرم سے ہی اس عظیم خلا کو پورا کرنے کے سامان پیدا کرے۔ آپ کے وجود کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ آپ کی وفات پر جو شخص بھی جنازہ پر پہنچ سکتا تھا وہ پہنچا۔ تعزیت کی قراردادوں کا اگر شمار کیا جائے تو وہ لا محالہ ہزاروں تک جا پہنچیں گی۔ مرکزی اداروں ، صدر انجمن احمدیہ ، تحریک جدید اور وقف جدید کے علاوہ انصار اللہ مرکزیہ ، خدام الاحمدیہ مرکزیہ، لجنہ اماء اللہ

مرکزیہ، اور جملہ تعلیمی اداروں نے بھی تعزیت کی قراردادیں پاس کیں۔ لوکل انجمن اور محلّہ جات نے بھی افسوس کے ریزولیو شنز پاس کئے۔ پھر پاکستان کے دونوں حصوں کی تمام شہری اور دیہاتی انجمنوں نے قراردادوں کے ذریعہ اپنے حزن و ملال کا اظہار کیا۔ بیرونی جماعتوں میں سے قادیان کے درویشوں نے تو آپ کی وفات کو ایک خطرناک زلزلہ قرار دیا۔ جماعت ہائے احمدیہ انگلستان، سپین، سوئٹزرلینڈ، مغربی جرمنی، ہالینڈ، امریکہ، مشرقی افریقہ، مغربی افریقہ، برٹش گی آنا، ایران، انڈونیشیا، سنگاپور، ملایا، کینیڈا وغیرہ کی طرف سے بھی بیسیوں تعزیتی قراردادیں مرکز میں موصول ہوئیں اور انفرادی طور پر تاروں اور خطوط کے ذریعہ سے جو اظہارِ غم کیا گیا اس کا شمار تو سینکڑوں تک جا سکتا ہے۔ ۲۹

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے حضرت میاں صاحبؓ پر بے شمار افضال و برکات نازل کرے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص الخاص انصار میں جگہ دے۔

آمین اللھم آمین

حوالہ جات

حوالہ نمبر	حوالہ جات
۱	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۲
۲	الفضل ۲۰/نومبر ۶۳ء
۳	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۶-۳۷
۴	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۲
۵	الفضل ۲۰/نومبر ۶۳ء
۶	الفضل خاص نمبر
۷	الفضل ۲۰/نومبر ۶۳ء
۸	الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۳
۹	الفضل ۲۰/نومبر ۶۳ء
۱۰	الفضل خاص نمبر
۱۱	الفضل ۲۰/نومبر ۶۳ء
۱۲	الفضل خاص نمبر
۱۳	الفضل ۲۰/نومبر ۶۳ء
۱۴	الفضل ۲۰/نومبر ۶۳ء
۱۵	الفضل ۲۰/نومبر ۶۳ء
۱۶	الفضل ۵/ستمبر ۶۳ء
۱۷	الفضل ۲۰/نومبر ۶۳ء
۱۸	تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۳۰
۱۹	حیات نور صفحہ ۶۹۰
۲۰	الفضل مورخہ ۵/جنوری ۱۹۱۵ء
۲۱	الفضل ۲/ستمبر ۱۹۱۶ء
۲۲	الفضل ۳۱/اگست ۱۹۱۸ء
۲۳	الفضل ۲۴/اگست ۲۲ء
۲۴	الفضل ۲۲/جولائی ۲۴ء
۲۵	الفضل ۱۹/جنوری ۲۶ء
۲۶	الفضل ۶/نومبر ۳۵ء
۲۷	الفضل ۵/ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۸
۲۸	الفضل ۱۱/ستمبر ۱۹۶۳ء
۲۹	تفصیل کے لئے دیکھیں الفضل ۱۵/ستمبر ۱۹۶۳ء

آٹھواں باب

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی یاد میں

شعرائے احمدیت کا منظوم کلام

حضرت صاحبزادہ صاحب **موصوف** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر بیسیوں شعرائے احمدیت نے اپنے قلبی جذبات کا اظہار کیا ہے لیکن ہم جگہ کی قلت کے باعث صرف چند شعراء کا کلام درج کرنے پر مجبور ہیں۔

عبدالقادر

''کون جی میرا آج بہلائے''

(از حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالیٰ)

کون جی میرا آج بہلائے
کس کو دل داغ اپنے دکھلائے

راہبر یہ بتا کہاں ہیں وہ
دلِ مضطر انہیں کہاں پائے

خضر ہم تو اسی کو جانیں گے
جو ہمیں دلربا سے ملوائے

گل کھلے ہیں بہار آئی ہے
کاش ایسے میں وہ بھی آجائے

ڈھونڈتی ہے جنہیں نظر میری
سب تو آئے، وہی نہیں آئے

یہ مری آہ کا اثر تو نہیں
عرش کے ہل رہے ہیں کیوں پائے

ہم تو دل دے کے جان سے اپنی
کوئے جاناں میں ہاتھ دھو آئے

زندگی ہو جسے عزیز بہت
وہ نہ مرنے کی دل میں ٹھہرائے

اب تو بیٹھے ہیں گوش بر آواز
چاہے جس وقت یار بلوائے

(الفضل سالانہ نمبر ۱۹۶۳ء)

''گریہ بے اختیار''

(بیاد قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ)

(از حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہ جہانپوری)

حضرت حافظ صاحب وہ خوش قسمت بزرگ ہیں جن کے بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد رضی اللہ عنہ خود چل کر ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔اور حضرت حافظ صاحب بھی آپ کی آمد کی قدر و قیمت کو خوب سمجھتے تھے۔اور اس سے حظ بھی اٹھایا کرتے تھے۔حضرت میاں صاحبؓ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ آپ نے حضرت میاں صاحبؓ کے ایک پرانے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تو حضرت کی دلفریب مسکراہٹ کا دیوانہ تھا کوشش کر کے ایسی بات کرتا کہ آپ مسکرا دیں اور میں بے خود ہو جاؤں ۔کیونکہ آپ کی مسکراہٹ میں مجھے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی مسکراہٹ کی جھلک نظر آتی تھی۔مجھے خوب یاد ہے ۔ایک مرتبہ حضرت میاں صاحبؓ احمد یہ چوک قادیان میں چند خدام کے ساتھ کھڑے تھے۔یہ خادم بھی ذراہٹ کر کھڑا تھا۔میں نے محسوس کیا کہ حضرت نے دو تین بار گوشۂ چشم سے میری طرف دیکھا۔میں سمجھ گیا کہ کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں۔میں قریب ہو گیا۔ فرمایا ''حافظ صاحب! آپ کی عمر کتنی ہوگی میں تو جب سے یاد پڑتا ہے آپ کو ایسا ہی دیکھتا چلا آیا ہوں۔'' میں نے عرض کیا حضور! عمر کا اندازہ تو یوں فرمالیں کہ اس غلام نے اپنے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کو اسی جگہ جہاں آپ کھڑے ہیں۔تین چار سال کی عمر میں کھیلتے دیکھا ہے کہ اتنے میں حضرت حکیم الامت حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ آپ اکڑوں بیٹھنے کے خلاف تھے مگر فرط محبت سے بے ساختہ زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے اور بازوؤں میں حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کو لے لیا اور فرمایا ''میاں! آپ کام کاج تو کچھ کرتے نہیں۔سارا دن بس کھیلتے ہی رہتے ہیں۔'' کس شوکت سے میرے امام نے جواب دیا۔''جب ہم بڑے ہوں گے تو ہم بھی کام کریں گے۔'' حضرت حکیم الامت تو جیسے یہ سن کر کہیں کھو گئے اور فرمایا:

''خیال تو تمہارے پیو کا بھی یہی ہے اور نورالدین کا بھی

واللہ اعلم بالصواب.''☆

اب ہم سوچ میں ڈوب گئے۔باقی تو کچھ پلے پڑ گیا مگر یہ ''پیو''سمجھ میں نہ آیا ۔آخر کسی دوست نے بتایا کہ پنجابی میں ''پیو''باپ کو کہتے ہیں۔تب ہم تہہ کو پہنچے ۔حضرت قمر الانبیاء نے یہ سنا تو تبسم فرمایا اور ہم سیر ہو گئے۔''

اب ہم حضرت حافظ صاحب مدظلہ العالیٰ کے وہ اشعار درج کرتے ہیں۔جن کا اوپر عنوان دیا گیاہے۔یعنی ''گریہ، بے اختیار''۔

کھلا کریں جو کھلے ہیں چمن میں لالہ وگل | ہوا کرے جو نسیم بہار باقی ہے
کیا کریں سر شمشاد قمریاں کو کو | رہا کرے جو نوائے ہزار باقی ہے
کسے دماغ سنے کون ذکر بلبل و گل | کہاں سکون دل داغدار باقی ہے
مری نگاہ میں تاریک ہو گیا عالم | نظر سے چھپ گئی ہر شے غبار باقی ہے
نہ تاب ضبط الم ہے نہ طاقت فریاد | نہ سر میں ہوش نہ دل میں قرار باقی ہے
نہ مرے بس میں رہی میری چشم اشک فشاں | نہ دل پر آج مجھے اختیار باقی ہے
فدائے دیں قمر الانبیاء نے پائی وفات | جہان عشق میں جن کا وقار باقی ہے
ہزار حیف کہ راہی ہوئے وہ سوئے عدم | ہزار حیف کہ یہ اشکبار باقی ہے
جو کل تھے باعث تسکین غم کشاں نہ رہے | یہ بے قرار یہ زار و نزار باقی ہے
وہ چل دیئے جنہیں تھا درد خستہ حالوں کا | یہ دل فگار یہ غم کا شکار باقی ہے
جو محو خدمت دیں تھے وہ محو خواب ہیں آج | یہ شرمسار یہ غفلت شعار باقی ہے
نگاہیں ڈھونڈھ رہی ہیں وہ شہسوار کہاں | غبار ہے کہ پس راہوار باقی ہے
یہ کوہ صدمہ و غم اور یہ ضعیف و نحیف | قضاء کو آنے میں کیا انتظار باقی ہے
یہ ابتلائے مقدر تو آچکا لیکن، | نزول رحمت آمرزگار باقی ہے

یہ درد جس نے دیا ہے دوا وہی دیگا
یہی یقین یہی انتظار باقی ہے

☆ محترم عبدالشکور صاحب ریڈیو الیکٹرک سنٹر ملتان چھاؤنی کی روایت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی طرف منسوب کر کے جو پنجابی کے الفاظ درج کئے گئے ہیں ان کے بارہ میں محترم مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زود نویس فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حافظ صاحب مدظلہ العالیٰ سے اصل الفاظ دریافت کئے تو آپ نے وہ الفاظ بتائے جو اُوپر درج ہیں۔ (مؤلف)

یہ فکر تھی کہ انہیں پر تھا بار خدمت دیں	اُسے اٹھائے گا کون اب جو بار باقی ہے
ندائے غیب یکایک یہ دل میں گونج اُٹھی	کہ وہ مُسبّبِ ذوالاقتدار باقی ہے
اسی کے ہاتھ کا یہ سلسلہ تھا اک پودہ	جو صورت شجر سایہ دار باقی ہے
اسی نے اس کو بڑھایا وہی بڑھائے گا	اسی کے لُطف سے اس کی بہار باقی ہے
سمجھ رہی تھی جسے خلق ایک ذرۂ خاک	وہ مثل نیّرِ نصف النہار باقی ہے
اُسی کے فضل سے اس کو عطا ہوا ہے وقار	اُسی کے فضل سے اس کا وقار باقی ہے
اُسی نے اس کو نوازا وہی نوازے گا	کہ وہ جو چاہے کرے اختیار باقی ہے
خدا کے کام کا بندے پر انحصار نہیں	کہاں یہ ہستیٔ ناپائیدار باقی ہے

بقا کسی کو نہیں ساری خلق ہے فانی

بس ایک خالق و پروردگار باقی ہے

ازل سے ہے یہی حال اس سرائے دنیا کا	کوئی گیا تو کوئی سوگوار باقی ہے
یہاں نہ کوئی رہا ہے نہ رہ سکے گا کوئی	غلط کہ زندگیٔ مستعار باقی ہے
جولوگ اگلے زمانوں میں تھے کہاں ہیں وہ آج	کوئی نبی نہ کوئی شہریار باقی ہے
اسی طرح روش روزگار تھی پہلے	اسی طرح روش روزگار باقی ہے
ہزار جائیں یہاں سے تو لاکھ آتے ہیں	نہ اُن کی حد ہے نہ اُن کا شمار باقی ہے
اس آنے جانے میں کوئی بھی روک ٹوک نہیں	یہ دور مثل خزاں و بہار باقی ہے
یہ طرز آمد و رفت ابتداء سے آخر تک	بحکم حضرت پروردگار باقی ہے
جو اُس جہان سے آتے ہیں وہ تو جاتے ہیں	نہ اس میں شک، نہ کوئی اعتذار باقی ہے
جو اس جہان سے جاتے ہیں وہ نہیں آتے	عبث ہے اُن کا اگر انتظار باقی ہے
نہ آج تک کوئی آیا نہ کوئی آئے گا	نہ تھا کسی کو نہ یہ اختیار باقی ہے
سوائے صبر نہیں اور کوئی چارۂ کار	یہی علاجِ دل بے قرار باقی ہے
یہ جانتا ہوں مگر مطمئن نہیں دل زار	یہ مانتا ہوں مگر اضطرار باقی ہے
کسی طرح نہیں جاتی خلش نہیں جاتی	وہی تڑپ ہے وہی انتشار باقی ہے
جب اُن کا ذکر ہوا سیل اشک اُمنڈ آیا	یہ سلسلہ ہے کہ لیل ونہار باقی ہے
میں روکتا تو ہوں رُکتے نہیں مگر آنسو	رُکیں بھی کیا کہ دل بیقرار باقی ہے

شکیب و ضبط وتحمل سب ان کے ساتھ گئے

یہاں تو گریۂ بے اختیار باقی ہے

------------ تمام مگر ناتمام ------------ (الفرقان قمر الانبیاء نمبرصفحہ۶۲-۶۳)

&

حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی یاد میں

محترم جناب شیخ روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر الفضل

پھر کوئی صاحب جنون گرا | عشق کے قصر کا ستون گرا
پھر اُٹھا دل سے آگ کا شعلہ | آنکھ سے پھر جگر کا خون گرا

موڑ کر مونہہ تمام دنیا سے | جا ملا ہے رفیق اعلیٰ سے
اے کہ کردار تھا بہشت تری | کیا یہ دنیا جدا تھی عقبیٰ سے

ہر طرف ماتم ترا ہوتا رہا | ابرِ رحمت بار بھی روتا رہا
باراں ہے انبار در انبار فصل | آنسوؤں کے بیج میں بوتا رہا

؎۲

یادرفتگان

از حضرت قاضی محمد اکمل صاحب مدظلہ العالیٰ

تیرہ مارچ جمعے کا دن چودہ سن عیسوی
پھروہی مارچ کی تیرہ، جمعہ ہے چونسٹھ ہے سن

یاد ہے ابتک اگرچہ گذری ہے آدھی صدی
انقلابات زماں پر غور کر اے احمدی

حضرت مرزا شریف احمد تھے طبعاً ''بادشاہ''
صاحب رائے رزینہ، قاضی احقاق حق

باوجود ضعف اعصابی بنفس راضیہ
وہ ''معمر'' تو ہوئے پر ''دولت مستعجلہ''

حضرت مرزا بشیر احمد کہ جن میں تھی جھلک
انبیاء کے تھے قمر، احمد کے رخشندہ گہر

مصلح موعود کی رداً باخبار فلک
چاندنی پھیلائی دین کی سیرت وصورت ملک

خوبیاں اُنکی بیاں ہوں گنگ ہے اپنی زباں
یادکرکرکے انہیں رویا کریں گے روز و شب

کارنامے ان کے ہیں مشہود ومشہور جہاں
آہ پیاری پیاری ایسی ہستیاں اکمل کہاں

قادیاں سے ربوہ آئے تین کو کردیگا چار
اٹھتی ہیں سوئے فلک اپنی نگاہیں بار بار

تاکہ سب مہجور پائیں مطمئن ہو کر قرار
یا الٰہی تیرے فضلوں کے ہیں ہم امید وار

ہے دعا اے ذوالعطاء فرقان کر ہم کو عطا
حل ہوں عقدے سبھی بچھڑے ہوؤں کو پھر ملا

جاری ہے اپنی زبانوں پر کہ نصر اللہ متیٰ
اس کے ساماں غیب سے تو ہی بنا تو ہی بتا

(الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۶۴)

عندلیب گلشن احمدؐ

محترم جناب ثاقب صاحب زیروی

جزو دل اس کشتۂ ذوق وفا کی یاد ہے
آئینہ یادوں کا جس کے عکس سے آباد ہے

رُوح تھی جس کی غم انسانیت سے بیقرار
گفتگو تھی جس کی گلہائے مروّت کی بہار

رونق پیشانی آدم ہے جس کی داستان
جس سے اپنا راز کہتے تھے زمین و آسماں

صدق وتسلیم و رضا تھا جس کا درس اولیں
آئینہ تھی رُوئے ہستی کیلئے جس کی جبیں

جس کا دل انمول گنجینہ تھا جذب و درد کا
ہمنوا ہر بے نوا کا غمگسار ہر فرد کا

جو پیام آرزو تھا ملک و ملت کیلئے
جس کو بھیجا تھا خدا نے دیں کی نصرت کیلئے

جس کی خودداری پہ قرباں دولت ارض و سما
اب بھی پیغامِ نشاطِ رُوح ہے جس کی نوا

جس کی آنکھوں سے ٹپکتی تھی مئے جامِ طہور
گفتگو جس کی سراسر صدق کا راز سرور

اک دل بیدار چشم خود نگر رکھتا تھا جو
ذرّے ذرّے پر محبت کی نظر رکھتا تھا جو

عندلیب گلشن احمد، وہ قمر الانبیاء
مہدیٔ موعود ؑ کی قلبی دعاؤں کا صلا

شوکت تحریر میں جس کی جلال رُوح تھا
دل کی قاشیں صفحہ کاغذ پہ دیتا تھا بچھا

تھی مرقع اک عجب اوصاف کی وہ زندگی
اس کی شمع قلب میں کچھ اور ہی تھی روشنی

دل تڑپ جاتا تھاجس سے وہ نوا خاموش ہے
ملت مظلوم کا ماتم سرا خاموش ہے

کیا خبر تھی اپنے متوالوں کو یوں تڑپائے گی
رفتہ رفتہ اس کی یاد اک ہوک سی بن جائیگی

اب دکھائی دیں گی ارباب بصیرت کو کہاں
یاس کی تاریکیوں میں وہ تبسم ریزیاں

درد کے ماروں کو پیغام بہاراں کون دے
تشنگان دین کو اب جام عرفاں کون دے

دہر کے روندے ہوؤں کا اب کہاں وہ غمگسار
جسکی دلداری سے مٹ جاتا تھا دل کا خلفشار

وہ جفاؤں پر دعائیں دینے والا اب کہاں
دین احمدؐ کی بلائیں لینے والا اب کہاں

اس وفاکش دور میں ڈھونڈیں مگر پائیں کدھر
رُوح کی گہرائیوں میں جھانکنے والی نظر

غم کے ہاتھوں تنگ آ کر ربوہ جب جاتا ہوں میں
چشم و دل میں اک نرالا درد لے آتا ہوں میں

رونقِ انجمنِ ماہ رخاں یاد آیا

محترم جناب عبد المنان صاحب ناہیدؔ

آج اک مہدی دوراں کا نشاں یاد آیا
ایک دل عشق محمد میں تپاں یاد آیا

جس کو اللہ نے فرمایا تھا نبیوں کا قمر
آج وہ ابن مسیحائے زماں یاد آیا

چاندنی چاند کی چھٹکی تو دل افسردہ ہوا
رونق انجمن ماہ رُخاں یاد آیا

لے گیا میرا تصور مجھے الدار میں آج
ہائے جن پاک دلوں کو وہ سماں یاد آیا

زندگی تلخی حالات سے جب تلخ ہوئی
مجھ کو وہ چارہ گر شیریں بیاں یاد آیا

دل کا آئینہ کہیں ٹوٹا تو میں رویا ہوں
نازش پیشہ آئینہ گراں یاد آیا

قافلہ پر جو گھڑی کوئی کڑی آن پڑی
پھر وہی صاحب نظر نگراں یاد آیا

اس کے ہوتے ہوئے ہرفکر سے آزاد تھا دل
اس کے اُٹھ جانے سے ہر سود و زیاں یاد آیا

جب بھی سینہ کا کوئی زخم ہرا ہوتا ہے
اس کا مکتوب گرامی عنواں یاد آیا

ذکر محبوب کسی نے جو کہیں چھیڑ دیا
مجھ کو وہ دیدہ خونابہ فشاں یاد آیا

ایک درویش جو رخصت ہوا درویشوں سے
قادیاں مجھکو ترا خورد و کلاں یاد آیا

اس کی جب شان جمالی کا کبھی آیا خیال
مجھ کو وہ مہدی بے تیغ و سناں یاد آیا

اس کی تاثیر کہ تاثیر کی تھی جادو گری
نفس مضمون کہ اعجاز بیاں یاد آیا

اپنی تاریخ کا ہے زریں ورق جس کی حیات
آج ناھیدؔ وہی جان جہاں یاد آیا

(الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۲۱)

&&&

وہ گل جس کے دم سے تھا حسن چمن

(محترم جناب سمیع اللہ صاحب قیصرانچارج احمدیہ مشن بمبئی)

وہ گل جس کے دم سے تھا حسن چمن
وہ ساقی جو تھا رونق انجمن
صداقت کا وہ نیّر نیمروز
وہ نور چراغ ہدایت فروز
وہ شمس و قمر کا رفیق و ندیم
وہ صدق خلیل و وفاء کلیم
علوم و معارف کا روشن گہر
وہ نخل نبوت کا شیریں ثمر
سدا حمد کے گیت گاتا تھا وہ
خدائی بشارت سناتا تھا وہ

جو ظل ہما میں ہمیشہ رہا
جسے چاند نبیوں کا حق نے کہا

وہ صاحب جنوں اور وہ نکتہ نواز
وہ روشن ضمیر اور وہ دانائے راز
وہ رشک فلک جس کا تھا آستاں
فرشتے جھکاتے تھے گردن جہاں
وہ خلق مجسم تھا کردار میں
اُبلتے تھے نغمات گفتار میں
وہ تھا جس کی باتوں میں سوز و گداز
بتاتا تھا جو زندگانی کا راز

تھا راہ وفا میں جو ثابت قدم
جسے چاند نبیوں کا کہتے تھے ہم

مگر اب کہوں ہائے کیسے یہ بات
کہ توڑا قضا نے وہ جام حیات
کہوں کس طرح اس جدائی کا حال
کہ جس کا ابھی تھا نہ خواب و خیال
ہوا آج دنیا سے روپوش وہ
ہے اب کنج مرقد میں خاموش وہ
قضا نے چلایا وہ تیرِ ستم
ہے قلب و نظر آج وقف الم

چمن جل گیا ، میکدہ لُٹ گیا
وہ ساقی بھری بزم سے اُٹھ گیا

ہے دل تیری فرقت میں نوحہ کناں
اے نور نگاہ مسیح زماں
تو اب بزم دنیا سے مستور ہے
یہ آنکھ اشک ریزی پہ مجبور ہے
گیا پھول کے رُخ سے رنگ بہار
فضائے چمن ہو گئی سوگوار

ہوا تو جو افسوس آنکھوں سے دُور | مئے زندگی سے گیا وہ سرور

ترے بن کلی دل کی کھلتی نہیں

فسردہ طبیعت سنبھلتی نہیں

تری یاد دل میں رہے گی نہاں | ترا غم ہے میرے لئے حرز جاں

رہے گا محبت کا باقی اثر | لگا ہے جو دل پر خدنگ نظر

تجھے ڈھونڈتی ہے بہار چمن | ترے منتظر ہیں گل و نسترن

بتا اب تو ہی تجھ کو پائیں کہاں

ترے در سے عشاق جائیں کہاں

مبارک ہو تجھ کو اے نیکو سرشت | وہ حورانِ جنت وہ باغ و بہشت

مبارک ہو فردوس کی زندگی | مبارک ہو یہ خلعت بندگی

خدا خوش ہے، خوش احمد پاک ہے

ترا میزباں شاہ لولاک ہے

مگر اے شہ دیں اے عالی وقار | اے تسکین خاطر اے وجہ قرار

یہاں حال عشاق کچھ اور ہے | شب غم ہے بدلا ہوا طور ہے

ہوٗا بے مزہ زندگی کا مذاق | کہوں تجھ سے کیا واردات فراق

ہے محفل میں پھیلی ہوئی بیکلی

خمستان پہ چھائی ہے کچھ بیدلی

خدا را تو پھر ان کو ہشیار کر | صبوح محبت میں سرشار کر

اٹھا ساقیا جام گردش میں لا | خدا را مئے زندگانی پلا

تہی جام و مینا سے محفل نہ ہو | تری یاد سے رند غافل نہ ہو

پلائے جا میکش کو بھر بھر کے جام | کہ ہے دور ساغر ابھی ناتمام

رہیں جس سے آباد یہ میکدے | خدا میکشوں کو وہ توفیق دے

رہیں تیرے عشاق فرخندہ کام

سدا تجھ پہ بھیجیں درود و سلام

صبح نو لایا تھا جو نجم سحر ڈُوب گیا

(محترم جناب عبدالمنان صاحب ناھید)

۱

آج اِک اور غریبوں کا سہارا ٹوٹا
اور اک چرخ محبت کا ستارا ٹوٹا
ایک طوفان سا اُٹھا ہے خدا خیر کرے
دیکھتے دیکھتے دریا کا کنارا ٹوٹا

۲

تھا جو گھر مجھ سے فقیروں کا وہ گھر بھی نہ رہا
جس سے خالی نہ کبھی لوٹے وہ در بھی نہ رہا
میرے اشعار پہ کی حوصلہ افزائی مری
ہائے افسوس کہ وہ حسن نظر بھی نہ رہا

۳

میں نے ہر نیکی پہ پایا تھا اسے پا بہ رکاب
وہ خلوص اور مروّت وہ اصول اور صواب
کس توجہ سے بتایا مری تکلیف کا حل
کس محبت سے دیا مجھکو مرے خط کا جواب

۴

علم و ایمان سے اس کے رہے تاباں شب و روز
اس کا تھا حسن بیاں حسن عمل حسن فروز
بارہا محفل ارباب کو گرماتا رہا
عشق محبوب میں ڈوبی ہوئی آواز کا سوز

۵

اس کی تقریر جنوں اور تھی تحریر فسوں
ہائے کیا چیز تھی اس سینہ صافی کے دروں
اس کی وہ پیار بھری نظریں نہ بھولیں گی کبھی
اس کے افکار کی تابندگی ہو گی افزوں

صبح نو لایا تھا جو نجم سحر ڈُوب گیا
یم رحمت میں وہ رحمت کا گہر ڈوب گیا
اپنے اللہ کا اک طالب و مطلوب اُٹھا
آج ناھید وہ ''نبیوں کا قمر'' ڈوب گیا

٦

(الفضل خاص نمبر ۱۹۶۳ء)

قطعہ

(محترم جناب میر محمد اسماعیل صاحب میر ڈسکوی)

تیرگی چھائی ہوئی ہے اور گھبراتا ہوں میں ہے ہجوم رنج وغم اور اشک برساتا ہوں میں
ہائے یہ لمحات غم اور عالم بے چارگی وہ شریک غم نہیں ہیں جن کا غم کھاتا ہوں میں

(الفضل خاص نمبر ۱۹۶۳ء)

شہید عشق نبیؐ مرد جاں نثار نماند

(محترم جناب حکیم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب خاکی بی-اے راولپنڈی)

دل حزیں مرا صورت قرار نماند
کہ بربساط زمیں آں رُخ نگار نماند

دریغ و درد کہ از مطلع جہاں آباد
قمر غروب شدہ ماہ نور بار نماند

تو گوئی از اثر رنج و داغِ رحلتِ او
بہار باغ شد و نغمہ ہزار نماند

ہنوز قلب و نظر تشنۂ نگارش اوست
کسے کہ داشت قلم مثل ذوالفقار نماند

ہنوز سیر ندیدم جمالش اے خاکی
کہ آں شفیق و مربی و غمگسار نماند

قتیلِ حسن ازل میرزا بشیر احمد
شہید عشق نبیؐ مرد جاں نثار نماند

نیاز عشق ترا کرد زندہ جاوید
از ایں قرار وجودِ تو برقرار نماند

درون سینہ من زِخم بے نشان زدہٗ
تحیرتم کہ عجب تیر بے کمان زدہٗ

۱۳۴۲ ہجری شمسی

دو ستمبر کی شبِ غم نے غموں سے بھردیا

(محترم جناب حکیم محمد لطیف صاحب امیر جماعت احمدیہ حافظ آباد)

دو ستمبر کی یہ کیسی رات تھی میرے خدا
چھپ گئے ہیں جس کی تاریکی میں قمر الانبیاء
ایسی تاریکی۔ کہ تاریکی کبھی دیکھی نہیں
چودھویں کے چاند کو بھی جس نے غائب کر دیا
حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی رحلت پر ہمیں
دو ستمبر کی ''شبِ غم'' نے غموں سے بھر دیا

۱۳۳۹ء

ان کے مرقد پر کروڑوں رحمتوں کا ہو نزول
ہے یہ میری اور سب خورو و کلاں کی یہ دعا

(الفضل خاص نمبر صفحہ ۵)

قطعہ تاریخ وفات حضرت قمر الانبیاء

(محترم جناب محمد یعقوب صاحب امجد لاہور)

اے چشمہ علم و ہدیٰ اے صاحب فہم و ذکا
اے باصفا و باوفا اے نیک سیرت پارسا
اے صاحب نوروضیاء اے عاصیوں کے رہنما
تو ''بندۂ غفار'' ہے محبوب تیرا مصطفا

(الفضل خاص نمبر صفحہ ۵)

نوٹ: اس میں ''بندۂ غفار'' کے ۱۳۴۲ء عدد بنتے ہیں اور یہ ہجری شمسی سال ہے۔

آہ! قمر الانبیاء!

(حضرت مولوی برکت علی صاحب لائق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابق امیر جماعت احمدیہ جڑانوالہ ضلع لائلپور)

کیونکر گذرتی ہے دل نالاں سے پوچھ لے یعقوب کا الم مہ کنعاں سے پوچھ لے
وحشت کی میرے چاک گریباں سے پوچھ لے چھالوں کا حال خارِ مغیلاں سے پوچھ لے
اک بندۂ حقیر کو رحمت سے پوچھ لے
میں کیا کہوں تو اپنی عنایت سے پوچھ لے

وہ قمر الانبیاء میرے دل کا سرور تھا دل کا سرور تھا مری آنکھوں کا نور تھا
آنکھوں کا نور رحمت حق کا ظہور تھا حق کا ظہور سایۂ ربِّ غفور تھا
اس کے بغیر رنج و غم اضطراب ہے
آنکھوں میں خواب ہے نہ میرے دل کو تاب ہے

بدلی میں چاند چھپ گیا اندھیر چھا گیا دست اجل فراق کے کانٹے بچھا گیا
بیداد چرخ دن کو ہی تارے دکھا گیا دامان صبر ہاتھ سے دامن چھڑا گیا
داغ جگر سے دل کے پھپھولے چمک اٹھے
اور آنسوؤں سے آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے

وہ ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی وہ قمر انبیاء ٹھنڈک دلوں میں جس سے تھی آنکھوں میں تھی ضیاء
عرفان و معرفت کی وہ دنیا بسا گیا اُف! مرگ ناگہاں نے یہ نقشہ بدل دیا
چشمے غموں کے درد کے دریا بہا دیئے
دل بلبلے بنا کے ہوا میں اُڑا دیئے

''پروانے ہیں چراغ سے دُور اور شکستہ پر'' سوز دروں سے جل گیا ہر سوختہ جگر
ہر گل ہے چاک پیرہن اس غم میں سربسر اک عندلیب زار ہے منقار زیرِ پَر
دنیا بدل گئی وہ زمانہ نہیں رہا
اب دل ہمارا محو ترانہ نہیں رہا

کیا قہر ہے کہ نالۂ بلبل پہ گل ہنسیں شبنم کے آنسوؤں پہ شگوفے غضب کھلیں
گلشن میں سرو قمری کی فریاد پر تنیں بے لطف ہو رہی ہیں زمانے کی صحبتیں
دنیائے دُوں کو جی میں ہے آتی کہ چھوڑ دُوں
منہ خانماں سے موڑ کے جنگل میں جا بسوں

کٹیا مری ہو کاخ وجاہت میرے لئے ہو فرش خاک بستر راحت مرے لئے
کمبل مرا ہو موجب زینت مرے لئے نیچر کے سین ہوں پئے وحدت مرے لئے
جا دل میں ہو نہ فکر کم و بیش کے لئے
ہو چاند شمع خانۂ درویش کے لئے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ کے وصال پر

(محترم جناب عبدالحمید خاں صاحب شوق۔لاہور)

اے وائے پسر مہدیٔ آخر زماں گیا اس خاکداں کو چھوڑ کر خلد آشیاں گیا
وہ نکتہ داں محقق و مرد خدا شناس وہ رہنما وہ راہرو، وہ راہ داں گیا
ذکر حبیب پاک پر وہ دلربا خطاب شیریں دہاں وہ پیکر لطف بیاں گیا
وہ جس کے لفظ لفظ پر ہوتے تھے ہم نثار صد حیف وہ مقرر جادو بیاں گیا
وہ دست راست اپنے امام ہمام کا ملت کا جاں نثار وہ رحمت نشاں گیا
شب زندہ دار مومن و تقویٰ شعار مرد دنیائے دُوں سے سُوئے خدا شادماں گیا
فرقت میں اس کی آج تک ہوں اشکبار شوق
وہ اہل دل، وہ مرد مجاہد کہاں گیا

(الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۲۲)

آہ ! حضرت میاں بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(محترم جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم تلونڈی راہوالی)

دو ستمبر اور سن تریسٹھ کی تھی مغموم شام
ہوگیا جب چاند نبیوں کا زمانے سے جدا

بجھ گئی اک اور شمع بزم اُمّ المومنین
مہدی موعودؑ کا نور نظر جاتا رہا

وجۂ تسکین دل بیتاب تھی جس کی چمک
وہ رُخ پُر نور اب نظروں سے اوجھل ہوگیا

جس کے خدوخال میں روشن تھا حسن لازوال
مٹ گئی دنیا سے وہ تصویر زہد و اتقا

مظہر نور تقدس آہ ! وہ روشن جبیں
آہ وہ نیچی نگاہیں آئینہ دارِ حیا

کیا ٹھکانہ اس کی شان ارفع و اعلیٰ کا ہے
جس کو اپنا نور کہہ کر یاد فرمائے خدا

''یدنیٰ منک الفضل'' کا مصداق از سرتابہ پا
جس کا الہامات ربّانی میں آیا تذکرہ

ہوگیا غائب جہاں سے بحرِ بے پایان علم
رُوح کے سیراب ہونے کا وسیلہ مٹ گیا

عاشق زار رسول و تابع حکم امام
عشق گھٹی میں تھا جس کی مہدی موعودؑ کا

دے گی اب ڈھارس ہمیں کس کی دعائے نیم شب
کس کی غمخواری بڑھائے گی ہمارا حوصلہ

بزم ہستی میں کوئی مأمن نظر آتا نہیں
ڈھونڈتے پھرتے ہیں اب ٹوٹے ہوئے دل آسرا

کائنات آرزو پر ہوگئی ظلمت محیط
موت نے گل کر دیا امید کا روشن دیا

کون دے گا درس اب آکر محبت کا ہمیں
کون اب ہم کو کرے گا بادۂ عرفاں عطا

اے میرے بیمار آقا اے امیر المومنین
بوجھ کون اخلاص سے آکر بٹائے گا تیرا

کون اب آکر سنائے گا ہمیں ذکر حبیب
کان بیکل ہیں وہ سننے کیلئے شیریں صدا

گل سرافگندہ ہیں ماتم میں ہوا خاموش ہے
آہ ! اب وہ طائر رنگین نوا خاموش ہے

(مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۲۸)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات پر
حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کا مضمون پڑھکر

(محترم جناب عبدالسلام صاحب اختر پرنسپل تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں)

خدا نے عرش بریں سے جسے پکارا ہے | بڑے نیاز بڑی شان سے سدھارا ہے
نہ پاس ضبط ہے دل کو نہ غم کا یارا ہے | مگر پکارنے والا بھی میرا پیارا ہے
اگرچہ عالم فانی سے تو سدھارا ہے | تیری دعاؤں کا اب بھی ہمیں سہارا ہے
تری تجلیٔ پنہاں نے یوں ابھارا ہے | کہ میری آنکھ کا ہر اشک اک ستارا ہے
وہ دل کہ پہلے ہی زخموں سے داغ داغ تھا اب | تیری جدائی کے منظر سے پارا پارا ہے
تیری حیات نے مُردوں کو زندگی بخشی | تیری وفات نے زندوں کو آج مارا ہے
ہر اک قدم پہ تسلی ہر ایک نفس میں امید | میرے حبیب تیری یاد پر گذارا ہے
ابھی بھی نقش ہے دل میں ترا وہ قول سلیم | تری وہ بات کہ دل میں جسے اُتارا ہے

اگر ہو صاحب منزل کے دل میں ذوق جنوں
تو بحر زیست کی ہر موج اک کنارہ ہے

(مصباح قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۲۷)

اک اور ستارہ ڈوب گیا

(محترم جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم)

چھائی ہے اداسی گردوں پر | غمناک افق بادیدۂ تر
یہ کر گیا کون جہاں سے سفر | روتی ہوئی کہتی ہے یہ صبا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

وہ مہدی پاک کا نور نظر | وہ درج نبوت کا گوہر
تھا جس کا لقب نبیوں کا قمر | وہ خلق مجسم اصل تقیٰ
اک اور ستارہ ڈوب گیا

وہ صدر نشین بزم حیا | وہ شیریں زباں وہ شیریں ادا
دل جس کا تھا مہبط نور خدا | وہ مصدر صدق و صفا نہ رہا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

دل آتش غم سے ہیں بریاں | آنکھوں کا لہو رکتا ہے کہاں
رہنے کی نہیں اب بند فغاں | فریاد کو روکیں تا بہ کجا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

اک مرد خدا کی جدائی کا | تھا دل میں داغ ابھی تازہ
سینے سے ابھی تھا خوں رستا | کانوں میں فلک سے آئی صدا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

نگران تھا جو درویشوں کا | افسوس وہ ہم سے رُوٹھ گیا
وہ مست مئے عرفان خدا | ہے خُلد بریں میں نغمہ سرا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

مجبور ہے ہر انسان یہاں | تسنیم عبث ہے آہ و فغاں
دنیا میں ہے رنگ دوام کہاں | ہیں موت کی زد میں شاہ و گدا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

(الفضل خاص نمبرصفحہ۳۰)

تڑپا رہی ہے آپ کی شفقت کہاں ہیں آپ

(محترم جناب قیس مینائی صاحب کراچی)

نبیوں کے چاند چاند سی صورت کہاں ہیں آپ
دنیائے دل پہ چھا گئی ظلمت کہاں ہیں آپ

خنداں کدھر ہے آپ کی جنت کہاں ہیں آپ
فرقت میں رو رہی ہے جماعت کہاں ہیں آپ

اے رُوح انبساط و حلاوت کہاں ہیں آپ
تڑپا رہی ہے آپ کی شفقت کہاں ہیں آپ

اے کہ شناوریم رحمت کہاں ہیں آپ
غواص بحر عشق و محبت کہاں ہیں آپ

اے راہ روان راہ محبت کے پیش رو
اے شہسوار راہ طریقت کہاں ہیں آپ

اے دست راست حضرت فضل عمر بگو
فضل عمر کی جان رفاقت کہاں ہیں آپ

اے کہ امین راز حقیقت کدھر گئے
اے کہ رہین امر خلافت کہاں ہیں آپ

ہیں آج آپ خامۂ شوکت رقم کہاں
زور قلم، قلم کی سلاست کہاں ہیں آپ

شمشیر خامہ آپ کی زنبیر کیا ہوئی
قتال کفر و ماحیٔ بدعت کہاں ہیں آپ

سونی پڑی ہے انجمن عشق و معرفت
اے نور دل چراغ ہدایت کہاں ہیں آپ

صبرو رضا کے کوہ گراں مستقل مزاج
جان وقار و روح متانت کہاں ہیں آپ

یہ کیا کہا؟ کہ روز قیامت ملیں گے ہم
آ تو گئی ہے ہم پہ قیامت کہاں ہیں آپ

ہیں منتظر سے رُوح و دماغ و مشام جان
بوئے گل حدیقہ فطرت کہاں ہیں آپ

اے باشعور محفل عرفان و آگہی
مست الست بادۂ وحدت کہاں ہیں آپ

مہدی کے نور دیدہ و نصرت جہاں کے لال
قلب حزین قیس کی طاقت کہاں ہیں آپ

(الفضل خاص نمبر صفحہ ۳۹)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی یاد میں

(محترم جناب مولوی محمد شفیع صاحب اشرف مری)

حضرت میاں صاحب کی نماز جنازہ کے اگلے دن ربوہ سے مری واپس آتے ہوئے غم اور درد کی ایک خاص کیفیت میں چند آہیں اشعار کی صورت میں ڈھل گئی ہیں۔فنی معائب ومحاسن سے قطع نظر انہیں اصلی شکل ہی میں رہنے دیا ہے۔ ؎ ''نالہ پابند نے نہیں ہے'' (محمد شفیع اشرف)

(۱)

اب دل غمگیں کو بہلائے گا کون | اب نگاہ لطف فرمائے گا کون
اب دل پر سوز کی کیفیتیں | کون سمجھے اور سمجھائے گا کون
اب دل درد آشنا کے واسطے | راحت و تسکین پہنچائے گا کون

(۲)

اے دل بے نور اب تیرے لئے | ''ماہتابی روشنی'' لائے گا کون
اے دل مجروح و محروم وصال | پرسش احوال فرمائے گا کون
اے دل مرہون احسان وفا | شفقتوں کا مینہ برسائے گا کون

(۳)

کیا کہوں کس سے کہوں کیونکر کہوں
شدت احساس سے غم ہے فزوں

حضرت مرزا شریف احمدؓ کے بعد | حضرت مرزا بشیر احمدؓ گئے
میرے مولا ان مری آہوں کو سن | اب میرے آقا کو صحت بخش دے

ورنہ خود بتلا کہ ہم جائیں کہاں
''چین دل آرام جاں پائیں کہاں''

نوحۂ غم

(محترم جناب آفتاب احمد صاحب بسملؔ کراچی)

اک اور ستارہ ڈوب گیا
اک اور مرا محبوب گیا
سنتے ہی یہ وحشت ناک خبر
اک تیر لگا ہے سینے پر
اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے
اک ٹیس جگر میں پڑتی ہے
آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہے
اور منہ کو کلیجہ آیا ہے
قسمت نے دیا ہے وہ چرکا
پھر ہوگیا دل کا زخم ہرا
جو ہونا تھا وہ ہو کے رہا
جا نبیوں کا وہ چاند چھپا
منہ موڑ کے ہم بے چاروں سے
اللہ کی گود میں جا بیٹھے
منہ تکتے رہ گئے شیدائی
کچھ بات نہ اُن سے بن آئی
اک روز سبھی کو مرنا ہے
اور راہ فنا طے کرنا ہے
ہے موت سے آخر کس کو مفر
ہر ایک کو کرنا ہے یہ سفر
پر ایسی ہستی کا مرنا
نقصان ہے سارے عالم کا
ہر ایک کی آنکھیں ہیں گریاں
ہے سینہ چھلنی ، دل بریاں
اس جان جہاں کے جاتے ہی
ہر محفل ہو گئی سونی سی
ہر سمت اداسی چھائی ہے
دلگیر ہر اک شیدائی ہے
سونا ہے دفتر درویشاں
اور نگران بورڈ ہے نوحہ کناں

اللہ تو اپنی رحمت سے
ہم سب کو صبر کی ہمت دے

(الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۲۴)

چل بسے ہیں ابن سلطان القلم

(محترم جناب فیض احمد صاحب اسلم مردان)

دل ہے اب اک مرجع اندوہ غم
چل بسے ہیں ابن سلطان القلم

ہاں وہی مرزا بشیر احمد کہ جو
راہ حق پر تھے سدا ثابت قدم

عمر بھر تڑپے گا دل جن کے لئے
مدتوں روئے گی جن کو چشم نم

مہدی مسعود کے لخت جگر
مصلح موعود کے وہ ہم قدم

وہ سراپا پیکر جود و سخا
وہ مجسم مظہر لطف و کرم

ہاں وہی جن کا کہ ہر اک فعل تھا
پر تو خلق شہنشاہ عجم

فکر تھی ہر دم جنہیں کہ دہر میں
کس طرح اونچا ہو احمد کا علم

گر گیا ہے قصر دیں کا وہ ستون
تھم ذرا اے گردش ایام تھم

حق کہے خود جن کو قمر الانبیاء
خوبیاں ان کی ہوں اور مجھ سے رقم

دید سے کل جن کی دل تھا شاد کام
آج ہیں خلد آشیاں وہ محترم

غم سے سینہ شق ہے گو اسلم مگر
جس طرح رکھے خدا راضی ہیں ہم

(الفضل خاص نمبر صفحہ ۱۶)

نواں باب

فہرست مضامین

یعنی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُن تمام مضامین اورمختصر نوٹوں کی ایک مکمل فہرست جو اخبار ''الفضل'' میں شائع ہوئے

مرتبہ مکرم مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ

---------- تقسیم ملک سے قبل ----------

جلد ۳۵ فولاد اور الائز تیار کرنے والی کمپنی کے متعلق آپ کی رائے نمبر۲۹: نماز میں اتباع امیر اور اتحاد ملت کا لطیف سبق نمبر۴۶: ایک دوائی کی ضرورت نمبر۵۲: قادیان میں الحمدللہ سب خیریت ہے نمبر۶۷: پنجاب کی آبادی میں قوم دار تناسب مطابق مردم شماری ۱۹۴۱ء نمبر۷۲: مستقل سمجھوتہ کے لئے موجودہ فضا کی درستی ضروری ہے۔ تمام صوبوں میں لازماً مخلوط وزارتیں بنائی جائیں نمبر۹۴: پنجاب کی تفصیلی مردم شماری کی ضرورت ہے نمبر۱۰۸: اردو زبان کو خراب ہونے سے بچاؤ۔ قرآنی محاورہ کو برقرار رکھنا برکت و فصاحت کا موجب ہے نمبر۱۰۹: خالصہ ہوشیار باش نمبر۱۱۰: مسلمانوں کا مطالبۂ پاکستان اور اس کے مقابل پر تقسیم پنجاب کا سوال نمبر۱۱۸: اگر خدانخواستہ پنجاب تقسیم ہو تو .... نمبر۱۲۱: جماعت احمدیہ کی طرف سے وزیر اعظم برطانیہ کے نام ضروری تار۔ پنجاب کی تقسیم خلاف عقل اور خلاف انصاف ہے نمبر۱۲۳: پنجاب کی تقسیم قریباً ناگزیر ہے مگر ہمارا فرض ہے کہ آخری وقت تک جدو جہد جاری رکھیں۔ باؤنڈری کمیشن کے لئے وسیع تیاری کی ضرورت نمبر۱۴۰: ''شیر پنجاب'' کی تنقید کا مخلصانہ جواب نمبر۱۴۵: پنجاب باؤنڈری کمیشن کے غور کے لئے چند اصولی نوٹ نمبر۱۷۰: وزیر اعظم برطانیہ کے نام ضروری تار نمبر۱۷۲:

۞ ۞ ۞

تقسیم ملک کے بعد

الفضل ۱۹۴۷ء

ستمبر تا دسمبر

اے سید الوریٰ مددے۔ وقت نصرت است نمبر۱۸: جان یا سامان۔ وعندالامتحان یکرم المرءُ اویہان نمبر۴۹: نفع مند کاروبار میں روپیہ لگانے والے دوستوں کو ضروری اطلاع نمبر۶۲: نقصان جائیداد کا رجسٹریشن نمبر۶۷: کیا ہم پھر قادیان واپس جائینگے؟ نمبر۶۹: ضلع گورداسپور کی جماعتیں کہاں ہیں نمبر۷۱: داغ ہجرت کا الہام کہاں ہے نمبر۷۱: قادیان میں زمین خریدنے والوں کے لئے ضروری اعلان نمبر۷۱: مخلصین اب بھی قادیان کی زمینوں کے خریدار ہیں نمبر۷۴: قادیان کے احمدی خیریت سے ہیں نمبر۷۵: زنا بالجبر کے نتیجہ میں پیدا شدہ بچہ نمبر۷۸: قادیان سے آئے ہوئے احباب جلسہ سالانہ کے موقع پر لاہور پہنچ جائیں نمبر۸۱: بلا اجازت دوسرے کا مال لے لینا کسی صورت میں جائز نہیں نمبر۸۴: مسماۃ فضل بی بی سکنہ رجوعہ کے ورثاء کہاں ہیں نمبر۸۴: مسماۃ زہرہ سکنہ کڑی افغاناں کے ورثاء توجہ فرمائیں نمبر۸۴: یعقوب خان صاحب کہاں ہیں نمبر۸۸:

الفضل ۱۹۴۸ء

گذشتہ فسادات کے تعلق میں چند خاص تاریخیں نمبر۱، نمبر۲: مظالم قادیان کے روزنامچہ میں ضروری تصحیح نمبر۴: فسادات قادیان کا پس منظر نمبر۵: کامیابی حاصل کرنے کے گُر۔ علم محنت، دیانت، استقلال، دعا نمبر۱۳: جمع صلوٰتین کے متعلق ایک ضروری مسئلہ۔ کیا امام کی اتباع زیادہ ضروری ہے یا کہ نمازوں کی ترتیب نمبر۱۴: احباب اپنی جائیدادوں کا نقصان فوراً رجسٹر کرائیں نمبر۱۶: اے ابناء فارس۔ اسلامی طریق لباس سے کیا مراد ہے نمبر۲۲: قادیان میں جن دوستوں کے ہتھیار چھینے گئے تھے وہ بواپسی اطلاع دیں نمبر۳۳: ہمارا تعلیم الاسلام کالج نمبر۵۲: ہمارے قیدی بھائی خیریت سے ہیں۔ احباب ان کی جلد واپسی کے لئے دعا فرمائیں نمبر۵۹: کیا ابلیس کا مغویا نہ وجود نظام روحانی

کا حصہ ہے یا کہ ایک محض بعد کا حادثہ نمبر۶۷: ہمارے قیدی دوستوں کا تبادلہ نمبر۷۳: اسلامی پردہ کے متعلق مضمون نمبر۷۶: جالندھر کے قیدیوں کی متوقع آمد نمبر ۷۶: ابلیس والے مضمون کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ نمبر۷۷: جیل سے رہا ہو کر آنے والے دوستوں کے نام اہل قادیان کا سلام نمبر۸۸: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پیسہ اخبار لاہور کا پچپن سالہ نوٹ نمبر۸۹: حافظ نور الٰہی صاحب کی وفات۔ قادیان میں پہلے درویش کا وصال نمبر۹۴: انسانی زندگی کی چار اقسام (ادنیٰ حیوانی، اعلیٰ حیوانی۔ ادنیٰ روحانی، اعلیٰ روحانی) نمبر۹۶: علاقہ قادیان کی اغواشدہ عورتیں لاہور پہنچ رہی ہیں نمبر۹۶: قادیان جانے والے خط ابھی تک بیرنگ ہو رہے ہیں۔ دوست احتیاط رکھیں نمبر۹۷: جمع بین الصلوٰتین کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی ایک شہادت نمبر۹۸: ابلیس کے مغویانہ وجود کے متعلق صحیح نظریہ کی تعیین نمبر۱۰۱: اسلحہ کے لائسنس داروں کو ضروری مشورہ۔ کس قسم کے ہتھیار زیادہ کار آمد ہیں نمبر۱۰۹: گذشتہ فسادات کی ذمہ داری کس قوم پر ہے نمبر ۱۱۰: قادیان چھوڑنے کے متعلق میری ایک دس سال قبل کی تحریر اور اس پر حضرت امیر المومنین کا تفصیلی نوٹ نمبر۱۱۷: کیا قادیان کے قرضے صرف قادیان میں ہی ادا ہو سکتے ہیں۔ وسعت رکھنے والے مقروض صاحبان کے امتحان کا وقت نمبر۱۲۳: مسئلہ پیدائش شیطان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نیا حوالہ نمبر۱۲۵: قادیان سے تشریف لاتے ہوئے حضرت امیر المومنین کا جماعت احمدیہ قادیان کے نام الوداعی ارشاد نمبر۱۲۸: قادیان میں سب دوست خیریت سے ہیں اور نوافل کے پروگرام پر پوری طرح پابند نمبر۱۲۸: جمع بین الصلوٰتین کے مسئلہ میں مولوی محمد دین صاحب کی تتمہ روایت نمبر۱۳۰: خوف و ہراس کی کیفیت قومی اخلاق کے لئے تباہ کن ہے۔ ۱۵رجون والے مزعومہ خطرہ کے متعلق ایک مختصر نوٹ نمبر۱۳۱: نئی وزارت کو ایک مخلصانہ مشورہ۔ عدل کے مثبت اور منفی پہلو نمبر۱۳۲: موجودہ فسادات کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نہایت واضح رویاء۔ خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کا وسطِ باغ تباہی سے محفوظ رہے گا نمبر۱۳۳: غیر مسلموں کو امدد دینے والے احمدی توجہ کریں نمبر۱۳۷: خدا تعالیٰ کی بندہ نوازی کا ایک خاص منظر۔ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذاتی یاد گاریں سب محفوظ ہیں نمبر۱۳۸: حضرت میر محمد اسحاق صاحب مرحوم و مغفور کی وصیت نمبر۱۳۹: غیر مسلموں کو امداد دینے والے احمدی توجہ کریں نمبر۱۴۱: ۳رجولائی والا کانوائے قادیان نہیں جا سکا نمبر۱۵۷: رمضان کی برکات سے پورا فائدہ اُٹھائیں نمبر۱۶۱: دوستو! قادیان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھو نمبر۱۶۱: رمضان میں دائمی نیکی کا

عہد کرنے والی خواتین نمبر۱۶۳: اپنے امام کی تحریک کو کامیاب بناؤ۔ فارغ البال دوست قادیان جانے کے لئے اپنے نام پیش کریں نمبر۱۶۴: قادیان میں جماعت کی واپسی کس صورت میں ہوگی؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض مکاشفات پر ایک سرسری نظر نمبر۱۶۸: ہماری روزانہ دعائیں کیا ہونی چاہئیں۔ دعاؤں کے متعلق اسلام کا ایک جامع نظریہ نمبر۱۶۹: سندھ کے زیر مقدمہ دوستوں کے لئے دعا کی جائے نیز لدھیانہ کے دوستوں کے لئے بھی نمبر۱۷۰: درود میں حضرت ابراہیم کا نام داخل کرنے کی حکمت نمبر۱۷۱: رمضان میں دائمی نیکی کا عہد باندھنے والی خواتین نمبر۱۷۳: رمضان میں کمزوری دور کرنے کے عہد کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ نمبر۱۷۷: میرے دعا والے مضمون کا تتمّہ۔ صحابہؓ کو بھی اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں نمبر۱۸۱: سعد اللہ جان صاحب ایڈووکیٹ مردان توجہ فرمائیں۔ تمام محکمانہ چٹھیاں افسران متعلقہ کے عہدہ کے پتہ پر آنی چاہئیں نمبر۱۸۲: قادیان کے بیمار دوستوں کے لئے دعا کی جائے نمبر۱۸۵: قادیان سے عید الفطر کا ایک گرا نقدر عطیہ نمبر۱۸۵: صحابی کی تعریف کے متعلق ایک دوست کے چار سوالات نمبر۱۸۶: ہم لاہو رمیں کس طرح رہ رہے ہیں۔ رتن باغ اور ملحقہ مکانوں کی آبادی نمبر۱۸۹: ڈاکٹر میجر محمود احمد کی شہادت نمبر۱۹۰: پناہ گزینوں کی ضلعوار آبادی کا سوال نمبر۱۹۱: فوٹو کھچوانے کے متعلق ایک لائلپوری دوست کا سوال نمبر۱۹۲: میرے ''ضلعوار آبادی'' والے مضمون کا تتمہ نمبر۱۹۳: پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ (ڈاکٹر میجر محمود احمد کی شہادت)نمبر۱۹۴: پناہ گزینوں کی علاقہ وار آبادی کے متعلق جماعت احمدیہ کا نظریہ۔ حضرت امیر المومنین امام جماعت احمدیہ کی رائے نمبر۱۹۷: قادیان کے دوستوں کو روپیہ بھجوانے کا محفوظ طریق نمبر۱۹۷: ابلیس والے مضمون کے تعلق میں ایک اور حوالہ نمبر۱۹۷: تعلیم القرآن کی زنانہ کلاس کا نتیجہ نمبر۱۹۸: قادیان کے دوستوں کے ذریعہ بحال شدہ مسلمان نمبر۲۰۲: قائد اعظم محمد علی جناح نمبر۲۱۰: قادیان کے متعلق جھوٹی خبریں نمبر۲۱۰: عزیز مرزا منور احمد مرحوم مبلغ امریکہ نمبر۲۱۳: مرکز پاکستان کا افتتاح۔ ایک غیر ذی زرع وادی میں روح پرور نظارے نمبر۲۱۵: اسلامی ضابطۂ جنگ نمبر۲۱۶: فن تعمیر کے ماہر صاحبان توجہ فرمائیں۔ مرکز پاکستان کے لئے ضروری مشورہ نمبر۲۲۱: مرکز پاکستان کے لئے پیشہ وروں کی ضرورت نمبر۲۲۲: قادیان میں میرے ذریعہ روپیہ لینے والے دوست توجہ کریں تنگدست قرض خواہوں کا حق بہر حال مقدم ہے۔ نمبر۲۲۸: بھسکے کی عمارت کے متعلق دوست مشورہ دیں نمبر۲۳۴: خطوط کا جواب نہ دے سکنے کی معذرت۔ دوست انتظار کریں نمبر۲۳۴: ایک نادار خاتون اور ایک عزیز نوجوان نے اپنا

قرضہ واپس ادا کر دیا نمبر۲۳۶: حضرت میر محمد اسحاق صاحب مرحوم کے بڑے بچے کی شادی نمبر۲۳۸: ہمشیرہ محترمہ سیدہ ام طاہر صاحبہ مرحومہ کی بچی کی شادی نمبر۲۳۹: اے مالک کون و مکان آ ؤ مکیں کو لوٹ لو (نظم) نمبر۲۴۷: قادیان کے سب دوست خیریت سے ہیں نمبر۲۵۲: لین دین کی صفائی کا ایک وقتی نسخہ نمبر۲۵۴: نصاب کمیٹی حکومت مغربی پنجاب کو جماعت احمدیہ کی طرف سے مشورہ۔ مڈل تک کے نصاب میں کونسی اصلاحیں ضروری ہیں نمبر۲۵۸: قادیان کی تازہ اطلاعات نمبر ۲۶۰: ایک غلط فہمی کا ازالہ اور شکریہ احباب نمبر۲۶۴: قادیان کی جائیداد کے مقابلہ پر عارضی الاٹمنٹ کرائی جا سکتی ہے نمبر۲۶۵: قرضوں کی صفائی والے مضامین کے متعلق بعض ضروری تصریحات نمبر۲۶۹: قادیان کی مساجد ہمارے دوستوں کی طرف سے دیکھ بھال اور صفائی کا انتظام نمبر۲۶۹: خدا را مسلمانوں کو کمیونزم کی طرف نہ دھکیلو نمبر۲۷۰: عزیزہ طیبہ بیگم سلمہا کے لئے دعا کی جائے نمبر۲۷۱ صفحہ۱: نومبر ۱۸۹۳ء تک بیعت کرنے والے بزرگ توجہ فرمائیں نمبر۲۷۲: قادیان سے باہر فوت ہونے والے موصی صاحبان کے متعلق اطلاع دی جائے نمبر ۲۷۳:مسماۃ بلقیس بی بی بنت عبدالرحیم صاحب سکنہ شہر امرتسر کہاں ہے نمبر۲۷۶: قادیان کے دوست خیریت سے ہیں نمبر۲۷۴،۲۸۲: پاک اولاد پیدا کرنے کا نسخہ نمبر۲۷۹: عزیزہ طیبہ بیگم کا آپریشن نمبر۲۷۹: جماعت کی تعداد کو کثرت اولاد کے ذریعہ بھی ترقی دو نمبر۲۸۰: قادیان کی عارضی اور دائمی کشش۔ قادیان ہمیں کب اور کیونکر واپس ملے گا نمبر۲۸۱: قادیان کے متعلق تازہ اطلاع نمبر۲۸۲: ایک احمدی ڈاکٹر کی نمایاں کامیابی نمبر۲۸۲: عارضی الاٹمنٹ کے متعلق ضروری تشریح نمبر۲۸۳: قادیان کی احمدیہ ڈسپنسری کی مختصر روئیداد نمبر۲۸۴: کثرت اولاد والے مضمون کے متعلق بعض ضروری تشریحات نمبر ۲۸۵: قادیان کا سالانہ جلسہ۔ حکومت ہندوستان نے ایک سو ہندوستانی احمدیوں کو اجازت دے دی ہے نمبر۲۸۹: مسماۃ نور بیگم زوجہ تاج دین صاحب قادیان کہاں ہیں نمبر۲۸۹: دو بیرون ہند مبلغین کے والد صاحبان کی وفات نمبر۲۹۰: ہستی باری تعالیٰ کے متعلق ایک صاحب کے تین سوالات نمبر۲۹۱: قادیان کے جلسہ کا پہلا دن۔ دہلی، یوپی، بہار، مغربی بنگال کے احمدی نمائندے بھی شریک ہوئے نمبر۲۹۳:

الفضل ۱۹۴۹ء

جلسہ قادیان میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا پیغام نمبر۳: کشمیر میں لڑائی بند ہوگئی مگر کشمیر کی مہم کا اصل کام اب شروع ہوتا ہے نمبر۳: اہل قادیان کے نام پیغام۔ سیّدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا تازہ

کلام نمبر۴: قادیان کی جائیداد فروخت نہ کی جائے نمبر۱۸: عزیزہ امۃ السلام بیگم سلمہا اللہ کا اپریشن کامیاب ہوگیا ہے نمبر۲۴: سید وزارت حسین صاحب کا خط سٹیٹس مین دہلی کے نام۔ ایک غلط فہمی کی ضروری تردید نمبر۲۵: قادیان کی فیکٹریوں کی نیلامی نمبر۲۶: عارضی الاٹمنٹ کے متعلق بعض ضروری تشریحات نمبر۲۶: اراضی کی الاٹمنٹ کے متعلق ایک ضروری اعلان نمبر۳۱: احمدی تاجر صاحبان توجہ فرمائیں نمبر۳۴: کیا ہمارا پاؤں دو کشتیوں میں ہے۔ جماعت احمدیہ کا سیاسی مسلک نمبر۳۶: اراضی کی الاٹمنٹ کے متعلق ایک ضروری اعلان نمبر۳۷: کثرت اولاد والے مضمون پر دوستوں کے اعتراضات نمبر۳۸: سیرت خاتم النبیّین حصہ سوم کی تیاری اور دوستوں کو دعا کی تحریک نمبر۴۹: حسن محمد صاحب درویش کے لئے دعا کی تحریک نمبر۵۱: حسن محمد صاحب درویش وفات پا گئے نمبر۵۳: یہ فتنوں اور ابتلاؤں کے دن ہیں۔ دوستوں کو خاص طور پر دعاؤں کی طرف توجہ دینی چاہیے نمبر۶۷: اخویم میاں عبداللہ خان صاحب کی علالت اور دوستوں سے دعا کی تحریک نمبر۶۹: کوئی دوست قادیان کی جائیداد فروخت نہ کریں نمبر۷۳: موصی صاحبان کو اماناً دفن کیا جائے نمبر۸۲: قادیان کے دوست خیریت سے ہیں۔ موجودہ حالات کا مختصر نقشہ نمبر۸۲: اعلان دربارہ سیرت خاتم النبیّین حصہ سوم نمبر۸۲: ہمارا امتحان اور مرکز ربوہ نمبر۸۸: درخواست دعا نمبر۱۰۰: سب ایک جیسے نہیں نمبر ۱۰۱: کچے دھاگے کس طرح ٹوٹتے ہیں اس نازک دور میں مقامی جماعتوں کا فرض نمبر ۱۰۲: قادیان کے تازہ حالات۔ قادیان میں ''الفضل'' کا داخلہ بند کردیا گیاہے نمبر ۱۰۶ : قادیان کے درویشوں کی امداد نمبر۱۰۹: قادیان کے متعلق حکومت کی پالیسی میں تبدیلی نمبر ۱۱۵ : درویشوں کی امداد کا چندہ نمبر۱۲۰: قادیان میں رمضان کے درس اور تراویح کا انتظام نمبر ۱۳۲: ربوہ میں نو ٹیفائڈ ایریا کمیٹی کا قیام نمبر۱۳۴: رمضان آتا ہے رمضان ۔ ابھی سے خاص دعاؤں کی عادت ڈالو نمبر۱۴۲: رمضان میں تلاوت قرآن کے دو دور۔ ہر آیت پر غور کرنے کی عادت ڈالو نمبر۱۴۷: قادیان میں رمضان المبارک نمبر۱۵۴: ضائع شدہ اسلحہ کی واپسی کی درخواستیں نمبر۱۵۶: حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی علالت نمبر۱۶۰،۱۶۱،۱۶۲،۱۶۴: قادیان میں ایک احمدی نوجوان کی گرفتاری نمبر۱۶۰: حضرت امیر المومنین کے لئے اجتماعی دعا اور صدقہ کا انتظام نمبر۱۶۲: قادیان کے درویشوں کی امداد نمبر۱۶۵: قادیان میں ماہ رمضان۔ ذکر و فکر کے رُوح پرور نظارے نمبر۱۶۶: قادیان کے تازہ حالات نمبر۱۶۷: قادیان خط لکھتے ہوئے پتہ احتیاط سے لکھیں نمبر۱۶۸: قادیان میں درس قرآن کے اختتام پر دعا نمبر۱۶۹: قادیان میں مکانوں کے کرائے نمبر۱۷۰: قادیان جانے کے لئے اپنا

نام پیش کرنے والے دوست توجہ کریں نمبر۱۷۴، ۱۸۸: مبارکبادوں کا شکریہ نمبر۱۸۲: قادیان کے سابقہ اور موجودہ کرائے نمبر۱۸۴: احمدی شہداء کی فہرست درکار ہے نمبر۱۸۴: قادیان میں ایک نیا فتنہ (اللہ رکھا والا) نمبر۱۸۴: سیرۃ المہدی کے متعلق دوستوں کا مشورہ نمبر۱۸۶: کیا موجودہ کمزوری کے بعد پھر بھی طاقت کا زمانہ آئے گا؟ کیا یہ خوف کے دن کبھی پھر بھی امن سے بدلیں گے؟ ان سوالوں کا جواب حضرت مسیح موعود کے الہاموں میں ملیگا نمبر۱۸۷: رتن باغ میں چراغاں نمبر۱۸۷: کیا سینما دیکھنا ہر صورت میں منع ہے نمبر۱۸۸: مجید احمد درویش کے لئے دعا کی تحریک نمبر۱۹۰: قادیان میں دو مخلص نوجوانوں کی تشویشناک علالت نمبر۱۹۳: کونسی سینما فلم اچھی سمجھی جائے اور کونسی بری اور اس کا فیصلہ کس کی رائے پر ہوگا نمبر۱۹۵: اغوا اور زنا بالجبر کے نتیجہ میں حاملہ ہونے والی عورتیں نمبر۱۹۶: ایک درویش کی وفات نمبر۱۹۸: میں ناظر اعلیٰ یا ناظر امور عامہ نہیں ہوں۔ دوست خط وکتابت میں احتیاط رکھیں نمبر۱۹۸: میاں سلطان احمد درویش مرحوم نمبر۲۰۱: جماعت احمدیہ کی ظاہری ترقی ہوائی فضا کے ساتھ وابستہ ہے نمبر۲۰۴: (کونسی فلم اچھی ہے اور کونسی بری) اس بارہ میں نظارت تعلیم و تربیت کی رائے نمبر۲۰۵: اسلامی احکام پردہ کا خلاصہ۔ پردہ کے متعلق سات بنیادی نکتے نمبر۲۰۵: ایک درویش کی والدہ کا انتقال نمبر۲۰۶: قادیان میں عید الاضحیہ کی قربانی نمبر۲۰۸: قادیان کے درویشوں کے لئے دعا کی تحریک نمبر۲۰۹: جناب مولوی محمد علی صاحب کا ایک تازہ خطبہ۔ حضرت مسیح موعود سے مسائل میں اختلاف کا جواز۔ حضرت مسیح ناصری کی پیدائش کا مسئلہ نمبر۲۱۲: الحمدللہ ربوہ کا ڈاکخانہ کھل گیا نمبر۲۱۳: ایک دیہاتی مبلغ کی افسوسناک وفات نمبر۲۱۴: تاریخ احمدیت کا ایک یادگار دن۔ حضرت امیر المومنین کا سفر ربوہ نمبر۲۱۹: سفر ربوہ کے چند بقیہ واقعات نمبر۲۲۲: امداد درویشاں اور قربانی کے روپے کی تازہ فہرست نمبر۲۲۶: ایک اور درویش چل بسا۔ قادیان میں مجید احمد کی افسوس ناک وفات نمبر۲۲۸: مسجد ربوہ کا سنگ بنیاد اور اس تقریب کا عقبی منظر نمبر۲۳۱: رسالہ مقامات النساء فی احادیث سید الانبیاء کا دیباچہ نمبر۲۳۵: قادیان کے تازہ کوائف نمبر۲۳۷: اخویم مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم۔ شیخ محمد احمد صاحب کی ایک دلچسپ روائت نمبر۲۴۰: قادیان کے تازہ حالات نمبر۲۴۳: میاں شادی خاں صاحب مرحوم کے ورثاء توجہ فرمائیں نمبر۲۴۶: قابل رشتہ احباب توجہ فرمائیں نمبر۲۴۷: ملک مولا بخش صاحب کی افسوسناک وفات نمبر۲۴۹: اسلام میں استخارہ کا بابرکت نظام۔ مسنون استخارہ کی ضروری شرائط نمبر۲۵۲: جلسہ سالانہ پر قادیان جانے والی ٹرین نمبر۲۵۳: استخارہ والے مضمون میں ایک غلطی کی

اصلاح نمبر۲۵۴: ایک دوست کے استفسار کا جواب۔ استخارہ والے مضمون کا تتمہ نمبر۲۶۰: مومن کا ہر کام خدا کے نام سے شروع ہونا چاہیے۔ کوئی من گھڑت عدد بسم اللہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا نمبر۲۷۱: قادیان جانے والے دوست ۲۴؍دسمبر کی شام تک لاہور پہنچ جائیں نمبر۲۸۶، ۲۹۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نظام نبوت کا معراج ہے ایک حیدرآبادی دوست کا سوال اور اس کا جواب نمبر۲۹۳:

الفضل ۱۹۵۰ء

قافلہ قادیان کے مختصر کوائف نمبر۴: بیمار درویشوں کے لئے دعا کی تحریک نمبر۵: قادیان کے تیئس کس صحابی نمبر۶: چندہ امداد درویشاں کی تازہ فہرست نمبر۹: کسی سچے مومن کا ذاتی گلہ شکوہ اسے ایمان سے متزلزل نہیں کر سکتا۔ اعمال کے مدارج کو ملحوظ رکھنا بہر حال ضروری ہے۔ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کا تتمہ ہے نمبر۱۵: ایک ضروری تصحیح نمبر۱۷: ایک احمدی خاتون کا سوال اور اس کا جواب۔ نماز میں بے توجہی اور پریشان خیالی کا صحیح علاج نمبر۱۸: پاکستان میں فوجی بھرتی۔ مناسبت رکھنے والے احمدی نوجوان توجہ کریں نمبر۱۸: میرے ذریعہ روپیہ لگانے والے دوست اپنا مطالبہ قضا میں رجسٹر کرا دیں نمبر۱۸: اہلیہ صاحبہ بھائی چوہدری عبدالرحیم صاحب کی وفات نمبر۲۰: قادیان میں چوبیسواں صحابی۔ صحابی کی تعریف میں دلچسپ اختلاف نمبر۲۹: بیمار درویشوں کے لئے دعا کی جائے نمبر۲۹: ڈاکٹر غفور الحق صاحب کا افسوسناک انتقال نمبر۳۴: قادیان کے تازہ حالات نمبر۳۵: بابا اللہ دتہ صاحب درویش کا انتقال نمبر۳۵: زہد و عبادت کی جیتی جاگتی تصویر بابا اللہ دتہ صاحب درویش مرحوم کے متعلق قادیان سے اطلاع نمبر۴۲: خیر خواہان پاکستان سے درد مندانہ اپیل خدا کے لئے وقت کی نزاکت کو پہچانو نمبر۴۴: آئندہ تبادلہ کی رقوم مجھے نہ بھجوائی جائیں نمبر۴۷،۵۳: بعض متفرق سوالوں کا جواب۔ جہاد بالسیف کے مسئلہ میں جماعت احمدیہ کا مسلک نمبر۴۸: طوبیٰ للغرباء والی حدیث پر الفضل کا نوٹ، اس حدیث کی اصل تشریح اَور ہے نمبر۴۹: بعض متفرق سوالوں کا جواب، دعاؤں میں ناکامی پر مایوسی، مُردوں پر فاتحہ خوانی اورقل کی رسم وغیرہ نمبر۵۰: اسلام اور زمین کی ملکیت ۔فاروقی صاحب کے تبصرے پر تبصرہ ،نمبر۵۴: ایک غلطی کی اصلاح۔ نمبر۵۹، ربوہ میں درویشوں کے اہل وعیال کے لئے مکانوں کی تجویز۔ نمبر۷۲،اسلام اور زمین کی ملکیت ۔میرے تبصرے پر فاروقی صاحب کا تبصرہ۔نمبر ۸۱،۸۷ چوہدری بختاور علی صاحب کہاں ہیں۔نمبر۷۲ ربوہ میں ایک قادیانی درویش کی شادی۔ پنجاب اور یوپی کے دو مخلص خاندانوں کا اتصال نمبر ۹۰: تعمیر مکانات

درویشاں کا چندہ نمبر۹۱: احباب جماعت کی خدمت میں خاص دعاؤں کی تحریک نمبر۹۸: درویشوں کے اہل وعیال کا خاص خیال رکھا جائے۔ وقتی امداد کے لئے امراء صاحبان میرے دفتر میں رپورٹ فرمائیں۔نمبر ۱۰۰: قادیان کے تازہ حالات ۔نمبر۱۰۳: اسلامی سزاؤں کا بنیادی فلسفہ ۔نمبر۱۰۴: پاکستان کی اسلامی حکومت میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی مذہبی زندگی۔نمبر۱۰۵: اسلام میں چور کی سزا۔ نمبر ۱۲۵: خاندانِ نبوت۔ ایک نہایت ضروری اور بروقت انتباہ۔ نمبر۱۲۸: قادیان میں یوم پیشوایان مذاہب۔نمبر۱۳۰: الہام ''داغ ہجرت'' کا حوالہ مل گیا۔غلبت الروم کے الہام کے متعلق ایک لطیف مکاشفہ۔نمبر۱۳۱: ایک دوست کے سوال کا جواب۔ نبی، رسول اور محدث میں کیا فرق ہے۔ نمبر۱۳۴: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شادیاں اور طلاقیں۔نمبر۱۳۵: ایک دوست کے دو سوالوں کا جواب۔ جنات کا وجود۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احیاء موتی۔نمبر۱۳۷، صابر درویشوں کے بے صبر رشتہ دار۔ نمبر ۱۴۰، درویشوں کے رشتہ داروں کے لئے ضروری اطلاع۔ نمبر۱۴۴، حضرت پیر منظور محمد صاحب کی وفات ۔نمبر ۱۴۶، رؤیت ہلال کا انوکھا طریق۔ اسلام نے ان معاملات میں عوام الناس کی سہولت پر بنیاد رکھی ہے۔نمبر ۱۴۷، رمضان کا آخری مبارک عشرہ۔ دوست ان ایام میں دعاؤں اور نوافل کی طرف خاص توجہ دیں۔نمبر۱۵۹، موصی نمبر ا بابا حسن محمد صاحب بھی چل بسے۔ نمبر۱۷۱، حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی صحت اور درازی عمر کی دعائیں۔ بعض وجود دوسروں کی نسبت بہت زیادہ دعاؤں کے حقدار ہوتے ہیں۔نمبر۱۷۲، مولوی محمد ابراہیم صاحب بقا پوری کے لئے دعا۔نمبر ۱۷۳، شیخ عبدالمالک صاحب امرتسری کہاں ہیں۔نمبر ۱۷۳،مسئلہ تقدیر پر ایک اصولی نوٹ کیا فوت ہو جانے والا مریض بہتر علاج سے بچ سکتا تھا۔ نمبر۱۸۳، مضمون مسئلہ تقدیر میں کتابت کی غلطیاں۔نمبر ۱۸۵، قادیان سے بھاگنے والے کی عبرتناک حالت۔ درویشوں کے رشتہ دار بھی کان دھریں۔نمبر۱۸۶، عید الاضحیٰ کی قربانیاں ۔کیا غیر حاجیوں کے لئے بھی قربانی ضروری ہے۔کیا قربانی کی جگہ غرباء میں نقد روپیہ تقسیم کر دینا جائز نہیں۔نمبر۱۹۱،۱۹۲، عیدالاضحیٰ والے مضمون کا تتمہ۔ قربانی کا گوشت سکھا کر ذخیرہ بھی کیا جا سکتا ہے۔۱۹۳، مسئلہ تقدیر کے متعلق ایک عزیز کے سوالوں کا جواب۔ نمبر۱۹۸، تبلیغ کے سات زریں اصول۔نمبر۲۰۲، دو مخلصین کی وفات (ماسٹر مولا بخش صاحب اور ماسٹر محمد طفیل صاحب) نمبر۲۰۷، عید الاضحیٰ کی قربانیاں ۔حضرت خلیفہ اولؓ کا ایک فیصلہ کن فتویٰ۔نمبر ۲۰۸، برطانیہ میں تعدد ازدواج کی طرف رجوع۔ ربما یود الذین کفرو الو کانوا مسلمین ۔ نمبر ۲۰۸، گشتی چٹھیوں کی لغویت۔

مومنوں کو جھوٹے لالچوں اور دھمکیوں سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ نمبر۲۱۰، شیخ سعد اللہ لدھیانوی کی وفات ۔حضرت میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم کا ایک اہم مکتوب۔نمبر ۲۱۱،عورت کی طرف سے نشوز اور اس پر مرد کا حق تادیب ۔ نمبر ۲۱۴،آنیوالے حج کے دن بہت دعائیں کی جائیں۔ان دعاؤں کا بہترین وقت دن کا آخری حصہ ہے۔۲۱۵،قادیان میں قربانی کرانے کے خواہشمند دوست۔ نمبر ۲۱۵، اسلامی پردہ کے متعلق ایک فیصلہ کن حدیث۔عورت کا چہرہ یقیناً پردہ میں شامل ہے۔نمبر ۲۱۹، ربوہ، چنیوٹ، احمد نگر کے سب دوست بخیریت ہیں۔ نمبر ۲۲۰، کیا ایک محکوم شخص نبی نہیں بن سکتا۔ کیا صرف نبی کا لڑکا ہی نبوت کاانعام پا سکتاہے۔نمبر۲۲۲، مسئلہ تقدیر کے متعلق ایک دوست کا سوال ۔ کیا تقدیر مبرم بھی ٹل سکتی ہے۔ نمبر۲۲۴، زندگی کے بیمہ کے متعلق اسلامی نظریہ ۔ ایک جائز ضرورت کو ناجائز طور پر پورا کرنے والا نظام۔نمبر ۲۲۶، سیلاب کی تباہ کاریاں ۔ سیالکوٹ سے دو دردناک واقعات کی اطلاع۔نمبر۲۳۲، قادیان کے سالانہ اجتماع میں پاکستانی احمدیوں کی شرکت ۔ نمبر ۲۳۷، چالیس جواہر پاروں کی تصنیف اور دوستوں سے ضروری گذارش ۔نمبر۲۵۲، خدائے اسلام کا زبردست انتقام ۔سپین کی زمین اسلام کے انتقام کی پیاسی ہے۔نمبر۲۶۷، حضرت ام المؤمنین کیلئے خاص دعاؤں کی تحریک۔نمبر ۲۶۸، عزیز مرزا حفیظ احمد سلمہ کی بچی کی ولادت۔نمبر۲۶۹، کتاب ''چالیس جواہر پارے'' چھپ رہی ہے۔نمبر۲۷۰، اسلام کے انتقام والے مضمون کے متعلق دوستوں کا سوال ۔خدا کے لئے نفس مضمون کی طرف توجہ دیجئے۔نمبر۲۷۲، اپنے درویش بھائیوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ نمبر۲۷۲، حضرت خلیفہ اولؓ کی یاد میں ۔تبحر ، تصوف، توکل اور تواضع کا ارفع مقام ۔نمبر۲۸۰، ایک غلطی کی اصلاح۔حضرت ام المومنین کی شادی ۱۸۸۴ء میں ہوئی تھی۔نمبر۲۸۰، ربوہ میں شادی کی مبارک تقریب۔ نمبر۲۸۵، قادیان جانے والوں کے متعلق ضروری اعلان۔ حکومت نے تعداد اور تاریخ مقرر کر دی ۔نمبر۲۸۶ ، نام کی تبدیلی ۔نمبر ۲۸۶، قادیان میں ایک درویش کی اچانک وفات۔نمبر۲۹۱،

الفضل ۱۹۵۱ء

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا پیغام ہندوستان کے احمدی احباب کے نام ۔نمبر۲، میرا دفتر ربوہ میں منتقل ہو گیا ہے۔نمبر۱۲، اصلاح کے دو مخصوص میدان ۔ہر مصلح مبلغ بھی ہونا چاہئے اور مربی بھی نمبر۲۱، ربوہ میں تار گھر کھل گیا ہے۔نمبر۲۶، پاکستان میں پارٹیوں کا قیام ۔اپنے اختلاف کو رحمت کا موجب بناؤ۔نمبر۲۸،ایک بزرگ درویش کا القاء ربانی ''سب کو چھوڑو خلیفے کو پکڑو'' نمبر ۳۴، ایک مخلص درویش کے گمشدہ عزیز کی تلاش۔ نمبر۴۳، ایک درویش کی خانہ آبادی ۔ قادیان میں

خوشی کا جلوس ۔نمبر۴۵، خاندان حضرت مسیح موعود میں شادی کی تقریب ۔نمبر۲۷، عزیز مجید احمد سلمہ کی شادی خانہ آبادی۔نمبر ۵۷، بھائی عبدا لرحیم صاحب کو اب افاقہ ہے۔ نمبر ۸۸، تقریب شادی مولوی برکات احمد صاحب راجیکی۔ نمبر۸۹، بھائی عبدالرحیم صاحب کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع۔ نمبر۹۲، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا طلباء جامعہ احمدیہ سے خطاب۔نمبر۱۱۳، دفاتر صدر انجمن احمدیہ کی عمارت شروع ہو گئی۔نمبر۱۱۳، ربوہ میں ٹیلی فون جاری ہو گیا۔نمبر۱۱۹، ربوہ سے پہلا ٹیلفون پیغام۔نمبر۱۲۰، چار درویشوں کے نکاح کی تقریب سعید۔نمبر۱۲۱، درویشوں کے قابلِ امداد رشتہ دار۔نمبر۱۴۲، قادیان میں درس القرآن اور تراویح کا انتظام ۔نمبر۱۴۲، بارہ درویشوں کے اہل وعیال کی قادیان میں واپسی۔ نمبر۱۶۰، دوستوں سے معذرت۔ نمبر۱۶۴،عید الاضحیٰ کی قربانی۔ نمبر۱۸۷، مُلکی آزادی کا حصول اور اس کا قیام ۔نمبر۱۹۰، قابل امداد درویشان کے متعلق امراء صاحبان توجہ فرمائیں۔ نمبر۲۰۷، قافلہ زائرین قادیان ۔خواہشمند احباب مطبوعہ فارم پر درخواست بھجوائیں۔نمبر۲۲۶،چالیس جواہر پارے۔نمبر۲۴۴، لالہ ملاوامل صاحب کی وفات ۔ نمبر۲۵۰، رحمت خدا کی ہے اور تکلیف ہماری۔ نمبر۲۶۲، مخدوم نذیر احمد صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۲۶۶، قافلہ قادیان کیلئے درخواست کی آخری تاریخ نمبر۲۷۰، قافلہ قادیان کے متعلق ضروری اعلان۔ نمبر۲۷۵، میرا دفتر ربوہ آچکا ہے۔ نمبر۲۸۰، قادیان کے تازہ کوائف ۔ نمبر۲۸۰، قافلہ کی فہرست داخل کر دی گئی ۔ نمبر۲۸۱، قافلہ قادیان کی تعداد میں کمی۔نمبر۲۹۰، زائرین کے ہمراہ مستورات قادیان نہیں جائیں گی۔ نمبر۲۹۳، قافلے میں عورتوں کو اجازت نہیں ملی۔ نمبر۲۹۴، اسلامی خلافت کا نظریہ۔کوئی خلیفہ برحق معزول نہیں ہو سکتا۔ نمبر۲۹۶، اشتراکیت اور اسلام ۔چندمختصر اور اصولی نوٹ۔نمبر۲۹۷،

الفضل ۱۹۵۲ء

امریکہ سے ایک مخلص احمدی کی آمد نمبر۴، عزیزم مرزا وسیم احمد سلمہ کی شادی نمبر۱۱، ڈھیلے کیساتھ استنجا کرنا۔ پبلک وٹوانی کی حیا سوز طریق نمبر۱۴، قافلہ قادیان ۱۹۵۰ء کے اصحاب توجہ فرمائیں نمبر۱۹، ایک گمنام خط کی شکایت کا جواب نمبر ۲۸، تحریک درویش فنڈ کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا ارشاد ۳۸، خلافت کا دور دائمی ہے یا وقتی، ایک دوست کے ضمنی سوال کا جواب نمبر۳۹، حضرت خلیفہ اوّلؓ کے ہاتھ پر پہلی بیعت کہاں ہوئی تھی نمبر ۴۹، قادیان کے تازہ حالات اور دوستوں سے دعا کی تحریک نمبر۵۲، میاں عبداللہ خاں صاحب افغان قادیان میں بیمار ہیں نمبر ۶۱، ربوہ میں قابل فروخت سکنی زمین لجنہ کوئٹہ کی طرف سے حضرت امیر المؤمنین کا صدقہ نمبر ۶۲، عبداللہ خاں

بعض ناموں میں تبدیلی، متعلقہ دوست توجہ کے ساتھ نوٹ فرما لیں نمبر۲۹۲،

الفضل ۱۹۵۳ء

قرضخواہ اور مقروض دوستوں کی خدمت میں ضروری گذارش نمبر۱۴، رسالہ ''چالیس جواہر پارے'' کا دوسرا ایڈیشن نمبر۱۵، مسئلہ ختم نبوت پر ایک مختصر رسالہ نمبر۲۳، میاں فضل دین صاحب درویش کی وفات نمبر۲۳، قادیان میں ایک نومسلم خاکروبہ کا انتقال نمبر۲۶، حضرت مسیح موعود کے بعد پہلی بیعت خلافت کہاں ہوئی نمبر۳۰، ایک دلچسپ اور مفید تصنیف، حیات الآخرۃ نمبر۳۲، تربیت اولاد پر ایک مختصر رسالہ نمبر۴۶،

المصلح ۱۹۵۳ء

اشتراکیت اور اسلام نمبر۳۸، ۴۰، ۴۱، ۴۳، ۴۴، ۴۶، ۴۷، آخری عشرہ میں جماعتی دعاؤں پر خاص زور دیا جائے نمبر ۶۱، تازہ فہرست چندہ امداد درویشاں نیز کچھ اپنے متعلق نمبر۱۱۲، قادیان میں عید الاضحیہ کی قربانی نمبر۱۱۲، رسالہ کلمہ الفصل کے متعلق ضروری اعلان نمبر ۱۲۵، حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم کا پہلا پوتا نمبر۱۲۸، رضوان عبد اللہ کی المناک وفات نمبر۱۲۸، قافلہ قادیان کیلئے دوست درخواستیں بھجوائیں نمبر۱۲۸، کیا ہم نے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے کاٹ رکھا ہے۔ ایک نوجوان کے سوال کا جواب نمبر۱۳۰، کلمتہ الفصل ایڈیشن دوم مل گیا ہے نمبر۱۳۰، آپ کا ایک تار سیّدہ ام داؤد کی تدفین کے متعلق نمبر۱۳۸، ہم نے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے نہیں کاٹا مگر اختلافی امور سے کبھی انکار بھی نہیں کیا نمبر۱۷۳، اگر موت کا ایک وقت مقرر ہے تو پھر مریض کا علاج بے سود ہے۔ ایک غیر احمدی دوست کے سوال کا جواب نمبر۱۸۰، قافلہ قادیان کے متعلق ایک ضروری اعلان نمبر۱۸۱، تربیت اولاد کے دس سنہری گر نمبر۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۴، حضرت میاں صاحب کا دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے افتتاح کے موقعہ پر ایڈریس پیش کرنا نمبر۱۹۹، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا پیغام خدام کے نام نمبر۲۰۸، رسالہ ''نماز'' پر ریویو نمبر۲۱۴، یہ غرباء کی امداد کا خاص موسم ہے نمبر۲۱۴، مندرجہ ذیل اصحاب قافلہ قادیان میں جانے کیلئے تیار ہو جائیں نمبر۲۱۷،

المصلح جنوری تا مارچ ۱۹۵۴ء

اخبار ''بدر'' قادیان کے داخلہ سے پابندی اٹھا دی گئی نمبر۲۱

الفضل ۱۹۵۴ء

الفضل کے دوبارہ اجراء پر آپ کا پیغام نمبرا، حضرت صاحب کے صدقات کی رقوم نمبر۱۵، چوہدری نذیر احمد صاحب طالب پوری کی وفات نمبر۲۱، ضروری اعلان بابت تفسیر کبیر نمبر۳۷، حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے صدقہ کی بقیہ فہرست نمبر۴۲، ایک درویش کی علالت پر درخواست دعا نمبر۹۷، آپ کا تحریر فرمودہ ایک مکتوب نمبر۱۲۲، احباب کا شکریہ اور مزید دعا کی تحریک نمبر۱۶۱، دو دردناک حادثات اور ایسے حادثات کا حقیقی فلسفہ نمبر۱۷۶، حضرت میاں صاحب کا پیغام احباب لاہور کے نام نمبر ۱۷۸، درد ناک حادثات والے مضمون کے متعلق ایک دوست کے سوال کا جواب نمبر ۱۸۷، غریبوں کی امداد کا خاص موسم۔ اشتراکیت کے مقابلہ کا عملی طریق نمبر۲۰۳، اسلام میں استخارہ کا مبارک نظام اور بظاہر متضاد خوابوں کا فلسفہ نمبر۲۱۲، ایک دلچسپ تصنیف، بانی سلسلہ احمدیہ اور انگریز نمبر۲۳۱، احمدیت کی ترقی کے متعلق شبہات کا ازالہ، الٰہی سلسلوں میں جلال و جمال کے الگ الگ مسلک نمبر۲۳۴،

الفضل ۱۹۵۵ء

الفضل کا دَور جدید نمبرا، قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کی تصنیف ''شان خاتم النّبیین'' نمبر۵، ایک دوست کے دو سوالوں کا جواب۔ گانے بجانے کا سوال اور مجذوبیت کی تشریح نمبر۱۳، ایک دوست کے تین سوالوں کا جواب نمبر ۲۵، فہرست مضامین سیرت خاتم النّبیین جلد سوم نمبر۴۴،۴۵، حضرت مسیح موعودؑ کی جنازہ گاہ اور پہلی بیعت خلافت کا مقام نمبر۴۶، فہرست مضامین سیرۃ خاتم النّبیین کے متعلق ایک ضروری تصحیح نمبر۴۶، حضرت خلیفۃ المسیح کی علالت اور دوستوں کو دُعا کی تحریک نمبر۵۷، حضرت امیر المؤمنین کیلئے دعاؤں کی تحریک نمبر۶۰، حضرت مسیح موعودؑ کا فوٹو مطلوب ہے نمبر ۶۱، حضرت امیر المؤمنین کی علالت کے تعلق میں رقوم صدقہ و خیرات نمبر۶۸، سائیکل پر سفر حج کے لئے روانگی نمبر۷۹، پیغام مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے نام نمبر ۸۰، حضرت خلیفۃ المسیح کا مجوزہ سفر یورپ اور خاص دعاؤں کی تحریک نمبر۸۲، مساجد کے اماموں کا واجبی اکرام ہونا چاہیے نمبر۸۵، صدقات و رقوم چندہ متعلق سفر یورپ نمبر ۸۶، اسلام کے متعلق ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھنے کی تجویز معہ فہرست مضامین نمبر۸۷، ربوہ کے متعلق ایک مفتریانہ پراپیگنڈہ کی تردید نمبر ۹۲، تاریخ احمدیت کا ایک اہم مگر پوشیدہ ورق (سردار وریام سنگھ کی ملاقات کا واقعہ) نمبر۹۶، جماعت احمدیہ کے متعلق ایک اور جھوٹا پراپیگنڈہ نمبر۱۰۰، دوست رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھائیں نمبر۱۰۱،

سردار وریام سنگھ والے واقعہ کی چشم دید شہادت نمبر۱۰۴، قادیان کے متروکہ مکانوں کے متعلق ضروری ہدایت نمبر۱۰۵، امۃ الرسول، امۃ البشیر وغیرہ مشرکانہ نام ہیں نمبر ۱۰۶، چندوں کے متعلق جماعت کی اہم ذمہ داری نمبر۱۱۱، دمشق سے حضرت امیر المؤمنین کا ذاتی خط نمبر۱۱۲، ڈاکٹر مرزا منور احمد کے خط کا پیش لفظ نمبر۱۱۴-۱۱۱-۱۴۲، لیلۃ القدر کی مخصوص برکات نمبر۱۱۵، اعتکاف بیٹھنے والوں کیلئے ضروری ہدایات نمبر۱۱۶، رمضان میں کمزوری ترک کرنے کی تحریک نمبر۱۱۸، متروکہ جائیداد کے متعلق سابقہ اعلان کی تشریح نمبر۱۱۹، سردار وریام سنگھ والے واقعہ کے متعلق ایک مزید شہادت نمبر۱۲۲، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا موجودہ پتہ ۱۲۳، مشرکانہ ناموں کے متعلق ایک دوست کے سوال کا جواب نمبر۱۲۳، دوستوں کے دعاؤں کے خطوط نمبر۱۲۸، سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص اور معوذتین کی اصولی تفسیر بعنوان ''قرآن مجید کی عالیشان ڈیوڑھی اور بے مثال عقبی دروازہ'' نمبر۱۲۹،۱۳۰، متروکہ مکانوں والے اعلان کے متعلق ایک مزید تشریح نمبر ۱۳۳، میں چند دن کیلئے ربوہ سے باہر جا رہا ہوں نمبر۱۳۸، احباب اخبار بدر کی خریداری کی طرف توجہ فرمائیں نمبر۱۴۰، قادیان کی متروکہ شہری اراضی نمبر۱۴۷، متروکہ شہری جائیداد کے مطالبہ کے متعلق ایک ضروری تتمہ نوٹ نمبر۱۴۷، پاگل خانہ کا عبرتناک منظر نمبر۱۶۱، سنیما کے ضرر رساں پہلوؤں کی مختصر تشریح نمبر۱۶۴، متروکہ مکانوں کے متعلق ایک دوست کے سوال کا جواب نمبر۱۶۵، حج اور عید کے دن خاص دعاؤں کی تحریک نمبر۱۷۷، احباب جماعت کے نام عید الأضحیہ کا پیغام نمبر۱۸۱، اماں جی کی وفات پر آپ کا تعزیتی مکتوب نمبر۱۸۷، حضرت اماں جی کی اندو ہناک وفات نمبر۱۸۸، حضرت اماں جی مرحومہ کے متعلق ہماری ہمشیرہ کے تاثرات نمبر۱۹۴، بعض بیمار دوستوں کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۹۴، شہری جائیدادوں کے متعلق آخری یاد دہانی نمبر۱۹۶، کچھ اپنی صحت کے متعلق نمبر۲۰۰، حکیم فضل الرحمٰن صاحب کی وفات پر تعزیتی پیغام نمبر۲۰۵، حکیم فضل الرحمٰن صاحب بھی چل بسے نمبر۲۰۶، آسان صاحب دہلوی کی وفات پر ایک مختصر نوٹ نمبر۲۰۸، حضرت خلیفۃ المسیحؓ کے قافلہ کی پہلی پارٹی بخیریت کراچی پہنچ گئی نمبر۲۰۸، مولوی عبد المغنی خان صاحب نمبر ۲۱۹، خدائی نشانوں کا غیر معمولی اجتماع نمبر ۲۲۸، حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کیلئے خاص دعا کی تحریک نمبر۲۳۵، حضرت مفتی صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۲۳۵، قادیان میں غیر معمولی بارشوں کی وجہ سے غیر معمولی نقصان نمبر۲۴۲، الفضل کی توسیع اشاعت کے متعلق ارشاد نمبر۲۴۸، آہ! درد صاحب بھی چل بسے نمبر۲۹۱، چندہ امداد درویشان کیلئے خاص اپیل نمبر۲۹۶،

الفضل ۱۹۵۶ء

چندہ امداد درویشان کیلئے خاص اپیل نمبرا، مخلصین جماعت امّ مظفر احمد کیلئے دردِ دل سے دعا فرمائیں نمبراا، تازہ فہرست چندہ امداد درویشاں وغیرہ نمبر۱۹، ریکارڈنگ مشین کے ذریعہ اسلام کے غلبہ کا پیغام نمبر۲۰، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین مقدس انگوٹھیاں اور حضرت ام المؤمنین والے قرعوں کا مبارک عکس نمبر۲۴، مولوی قطب دین صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ مرحومہ نمبر۲۷، دو مفید کتابیں ''اصحاب احمدؑ'' اور ''بشارات رحمانیہ'' نمبر۳۴، دوستوں کی خدمت میں دعاؤں اور صدقہ و خیرات کی تحریک نمبر۳۷، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ حواری نمبر۳۷، ہمشیرہ امۃ الحفیظ بیگم کیلئے دعا کی تحریک نمبر۴۶، ہمشیرہ امۃ الحفیظ بیگم کیلئے دعا کی تحریک نمبر۵۰-۵۱، قادیان کی متروکہ جائیداد کے متعلق آخری یاد دہانی نمبر۲۷، رمضان میں خاص دعاؤں کی تحریک نمبر۹۱، فدیۂ رمضان کی رقوم نمبر۹۱، قادیان میں درسِ قرآن مجید نمبر۹۵، مولوی عبدالسلام صاحب عمر کی وفات حسرت آیات اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کا عدیم المثال مقام محبت نمبر۹۶، رمضان کی خاص دعائیں اور اس مہینہ میں کمزوری ترک کرنے کا عہد نمبر۱۰۳، ایک غلط فہمی کا ازالہ نمبر۱۰۳، ایک دوست کے سوال کا مختصر جواب۔ کیا غیر مامور کی دعائیں بھی قبول ہوسکتی ہیں۔ کیا دوسری قومیں بھی خدائی نشانوں کا مظہر بن سکتی ہیں نمبر۱۰۴، فدیہ کی رقم اب بھی ادا کی جا سکتی ہے نمبر۱۱۱، سورۃ فلق اور سورۃ الناس کی مختصر تفسیر نمبر۱۱۳، حیات قدسی کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رائے نمبر۱۱۳، سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحب نمبر۱۲۱، تبلیغ کے چار سنہری گر نمبر۱۲۵، قادیان میں ملکی تقسیم کے وقت زمینوں کے ریٹ نمبر۱۲۸، چوہدری عبداللہ خان کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۳۶، ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۳۶، قادیان میں قربانی کرنے والے احباب توجہ فرمائیں نمبر۱۳۷، فضل عمر ہسپتال کا نام نمبر۱۴۳، جماعت کے نوجوان دعاؤں میں شغف پیدا کریں۔ تقویٰ اور دعائیں رُوحانیت کی جان ہیں نمبر۱۴۸، جلسہ سالانہ قادیان کی تاریخیں نمبر۱۵۷، ضروری اعلان برائے قافلہ قادیان نمبر۱۸۱، فتنہ منافقین اور خلافت حقہ نمبر۱۸۴، نظارت اصلاح و ارشاد کی طرف سے شائع شدہ دو پمفلٹ اور اُن کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رائے نمبر۱۸۶، ضروری اعلان برائے زائرین قادیان نمبر۲۰۶، جلسہ سالانہ قادیان نمبر۲۱۹، موجودہ فتنہ کے تعلق میں ایک اعتراض کا جواب۔ حضرت خلیفۂ اوّلؓ کی ہر گز کوئی تذلیل نہیں ہوئی نمبر۲۲۳، خلافت حیاتِ روحانی کے تسلسل کا ایک ذریعہ ہے نمبر۲۲۵، تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اولڈ بوائز

کیلئے پیغام نمبر۲۲۵، قادیان کیلئے ایک ماہر اوورسیر کی فوری ضرورت نمبر۲۲۸، قافلہ قادیان کے متعلق نہایت ضروری اعلان نمبر۲۲۹، جلسہ قادیان کی تاریخوں میں تبدیلی نہیں ہوئی نمبر۲۳۱،۲۳۲، قادیان جانے والے احباب کی خدمت میں ضروری نصیحت نمبر۲۳۷، قادیان کا سالانہ جلسہ نمبر۲۴۲، عزیزم مرزا مجید احمد سلمہ کیلئے دعا کی تحریک نمبر۲۴۲، مقدس مقامات قادیان کی مرمت کیلئے چندہ کی اپیل نمبر۲۴۸، ایک غلط فہمی کا ازالہ، خلافت کا دروازہ اصولاً ہر شخص کیلئے کھلا ہے نمبر۲۹۲، حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے گرانقدر عطیہ نمبر۲۹۳، رسالہ شرح القصیدہ نمبر۲۹۹،

الفضل ۱۹۵۷ء

چندہ مرمت مقدس مقامات کو یاد رکھیں نمبر۱، فضل عمر ہسپتال ربوہ کیلئے چندہ کی تحریک نمبر۵، حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی وفات پر آپ کے تاثرات نمبر۱۳، حضرت مسیح موعودؑ کے بعض اہم مکاشفات (واپسی قادیان کے متعلق) اور دوستوں کو خاص دُعا کی تحریک نمبر۲۴، ایک غلط فہمی کا ازالہ نمبر۲۶، ایک مخلص اور باہمت خاتون نمبر۳۲، اخویم میاں عبداللہ خاں صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۳۲، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات میں لطیف اشارات اور دوستوں کی خدمت میں دعا کی یاد دہانی نمبر۳۵، پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق جماعت کی بھاری ذمہ داری نمبر۴۳، حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب کی وفات نمبر۴۵، رسالہ اصول قرآن فہمی کے متعلق رائے نمبر۴۶، عزیز مرزا مجید احمد کے اہل و عیال کی روانگی نمبر۵۱، کرنل ڈگلس کی وفات پر آپ کا تار نمبر۵۲، عزیزم مجید احمد کے بیوی بچے ۶/مارچ کو روانہ ہوں گے نمبر۵۴، دوست رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھائیں نمبر۸۱، ایک دوست کے چند سوالوں کا دو حرفی جواب۔ کیا ایمان بڑھتا گھٹتا ہے۔ ایسی نیکی سے کیا حاصل ہے جس کا کوئی نتیجہ نہ پیدا ہو نمبر۸۲، رمضان المبارک کے دس خاص مسائل نمبر۸۶، قادیان میں درس قرآن مجید نمبر ۸۶، قادیان کے دوستوں کیلئے دعا کی تحریک نمبر۹۲، رمضان کا مقدس عہد نمبر۹۳، خدائی رحمت کی بے حساب وسعت نمبر۹۷، رمضان کا آخری عشرہ اور لیلۃ القدر، دوست اپنی کمریں کس لیں نمبر۹۹، کتاب ''تعلیم الاسلام ہائی سکول کی کھیلیں'' کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رائے نمبر۱۱۳، مرمت مقامات مقدسہ کیلئے انجینئر کی ضرورت نمبر۱۱۵، الفضل اور علامہ اقبال نمبر۱۱۸، ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے ساتھ میری خط و کتابت نمبر۱۲۳، مقدمہ اخبار ''**بدر**'' خدا کے فضل سے ختم ہوگیا ہے نمبر۱۲۳، مجلس تجار ربوہ کے اجلاس کی روئیداد اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا پیغام نمبر۱۴۰، عزیز مرزا مبارک

احمد کو روانگی کے وقت مشورہ نمبر۱۴۲، قادیان کے جلسہ سالانہ کی تاریخیں نمبر۱۴۵، عید الاضحیٰ کی قربانی کے متعلق ضروری اعلان نمبر۱۵۳، سوشل بائیکاٹ کا غلط الزام نمبر۱۶۲، حضرت بھائی چوہدری عبدالرحیم صاحب نمبر۱۶۴، عزیز مرزا مظفر احمد کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۹۳، جلسہ قادیان بہت قریب آ رہا ہے نمبر۲۱۸، پیغام بنام مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نمبر۲۲۷، قافلہ کی اجازت نہیں ملی نمبر۲۳۷، ملک عبدالرحمٰن صاحب خادؔم کیلئے دعا کی تحریک نمبر۲۳۷، جلسہ قادیان کے دوسرے روز کی رپورٹ نمبر۲۴۱، انصار اللہ کا نصب العین نمبر۲۵۸، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی وفات نمبر۲۹۲، مرکزیت کے چار بنیادی ستون نمبر۳۰۵، ''احمدیت کا مستقبل'' پر الفضل کا ریویو نمبر۲۸۶،

الفضل ۱۹۵۸ء

خادم صاحب بھی خدا کو پیارے ہوئے۔ بعض اور بزرگوں کا بھی ذکر خیر نمبر۳، (عام الحزن)، مکرم ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم مرحوم۔ سینتالیس سال کی عمر اور خادم صاحب کا آخری خط نمبر۵، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں مولوی محمد اسماعیل صاحب آف یادگیر کا خط نمبر۲۴، نیا سال اور ہماری ذمہ داریاں۔ جماعت کے تین خاص فریضے نمبر۳۴، ایک نہایت مبارک تصنیف نمبر۳۸، برہمن بڑیہ (مشرقی پاکستان) کی جماعت کے لئے پیغام نمبر۴۸، خاں دلاور خاں کی تشویشناک علالت نمبر۵۹، پیغام صلح کی افسوس ناک ذہنیت اسلم پرویز صاحب کے اعتراضات کا اصولی جواب نمبر۶۴، رمضان کا فدیہ ۔ احباب کرام ابھی سے توجہ فرمائیں نمبر۶۵، رمضان کے مسائل کا خلاصہ۔ ایک مبارک مہینہ کی مبارک عبادات نمبر۶۸، فہرست رقوم فدیۂ رمضان نمبر۷۰، تاریخ اسلام کا عظیم ترین واقعہ۔ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم نمبر۷۳، محترم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب عمرہ سے مشرف ہوئے نمبر۷۶، دوست رمضان کے عہد کو یاد رکھیں۔ یہ مہینہ اصلاح نفس کا خاص مہینہ ہے نمبر۷۷، مکرم حافظ صدر الدین صاحب درویش قادیان میں وفات پا گئے نمبر۸۳، ہزار مہینوں کی ایک رات۔ مغرب سے لیکر فجر تک سلام و رحمت کا نزول نمبر۸۳، کچھ اپنے متعلق بھی نمبر۸۴، محترم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب زیارت مدینہ سے مشرف ہوئے نمبر ۹۴، وفات مسیح کے متعلق ایک دلچسپ مناظرہ۔ کس طرح ایک پدی نے ایک دیو کو پچھاڑ دیا نمبر۱۲۵، ربوؔہ کی یادگیری مسجد، مخیّر احباب چندہ دے کر ثواب حاصل کریں نمبر۱۲۵، عید الاضحیہ بہت قریب آ گئی ہے۔ احباب قربانی کی رقوم جلدی بھجوائیں نمبر۱۴۰، سیرۃ المہدی حصہ چہارم و پنجم

کا مسودہ عزیز مکرم میر مسعود احمد صاحب فاضل کے سپرد کر دیا گیا نمبر۱۴۱، جلسہ قادیان ۱۷-۱۸-۱۹/اکتوبر ۵۸ءکو ہوگا۔ خواہشمند احباب جلد ویزا حاصل کریں نمبر۱۴۴، عید الاضحیہ کی قربانیاں۔ احباب اصل رُوح کی طرف توجہ دیں نمبر۱۵۰، حضرت ممانی صاحبہ کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۷۵، ہماری بھاوجہ صاحبہ کا انتقال اور احباب کرام کا شکریہ نمبر۱۸۳، خانصاحب منشی برکت علی صاحب شملوی کا انتقال نمبر۱۸۶، یہ رشیدہ بیگم کون ہیں نمبر۱۸۸، کتاب ظہور احمد موعود مصنفہ محترم قاضی محمد یوسف صاحب کے متعلق رائے نمبر۱۸۹، قافلہ قادیان کے حصول ویزا کے متعلق ضروری اعلان نمبر۱۹۳، قبروں پر پھول چڑھانا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک ارشاد اور اس ارشاد کی حکمت نمبر۱۹۳، ایک نہایت ایمان افروز روایت۔ خدا تعالیٰ کے حضور حضرت مسیح موعود کا بلند مقام نمبر۲۰۰، درخواست دعا نمبر۲۰۸، مولوی برکات احمد صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۲۲۶، ایک نہایت باموقعہ قطعہ قابل فروخت ہے نمبر۲۲۶، قافلہ قادیان کی اجازت نہیں ملی نمبر۲۳۱، مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے سالانہ اجتماع پر پیغام نمبر۲۳۱، مجالس خدام الاحمدیہ راولپنڈی ڈویژن کو پیغام نمبر۲۳۲، قادیان کا سالانہ جلسہ خیریت کے ساتھ شروع ہوگیا۔ نمبر۲۴۲، جلسۂ قادیان کے تیسرے دن کی رپورٹ نمبر۲۴۳، حضرت عرفانی مرحوم مقبرۂ بہشتی قادیان میں سپرد خاک کر دیئے گئے نمبر۲۴۴، لاہور میں حضرت مسیح موعود کا جنازہ۔ ایک غلط روائت کی تصحیح نمبر۲۴۴، زمین فروخت ہو چکی ہے نمبر۲۴۶، قادیان کی جائیدادوں کے کلیم۔ کلیم کرنے والے اصحاب فوری توجہ فرمائیں نمبر۲۷۲، دوست امداد درویشاں کی طرف توجہ فرمائیں نمبر۲۸۵، سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے۔ دوستوں کو علمی اور تحقیقی مضامین لکھنے کی دعوت نمبر۲۹۹،

الفضل ۱۹۵۹ء

مخیرّ احباب امداد درویشاں کو نہ بھولیں نمبر۱۲، نصرت الٰہی کا عجیب و غریب نشان نمبر۲۵، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار ممتاز صحابہؓ۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید، میر محمد اسحاق صاحب، مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نمبر۴۱، امداد مستحقین کیلئے اپیل نمبر۴۵، مصلح موعود والی پیشگوئی مسیح موعود والی پیشگوئی کی فرع ہے نمبر۴۹، رمضان کی جامع برکات اور ہماری ذمہ داریاں۔ نمبر۶۰، سیّد عبد الرحمٰن صاحب کیلئے دُعا کی تحریک نمبر۶۲، ہستی باری تعالیٰ کے متعلق فطرت کی آواز نمبر۶۲، حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کیلئے دعا کی تحریک نمبر۶۴، مسیح موعود عشق رسول کی پیداوار ہے نمبر۶۷، حضرت مسیح موعودؑ کے ایک فوٹو کے متعلق

نمبر۱۸۹، حضرت صاحب کی صاحبزادی امۃ الجمیل کی شدید علالت نمبر۱۹۵، حضرت خلیفۃ المسیح کیلئے دعائے خاص کی تحریک نمبر۱۹۸، یہ تباہ کن سیلاب۔ خدا کی پناہ نمبر۲۰۴، جماعتی عہدیداروں کے انتخاب کے متعلق اصولی ہدایات نمبر۲۰۸، اپنی صحت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا اعلان نمبر۲۲۰، کیا رُوح سے رابطہ ممکن ہے۔ جسم کے مرنے کے بعد رُوح کہاں رہتی ہے نمبر۲۲۱، شیر علی صاحب پسر جمیل احمد صاحب امر وہی کی وفات نمبر۲۲۵، انسانیت کا کامل نمونہ۔ محمد ہست برہان محمد نمبر۲۳۳، قافلہ قادیان کے متعلق ضروری اعلان نمبر۲۴۳، خدام الاحمدیہ راولپنڈی کو پیغام نمبر۲۴۴، قافلہ میں شمولیت کی درخواست دینے والے نمبر۲۵۲، ایک غیر احمدی افسر کی طرف سے دعا کی تحریک نمبر۲۵۵، مخیّر اصحاب توجہ فرمائیں نمبر۲۵۸، مجالس اطفال احمدیہ اور ان کے نگرانوں کیلئے پیغام نمبر۲۶۰، خاندانی منصوبہ بندی نمبر۲۶۹، رسالہ عید کی قربانیاں نمبر۲۶۹، قافلہ کی منظوری آ گئی نمبر۲۷۱، میرا پیغام برادران چک منگلا کے نام نمبر۲۷۵، مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ اور خیر پور ڈویژن کو الگ الگ پیغامات نمبر۲۷۷، قافلے والے جلدی کریں وقت بہت تنگ ہے نمبر۲۸۱، قافلہ قادیان کے متعلق ضروری اعلان نمبر۲۸۴، قافلہ والوں کیلئے ضروری اعلان نمبر۲۹۱،

الفضل ۱۹۶۰ء

''حیات طیبہ'' کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رائے نمبر۱۳، حج بدل کی خواہش رکھنے والے دوست توجہ فرمائیں نمبر۱۳، ''شان رسول عربیؐ'' کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رائے نمبر۱۷، رسالہ الفرقان کے متعلق اپیل نمبر۱۸، جلسہ یوم پیشوایان مذاہب کے متعلق پیغام نمبر۲۵، بشارت احمد کی تشویشناک علالت نمبر۲۷، بشارت احمد کیلئے خاص دعا کی تحریک نمبر۲۹، عزیز بشارت احمد کی حسرتناک وفات نمبر۳۱، سیرت طیبہ یعنی تقریر جلسہ سالانہ ۶۰ء نمبر۳۱،۳۲،۳۳، تزوجوا الولود الودود نمبر۳۴، مجلس انصار اللہ کراچی کو پیغام نمبر۴۵، چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی المناک وفات نمبر۴۸، جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں نمبر۵۰، رمضان کی برکات نمبر۵۵، اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار نمبر۵۵، رسالہ ''سیرت طیبہ'' نمبر۵۶، اسلام اور احمدیت کی ترقی کی دعائیں نمبر۷۱، چوہدری برکت علی خانصاحب مرحوم نمبر۸۱، ڈاکٹر بلی گراہم کو احمدی مبلغ کا چیلنج نمبر۸۷، مخیّر احباب توجہ فرمائیں نمبر۸۹، پریشان خاتون توجہ فرمائیں نمبر۸۹، احمد حاجیوں کیلئے دعا کی درخواست نمبر۱۰۴، فاتحہ خوانی اور قل اور چہلم اور قرآن کی رسوم

نمبر۱۰۷،   امن عالم اور پاکستان کیلئے دُعا کی تحریک نمبر۱۱۵،   قربانی کرنے والے اصحاب توجہ فرمائیں نمبر۱۱۶،   قربانی کے جانوروں کی قیمت میں اضافہ نمبر۱۲۲،   قافلہ قادیان کیلئے حکومت کو درخواست بھجوا دی گئی ہے نمبر۱۲۳،   شبیر احمد صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۲۵،   حضرت خلیفۃ المسیح کی بیماری اور جماعت کی ذمہ داری نمبر۱۲۶،   الحمد للہ ام مظفر احمد کی طرف سے حج بدل کا فریضہ ادا ہوگیا نمبر۱۲۶،   عید الاضحیٰ کی تعیین کے متعلق ایک علمی اور عملی مسئلہ نمبر۱۳۹،   ایک نامعلوم الاسم احمدی خاتون کے جواب میں نمبر۱۳۹،   عزیز اکبر احمد طارق کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۴۵،   مقبرہ بہشتی کا حقیقی مقام نمبر۱۵۷،   قافلہ قادیان میں جانے والے اصحاب توجہ فرمائیں نمبر۱۵۸،   شیخ محمد یعقوب صاحب درویش کی وفات نمبر۱۶۲،   ایک عزیز کے دو سوالوں کا جواب، حضرت خلیفۃ المسیح کی لمبی بیماری میں کیا حکمت ہے؟ حضرت خلیفۃ اولؓ کے بعض بچوں نے کیوں ٹھوکر کھائی ہے نمبر۱۶۸، حضرت سیٹھ عبد اللہ بھائی صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۶۹،   قافلہ قادیان کیلئے حکومت کو درخواست بھجوا دی گئی ہے نمبر۱۷۰،   ایک نوجوان کے دو سوالوں کا جواب۔ کیا ابو جہل کا لقب لاتنابزوا بالالقاب کے خلاف نہیں؟ امام حسن نے خلافت سے کیوں دست برداری اختیار کی؟ نمبر۱۷۰، غالب کون ہوگا؟ اشتراکیت یا اسلام۔ مسٹر خروشیف کا ساری دنیا کو چیلنج نمبر۱۷۱،   ام مظفر احمد کی تشویشناک علالت نمبر۱۷۴،   اُم مظفر احمد کو خدا کے فضل سے نسبتاً افاقہ ہے نمبر۱۷۵،   اُم مظفر احمد کی علالت نمبر۱۷۶،   ام مظفر احمد کی خیریت اور احباب کا شکریہ نمبر۱۷۷،   ورثہ میں سے سب لڑکیوں کو حصہ دینا ضروری ہے نمبر۱۷۷،   ام مظفر احمد کی صحت کے متعلق اطلاع نمبر۱۷۸،   ام مظفر احمد کی تشویشناک علالت نمبر۱۸۳،   ام مظفر احمد لاہور کے ہسپتال میں نمبر۱۸۶،   اُم مظفر احمد کے علاج کے متعلق ڈاکٹروں کا مشورہ نمبر۱۸۸،   ام مظفر احمد کی صحت کے متعلق اطلاح نمبر۱۸۹،   ام مظفر احمد کا اپریشن انشاء اللہ جمعہ کی صبح کو ہوگا نمبر۱۹۰،   ام مظفر احمد کا اپریشن غالباً ہفتہ یا اتوار کے دن ہوگا نمبر۱۹۱،   ام مظفر احمد کی صحت کے متعلق اطلاع نمبر۱۹۲،   ام مظفر احمد کا اپریشن آج صبح آٹھ بجے ہو رہا ہے نمبر۱۹۳،   ام مظفر احمد کا کامیاب اپریشن نمبر۱۹۴،   آج ام مظفر احمد کی طبیعت خدا کے فضل سے کل کی نسبتاً بہتر ہے نمبر۱۹۶،   ام مظفر احمد کو بیخوابی اور بے چینی کی شکایت رہی نمبر۱۹۷،   احبا کرام کا شکریہ نمبر۱۹۷،   ام مظفر احمد کی حالت خدا کے فضل سے بہتر ہو رہی ہے نمبر۱۹۹،   ایک غلطی کی تصحیح نمبر۲۰۱،   ام مظفر احمد کی حالت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے نمبر۲۰۲،

اُم مظفر احمد کی طبیعت خدا کے فضل سے بتدریج بہتر ہو رہی ہے نمبر۲۰۵، ام مظفر احمد کی صحت کے متعلق اطلاع نمبر۲۱۰، ام مظفر احمد کیلئے مزید دعا کی تحریک نمبر۲۱۵، ام مظفر احمد کو درد میں کمی ہے اور بے چینی میں بھی کسی قدر افاقہ ہے نمبر۲۱۶، ام مظفر احمد ہسپتال سے عزیز مظفر احمد کے مکان میں آ گئیں نمبر۲۲۰، ام مظفر احمد کو درد اور بے چینی کی پھر کچھ زیادہ شکایت ہے نمبر۲۲۲، ام مظفر احمد کی صحت کے متعلق تازہ رپورٹ نمبر۲۲۹، قافلہ قادیان کے متعلق ضروری اعلان نمبر۲۳۰، دوست چندہ امداد درویشان کو یاد رکھیں۔ یہ ایک اہم جماعتی ذمہ داری ہے نمبر۲۳۱، قافلہ قادیان کے متعلق ضرورت اعلان نمبر۲۳۲، ام مظفر احمد کے متعلق تازہ رپورٹ نمبر۲۴۰، مرزا سلام اللہ صاحب کہاں ہیں نمبر۲۴۸، مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع پر افتتاحی خطاب نمبر۲۵۳، قافلہ قادیان کے متعلق ضروری اعلان نمبر۲۵۸، ام مظفر احمد کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع نمبر۲۶۰، غرباء کی امداد کیلئے چندہ کی اپیل نمبر۲۶۴، حضرت خلیفۃ المسیح کیلئے دعا کی تحریک ربوہ اور قادیان کے جلسہ کیلئے بھی دعا کی جائے نمبر۲۶۹، ام مظفر احمد ابھی تک لاہور میں بیمار ہیں نمبر۲۷۰، کتاب ''شان خاتم النبین'' کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رائے نمبر۲۷۶، ''حیات بقاپوری'' حصہ پنجم کے متعلق ایک ضروری توضیح نمبر۲۷۹، رسالہ راہ ایمان نمبر۲۸۱، قافلہ قادیان کے متعلق ضروری اعلان نمبر۲۸۳، ام الالسنہ کے متعلق شیخ محمد احمد صاحب کا تحقیقی مضمون نمبر۲۸۳، میاں صدر الدین صاحب درویش کی وفات نمبر۲۸۴، احباب قافلہ توجہ فرمائیں نمبر۲۸۷، نام واپس لینے والے دوستوں کو ضروری انتباہ نمبر۲۸۷، خدا کی قدرت و رحمت کا ہاتھ، درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے نمبر۲۹۱، چوہدری اسد اللہ خان صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۲۹۴، قادیان کے جلسہ کی تازہ رپورٹ نمبر۲۹۴، دورخی وفاداری کا سوال اور مسٹر کینیڈی نمبر۲۹۸۔

الفضل ۱۹۶۱ء

دعا کی تحریک نمبر۳، حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیان وفات پا گئے نمبر۶،۸،۹، حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی کا تابوت واہگہ بارڈر سے آگے روانہ ہو گیا نمبر۸، حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی کا تابوت بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیا گیا نمبر۹، میرے استاد حضرت حافظ روشن علی صاحب مرحوم نمبر۱۴، درمنثور تقریر جلسہ ۶۰ء نمبر۱۵، ڈاکٹر بدر الدین احمد صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۲۶، فدیہ رمضان المبارک نمبر۲۶، درویش بھائیوں کیلئے دعا کی تحریک نمبر۲۷،

ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب مرحوم نمبر۳۱، ام مظفر احمد کی علالت نمبر۳۵، رمضان کی خاص برکات نمبر۳۸، ام مظفر احمد کو پھر پتّہ کی تکلیف ہو گئی نمبر۴۴، ام مظفر احمد ربوہ واپس پہنچ گئیں نمبر۴۸، فدیہ کی رقوم وصول ہو رہی ہیں نمبر۵۱، قادیان جانے والے احباب کیلئے ضروری ہدایت نمبر۵۲، رمضان کی خاص برکات نمبر۵۴، بعض خاص دعاؤں کی تحریک اور نوجوانوں کی تربیت کا قومی منصوبہ نمبر۵۲، سیدہ ام متین صاحبہ کیلئے دعا کی تحریک نمبر۵۶، ربوہ کے رمضان کا روح پرور نظارہ نمبر۶۰، عید کارڈ کا ایک عمدہ استعمال نمبر۶۴، آپ کا ایک کشف نمبر۶۶، صدقات کا وعدہ کرنے والے دوست فوری توجہ فرمائیں نمبر۷۴، قادیان جانے والے احباب کیلئے ضروری ہدایت نمبر۷۷، چندوں کے متعلق جماعت کی اہم ذمہ داری نمبر۷۸، مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے نام پیغام نمبر۸۰، مجلس مشاورت کی تجاویز حضرت خلیفۃ المسیح نے منظور فرما لی ہیں۔ احباب جماعت نگران بورڈ کے تعلق میں مجھے اپنی اصلاحی تجاویز سے مطلع فرمائیں نمبر۸۰، نگران بورڈ کے تعلق میں ضروری اعلان نمبر۸۸، نگران بورڈ کا ابتدائی اجلاس نمبر۹۵، صوفی علی محمد صاحب درویش کیلئے درخواست دعا نمبر۱۰۴، حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی طبیعت چند دن سے زیادہ علیل ہے نمبر۱۰۶، میاں محمد یوسف صاحب مردان وفات پاگئے نمبر۱۰۷، ایک مخلص درویش کی تشویشناک علالت نمبر۱۱۴، قربانیوں کی رقوم وصول ہو رہی ہیں نمبر۱۱۶، ربوہ میں میرا ذاتی مکان نمبر۱۱۶، عید الاضحیٰ کی قربانیاں نمبر۱۱۷، مستحق طلباء کی امداد کا وقت نمبر۱۲۱ نگران بورڈ کا دوسرا اجلاس نمبر۱۲۵، یہ رقم کیسی ہے نمبر۱۲۶، اذھب الباس رب الناس و اشف انت الشافی،مخلص دوستوں سے درد مندانہ دعا کی تحریک نمبر۱۳۳، حکیم عبد الرحیم صاحب درویش وفات پا گئے نمبر۱۳۷، ایک بزرگ دوست کیلئے دعا کی درخواست نمبر۱۴۲، وقف ایکٹ اور جماعت احمدیہ کے محاصل نمبر۱۴۲، نگران بورڈ کے بعض اصلاحی فیصلہ جات نمبر۱۵۶، قافلہ قادیان کیلئے حکومت کو درخواست بھجوا دی گئی ہے نمبر۱۵۷، نگران بورڈ کے متعلق ایک ضرورت اطلاع نمبر۱۶۰، ربوہ کے مہمان خانہ میں ٹیلیفون لگ گیا ہے نمبر۱۶۴، ربوہ کے زنانہ اور مردانہ سکولوں کا نتیجہ نمبر۱۶۵، مسجد مبارک میں قرآن مجید کا درس شروع ہوگیا نمبر۱۶۵، احباب جماعت کیلئے ایک ضروری نصیحت نمبر۱۶۶، حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق ایک ضروری علان نمبر۱۶۸، دوستوں سے دعا کی تحریک، میں علاج کیلئے لاہور جا رہا ہوں نمبر۱۷۵، عزیز مرزا منیر احمد سلمہ کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۸۲، عزیز میجر وقیع الزمان خانصاحب کیلئے دعا کی درخواست نمبر۱۸۳، ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب رانجھا کیلئے دعا کی تحریک

نمبر۱۸۵، بھائیو ! اپنے مستقبل پر نظر رکھو اور اپنی اولاد کی فکر کرو نمبر۱۹۱، اخویم میاں عبد اللہ خانصاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۹۹، قافلہ قادیان کیلئے حکومت کو درخواست بھجوا دی گئی ہے نمبر۲۰۲، ام مظفر احمد کیلئے دعا نمبر۲۰۴، جماعت کے دوستوں اور خصوصاً نوجوانوں کو رسالہ اصحابِ احمد ضرور خریدنا چاہیے نمبر۲۰۴، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی صحت نمبر۲۱۲، اخویم میاں عبد اللہ خاں کیلئے دعا کی تحریک نمبر۲۱۴، الحق و الحق اقولُ نمبر۲۱۶، خدام الاحمدیہ راولپنڈی ڈویژن کے نام پیغام نمبر۲۱۶، نواب زادہ میاں عبد اللہ خاں صاحب مرحوم نمبر۲۲۲، میں اپنی طرف سے حج بدل کرانا چاہتا ہوں نمبر۲۲۹، سیرۃ ابن ہشام پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رائے نمبر۲۳۳، ہفتہ تحریک جدید کے موقع پر اہل ربوہ کے نام پیغام نمبر۲۳۳، نگران بورڈ کے بعض اہم اصلاحی فیصلہ جات نمبر۲۳۶، .... مولوی عبد المنان صاحب عمر کی طرف سے اظہار بریت نمبر۲۴۰، حضرت فضل شاہ صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ کی وفات نمبر۲۴۲، مولوی عبد المنان صاحب کا خط اور میری طرف سے اس کا جواب نمبر۲۵۱، قافلہ قادیان کے متعلق ضروری اعلان نمبر۲۵۳، خدام الاحمدیہ سے خطاب، نوجوان عزیزوں کو بعض نصائح نمبر۲۵۵، حضرت خلیفۃ المسیح کی بعض احباب سے ملاقاتیں نمبر۲۶۲، ایک غلطی کا ازالہ نمبر۲۶۲، قافلہ قادیان کے متعلق ضروری یاددہانی نمبر۲۶۹، ''مباحثہ مصر'' کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رائے نمبر۲۷۰، قافلہ قادیان کے متعلق ضروری اعلان نمبر۲۸۰، مجلس انصار اللہ کے سالانہ اجتماع ۶۱ء پر پیغام، انصار اللہ کی ہمہ گیر اصطلاح اور اس کے اہم تقاضے نمبر۲۸۰، جامعہ احمدیہ کیلئے چندہ کی اپیل نمبر۲۸۱، قافلہ قادیان کے متعلق ضروری اعلان نمبر۲۸۶، احمدیہ کالج گھٹیالیاں کیلئے امداد کی تحریک نمبر۲۸۸، ہمارا اکہتروان جلسہ سالانہ اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داری نمبر۲۸۹، جامعہ احمدیہ کیلئے چندہ کی اپیل نمبر۲۹۳، قادیان کے جلسہ سالانہ کی پہلی رپورٹ نمبر۲۹۳، جلسہ سالانہ قادیان کا دوسرا دن نمبر۲۹۵،

الفضل ۱۹۶۲ء

عزیز میاں شریف احمد صاحب مرحوم نمبر۷، احمد کالج گھٹیالیاں کیلئے امداد کی تحریک نمبر۹، قادیان کے جلسہ ۱۹۶۱ء کے لئے آپ کا پیغام نمبر۱۳، میاں شریف احمد صاحب کے متعلق ایک دوست کا لطیف رویاء نمبر۱۴، بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانئے کیا یاد آیا نمبر۱۵، ''درّ مکنون'' تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۶۱ء نمبر۱۶، فدیہ دینے والے احباب وجہ فرمائیں نمبر۲۷، ربوہ کے موسم کو بہتر بنانے کی کوشش

کریں نمبر۳۱، احباب جماعت کی خدمت میں امریکہ کے ایک دوست کا سلام نمبر۳۲، خدا کے ساتھ رشتہ جوڑنے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کا مہینہ نمبر۳۸، سیرالیون کی احمدی جماعتوں کیلئے آپکا پیغام نمبر۴۰، کچھ اپنے متعلق نمبر۴۴، مسٹر حمید نظامی کی وفات نمبر۴۹، اپنی طرف سے حج بدل کا انتظام نمبر۴۹، حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب مرحوم نمبر۵۰، قادیان کے درویشوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں نمبر۵۰، خاندان کے عزیزوں کے لئے دعا کی تحریک نمبر۵۱، اللہ کے کام نیارے۔ دعا کی قبولیت کا ایک نیا پہلو نمبر۵۱، ایک افسوس ناک غلطی کی تصحیح نمبر۵۳، پروفیسر عطاء الرحمٰن صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۶۳، میرے دعائیہ نوٹ پر دوستوں کا ردعمل اور دوستوں سے دعا کی مزید درخواست نمبر۶۴، مرزا مہتاب بیگ صاحب وفات پاگئے نمبر۶۴، فریضہ حج کیلئے مولوی عبد اللطیف صاحب کی روانگی، مجلس مشاورت کے اجلاس پر ایک طائرانہ نظر نمبر۷۹، مشرقی پاکستان کا مجوزہ وفد نمبر۸۱، عزیزہ ناصرہ بی بی کے نکاح کا اعلان نمبر۸۱، رشتہ ناطہ کے مجوزہ کمیشن کے متعلق امراءِ ضلع مشورہ ارسال فرمائیں نمبر۸۲، نگران بورڈ کے بعض اصلاحی فیصلہ جات نمبر۸۳، مشرقی پاکستان کا وفد۔ پہلی پارٹی بخریت ڈھاکہ پہنچ گئی نمبر۸۵، مسماۃ نور بی بی صاحبہ کی وفات نمبر۸۵، وفد کی دوسری پارٹی بھی مشرقی پاکستان پہنچ گئی نمبر۸۷، مولوی عبداللطیف صاحب حج کیلئے روانہ ہو گئے نمبر۸۸، عید الاضحیٰ کی قربانیوں کے متعلق ضروری اعلان نمبر۹۵، غریب طالبعلموں کی امداد کر کے ثواب کمائیں نمبر۹۷، شیخ ناصر احمد صاحب کیلئے دعا کی تحریک نمبر۹۹، تربیتی کلاس کیلئے پیغام نمبر۱۰۴، اہلیہ صاحبہ حضرت مولوی عبد الغنی خانصاحب کی علالت نمبر۱۱۱، اہلیہ مرزا محمود احمد بیگ صاحب کی تشویش ناک علالت نمبر۱۱۱، نگران بورڈ کا اجلاس نمبر۱۱۸، وعدہ جات تحریک جدید کے سلسلہ میں آپ کی ایک ہدایت نمبر۱۱۸، کم از کم سولہ احمدیوں نے اس سال فریضہ حج ادا کیا نمبر۱۲۱، ربوہ میں دارالیتامیٰ کا قیام نمبر۱۲۲، عزیزم مرزا ناصر احمد کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۲۶، مخلصین جماعت حضرت صاحب کیلئے دعاؤں میں لگے رہیں نمبر۱۲۷، عزیز مرزا مظفر احمد کا تبادلہ راولپنڈی نمبر۱۳۲، نگران بورڈ اجلاس۔ رشتہ ناطہ کے کمیشن کا تقرر نمبر۱۳۴، شیر محمد صاحب پونچھی وفات پا گئے نمبر۱۴۲، ایک ڈرائیور کی ضرورت ہے نمبر۱۵۱، فضل الرحمٰن صاحب گجراتی درویش وفات پا گئے نمبر۱۶۰، قافلہ قادیان کیلئے حکومت کو ماہ جون میں درخواست بھجوا دی گئی تھی نمبر۱۶۱، قاضی شاہ بخت صاحب درویش کی وفات نمبر۱۶۶، میٹرک میں

تعلیم الاسلام ہائی سکول اور نصرت گرلز ہائی سکول کے نتیجے نمبر۱۶۷، رسالہ 'درّ مکنون' کے متعلق دوستوں کو تحریک نمبر۱۶۹، شجر کاری کا ہفتہ اور اہل ربوہ کی ذمہ داری نمبر۱۸۲، شعبہ رشتہ ناطہ کے متعلق ضروری گذارشات نمبر۱۸۹، تعلیم الاسلام ہائی سیکنڈری سکول گھٹیالیاں نمبر۱۹۳، پردہ کے متعلق ایک ضروری اعلان نمبر۱۹۴، حضرت ممانی صاحبہ کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۹۵، مخیّر احباب توجہ فرمائیں۔ آجکل غریب طلبا کی امداد کا وقت ہے نمبر۲۱۰، فیشن پرستی کی وبا سے بچ کر رہو نمبر۲۱۴، کامیاب تبلیغ کے چار ستون نمبر۲۱۷، چندہ مسجد سوئٹزرلینڈ کے متعلق آپ کا گرامی نامہ نمبر۲۱۷، رپورٹ اجلاس نگران بورڈ نمبر۲۱۸، کلکتہ میں مسجد احمدیہ کی بنیاد رکھدی گئی نمبر۲۱۹، عزیز نصیر احمد خاں کیلئے دعا کی تحریک نمبر۲۱۹، ملک عزیز احمد صاحب سابق مبلغ انڈونیشیا وفات پاگئے نمبر۲۲۱، برکات خلافت کے لمبا ہونے کیلئے دعائیں کرو نمبر۲۲۱، طلاق اور خلع کے معاملہ میں مرد اور عورت کے مساوی حقوق نمبر۲۲۲، مجھے ٹیلیفون سننے سے معذور خیال فرمائیں نمبر۲۲۳، قافلہ قادیان میں شامل ہونے کے خواہشمند احباب میرے دفتر میں جلد درخواستیں بھجوائیں نمبر۲۲۳، برکات خلافت کے لمبا ہونے کے متعلق میرا نوٹ اور اس پر ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا خط نمبر۲۲۷، جمہوریت کی تشریح ہونی ضروری ہے نمبر۲۳۰، انڈونیشیا کی جماعتوں کو پیغام نمبر۲۳۳، ملک میں بھوک ہڑتال کی بڑھتی ہوئی وبا نمبر۲۳۴، نگران بورڈ کا اجلاس نمبر۲۳۶، یقیناً آنحضرت ﷺ ہی آخر الانبیاء ہیں نمبر۲۴۰، مجلس خدام الاحمدیہ کے ہال کا سنگ بنیاد نمبر۲۴۵، ہمشیرہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ کی لنڈن میں علالت نمبر۲۴۶، لجنہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کیلئے پیغام نمبر۲۴۷، عزیزہ امتہ الحفیظ کی بیماری کے متعلق تازہ اطلاع نمبر۲۴۸، حضرت خلیفۃ المسیح کے متعلق میری دعائیہ تحریک نمبر۲۴۹، میاں عبد الرحیم صاحب فانی درویش وفات پا گئے نمبر۲۵۲، درخواست دعا ۲۵۳، میاں عبد الرحیم خاں صاحب درویش وفات پاگئے نمبر۲۵۵، سید فقیر محمد صاحب افغان وفات پاگئے نمبر۲۶۰، نصرت ہائرسیکنڈری سکول ربوہ کی افتتاحی تقریب پر آپ کا پیغام نمبر۲۶۰، خلیفہ عبد الرحیم صاحب کی اچانک وفات نمبر۲۶۳، کچھ اپنے متعلق نمبر۲۷۰، نگران بورڈ کی رپورٹ نمبر۲۷۱، خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع ۶۲ء سے خطاب نمبر۲۷۳، ماہنامہ انصار اللہ کے متعلق آپ کی رائے نمبر۲۷۹، اہل قافلہ کی فوری توجہ کیلئے نمبر۲۸۲، آپ کی صحت کے متعلق رپورٹ نمبر۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۶، ۲۹۷،

الفضل ۱۹۶۳ء

قاضی محمد یوسف صاحب کی وفات نمبر۷، قادیان کے جلسہ سالانہ ۱۹۶۲ء کے لئے پیغام نمبر۱۰، خان عبد المجید خاں صاحب آف کپورتھلہ کی وفات نمبر۱۴، رمضان کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ دوست اپنی کمریں کس لیں نمبر۲۳، درثمین اردو کا بلاک نمبر۲۸، ''آئینہ جمال'' نمبر۳۲، فدیہ کے متعلق ضروری یاد دہانی نمبر۳۵، ایک انتہائی اضطراب کے وقت کی دعا نمبر۳۷، دوستوں کیلئے دعا کی تحریک نمبر۳۸، رمضان کا آخری عشرہ دعاؤں کا خاص زمانہ ہے نمبر۴۱، فدیہ کی ادائیگی کا آخری موقع نمبر۴۶، نگران بورڈ کے تازہ اجلاس کی رپورٹ نمبر۶۲، امتحان میں شامل ہونے والے بچوں کو نصیحت نمبر۶۳، مشاورت کے متعلق دوست کے تاثرات نمبر۴۷، ایک درویش کا ارادہ حج نمبر۸۰، پیرزمان شاہ صاحب وفات پاگئے نمبر۸۳، غیریب طلبأ کی امداد کا خاص وقت، مخیّر دوست حصہ لے کر ثواب کمائیں نمبر۹۰، مولوی ابو العطاء صاحب اور پادری عبد الحق صاحب کا تحریری مناظرہ نمبر۹۳، خدام الاحمدیہ کی دسویں مرکزی تربیتی کلاس کیلئے پیغام نمبر۹۴، عید الاضحیٰ بہت قریب آ گئی ہے۔ قربانی کرنے والے دوست توجہ فرمائیں نمبر۹۶، جانوروں کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ اب دوست فی قربانی چالیس روپے بجھوائیں نمبر۱۰۱، حضرت خلیفۃ المسیح کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۰۳، کتاب ''سراج الدین'' عیسائی کے چار سوالوں کے جواب کی ضبطی نمبر۱۰۴، ام مظفر احمد کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۰۸، حضرت صاحب کیلئے مکرر دعا کی تحریک نمبر۱۰۹، عبد المنان خاں کیلئے دعا کی تحریک نمبر۱۱۰، مقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی عظیم الشان اسلامی خدمات (قسط نمبر۱) نمبر۱۱۳، (قسط نمبر۲) نمبر۱۱۶، بے پردگی کے رجحان کے متعلق جماعتوں کو مزید انتباہ۔ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی نمبر۱۲۳، حکومت نے کتب کی ضبطی کا فیصلہ واپس لے لیا۔ خدا کے فضل سے حق و انصاف کی فتح ہوئی نمبر۱۲۸، ہمارے سکول کا نتیجہ بفضلہٖ تعالیٰ نہایت درجہ قابل مبارکباد ہے (ایک مکتوب) نمبر۱۳۳، احباب کی اطلاع کیلئے ضروری اعلان نمبر۱۶۵، ملتان کے دوستوں کے نام میرا پیغام (یہ غیر مطبوعہ پیغام آپ کی وفات کے بعد شائع ہوا) نمبر۲۵۷، ''حیات نور'' مؤلف شیخ عبد القادر صاحب کا پیش لفظ نمبر۲۸۱،

❁ ❁ ❁

جلسہ سیرت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے موقعہ پر

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے نام

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کا پیغام

احساس ذمہ داری میں حضرت میاں صاحب کی زندگی اور عمل سے سبق سیکھیں

ذیل کا پیغام ''الفضل'' ۱۱ ستمبر ۱۹۶۴ء کے پرچہ میں شائع ہوا ہے مضمون کی جامعیت اور افادیت کے پیش نظر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہاالعالی کے تاثرات اس قابل تھے کہ شروع صفحات کی زینت بنتے لیکن ''حیات بشیر'' کی کتابت مکمل ہو چکی تھی اس لیے یہ مضمون اختتام کتاب پر درج کیا جاتا ہے۔ مولف

برادران عزیز السلام علیکم

آج اس پیاری اور مکرم ہستی کو دنیائے فانی سے رخصت ہوئے ایک سال سے اوپر ہوگیا مگر اب تک ان کی یاد دل میں تازہ ہے ہر وقت وہ صورت آنکھوں میں پھرتی ہے بعض اوقات تصور ایسی صورت اختیار کرتا ہے گویا وہ کہیں نہیں گئے قریب ہی میں ابھی ملنا ہو جائے گا

اس یاد میں آپ سب دلی محبت اور قدر شناسی کے جزبہ کے ساتھ شریک ہیں۔ مگر یہ شرکت جبھی مفید ہوسکتی ہے اگر آپ ایسی ہستیوں کی زندگی اور عمل سے سبق سیکھیں اور اس کو اپنا لیں۔ آپ میں سے اکثر ابھی بچے ہی کہلانے کے مستحق سمجھے جاتے ہوں گے اور اپنے کو خود بھی لڑکپن کی حدود میں سمجھتے ہوں گے۔ مگر میں بتاؤں آپ کو کہ جن کی یاد میں یہ جلسہ منعقد کیا گیا ہے وہ آپ سے کم عمر میں یعنی ۱۳ سال کی عمر میں بچپن کی حدود کو پھلانگ کر سنجیدہ بن چکے تھے۔ شادی ہو چکی تھی مگر ایسی شادی نہیں کہ محض ہنسی کھیل اور بچگانہ خوشی کا مظاہرہ ہو.............................. یا اپنی ذمہ داریوں اور تعلیم سے غفلت برتنا شروع کردیں۔ میری آنکھوں میں وہ نقشہ ہے گویا آج دیکھ رہی ہوں کہ نئی بیاہی دلہن پلنگ پر بیٹھی ہے اور آپ میز پر برابر کتابوں کا ڈھیر سامنے رکھے پڑھ رہے ہیں۔ سر جھکا ہے، استغراق کی کیفیت ہے گویا محض اپنے کام سے تعلق ہے۔

کام سے فارغ ہو کر باہر پھرنے بھی جاتے اپنی مخصوص طرز سے ہم لوگوں سے ہنسی مذاق کی بات بھی کرتے۔ مگر اب بالکل ایک پورے مرد ذمہ دار کے انداز ان کے ہو گئے تھے۔ اور شادی نے کسی فرض سے اُن کو غافل نہ کیا تھا۔

طبیعت میں احساس ذمہ داری بہت زیادہ تھا۔ فرائض کی ادائیگی کا بہت خیال رہتا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت بڑے بھائی صاحب یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ ساتھ انہوں نے بھی ہر بوجھ کو اٹھانے کے لئے اپنے کمزور کاندھے آگے کر دیئے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ یہ قابل بھائی بڑا بھائی جب سب بار اُٹھانے کو آگے بڑھ آیا خواہ وہ بار ذہنی ہوں رُوحانی ہوں یا جسمانی تو چلو ہم ذرا آرام ہی کر لیں۔نہیں، انہوں نے بھی اپنا فرض سمجھا اوریہی محسوس کیا کہ یہ گاڑی اب ہم سب نے ہی چلانی ہے۔ دل میں ایک تپش بھی، تڑپ تھی کہ اب حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی تکمیل اور آپ کے منشاء کو جو منشائے الٰہی ہے پورا کرنے میں جان لڑا دینا ہم سب کا کام ہے۔ چونکہ جائیداد وغیرہ پر بھی نظر ڈالنا دور اندیشی کے لحاظ سے اب ضروری ہو گیا تھا۔ حضرت بڑے بھائی صاحب نے اس طرف بھی توجہ دی تو یہ ساتھ مدد گار و مشیر رہے۔ بعد میں چونکہ حضرت بڑے بھائی صاحب اتنا وقت دے نہ سکتے تھے پورا کام ہی آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ حضرت اماں جانؓ کے ہر چھوٹے موٹے کام کی خبر گیری وغیرہ غرض دینی و دنیاوی ہر قسم کے بوجھ اٹھا لینا اپنا فرض جانا اور کبھی آرام کا خیال نہیں کیا۔ اطاعت خلافت میں وہ اپنی نظیر آپ ہی رہے۔ حضرت بڑے بھائی صاحب نہایت درجہ شفقت فرماتے رہے ہمیشہ مگر یہ ہمیشہ سر جھکائے تا بعدار خادم کی طرح ہی بنے رہے۔ با ادب بانصیب، وہی ادب و اطاعت، عملی و زبانی، ہر طرح سامنے بھی اور پس پشت بھی۔غرض ان میں بہت ہی خوبیاں تھیں اور ایسی شخصیت تھی جس کی یاد میں بھی ایک زندگی ہے اور آج تک ایک خاص قرب محسوس ہوتا ہے۔

اس ایک صفت احساس ذمہ داری کی جانت میں اس وقت آپ لوگوں کو خاص توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ آپ میں سے بھی ہر ایک یہ جان لے اور ایسا ہی سمجھنے کا عزم کر لے کہ بیعت اور احمدیت کے حلقہ میں آجانے کے بعد اطاعت خلافت کا محض فرضی جواٗ اُٹھا کر آپ ہرگز فارغ نہیں ہو سکتے اس جوئے کو اگر آپ نے اُٹھایا ہے تو اٹھایئے اور سمجھ لیجئے کہ بس احکام خلافت سے وابستہ رہتے ہوئے تنظیم کامل کے ساتھ ہر ایک فرد سمجھے کے یہ بوجھ گویا میں نے ہی اُٹھانا ہے۔ دوسروں کا منہ مت دیکھئے، ارد گرد مت تاکئے، کام کرنیوالوں میں جو آپ سے پیش پیش ہیں نقائص مت

دھونڈھیئے۔ خود اپنی گٹھڑی اٹھا کر آگے بڑھیئے۔ اتنا درد دین کے لئے آپ کے قلوب میں پیدا ہو جائے کہ یہ سارا غم دین اور دُکھ گویا آپ کا ہی حصہ ہے اور سمجھیں کہ ؎

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اَب آئندہ اس بہت بھاری ذمہ داری کو اُٹھا لینے والے آپ لوگ ہی ہیں۔ آئندہ آپ نے ہی اس کام کو نبھانا ہے۔ جس کام کے لئے آپ کے بزرگ اپنی زندگی اسی کوشش میں صرف کر کے ادائے فرض کر گئے یا بقیہ جو ہیں، خدا تعالیٰ اُن کی زندگیوں میں برکت بخشے۔ کر رہے ہیں۔ اب آپ اُن کے دست و بازو صحیح معنوں میں صفائی قلب و نیک نیتی کے ساتھ بغیر کسی فخر یا ظاہری وقار کے حصول کی آرزو کے بنیں اور یاد رہے اور پھر یاد رہے کہ یہ ٹریننگ کے دن ہیں۔ یہ پہاڑ جو دن بدن بوجھل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ آپ نے ہی اُٹھانا ہے۔

پس قدم بڑھائیں۔ نئے حوصلوں کے ساتھ نئے مبارک و صافی دلوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی نصرت آپ سب کے اور آپ کے بعد آنے والی نسلوں در نسلوں کے ساتھ رہے۔ آمین فقط

مبارکہ

❁ ❁ ❁

بعض ضروری یادداشتیں

صفحہ	ضروری یاد داشت
۷۹	کتاب ''شحنہ حق'' جو اشتہار ''اعلان دعوت'' نیز چند اور دعوتی اشتہارات کے بعد شائع ہوئی ذکر ''حیات طیبہ'' میں نہیں۔ ذکر ہونا چاہیے۔
۱۳۳	''میں نے ہی اس سلسلہ کو'' کا حوالہ ایک تو درج ہے ہی، اس کے ساتھ ہی حاشیہ میں آگے لکھئے ''اشاعت السنہ جلد ۱۳ نمبرا ۱۸۹۰ء میں یہ الفاظ ہیں: ''میں نے ہی اس شخص کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی اس شخص کو گراؤں گا
۲۱۱	''الحکم ۲۵ ۵/۰۲ ، ضمیمہ تحفہ گولڑیہ صفحہ۹ حاشیہ اس صفحہ پر پیر صاحب العلم کی تصدیق کے بعد حضرت مفتی صاحب کی کتاب ''ذکر حبیب'' سے امریکن نو مسلم مسٹر لب کی شہادت بھی درج کی جائے۔
۲۲۶	حاشیہ میں اشتہار ۲۹/جولائی ۱۸۹۷ء سے آگے لکھئے: ''مگر مسجد کی توسیع بعض مقدمات اور دیگر موانع کی وجہ سے ۱۹۰۶ء سے قبل نہیں شروع کی جاسکی۔''
۲۵۸	میموریل کا نتیجہ یہ ہے کہ ''افسوس کہ گورنمنٹ نے اس میموریل کا کوئی جواب نہیں دیا۔''
۲۵۸	وفد نصیبین کے ممبر محترم مرزا خدا بخش صاحب کے علاوہ حضرت مولوی قطب الدین صاحب اور حضرت میاں جمال الدین صاحب تھے۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۳۷،
۳۱۳	گویا ایک سال کا رمضان .... الخ حاشیہ میں لکھئے حوالہ الحکم ۱۷/اگست ۱۹۰۱ء
۲۹۵	امتحان لینے کی تجویز کے اقتباس کے بعد یہ الفاظ لکھئے جائیں۔ ''حضرت اقدس کی اس تجویز پر قطعی طور پر تو نہیں کہا جا سکتا کہ عمل ہوا یا نہیں البتہ خلافت اولیٰ اور خلافت ثانیہ میں یہ کام باقاعدگی کے ساتھ جاری رہا اور اب تک جاری ہے فالحمد للہ علی ذالک

''حیات طیبہ'' سے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے دو خطوط

ا: بسم اللہ[1] ربوہ میں ہوں تو یہاں پہنچا دیا جائے ورنہ لاہور پوسٹ کر دیا جائے

مکرمی محترمی شیخ عبد القادر صاحب مبلغ جماعت احمدیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ کہ آپ کی تصنیف کا دوسرا ایڈیشن بھی نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت مبارک کرے۔ میں اسے پڑھ رہا ہوں تاکہ کوئی غلطی معلوم ہو تو نوٹ کر لوں۔ ابھی تک یہ باتیں نوٹس میں آئی ہیں۔

ا: شروع میں ل کے بالمقابل آپ نے میری رائے کا فوٹو دیا ہے۔ اس کی سطر ۹ میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا ہے۔ آپ کی والہانہ جدوجہد لیکن آپ نے صفحہ الف پر اسے صاف لکھتے ہوئے آپ کی جگہ اُن کا لفظ بنا دیا ہے۔کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اُن کا لفظ لکھ سکتا ہوں۔

۲: صفحہ ۸۲ کی سطر ۱۴، ۱۵ کی عبارت کچھ قابل اصلاح معلوم ہوتی ہے۔

۳: صفحہ ۱۶۷ پر آپ نے بلا وجہ بہت سے عیسائی معاندوں کے فوٹو درج کر دیئے ہیں۔ میرے خیال میں مارٹن کلارک اور عبد اللہ آتھم کے فوٹو کافی تھے۔ یوں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں مخالف تھے۔ مگر خواہ مخواہ دشمنوں کے فوٹو دینے سے کیا فائدہ ہے۔ صرف ایسے لوگوں کے فوٹو ہونے چاہئیں جو کسی زبردست الٰہی نشان کا شکار ہوئے۔ مثلاً لیکھرام یا ڈوئی وغیرہ۔

۴: آپ نے ۱۸۷ پر میاں شریف احمد صاحب کے متعلق الہام امرہ اللہ علیٰ خلاف التوقع کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ''خدا اسے امید سے بڑھ کر امیر کرے گا'' یہ ترجمہ درست نہیں عربی محاورہ کے مطابق امرہٗ کے معنی امیر کرنے کے یعنی دولت دینے کے نہیں۔ بلکہ امارت کا منصب عطا کرنے کے ہیں۔ چنانچہ دوسرے الفاظ میں قاضی کا لفظ اس پر واضح قرینہ ہے۔

۵: صفحہ ۱۸۷ میں ایک جگہ قبر مسیح کے انکشاف کے متعلق لکھا ہے۔ ایک تازہ تاریخی انکشاف کیا۔ یہ بہت کمزور الفاظ ہیں۔ لکھنا یہ چاہیے تھا کہ ''ایک زبردست تاریخی انکشاف کیا''

۶: صفحہ ۱۸۷ تا صفحہ ۱۹۰ میں وفات مسیح کے متعلق بحث مکمل نہیں۔ اس میں خود انجیل کی اندرونی شہادات بھی درج ہونی چاہیے تھیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے تفصیل سے لکھا ہے مثلاً

[1] حضرت کے رقعہ نما خطوط جو فوری ضرورت کے تحت جلدی میں لکھے گئے۔

پیلا طوس کا ہمدرد ہونا۔ اگلا دن سبت کا ہونا۔ آندھی کا انا۔ نیزہ مارنے سے بہتا ہؤا خون نکلنا۔ مسیح کا یہ قول کہ یونس نبی کے سوا کوئی اور نشان نہیں دکھایا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے صرف بعد کی تحقیق کو لے لیا ہے اور حضرت مسیح موعود کے دیئے ہوئے دلائل کا ذکر تک نہیں کیا۔

۷: صفحہ ۷۶ پر آپ نے لکھا ہے۔ حضرت اماں جان کا رخصتانہ دلّی میں ہی ہو گیا تھا۔ اس سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ دلّی سے رخصت ہوئے تو درست ہے (گویہ بات ظاہر تھی کہ جس کے خلاصہ ذکر کی ضرورت نہیں) لیکن اگر یہ مراد ہے کہ حضرت مسیح موعود دلّی میں کوئی الگ مکان لے کر اس میں حضرت اماں جان کو لے گئے اور خلوت ہو گئی تو یہ درست نہیں اور بہر حال اس کی سند ہونی چاہیے۔

اس وقت صرف یہی حصہ دیکھا ہے۔ اس وقت طبیعت اچھی نہیں۔ صرف مجملاً لکھا ہے۔ اگر آپ نے میرے خط کا فوٹو دینا تھا تو مجھے بتاتے میں زیادہ صاف لکھ دیتا۔

مرزا بشیر احمد ۶۰-۴-۱۱

۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

مکرمی محترمی شیخ عبد القادر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

امید ہے آپ کو میرا پہلا خط مل گیا ہوگا جس میں حیاۃ طیبہ کی بعض باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ اب بقیہ باتیں لکھتا ہوں۔ تحقیق کر لیں۔

۱: صفحہ ۲۲۶ کے آخر میں اپنے لکھا ہے کہ ۱۸۹۷ء میں مسجد مبار کی توسیع کی گئی۔ یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ مسجد مبارک کی پہلی توسیع غالباً ۱۹۰۶ء میں ہوئی تھی۔ میرے خیال میں سیرۃ المہدی میں بھی اس کے متعلق نوٹ ہے۔

۲: صفحہ ۲۵۸ میں آپ نے میموریل کا نتیجہ بصورت کامیابی یا ناکامی نہیں بتایا بلکہ اس معاملہ کو یونہی معلق چھوڑ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے طبیعت میں جستجو باقی رہتی ہے۔ نتیجہ بتانا چاہیے۔

۳: صفحہ ۲۶۸ میں **واللہ یعصمک من الناس** کا اندارج قابل غور ہے۔ مفتی صاحب نے عصمت انبیاء کے متعلق ان الفاظ سے استدلال نہیں کیا ہوگا۔ اس کے معنی تو اور ہیں۔

۴: صفحہ ۲۷۲ میں آپ نے لکھا ہے کہ مینار کے متعلق ہندوؤں کی شکایت کے بارہ میں تحقیق

کرنے کے لئے تحصیلدار آیا تھا۔ سیرۃ المہدی میں حافظ روشن علی صاحب کی روایت (میں) مجسٹریٹ یا ڈپٹی کا لفظ آتا ہے۔ تحقیق کر لیں کونسا درست ہے۔ P.T.O

۵: صفحہ ۳۸۲ میں آپنے کاربنکل کا ترجمہ سرطان کیا ہے۔ حالانکہ سرطان کو انگریزی میں کنسر Cancer کہتے ہیں نہ کہ کاربنکل۔ حضرت مولوی عبد الرکیم صاحب کو کاربنکل تھا نہ کہ کنسر اس کے متعلق بھی تحقیق کر لیں۔

۶: صفحہ ۳۸۳ پر دو شہتیر ٹوٹ گئے والے الہام کی ذیل میں آپ نے حضرت مولوی برہان الدین صاحب کا نام لکھا ہے۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن غالبًا تذکرہ میں منشی اللہ داد صاحب کا نام آتا ہے۔

۷: صفحہ ۴۳۹ میں آپ نے اہلیہ صاحبہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے متعلق اماں جان کے الفاظ لکھے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ اماں جان کے الفاظ ہمیشہ حضرت ام المؤمنین کے متعلق استعمال ہوتے رہے ہیں۔ اہلیہ صاحبہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے متعلق اماں جی کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔

۸: صفحہ ۴۴۰ میں آپ نے مبارک احمد مرحوم کے متعلق الہام **لاعلاج و لایحفظ** درج کیا ہے۔ اس کا حوالہ کیا ہے۔ میں نے یہ الہام کبھی نہیں سنا اور نہ غالبًا تذکرہ میں ہے۔

۹: صفحہ ۴۴۲ میں جلسہ و چھو والی کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے زیادہ غیرت کا اظہار فرمایا تھا جو آپ نے لکھا ہے بلکہ یہ قرانی آیت پڑھی تھی۔ **اذا سمعتم ایات یستھزابھا** الخ اور بہت ناراض ہوئے تھے کہ آپ لوگ اس مجلس سے اُٹھ کر کیوں نہیں آ گئے۔

۱۰: صفحہ ۴۵۱ میں خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق آپ نے صاحب الفاظ نہیں لکھا جو آپ کے طریق کے خلاف ہے۔ صاحب الفاظ لکھنا چاہیے۔

۱۱: کتاب ''حیات طیبہ'' کے آخری صفحات کی کتابت اور طباعت اچھی نہیں۔

کتاب فی الجملہ بہت عمدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۶۰-۴-۱۵

نوٹ از مؤلف: خاکسار نے ان خطوط کا جواب حضرت قمر الانبیاء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ دیا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ حضور کی بیان فرمودہ اکثر باتیں درست ہیں۔ انشاء اللہ تیسرے ایڈیشن میں اصلاح کر لی جائے گی۔ بقیہ باتوں یں سے بعض قابل تحقیق ہیں۔

مزید معلومات

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ

سابق امیر جماعت ہائے سابق صوبہ سرحد کا خط

نحمدہٗ و نصلی علی سیدنا محمد

محترم شیخ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آج حیات طیبہ پڑھا تھا۔ صفحہ ۳۴۱ سطر ۴ پر کیا نظر آیا کہ گورداسپور میں آریہ کا مکان ۱۳راگست ۱۹۰۴ء کو کرایہ پر لیا۔ یہ تاریخ حضرت اقدس کے اس مکان میں باعیال رہنے کی تو درست ہے مگر یہ مکان جون اور جولائی میں بھی حضرت احمد اور جماعت کے واسطے بغرض رہائش کرایہ پر موجود تھا۔ میں خود اس مکان میں ۱۵ دن سے زیادہ مقیم رہا۔ حضرت احمد کی اقتداء میں ایک دن ظہر و عصر کی نمازیں ادا کیں۔ اخبار بدر میں مرحوم محمد افضل صاحب نے بیس مقتدیوں کے نام بھی شائع کئے۔ دیکھو ظہور احمد موعود مقامات کرمدین۔ آپکی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آریہ کا مکان ۱۳راگست کو کرایہ پر لیا گیا جو صحیح نہیں۔ بلکہ باعیال قیام کیا۔ جون جولائی میں عیال ساتھ نہ تھا۔ والسلام

قاضی محمد یوسف احمدی از ہوتی ۶۲-۸-۱۲

ایک اور چٹھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

''مناظرہ مد'' (حیات طیبہ صفحہ ۳۱۹ کے ضمن میں عرض ہے کہ مکرم میاں محمد احسن صاحب جو میاں محمد یوسف صاحب اور میاں محمد یعقوت صاحب متوطن مد کے چھوٹے بھائی تھے۔ اپنی بیماری کے سلسلہ حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں بغرض علاج حاضر ہوئے۔ حضرت حکیم الامت کی پاکیزہ صحبت میں چند دن رہنے کے بعد میاں محمد احسن صاحب نور احمدیت سے منور ہوئے اور بیعت کر لی۔ صحت کے بعد جب وہ اپنے بڑے بھائی سے ملاقی ہوئی تو

اپنی بیعت کا ذکر فرمایا اس کے بعد میاں محمد یوسف صاحب اور میاں محمد یعقوب صاحب نے بھی بیعت کر لی اور اس طرح اس خاندان میں نور احمدیت کا ظہور ہؤا۔ اور احمدیت اس خاندان کے ممتاز فرد حضرت محمد میاں یوسف صاحب کے ذریعہ سرحد کے اس ضلع میں پھیلنی شروع ہوئی۔ آپ سالہا سال تک جماعت احمدیہ مردان کے امیر رہے۔ آپ کے صاحبزادے میاں غلام حسین صاحب مرحوم ریٹائرڈ ایس-ڈی-او حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمجولی تھے اور ڈھاب میں کشتی کے واقعہ سے بھی متعلق تھے۔

ضمناً یہی واقع تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۳۴ حاشیہ میں بھی درج ہؤا ہے۔لیکن اس میں قابل تصحیح بات یہ ہے کہ مکرم میاں محمد یوسف صاحب کے ذریعہ سے دونوں بھائی داخل احمدیت ہوئے۔ حالانکہ مکرم میاں محمد احسن صاحب اپنے علاج کے دوران میں قادیان میں ہی مشرف بہ احمدیت ہو چکے تھے اور اس کا تذکرہ انہوں نے واپس وطن تشریف لانے کے بعد اپنے بڑے بھائی مکرم میاں محمد یوسف صاحب سے فرمایا تھا۔ اور وہاں کے ایمان افروز حالات بھی سنائے جن کی وجہ سے میاں محمد یوسف صاحب کو بھی توجہ پیدا ہوئی اور وہ قادیان جا کر مشرف بہ احمدیت ہوئے۔

بھائیوں کی ترتیب کے سلسلہ میں بھی عرض ہے کہ سب سے بڑے میاں محمد یوسف صاحب تھے اور ان سے چھوٹے میاں محمد یعقوب صاحب اور سب سے چھوٹے میاں محمد احسن صاحب تھے۔ میاں محمد احسن صاحب موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبری ربوہ میں قطعہ صحابہ میں مدفون ہیں۔

خاکسار

۱: (قاضی) محمد اسحاق بسمل داماد مکرم میاں محمد احسن صاحب مرحومؓ

۲: میاں محمد افضل پسر میاں محمد احسن صاحبؓ مورخہ ۶۲-۱۲-۲۶

❁ ❁ ❁

خاتمۃ الکتاب

بالآخر میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے نہایت ہی قلیل عرصہ میں قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کے حالات قلمبند کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کے پاکیزہ نمونہ پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور آپ کی ترقی درجات کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نہایت ہی عاجزی کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے زندگی بھر خدمتِ سلسلہ کی توفیق عطا فرماتا رہے اور میرا انجام بخیر ہو۔ پس اس سے زیادہ میں اس وقت کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ وآخر دعوانا انِ الحمد للہ رب العلمین و اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمدٍ وعلیٰ عبدک المسیح الموعود وبارک وسلم۔

راقم آثم عبدالقادر از مسجد احمدیہ برون دہلی دروازہ۔ لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۶۴ء

شکریہ بزرگان و احباب

جن دوستوں نے مجھے اس تصنیف کے دوران کسی نہ کسی رنگ میں مدد دی ہے ان میں سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق مکرمی محترمی مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ ہیں۔ آپ نے نہ صرف اپنے الفضل کے مضامین شامل کتاب کرنے کی اجازت فرمائی بلکہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے ان تمام مضامین کی فہرست بھی تیار کر کے عنایت فرمائی جو آپ نے زندگی بھر ''الفضل'' میں لکھے۔

میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ جب میں نے اس کتاب کیلئے ''پیش لفظ'' لکھنے کی درخواست کی تو آپ نے باوجود سخت مصروفیت کے میری اس درخواست کو فوراً منظور فرما لیا۔

پھر میں مکرمی و محترمی جناب چوہدری محمد اسد اللہ خان صاحب بارایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ وممبر نگران بورڈ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، آپ سے جس قسم کی امداد کا بھی میں نے مطالبہ کیا آپ نے نہ صرف فراخدلی کے ساتھ اسے پورا کیا بلکہ اس میں ایک قسم کا حظ محسوس کیا۔ جزاء ھم اللہ احسن الجزاء

ضخیم کتابوں کی تصانیف کیلئے مالی اخراجات عام طور پر دقّت کا باعث ہؤا کرتے ہیں، مالی رنگ میں تعاون کے سلسلہ میں درج ذیل بزرگ اور دوست خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں: -

۱- حضرت میاں محمد یوسف صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ ۲- مکرمی و محترمی جناب مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر و صدر نگران بورڈ۔ ۳- مکرمی و محترمی جناب چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر جماعت احمدیہ شیخوپورہ ممبر نگران بورڈ۔ ۴- مکرمی و محترمی شیخ عبدالحق صاحب انجینئر صدر حلقہ دارالذکر۔ ۵- مکرمی و محترمی چوہدری فتح محمد صاحب مالک ہریکے ٹرانسپورٹ۔ ۶- مکرمی و محترمی چوہدری نور احمد صاحب صدر حلقہ سول لائنز۔ ۷- مکرمی و محترمی چوہدری منور لطف اللہ صاحب ایڈووکیٹ و صدر حلقہ سمن آباد۔ ۸- مکرمی و محترمی چوہدری محمد نواز صاحب مینیجنگ ڈائریکٹر پرنس ٹرانسپورٹ۔ ۹- مکرمی و محترمی بشیر احمد، فضل احمد صاحبان گورنمنٹ کنٹریکٹر سمن آباد۔ ۱۰- مکرمی و محترمی حافظ عبد الکریم فضل صاحب ہال روڈ۔ ۱۱- مکرمی محترمی میاں چراغ دین صاحب صدر حلقہ سنت نگر و کرشن نگر۔ ۱۲- مکرمی و محترمی چوہدری غلام رسول صاحب صدر حلقہ مغلپورہ گنج۔ ۱۳-مکرمی و محترمی قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ میکلوڈ روڈ۔ ۱۴- مکرمی و محترمی ملک عبد اللطیف صاحب ستکوہی سیکرٹری اصلاح و ارشاد جماعت لاہور۔ ۱۵- مکرمی و محترمی میاں عطاء الرحمٰن صاحب چغتائی ماڈل ٹاؤن۔ ۱۶- مکرمی و محترمی ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب ہاگورا وزیر آباد۔ ۱۷- مکرمی و محترمی میاں غلام احمد صاحب امیر جماعت وزیر آباد۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء ۔ ۱۸- مکرمی و محترمی گیانی عباد اللہ صاحب مینیجر الفضل اور مکرمی و محترمی ڈاکٹر احسان علی صاحب میکلوڈ روڈ لاہور کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے مجھے حضرت قمر الانبیاء کے بعض فوٹو بلاک عنایت فرمائے۔فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

ناشکر گذاری ہو گی اگر مکرمی و محترمی چوہدری شاہ محمد صاحب خوشنویس کی انتھک محنت اور کوشش کا ذکر نہ کیا جائے جو آپ نے باوجود عدیم الفرصت ہونے کے اس کتاب کی کتابت میں کی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

خاکسار **عبد القادر** ۲۶-۹-۶۴

اشاریہ

مرتبہ : سید مبشر احمد ایاز

مضامین

اسماء

ف - ق - ک - گ

ل - م

ن - و - ی

مقامات

آ-ا-ب-پ

ٹ-ج-چ-ح-د-ڈ-ر

س-ش-ع-ق

ک-گ-ل-م

ن-و-ہ-ی

کتابیات